دلچسپ اور ایمان افروز

اسلامی واقعات

قاری فصیلِ کریم عارف

تاج کمپنی لمیٹڈ

کراچی
لاهور
پشاور
راولپنڈی

کنزالحکایات

یعنی

ایمان افروز اسلامی واقعات

جس میں چیدہ چیدہ دلچسپ اور نادر ایمان افروز اسلامی حکایات مستند باحوالہ جمع کیے گئے ہیں۔ جو علماء، خطباء، طلبہ اور عوام و خواص سب کے لیے یکساں مفید ہیں۔

تالیف: قاری فضل کریم عارف

فاضل وفاق المدارس وایم اے اسلامیات

ناشران:

تاج کمپنی پرائیویٹ لمیٹڈ

لاہور، کراچی، پشاور

فہرست مضامین حصہ اول

فہرست مضامین حصہ دوم

فہرست مضامین حصہ سوم

ر

فہرست مضامین حصہ چہارم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کنز الحکایات

حکایت نمبر ۱: اَلصَّبۡرُ عِنۡدَ الصَّدۡمَۃِ الۡاُوۡلٰی

حدیث میں ہے کہ ایک بڑھیا کا جوان بیٹا مر گیا، وہ واویلا کر رہی تھی، سر کے بال نوچ رہی تھی کہ ہائے ہائے...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گذرے، فرمایا: بڑی بی! صبر کرو، بڑی بی کو معلوم نہیں تھا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اُس نے کہا: ''ہاں! تم نے تو یہ کہہ دیا کہ صبر کرو، تمہارے گھر میں یہ آفت آتی جب میں جانتی تم صبر کرتے۔ مجھے صبر کرانے کیلئے آئے ہو؟ میں صبر نہیں کر سکتی۔'' آپؐ نے ارشاد فرمایا''اچھا تو جان''!(ستا خوبنه ده)

آپؐ آگے تشریف لے گئے۔ اگلے دن اُس کو پتہ چلا کہ وہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ تب حاضر ہوئی اور عرض کیا: ''یا رسول اللہ! مجھے خبر نہیں تھی کہ آپ ہیں، آپ نے صبر کی تلقین فرمائی تھی، میں اب صبر کرتی ہوں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: اَلصَّبۡرُ عِنۡدَ الصَّدۡمَۃِ الۡاُوۡلٰی. جب صدمہ پیش آیا تھا جب صبر کرتی تو اجر ملتا'' یوں چار برس بعد خود بخود صبر آ جاتا ہے کوئی ساری عمر تھوڑا ہی روتا رہتا ہے تو وہ مجبوری کا صبر ہے اور صدمہ کے وقت اختیاری صبر ہوتا ہے جو نفس کا ضبط کرنا ہے وہی اجر کا باعث ہے، مجبوری کی چیز اور بے اختیاری چیز پر کوئی اجر نہیں ہوتا، جس چیز میں ارادہ و اختیار صرف کیا جائے اور طبیعت کے خلاف جدوجہد کی جائے اس پر اجر مرتب ہوتا ہے۔ (خطبات حکیم الاسلام ج ۸ ص ۳۴۸)

حکایت نمبر ۲: ایک عجیب وغریب برزخی کیڑا

(حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ فرماتے ہیں کہ) ہمارے استاذ حضرت مولانا محمد یسٰین صاحب جو حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے والد بزرگوار تھے انہوں نے ایک واقعہ سنایا کہ ہمارے ایک ہم جماعت مولوی مصطفٰے (بن مولانا سید احمد دہلوی صدر مدرس دیوبند) نے مجھے اپنا واقعہ سنایا کہ جب میں دہلی وطن پہنچا تو یہ وہ زمانہ تھا جب جمنا میں بہت بڑا سیلاب آیا اور جمنا کے کنارے کچھ قبرستان تھے تو اُن میں بہت سی قبریں بہہ گئیں ایک قبر جو ٹوٹی تو اسکی مٹی بہہ گئی اور اس کی لاش نمایاں ہوگئی یہ پانی تو ہٹ گیا لیکن وہ لاش رکھی ہوئی تھی...... مولوی مصطفٰے کا بیان ہے کہ اُس لاش کے دیکھنے کے لئے آس پاس بہت سے دھوبی جو کپڑے دھو رہے تھے وہاں آ کر جمع ہو گئے اور شہرت جو ہوئی تو شہر سے بھی لوگ آئے۔

اس کی کیفیت انہوں نے یہ دیکھی کہ اس لاش کی پیشانی پر ایک چھوٹا سا کیڑا بیٹھا ہوا تھا اور وہ تھوڑی دیر کے بعد ڈنک مارتا ہے۔ جب ڈنک مارتا ہے تو لاش یکدم لرز جاتی ہے اور ایک رنگ آتا ہے

اور ایک جاتا ہے، اور کئی منٹ بعد لاش اصلی حالت پر آتی ہے۔ جب اصلی حالت پر آئی پھر اس نے ڈنک مارا، پھر اسی طرح لرز گئی...... یہ انہوں نے تماشا دیکھا۔ اس دوران کسی دھوبی نے اس لاش پر رحم کھا کر ایک کنکری (کانرے) زور سے کیڑے کو ماری۔ وہ کنکری کیڑے کے تو نہیں لگی لیکن کیڑے کے پاس جا کر گئی۔

تو یکدم اُچٹ کر کیڑا اُٹھا اور اُس دھوبی کی پیشانی پر آ بیٹھا اور اُسے ڈنک مارا۔ اور اُسے ڈنک مار کر پھر وہیں اُس لاش کے اُوپر جا بیٹھا۔''

مولوی مصطفیٰ صاحب کا بیان ہے کہ وہ دھوبی چلّایا اور اُس نے کہا کہ: "کچھ عجیب قسم کی آگ میرے اندر ہے کہ نہ میں کہہ سکوں کہ سانپ نے کاٹا۔ نہ یہ کہہ سکوں کہ بچھو نے کاٹا، نہ یہ کہہ سکوں کہ آگ میں جلا۔ کہہ کچھ نہیں سکتا کہ وہ کس قسم کی گرمی ہے۔ مگر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہر رگ میں ہزاروں بچھو پڑے ہوئے ہیں جو ڈنک مار رہے ہیں۔ خیر اُس کے ہاتھ وغیرہ باندھ دیئے گئے۔ اب مجمع بدستور ہے...... تو مولوی مصطفیٰ صاحب کہتے ہیں کہ میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی اور میں نے سمجھا کہ (یہ) کیڑا کوئی عالم مادی کی چیز نہیں ہے، یہ کوئی عذاب خداوندی ہے جو اس میت پر ہے، تو بجائے اس کے کہ اُسے کنکر مارتا، میں نے اس میت کے قریب بیٹھ کر سورۂ یٰسین پڑھنی شروع کی۔ اس کے علاوہ کچھ قرآن شریف کی آیتیں اور سورتیں جو مجھے یاد آئیں۔ جوں جوں میں پڑھتا جاتا تھا وہ کیڑا مضمحل (مرجھا) ہوتا جاتا ہے۔ تقریباً آدھ گھنٹہ میں نے تلاوت کی۔ وہ کیڑا بالکل مضمحل ہو کر ایسا رہ گیا جیسے راکھ ہو جاتی ہے۔

اس کے بعد ہم نے اُس میت کو دفن کر دیا اور وہ دھوبی دو تین دن زندہ رہا اور یہ کہتا تھا کہ میں اپنے کرب و بے چینی کا بیان نہیں کر سکتا۔ (خطبات حکیم الاسلام ج ۷ ص ۳۷۳ تا ۳۷۵)

حکایت نمبر ۳: امام ناصریؒ کا عارضی موت کے بعد دوبارہ قبر سے نکلنا

حضرت خواجہ محبوب الٰہی (نظام الدین اولیاء) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ناصری (مفسر قرآن) ایک دفعہ بیمار ہو گئے۔ سکتہ ہو گیا۔ متعلقین میت سمجھ کر دفن کر آئے۔ جب رات ہوئی۔ ہوش آیا تو اپنے کو قبر میں دیکھ کر بہت گھبرائے۔ اسی اضطراب کی حالت میں انہیں یاد آیا کہ جو شخص اضطراب کی حالت میں ۴۰ مرتبہ سورۂ یٰسین پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کو پریشانی سے نجات عطا فرماتا ہے چنانچہ انہوں نے سورۂ یٰسین پڑھنی شروع کی...... جب پانچ مرتبہ پڑھ چکے تو قبر کی کشادگی (سپرد لو) کے آثار ظاہر ہوئے۔

ایک کفن چور نے کفن کی طمع سے قبر کھودنی شروع کی۔ امام موصوف کو معلوم ہو گیا کہ یہ حرکت کفن چور کی ہے۔ سورۂ یٰسین آہستہ پڑھنے لگے۔ چالیسویں مرتبہ سورۂ یٰسین پڑھ کر قبر سے باہر نکل

آئے۔ کفن چور مارے ہیبت کے وہیں مر گیا۔ امام صاحب نے اسی واقعہ کے بعد تفسیر لکھنی شروع کی (بیاض الاولیاء ص ۱۱۳)

حکایت نمبر۴: حضرت سلیمانؑ کی مجلس میں ملک الموت کی آمد

روایت ہے خیثمہ سے کہ ملک الموت ایک بار حضرت سلیمان علیہ السلام کی مجلس میں آئے اور ایک شخص کی طرف تعجب سے کچھ دیر تک دیکھتے رہے۔ جب ملک الموت چلے گئے تو اُس نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے پوچھا: یہ کون شخص ہے؟ آپ نے فرمایا ملک الموت۔ اُس نے کہا وہ میری طرف اس طرح دیکھتے تھے کہ گویا میری روح قبض کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تو کیا چاہتا ہے؟ اُس نے کہا مجھے ہندوستان میں پہنچا دیجئے۔ آپ نے ہوا کو حکم دیا کہ اس کو اُٹھا کر ہندوستان میں رکھ دے۔ ہوا نے اُس کو ہندوستان میں پہنچا دیا۔ پھر ملک الموت حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آئے۔ آپ نے پوچھا: تم کیوں اُس شخص کو غور سے دیکھتے تھے؟ کہا مجھے تعجب اس بات سے تھا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم میرے پاس پہنچا ہے کہ اس کی روح ہندوستان میں قبض کرو اور یہ آپ کے پاس بیٹھا ہے۔ (موت کا منظر صفحہ ۲۷)

حکایت نمبر۵: ایک ۵۰۰ سالہ عابد کا اپنی عبادت پر ناز کرنا

حاکم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ایک عابد نے ایک پہاڑ کی چوٹی پر ۵۰۰ سال اللہ کی عبادت کی اُس نے اللہ سے دعا کی کہ اُس کی جان سجدہ کی حالت میں قبض کی جائے۔ جب ہم آسمان سے اترتے اور زمین پر چلتے تو اُس پر ہمارا گزر ہوتا۔ اور ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ شخص قیامت کے روز اللہ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اور اللہ فرمائیں گے کہ میرے بندہ کو میری رحمت سے جنت میں داخل کرو۔ وہ تین بار کہے گا (کہ میں نے ۵۰۰ سال عبادت کی اور اب بھی آپ کی رحمت سے ہی داخل ہوں گا؟) مجھے میرے عمل کے ذریعہ جنت میں داخل کیا جائے۔ اُس کی اس بات پر اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے کہ میری نعمتوں اور اس کے اعمال کی میزان لگاؤ۔ وہ میزان لگائیں گے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ صرف آنکھ کی نعمت ۵۰۰ سال کی عبادت اپنے بدلہ میں لے لے گی اور باقی سارے بدن کی نعمتیں رہ جائیں گی (جن کے بدلہ کیلئے کچھ نہیں رہے گا) لہٰذا یہ حکم ہوگا کہ اسے دوزخ میں لے جاؤ۔ لہٰذا وہ دوزخ کی طرف کھینچا جانے لگے گا۔ یہ ماجرا دیکھ کر وہ عابد اللہ کو پکارے گا کہ رحمت سے مجھے جنت میں داخل فرمائیے۔ لہٰذا اُسے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ یہ قصہ سنا کر حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا کہ اے محمدؐ! سب کچھ

اللہ کی رحمت سے ہوتا ہے[1]۔ (شرح اربعین نووی صفحہ ۱۳۶)

حکایت نمبر ۶: ایک اَن پڑھ بزرگ کا قرآن کی سطروں پر انگلی پھیرنا

ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ انہوں نے قرآن مجید پڑھا نہیں تھا مگر روزانہ ایک قرآن ختم کرتے تھے اور وہ اس طرح کہ قرآن پاک کھول کر سامنے رکھ لیا اور شروع سے ہر ایک سطر پر انگلی پھیرنا شروع کر دی اور اسی طرح تمام قرآن شریف ختم کر دیا۔ لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ حضرت! آپ نے قرآن شریف تو پڑھا نہیں پھر آپ یہ کیا کرتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ بیشک تم نے صحیح کہا مگر میں برکت اور ثواب کے لئے ایسا کرتا ہوں اور ہر ایک سطر پر جب انگلی پھیر لیتا ہوں کہ الٰہ العالمین! یہاں تک جو کچھ آپ نے فرمایا ہے میں اقرار کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ بالکل صحیح اور حق فرمایا ہے اور اسی طرح پورا قرآن کریم ختم کرتا ہوں۔ اُن کے انتقال کے بعد کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا اور دریافت کیا۔ آپ نے جواب دیا کہ میری تمام عمر کی کوئی بھی عبادت میرے کام نہ آئی۔ البتہ یہ عمل اللہ پاک کو بے حد پسند آیا اور اسی عمل کی بدولت میری بخشش اور نجات ہوگئی۔ (الارکان فی الاسلام صفحہ ۳۶۸)

حکایت نمبر ۷: مفسرِ قرآن ابن جریر طبریؒ کا عجیب واقعہ

مشہور مفسر قرآن اور مورخ ابن جریر طبری کے تذکرے میں لکھا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ تعلیم کے دوران ہم چند ساتھی ایک علاقے میں مقیم تھے۔ کچھ مدت بعد ہمارے پاس خرچہ ختم ہوا اور دوسرا کوئی ذریعہ نہیں تھا (یہ طلباء کا وظیفے اکٹھا کرنا تو پٹھانوں میں اخون درویزہ باباؒ کے وقت سے شروع ہوا ہے)۔

چنانچہ ہم نے واپس گھر جانے کا ارادہ کیا اور اپنا سامان اکٹھا کرنے لگے اُس محلے میں ایک یہودی بھی رہتا تھا اُس نے جو ہمیں دیکھا کہ ہم واپس جانے کی تیاری کر رہے ہیں تو ہمارے پاس آ کر کہا تم کیوں یہاں سے جاتے ہو؟ ہم نے کہا ہم یہاں علم حاصل کرنے آئے تھے لیکن ہمارے پاس خرچہ ختم ہوا (کسی پر بوجھ تو نہیں بن سکتے' نہ سوال کر سکتے ہیں) اس لئے ہم واپس اپنے گھروں کو جاتے ہیں اُس نے دریافت کیا کہ تمہارا ماہانہ کتنا خرچہ بنتا ہوگا؟ ہم نے حساب لگا کر کہا کہ اتنے روپوں کی ضرورت ہوگی اُس نے تھوڑی دیر سوچا اور پھر کہا کہ پرواہ نہ کرو تم اپنی تعلیم جاری رکھو اتنی رقم میں تمہیں ادا کرتا رہوں گا۔ ہم نے کہا کہ آپ تو یہودی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں اور ہم مسلمان طالب علم ہیں' آپ کس طرح ہمارے ساتھ اتنی ہمدردی اور تعاون کرتے ہیں؟ اُس نے کہا کہ اس سے تمہیں کیا غرض بس اپنا تعلیم جاری رکھو اور مجھ سے خرچہ لیا کرو۔

چنانچہ ہم نے جانے کا ارادہ ملتوی کیا اور وہاں ٹھہر گئے۔ کچھ مدت میں ہم نے وہ مطلوبہ تعلیم

---

[1] شرح ابن رجب ۱۲

حاصل کی اور پھر وہاں سے رخصت ہوئے۔
اس دوران حج کے مہینے شروع ہوئے ہم نے مشورہ کیا کہ کیوں نہ حج کو چلے جائیں اور حج کی سعادت حاصل کریں۔ چنانچہ مکہ معظمہ پہنچ گئے اور مناسک حج میں مشغول ہوئے۔ ایک دن ہم طواف کر رہے تھے کہ میری نظر اس یہودی پر پڑی (جو ہماری مالی خدمت کرتا تھا) وہ کچھ فاصلے پر طواف میں مشغول ہے، میں نے ساتھیوں سے کہا کہ دیکھو یہ شخص وہ یہودی تو نہیں ہے جو ہماری خدمت کیا کرتا تھا؟ انہوں نے جو دیکھا تو بول اُٹھے کہ واقعی یہ تو وہی یہودی ہے یہ کیسے یہاں آیا ہے۔ ہم اُس کے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگے جب وہ فارغ ہوا اور اپنی قیام گاہ کی طرف روانہ ہوا تو ہم بھی اُس کے پیچھے گئے اور جا کر اُس سے ملے اور جان پہچان ہوئی وہ بھی بہت خوش ہوا، پھر ہم نے پوچھا کہ آپ میں یہ انقلاب کیسے آیا اور یہاں کیسے پہنچے۔ تو اس نے کہا جس وقت تم نے خرچہ ختم ہونے کی وجہ سے وطن واپس آنے کا ارداہ کیا اور میں اس پر مطلع ہوا۔ اُس وقت مجھے تورات کا مسئلہ یاد آیا۔ تورات میں لکھا ہے کہ بہترین صدقہ وہ ہے جو دین کے طالب علم پر خرچ کیا جائے۔" میں نے سوچا کہ اس وقت تورات کا کوئی طالب علم تو نہیں اور یہ لوگ قرآن کے طالب علم ہیں اور قرآن بھی آسمانی کتاب ہے تو انکی خدمت کر کے میں بھی یہ فضیلت حاصل کرلوں گا۔ اسی جذبے کے پیش نظر میں نے تمہیں وطن جانے سے روکا اور ٹھہرایا۔ پھر جب تم تعلیم مکمل کر کے چلے گئے تو میں نے رات کو تمہارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ مجھے مسلمان ہونے کی مبارک باد دے رہے ہیں۔ کہ مبارک ہو تم مسلمان ہو گئے ہو۔ صبح کو جب بیدار ہوا تو اپنی بیوی سے اس خواب کا ذکر کیا' تو وہ حیران ہو کر بولی کہ ایسا خواب تو میں نے بھی آج رات دیکھا ہے۔ حتیٰ کہ تمام اہل خانہ جو سترہ افراد تھے سب نے اُس رات یہی خواب دیکھا تھا' چنانچہ ہم نے اس کو اشارہ غیبی سمجھا اور ہمیں یقین ہوا کہ روئے زمین پر اسلام ہی واحد سچا اور حق دین ہے۔ چنانچہ اُسی دن ہم سب نے اسلام قبول کرلیا۔ اور پھر دل میں حج کرنے کا شوق پیدا ہوا اور اب ہم تمام اہل خانہ دولت ایمان کے ساتھ ساتھ حج بیت اللہ کی سعادت بھی حاصل کر رہے ہیں۔ (یہ واقعہ سن کر ہمیں بہت تعجب ہوا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ ہم لوگ اس یہودی گھرانے کے مسلمان ہونے کا سبب بنے۔)

یہ واقعہ میں نے اپنے استاد حدیث اور شیخ ومربی شیخ الحدیث حضرت علامہ حسن جان صاحب شہید نور اللہ مرقدہ سے سنا تھا جو آپ نے مدرسہ حفظ القرآن گڑھی سیوان کی دستار بندی کے موقع پر دوران وعظ ارشاد فرمایا تھا۔ احقر نے اس کے کچھ اشارات اُس وقت قلمبند کئے تھے اور اب اپنی یادداشت سے اپنے الفاظ (بطور روایت بالمعنیٰ) میں اُسے ضبط کرلیا تا کہ بھول نہ جائے اگر ضبط تحریر میں کچھ کمی بیشی ہو گئی ہو تو وہ میری ہی طرف منسوب ہو گی اور حضرت علامہ موصوف اس سے بری الذمہ ہیں۔ العبد فضل کریم عفی عنہ الکریم)

حکایت نمبر ۸: دین کا علم سب سے زیادہ قیمتی ہے لیکن ہر چیز کا اپنا بازار ہوتا ہے

کسی طالب علم کو اُن کے استاد نے یہ یقین دلا رکھا تھا کہ دنیا میں سب سے زیادہ بیش قیمت چیز علم دین ہے اور اس کا ایک ایک مسئلہ ہزاروں لاکھوں روپیوں سے زیادہ قیمتی ہے۔ ایک دن اُس طالب علم کو اپنا ٹوٹا ہوا جوتا گٹھوانے کی ضرورت پڑی، وہ چمار (موچی) کے پاس گیا، جب مزدوری کی بات چیت ہوئی تو اُس طالب علم نے کہا کہ میں تجھ کو دین کا ایک مسئلہ بتلا دوں گا۔ اُس نے پہلے تو مذاق سمجھا لیکن جب اسے اندازہ ہوا کہ یہ مذاق نہیں کہہ رہا ہے تو اُس نے اپنی دکان سے اُٹھا دیا[1] ——— وہ اپنے استاد کے پاس آیا اور کہا کہ آپ تو کہتے تھے کہ دین کا ایک مسئلہ ہزاروں لاکھوں سے زیادہ قیمت کا ہوتا ہے چمار تو اس کے بدلے جوتا گھانٹھنے پر بھی تیار نہ ہوا۔

اُن بزرگ نے (جو اُس شہر کے مشہور شیخ مرجع خلائق تھے) طالب علم کو ایک ہیرا دیا اور اُس سے کہا کہ ترکاری بازار میں جا کر اس کی قیمت پچھواؤ۔ وہ پہلے ایک بیر والی (عورت) کے پاس گیا اور اُس سے پوچھا کہ یہ پتھر تُو کتنے میں لے گی؟ اُس نے کہا کہ یہ میرے کس کام کا ہے، چھٹا نک بھر کا بھی نہیں کہ چھٹنکی بنالوں۔ خیر اگر تُو دیوے ہی ہے تو پانچ بیر اس کے بدلے میں تجھے دے دوں گی، میرا بچہ اس سے کھیل لیا کرے گا۔ اس کے بعد ایک دوسری بیر والی سے انہوں نے بات کی، اُس نے بھی یہی کہا کہ یہ میرے کسی کام کا نہیں ہے۔

یہ اپنے استاد کے پاس آئے اور بتلایا کہ وہاں تو اس کو بیکار بتلایا گیا، اور ایک بیر والی مشکل سے پانچ بیروں کے بدلے لینے پر تیار ہوئی۔

انہوں نے کہا کہ اب اس کو لے کر جوہری بازار جاؤ اور وہاں جوہریوں سے قیمت پچھواؤ، مگر دینا کسی کو نہیں ——— یہ گئے اور ایک جوہری کی دکان پر جا کر انہوں نے وہ ہیرا دکھایا دکاندار نے اُس طالب علم کی صورت دیکھ کر پہلے تو اُس کو چور سمجھا لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ فلاں بزرگ کا بھیجا ہوا ہے تو کہا کہ یہ ہیرا ہم نہیں خرید سکتے اس کو تو کوئی بادشاہ ہی خرید سکتا ہے ——— انہوں نے آ کر اپنے استاد کو یہ خبر دی ——— انہوں نے کہا کہ جس طرح بیری والی اس ہیرے کی قیمت کو نہیں جانتی تھی اور اس لئے وہ ایک پیسہ میں بھی اس کو لینے کے لئے تیار نہیں ہوئی، اسی طرح وہ چمار بھی نہیں جانتا تھا کہ دین کے مسئلہ کی کیا قیمت ہوتی ہے، غلطی تمہاری ہے کہ تم نے ناقدردان کو قدردان سمجھ لیا۔'' (ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ ملفوظ ۱۴۲)

حکایت نمبر ۹: رائے ونڈ والے کی کرامت

مجھے رائے ونڈ میں ایک آدمی ملا۔ آج راز بتا رہا ہوں تاکہ موت آ جائے تو راز سینے میں نہ لے

[1] کہ جاؤ اپنی راہ لو۔ ۱۲

جاؤں۔ اُس نے مجھے اکیلا بُلایا، مجھ سے محبت رکھتا تھا۔ کہنے لگا۔ دین پوری صاحب! جب سے رائے ونڈ میں آیا ہوں، رات کو اللہ اللہ کرتا ہوں، چار سال ہو چکے ہیں مجھے ہر رات حضورؐ کی زیارت ہو رہی ہے۔ اُس نے نام بتانے سے مجھے روکا، مسجد میں مجھ سے وعدہ لیا۔ کہنے لگا کوئی رات خالی نہیں جاتی، اُس بستی اور مسجد کی برکت ہے کہ مجھ جیسے نالائق کو بھی حضورؐ دودھ پلاتے ہیں، کبھی شہد چٹاتے ہیں، کبھی کھجور دیتے ہیں، ہر رات محمدؐ کی زیارت رائے ونڈ میں کر رہا ہوں۔ آج بھی برکات ہیں۔ میں مری میں ہر سال جاتا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ کوئی پہاڑ کوئی گھر خالی نہیں جہاں روزے کے ساتھ بسترہ اُٹھا کر جہاں مسلمان کا گھر ہے وہیں الیاسؒ کا قافلہ کلمے کی آواز پہنچا رہا ہے، کہیں دریاؤں سے گزر گئے، کہیں پانی نہیں ملا تو پتھر کو بسم اللہ کر کے لاٹھی ماری تو پتھر سے پانی اُبلنے لگا۔ (خطبات دین پوری ج ۱)

حکایت نمبر ۱۰: بلال نے ابلتے تیل میں ہاتھ ڈالا

راز بتا رہا ہوں، اُن کا بلال نامی آدمی کھڑا تھا، رائے ونڈ کے باہر کی بات ہے کسی نے کہا تم کہتے ہو سب اللہ سے ہوتا ہے خدا سے ہونے کا یقین، ساری کائنات سے نہ ہونے کا یقین تم بتاتے ہو۔ اگر سب کچھ خدا کرتا ہے تو یہ تیل اُبل رہا ہے اس میں پکوڑے تل رہا ہوں، اس میں ہاتھ ڈالو۔ دیکھتا ہوں خدا کیا کرتا ہے۔ وہ بلال عجیب آدمی ہے چلتا پھرتا تبلیغ ہے، کہا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ. اور ابلتے تیل میں ہاتھ ڈال دیا۔ ابلتے تیل میں پانچ منٹ ہاتھ ڈالے کھڑا رہا۔ پکوڑے پکتے رہے، اُس کو ذرا برابر بھی تیل کا اثر نہ ہوا۔ وہ پکوڑوں والا چیخ اُٹھا، کہنے لگا۔ ان کو میں کافر کہتا تھا، کہنے لگا لوگو! آؤ ان کو جہنم کیا جلائے گی جن کو دنیا کا تیل بھی نہیں جلاتا۔ وہیں کھڑے کھڑے سارے لوگ تیار ہو گئے، کہنے لگے ہم سمجھ گئے کہ ان کا خدا ہے۔ آج بھی ان کی حفاظت کرتا ہے۔ (خطبات (مولانا عبدالشکور) دین پوری صفحہ ۳۴۳ جلد نمبر ۱)

حکایت نمبر ۱۱: شاہ جیؒ کا بیان کردہ عبرتناک واقعہ

گیلے والا کا ایک عبرتناک واقعہ ہے کہ وہاں ایک بوڑھے اور عمر رسیدہ شخص کے دو یا تین بیٹے تھے اُن میں سے ایک شادی شدہ تھا اور وہ کسی مقام پر جھگڑے کی بناء پر مشتبہ صورت میں گرفتار ہو گیا۔ لڑکا شریف الطبع اور نیک تھا، حکومت نے اس کے اطوار دیکھ کر کچھ عرصہ قید رکھنے کے بعد رہا کر دیا۔ آپ حضرات خود ہی اندازہ فرمائیں کہ اس مظلوم قیدی کو اس دن کتنی خوشی اور کتنی مسرت ہوئی ہو گی جب اسے رہا کر دیا ہو گا! لڑکے نے رہائی کی خوشی میں سیدھا اپنے گھر کا رُخ کیا، گاؤں ذرا دور تھا راستے میں کافی دیر ہو گئی اور لڑکا اندھیری رات میں گھر پہنچا، گھر گیا تو اُس کی بیوی موجود تھی، اپنے باپ اور دوسرے بھائی کا پتہ کیا تو اُس کی بیوی نے بتایا چونکہ آج کھیت کو پانی لگ رہا ہے اس لئے دونوں

کنویں پر جا چکے ہیں وہ لڑکا اپنی بیوی کے ساتھ ایک چارپائی پر بیٹھا تھا۔

دونوں میاں بیوی بستر کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے تھے کافی عرصہ رات کے گزر جانے کے باعث بیٹھے بیٹھے دونوں کو نیند آ گئی' اسی اثناء میں کنویں سے دوسرا بھائی بھی گھر آ پہنچا۔ اب کنویں والوں کو کیا خبر تھی کہ آج گھر کون آیا ہوا ہے اس نے جب اندر جھانک کر دیکھا کہ اس کے بھائی کی بیوی کے ساتھ کوئی آدمی بیٹھا ہے۔ بس کیا کہنا وہ غیرت کے مارے وہیں سے واپس ہولیا اور سیدھا اپنے باپ کے پاس پہنچا اور کہا ''ذرا گھر چل کر عورت کا حال دیکھ جو تیرے لڑکے کی پاک دامن اور عفت مآب بیوی ہے وہ اس وقت کس مرد کے ساتھ ایک چارپائی پر سو رہی ہے' اب بوڑھا باپ اور اس کا نوجوان لڑکا دونوں غیرت و غصے سے بیتاب ہو کر پھاؤڑے (بیلچے) سنبھالے گھر آئے' بوڑھا باپ تو باہر دروازے پر ہی کھڑا رہا' لڑکا اندر گیا اور اس نے جاتے ہی تیز پھاؤڑے سے دونوں کو قتل کر دیا۔ لڑکا اپنا پھاؤڑا ڈال کر جب باہر اپنے باپ کو اطلاع دینے کے لئے آیا تو باپ نے اندھیرے میں یہ خیال کر کے کہ یہ وہی مرد ہے جو میرے لڑکے کی بیوی کے ساتھ لیٹ رہا تھا' اس نے اس کے سر پر اتنے زور سے پھاؤڑا مارا کہ وہیں ٹکڑے کر دیا۔ اب اپنا پھاؤڑا سنبھالے اندر آیا اور اپنے لڑکے کو آواز دی کہ بیٹا آ جاؤ' اسے تو میں نے دروازے پر باہر ہی ختم کر دیا ہے۔ اب اندر سے کون ہے جو آواز دے .... بوڑھے کے دل میں خیال آیا کہ روشنی لے کر ذرا دیکھوں تو سہی کہ یہ کون تھا' باپ نے اندر جا کر دیکھا تو اس کا بڑا لڑکا اور اس کی بیوی دونوں دائمی نیند سو رہے ہیں اور دونوں کے سر تن سے جدا جدا پڑے ہیں' دیکھتے ہی چیخ نکل گئی .... ہائے یہ تو میرا ہی گھر لٹ گیا' دوڑا ہوا باہر آیا تو دروازے پر دوسرا لڑکا ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا تھا ....

میرے غیرت مند بھائیو! ایسا نہ ہو کہ تلوار تو اٹھاؤ صحابہ پر اور گھر برباد ہو جائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا .... یاد رکھئے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو دیکھتے وقت دامنِ نبوت اور عصمتِ نبوت کا خیال رکھنا ایسا نہ ہو کہ صحابہ کے دامن پر حملہ کرتے وقت دامنِ نبوت تار تار کر دیا جائے۔ (نوادرات امیر شریعت۔ تقریر ملتان کانفرنس۔ صفحہ ۴۷ تا ۴۹)

حکایت نمبر ۱۲: ایک بھٹیارے نے عیسائی پادری کو لاجواب کر دیا

انگریز نے ہندوستان آ کر مرّوجہ عیسائیت کی تبلیغ شروع کرائی اور اس کے لئے یورپ سے پوپ اور پادری بلائے۔ ہمارے اکابر (دیوبند) نے ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ان کو ہندوستان سے بھگا دیا۔ عیسائیت کی تبلیغ کے سلسلے میں ایک مرتبہ دہرہ دون (مقام) میں اُن کا جلسہ ہوا۔ پادری نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا۔ اور اس کو بہت شد و مد سے بیان کیا۔ اتفاق سے کوئی عالم وہاں موجود نہ تھا۔ ایک بھٹیارہ جو روٹی پکا رہا تھا سنتا رہا کہ کوئی جواب دے لیکن جواب دینے والا سامنے نہ آیا۔ تو وہ

بھٹیارہ اپنے ہاتھ جھاڑ کر پادری کے سامنے آ کھڑا ہوا اور کہا کہ پادری صاحب! مجھے کچھ آپ سے پوچھنا ہے لیکن میں جاہل آدمی ہوں، روٹی پکاتے ہوئے اُٹھ کر آیا ہوں، جواب ایسا دینا کہ میری سمجھ میں آجائے۔ یعنی جواب علمی انداز کا نہ ہو...... پادری نے وعدہ کیا۔ بھٹیارہ نے کہا کہ ''اللہ تعالیٰ کی کتنی عمر ہے''؟ پادری نے کہا ''وہ ازل سے ہے، اَبد تک رہے گا'' بھٹیارہ نے کہا میں ''اَجل اَبد'' کو نہیں جانتا، مجھے تو یہ بتادو کہ وہ کتنے برس کا ہے، پادری نے کہا اچھا تو یہ سمجھ لے کہ ایک لاکھ برس کا ہے۔'' بھٹیارہ نے کہا کہ اب میری سمجھ میں آگیا۔ اب یہ بتادو کہ اُسکے کتنی اولاد ہے؟ پادری نے کہا کہ اُس کا بس ایک بیٹا ہے عیسیٰ۔'' بھٹیارہ نے کہا کہ مجھے دیکھو میں صرف ساٹھ سال کا ہوں اور میرے دس ۱۰ بیٹے ایسے موجود ہیں کہ اگر تیرے اُن میں سے کوئی ایک تھپڑ مار دے تو منہ پھر جائے (خولہ به درلہ ورانہ کړي) اب تو بتا کہ تیرا خدا زیادہ طاقتور ہے یا میں؟ پادری لاجواب ہو کر بھاگ گیا...... یہ واقعہ کسی نے حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ (اُستاد دارالعلوم دیوبند) سے آکر بیان کیا۔ مولانا نے فرمایا سبحان اللہ! اللہ کی شان بھی عجیب ہے وہ کسی سے بھی کام لیتا ہے۔ اتنی اونچی دلیل اُس نے ایک بھٹیارہ کے دماغ میں ڈال دی۔ اس کو علمی انداز میں اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ دو۲ حال سے خالی نہیں یا تو اُبوت (باپ ہونا) کی صفت باری تعالیٰ کے لئے اچھی صفت ہے یا بُری۔ اگر اچھی ہے تو جس طرح اللہ کی اور صفات بے انتہا ہیں اسی طرح یہ بھی ایسی ہی ہوتی۔ اور اللہ کی اولاد ایک نہیں، بلکہ بے انتہا ہوتی۔ اور اگر یہ بُری صفت ہے تو اللہ کے لئے ایک بیٹا بھی عیب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے منزہ اور پاک ہے۔

(خطبات حکیم الاسلام)

﴿حکایت نمبر۱۳: حضرت تھانویؒ کے دل میں مضامین کی آمد بند ہوگئی حالتِ قبض طاری ہوئی﴾

حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے ایک دن خطوط کا جواب لکھنا چاہا، مضامین کی آمد بند ہوگئی۔ تفسیر لکھنا چاہا۔ مضامین کی آمد بند تھی، دل میں عجیب بے کیفی اور قبض طاری ہوا۔ حق تعالیٰ شانہ سے دعا کی کہ اے رب! جو کوتاہی ہوگئی ہو اور جس کا سبب دل کا یہ حال ہو رہا ہے اس پر ہم کو تنبیہ اور ہدایت فرما دیجئے تاکہ اس کی تلافی کرلوں۔ دل میں وارد ہوا کہ بڑی پیرانی صاحبہ (مشرہ بی بی) نے کہا تھا کہ ہم کہیں ضرورت سے جارہے ہیں۔ آپ صبح مرغیوں کو کھول کر دانہ پانی دے دیجئے گا۔ اور حضرت والا بھول گئے تھے۔ بس فوراً خانقاہ سے گھر تشریف لے گئے اور ڈربے (کوټنړۍ) سے اُن کو کھولا۔ مرغیوں کو ڈربے کے اندر گھٹن ہو رہی تھی، بھوک پیاس کی تکلیف الگ تھی، جیسے اُن کو آزادی ملی اور دانہ پانی ملا اور اُن کی گھٹن دور ہوئی، حضرت والا کے قلب سے قبض باطنی اور بے کیفی دور ہوئی اور مضامین کا فیضان شروع ہوگیا۔ یہ بات احقر (مولانا حکیم اختر صاحب) نے عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب دامت برکاتہم سے سنی ہے)

عبرت: جب جانوروں کے دل گھٹانے سے یہ حال ہوتا ہے تو جو لوگ مخلوقِ خدا کو یا اپنی بیوی کو یا ماں باپ کو ستاتے ہیں اُن کے دل کا کیا حال ہوگا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔(روح کی بیماریاں اوران کا علاج حصہ دوم ص ۲۰۷، ۲۰۸)

حکایت نمبر۱۴: امام ابوداؤدؒ نے کشتی کرایہ پر لیکر چھینک کا جواب دیا

امام ابوداؤدؒ بہت بڑے محدث ہیں وہ دریا کے کنارے کھڑے تھے، کنارے پر پانی کم تھا۔ ایک جہاز دوسوتین سوقدم کے فاصلے پر کھڑا ہوا تھا، کنارے تک آ نہیں سکتا تھا۔ تو جہاز میں ایک شخص کو چھینک آئی اوراُس نے اَلْحَمْدُلِلّٰه کہا اور اتنے زور سے کہ اُن کے کان میں آواز آئی۔ تو مسئلہ یہ ہے کہ اس کا جواب یرحمك الله کہہ دینا چاہئے مگر یہ مسئلہ مجلس سے متعلق ہے، یہ نہیں کہ اگر کوئی بازار میں اَلْحَمْدُلِلّٰه کہے تو تم گھر سے جواب دینے جاؤ۔ امام ابوداؤدؒ کے کان میں آواز پڑی اَلْحَمْدُلِلّٰه کی، تو یہ لوگ نیکیوں کے حریص تھے، چھوٹی سی نیکی ملنے کا امکان ہو، تو چھوڑنا نہیں چاہتے۔ نیکی اور خیر کی ہوس پیدا ہو جاتی۔ تو جہاز دور تھا، آواز پہنچ نہیں سکتی تھی، تو تین درہم میں کشتی کرایہ پر لی۔ اس میں بیٹھ کر جہاز کے اوپر چڑھے، وہاں جا کر کہا یَرْحَمُكَ اللّٰه..... تو ترجمہ نگار لکھتے ہیں کہ غیب سے ایک آواز کان میں آئی کہ اے ابی داؤد! آج تین درہم میں تو نے جنت کو خرید لیا (اخلاص فی الدین۔ از حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ ص ۲۹، ۳۰)

حکایت نمبر۱۵: مرزا بے دل کی حکایت

مرزا بیدل شاعر کی حکایت ہے کہ اُن کے اشعار تصوف کا رنگ لئے ہوئے تھے۔ کسی ایرانی نے اُن کے اشعار کو دیکھ کر بہت پسند کیا اور اُن کو بزرگ سمجھ کر اُن کے پاس آیا، جب اُن کے پاس پہنچا تو یہ شاعر صاحب حجام سے داڑھی منڈار ہے تھے۔ اُس کو دیکھ کر غصہ آ گیا اور جھلا کر اُس نے پوچھا "آغا! ریش می تراشی" شاعر نے جواب دیا آرے ریش تراشم و لے دِل کسے نمی خراشم (داڑھی منڈواتا ہوں کسی کا دل تو نہیں دُکھاتا) وہ ایرانی بیچارہ مخلص تھا اس نے آزادانہ جواب دیا۔ آرے دلِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میخراشی۔ شاعر نے تصوف مزعوم کے اعتبار سے جواب دیا تھا کہ دلِ کسے نمی خراشم۔ ایرانی نے جواب دیا کہ ظالم تُو تو سب سے بڑے دل کو چھیل رہا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ "دلِ کسے نمی خراشم"...... بلے دلِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میخراشی۔ تم یہ داڑھی پر استرہ نہیں پھرار ہے ہو بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر چھری چلا رہے ہو۔ حضورؐ کی خدمت میں جب اعمال پیش ہوتے ہیں اور آپکو معلوم ہوتا ہے کہ میری امت کا ایک شخص یہ حرکت کرتا ہے تو کیا اس سے آپ کا دل نہیں دکھتا اور کیا آپ کا دل دُکھانا چھوٹی بات ہے۔ آپ کا قلب تو سید القلوب ہے۔ جب تم سید القلوب کو تکلیف دیتے ہو پھر یہ

دعوی کیسے کرتے ہو کہ ہم کسی کا دل نہیں دکھاتے ہیں۔ ارے تم در پے آزار تو ہو گئے۔ یہ سن کر مرزا بیدل شاعر کی آنکھ کھلی اور چیخ مار کر بیہوش ہو گیا۔ ہوش میں آیا تو توبہ کی اور بزبان حال یا قال یہ کہتا تھا۔

جزاک اللہ کہ چشمم باز کر دی　مرا با جان جاں ہمراز کر دی

یعنی میں تو اندھا تھا، میری کبھی ادھر نظر ہی نہیں گئی کہ مجھ سے اتنے بڑے قلب کو ایذا ہو رہی ہے۔ یہاں تک تو میرے ذہن کی رسائی ہی نہیں ہوئی۔ تو نے میری آنکھیں کھول دیں۔ خدا تجھ کو اسکی جزا دے۔ اب اس حکایت سے سمجھ لیجیے کہ جب آپ سے کوئی امر غیر مشروع سرزد ہوگا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے آزار ہوگا یا نہیں؟ (حضرت تھانوی کا وعظ آداب التبلیغ) (بحوالہ درس قرآن ج ۴ ص ۲۱۷)

حکایت نمبر ۱۶: سلطان نور الدین زنگی کا ہیبتناک خواب اور مدینہ آمد

سلطان نور الدین عادل بادشاہ متقی اور صاحب اوراد و وظائف تھے۔ رات کا بہت سا حصہ تہجد اور وظائف میں خرچ ہوتا تھا ۵۵۷ ھجری میں ایک شب تہجد کے بعد سوئے تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواب میں زیارت ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲ دو کیری آنکھوں[1] والے آدمیوں کی طرف اشارہ فرما کر سلطان سے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں سے میری حفاظت کرو، سلطان کی گھبراہٹ سے آنکھ کھلی، فوراً اٹھ کر وضو کیا اور نوافل پڑھ کر دوبارہ لیٹے تو معاً آنکھ لگ گئی اور یہی خواب بعینہٖ دوبارہ نظر آیا۔ پھر جاگے اور وضو کر کے نوافل پڑھے، پھر لیٹے اور معاً آنکھ لگنے پر تیسری مرتبہ پھر یہی خواب نظر آیا تو اُٹھ کر کہنے لگے کہ اب نیند کی کوئی گنجائش نہیں، فوراً رات ہی کو اپنے وزیر کو بلایا جس کا نام جمال الدین تھا اور نیک صالح شخص تھا۔ اور اُسے سارا قصہ سُنایا وزیر نے کہا کہ اب دیر کی کیا گنجائش ہے، فوراً مدینہ طیبہ چلیئے۔ اور اس خواب کا تذکرہ کسی سے نہ کیجیئے۔ بادشاہ نے فوراً رات ہی کو تیاری کی اور ۲۰ نفر مخصوص خدام کو ساتھ لے کر تیز رو اونٹنیوں پر بہت سا سامان اور مال و متاع لدوا کر مدینہ طیبہ کو روانہ ہو گئے اور دن رات چل کر سولھویں دن مصر سے مدینہ پہنچے۔ مدینہ طیبہ سے باہر غسل کیا اور نہایت ادب و احترام سے مسجد شریف سے داخل ہوئے اور روضۂ جنت میں دو رکعت نفل پڑھے اور نہایت متفکر بیٹھے سوچتے رہے کہ کیا کریں۔

جب اہل مدینہ جمع ہوئے تو وزیر نے اعلان کیا کہ سلطان زیارت کے لئے تشریف لائے ہیں اور اہل مدینہ پر بخشش و اموال بھی تقسیم ہوں گے اور بہت بڑی دعوت کا اہتمام کیا جس میں سارے اہل مدینہ کو مدعو کیا۔ بادشاہ کے حکم سے سارے لوگ حاضر ہوئے۔ خیرات شروع کی بادشاہ عطا کے وقت بہت گہری نظر سے لوگوں کو دیکھتے، سب اہل مدینہ یکے بعد دیگرے آکر عطائیں لیکر چلے گئے۔ مگر وہ جو

[1] سرخ رنگ والے (سیرت مصطفےٰ ص: ۵۴۸)

دو۲ شخص خواب میں دیکھے تھے نظر نہ آئے سلطان نے دریافت کیا کہ تمہارا کوئی آدمی باقی تو نہیں رہ گیا جس نے اب تک خیرات نہ لی ہو؟ لوگوں نے کہا کوئی بھی نہیں رہا۔ سلطان نے کہا اچھی طرح غور کرو اور سوچ کر بتاؤ تاکہ کوئی محروم نہ رہ جائے۔ بہت غور وغوض اور بار بار کہنے پر لوگوں نے کہا کہ دو۲ نیک مرد متقی پرہیز گار مغربی بزرگ ہیں وہ کسی کی چیز نہیں لیتے، خود بہت کچھ صدقات خیرات اہل مدینہ پر کرتے رہتے ہیں۔ سب سے یکسور ہتے ہیں، گوشہ نشین آدمی ہیں، سلطان یہ سن کر بہت خوش ہوا، پھر حکم دیا کہ ان دونوں کو میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ وہ لائے گئے۔ سلطان نے ان کو فوراً پہچان لیا کہ یہ وہی مردود ہیں جو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھائے تھے۔ بادشاہ نے پوچھا تم کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے جواب دیا۔ دیار مغرب سے حج کرنے کے لئے آئے ہیں، حج سے فراغت پر زیارت (نبوی) کے لئے حاضر ہوئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں رہنے کی تمنا ہوئی تو یہاں قیام کرلیا۔ سلطان نے کہا کہ سچ سچ بتاؤ تم کون ہو اور کس ارادے سے یہاں آئے ہو؟ وہ اپنی ہی بات کہتے رہے پھر بادشاہ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کہاں ٹھہرے ہیں۔ بتایا گیا کہ روضہ اقدس کے قریب ہی ایک رباط (سرائے) میں ان کا قیام ہے۔ بادشاہ نے ان کو وہیں روکے رکھنے کا حکم دیا اور خود ان کی قیام گاہ پر گیا وہاں جا کر بہت تجسس کیا، وہاں بہت سا مال اور دو قرآن اور وعظ کی کتابیں پائیں لیکن کوئی قابل اعتراض چیز نہ ملی۔ جس سے خواب کے مضمون کی تائید ہوتی ہو۔ بادشاہ بہت پریشان اور متفکر تھا، اہل مدینہ بہت کثرت سے سفارش کے لئے حاضر ہو رہے تھے کہ یہ نیک بزرگ دن بھر روزہ رکھتے ہیں، اور روضہ اطہر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے ہیں۔ ہر صبح جنت البقیع کی زیارت کو جاتے ہیں، ہر شنبہ (ہفتہ) مسجد قباء کی زیارت کرتے ہیں سائلوں کا سوال رد نہیں کرتے اس قحط کے سال میں اہل مدینہ کے ساتھ انتہائی ہمدردی، غمگساری انہوں نے کی ہے۔ بادشاہ حالات سن کر تعجب کرتے تھے اور ادھر اُدھر متفکر پھر رہے تھے، دفعتہً خیال آیا کہ ان کے مصلے کو جو ایک بوریئے (پوزی) پر بچھا ہوا تھا، اُٹھایا، اس کے نیچے ایک پتھر بچھا ہوا تھا، اس کو اٹھایا تو اُس کے نیچے سے ایک سُرنگ نکلی جو بہت گہری کھودی گئی تھی اور بہت دور تک چلی گئی تھی حتیٰ کہ قبر اطہر کے قریب پہنچ گئی تھی۔ یہ دیکھ کر سب دنگ رہ گئے۔ بادشاہ نے ان کو غصے میں کانپتے ہوئے پیٹنا شروع کر دیا کہ صحیح واقعہ بتاؤ۔ آخر انہوں نے بتایا کہ ہم نصرانی ہیں۔ عیسائی بادشاہوں نے ہمیں بہت سا مال دیا ہے اور ہم کو مغربی حاجیوں کے ساتھ انہی کے بھیس میں بھیجا ہے، تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد مبارک کو نکال کرلے جائیں۔

وہ دونوں رات کو اس جگہ کو کھودا کرتے اور جو مٹی نکلتی اس کو چمڑے کی دو۲ مشکوں میں بھر کر صبح سویرے جنت البقیع میں ڈال دیتے۔ لوگ یہ سمجھتے کہ جنت البقیع زیارت اور دُعا کو جاتے ہیں۔ جب یہ آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچے تھے تو آسمان میں ایک گرج پیدا ہوئی، بجلی چمکی اور عظیم الشان زلزلہ آیا کہ پہاڑ جڑ سے اُکھڑنے لگے اسی رات میں سلطان نورالدین بھی پہنچ آیا تھا۔ جب ان

مر دودوں نے اعتراف کیا ان کے حالات تمام لوگوں پر ظاہر ہو گئے، لوگوں نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی عنایت دیکھی، بادشاہ اس پر کہ اللہ جل شانہ نے اور اس کے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خدمت کے لئے منتخب کیا، بہت رویا اور پھر ان کی گردن زدنی شروع کردی۔ وہاں پر ہی ان کو قتل کر دیا اور حجرہ شریف کے گرد اتنی گہری خندق کھدوائی کہ پانی تک پہنچ گئی اور اس میں رانگ یا سیسہ پگھلا کر بھروادیا تا کہ آئندہ کوئی مردود ایسا کام نہ کر سکے۔ ایک روایت میں ہے کہ ان مردودوں کو قتل کر کے شام کے وقت آگ میں جلا دیا گیا۔ (جنت کا منظر ص ۷۹ تا ۸۱۔ اور سیرت مصطفےٰ از مولانا عبدالعزیز ہزاروی ص ۵۴۸ تا ۵۵۲)

حکایت نمبر ۱۷: شاہ ولی اللہ دہلویؒ کو حضورؐ نے خواب میں دو۲ بال مبارک عطا کئے

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ ایک رات مجھے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو۲ بال مبارک تبرکاً عطا فرمائے تھے، صبح کو جب میں بیدار ہوا تو وہ بال مبارک میرے سرہانے کے نیچے تھے۔ اُن کو لے کر دھوپ میں نکلا تا کہ اچھی طرح غور سے دیدار کریں تو فوراً ابر (بادل) نے سایہ کر دیا، پھر جب میں نے ان بالوں کو چھپالیا تو ابر غائب ہو گیا اور جب میں نے بالوں کو سامنے کیا تو پھر ابر آ گیا۔ سبحان اللہ۔ چند مرتبہ ایسا کیا، فوراً ابر آ جاتا تھا۔ (سیرت مصطفےٰ ص ۷۵۔ بحوالہ رحمۃ للعالمین ص ۱۴۶)

حکایت نمبر ۱۸: حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا خواب اور علی بن موفق سے ملاقات

(اور بعض اوقات تو یہ بھی ہوتا ہے کہ محض عزم صادق اور نیت خالص اور اخلاص کامل ہونے کی وجہ سے عمل نہ کرنے والوں کا اجر وثواب اور مقبولیت عند اللہ اُس کے عمل کرنے والوں کے اجر وثواب سے بھی بڑھ جاتا ہے جیسا کہ آپکو ایک واقعہ سے معلوم ہوگا جس کو شیخ فرید الدین عطارؒ نے اپنی مشہور کتاب تذکرۃ الاولیاء میں شیخ طریقت وامام شریعت حضرت عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ کے حالات میں نقل کیا ہے وہ واقعہ یہ ہے کہ) ایک سال جب کہ حضرت عبداللہ بن مبارک حج سے فارغ ہوئے تو حرم شریف میں ایک ساعت کے لئے سو گئے۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ دو۲ فرشتے آسمان سے نازل ہوئے اور ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ ''اس سال کس قدر لوگ حج کو آئے ہیں؟ دوسرے نے جواب دیا ''چھ لاکھ''۔ پھر اُس نے پوچھا کس قدر لوگوں کا حج قبول ہوا ہے؟ اُس نے جواب میں کہا کہ کسی کا بھی حج قبول نہیں ہوا۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ سُنا تو میرے دل میں ایک اضطراب پیدا ہو گیا اور میں نے کہا کہ اس قدر لوگ جو اطراف واکناف سے اس قدر رنج وتکلیف اُٹھا کر اور بیابانوں کو طے کر کے آتے ہیں اُن کی تمام تکالیف ومصیبتیں رائیگاں گئیں۔

پھر اُس فرشتہ نے کہا کہ دمشق میں ایک موچی ہے اور اس کا نام علی ابن الموفق ہے اور وہ حج کو نہیں آیا ہے لیکن اُس کا حج قبول ہے اور حق تعالیٰ نے اِن سب لوگوں کو اُس کے طفیل بخش دیا ہے۔ جب میں نے یہ سنا تو خواب سے بیدار ہو گیا اور میں نے دل میں کہا کہ مجھے دمشق جانا چاہئے اور اس شخص کی زیارت کرنی چاہئے۔ جب میں دمشق پہنچا تو اُس کا گھر تلاش کیا اور مکان کے دروازہ پر آواز دی۔ اندر سے ایک شخص نکلا۔ میں نے اُس سے اُس کا نام دریافت کیا۔ اُس نے کہا علی ابن الموفق۔ میں نے کہا کہ مجھے آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ اُس نے کہا ہاں کہو، میں نے کہا آپ کیا کام کرتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا میں پارہ[1] دوزی کرتا ہوں۔ پھر میں نے خواب کا تمام واقعہ اُن سے بیان کیا۔ انہوں نے دریافت کیا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے کہا عبداللہ بن مبارک۔" انہوں نے ایک نعرہ لگایا اور بیہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو میں نے کہا کہ مجھے اپنی حالت سے آگاہ فرمائیے۔

انہوں نے کہا کہ مجھے تیس ۳۰ سال سے حج کی آرزو تھی۔ میں نے پارہ دوزی سے تین ہزار درہم جمع کئے اور اس سال حج کا ارادہ کیا۔ ایک دن میری بیوی نے جو حاملہ تھی مجھ سے کہا کہ ہمسایہ کے گھر سے آج طعام (کھانا پکنے) کی خوشبو آ رہی ہے۔ جاؤ میرے لئے کچھ طعام اُن سے مانگ لاؤ۔ میں گیا تو ہمسایہ نے مجھ سے یہ ذکر کیا کہ سات رات دن سے میرے بچوں نے کچھ نہ کھایا تھا۔ آج اتفاقاً میں نے ایک مردار گدھا دیکھا تو اُس سے ایک ٹکڑا گوشت کا کاٹ لایا اور طعام بنایا۔ وہ تمہارے لئے حلال نہیں۔ جب میں نے یہ سُنا تو میری جان کو ایک آگ سی لگ گئی۔ میں تین ہزار درھم گھر سے اُٹھا لایا اور اُس کو دے دیئے۔ اور کہا کہ اس سے اپنے بال بچوں کا گزارہ کرو کہ میرا حج یہی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے جب یہ ماجرا سُنا تو کہا صَدَقَ الْمَلَكُ فِي الرّؤيا. وَ صَدَقَ الْمَلَكُ فی حُكْمِ الْقَضا."

اس حکایت سے معلوم ہوا کہ علی ابن الموفق اگرچہ حج کو مکہ معظمہ نہ گئے تھے مگر دمشق میں رہتے ہی ہوں بغیر ارکانِ حج ادا کئے ہوں محض نیت، عزم اور اخلاص کی وجہ سے اُن کو حج کا وہ اجر و ثواب اور وہ مقبولیت نصیب ہوئی ان کے حج کی مقبولیت میں چھ لاکھ حاجیوں کو مغفرت و بخشش سے نواز دیا گیا۔

(درس قرآن جلد چہارم ص ۷۷۸)

حکایت نمبر ۱۹: حضرت عثمانؓ کو تھپڑ مارنے والے کا ہاتھ سوکھ گیا

امام ابن کثیر رحمتہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے تاریخ میں محمد بن سیرین سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا کہ میں کعبہ میں طواف کر رہا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص ہے جو کہتا ہے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِی وَ مَا اَظُنُّ اَنْ تَغْفِرَلِی. الٰہی تو مجھے بخش دے اور میرا گمان نہیں کہ تو مجھے بخشے

---

[1] چمڑا سینے والا موچی (نسیم اللغات)

گا۔ میں نے اس سے کہا اے اللہ کے بندے! جو کچھ تو کہتا ہے میں ۔نے یہ کسی سے بھی کہتے نہیں سُنا۔ (اس کہنے کی وجہ کیا ہے؟) اُس نے کہا کہ میں نے اللہ سے عہد و پیمان باندھا تھا کہ اگر میں عثمانؓ کے منہ پرطمانچہ مار سکا تو ضرور ماروں گا۔ پس جب وہ قتل (شہید) کئے گئے اوران کا جنازہ اپنے گھر میں چارپائی پر رکھا ہوا تھا تو میں وہاں داخل ہوا۔ گویا کہ میں بھی ان کی زیارت کے لئے آیا ہوں۔ مجھے ذرا سی تنہائی کا موقع مل گیا تو میں نے آپ کے چہرہ اقدس سے کپڑا اٹھایا اور آپ کے چہرہ مبارک پر تھپڑ مارا جس کی وجہ سے میرا دایاں ہاتھ سوکھ گیا۔ حضرت ابن سیرین رحمتہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کا دایاں ہاتھ دیکھا تو یَابِسَۃٌ کَاَنَّھَا عُوۡدٌ ۔ وہ اس طرح سوکھا ہوا تھا جیسے وہ لکڑی ہے (البدایہ والنہایہ) (خطبات قاسمی جلد دوم ص ۵۴۹، ۵۵۰)

حکایت نمبر ۲۰: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر کو لاٹھی ماردی تو اُس میں سے ایک کیڑا ظاہر ہوا جو ذکر کررہا تھا

روح المعانی میں وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ الخ کی تفسیر کے ذیل میں علامہ آلوسیؒ نے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں یہ خیال آیا تھا کہ اللہ ساری دنیا کو رزق کس طرح دیتا ہے؟ یہ شک وشبہ نہیں تھا، انبیاء کو شک وشبہ نہیں آتا، اُن کا ایمان کامل ہوتا ہے۔ بس ایک خیال آیا تھا تفصیل جاننے کے لئے کہ اللہ تعالیٰ کیسے رزق دیتے ہیں...... اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اُس وقت حکم دیا کہ اس چٹان پر لاٹھی مارو۔ جب تین چٹانیں[1] اُڑ گئیں تو دیکھا کہ اس کے اندر ایک کیڑا ہرا پتہ کھا رہا ہے اور وہ کیڑا ایک وظیفہ بھی پڑھ رہا ہے ذرا اس کا وظیفہ بھی سن لیجئے، وہ اللہ میاں کو یاد کررہا تھا، تیسرے پتھر کی چٹان کے نیچے چھپا ہوا کیا کہہ رہا تھا؟ سُبۡحَانَ مَنۡ یَرَانِی[2] پاک ہے وہ اللہ جو مجھے دیکھ رہا ہے، پاک ہے وہ جو تین چٹانوں کے نیچے چھپے ہوئے ایک کیڑے کو دیکھ رہا ہے۔ وَیَعۡرِفُ مَکَانِی اور جو میرے رہنے کی جگہ کو بھی جانتا ہے۔ وَیَذۡکُرُنِی وَلَایَنۡسَانِی اور جو ہمیشہ مجھ کو یاد رکھتا ہے اور کبھی مجھ کو نہیں بھولتا کہ کسی وقت روزی نہ ملے۔'' (وعظ علاج الغضب از حضرت مولانا حکیم اختر صاحب)

حکایت نمبر ۲۱: حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بکری بھاگی

تو جن موسیٰ علیہ السلام کی اتنی طاقت تھی انہیں کے ریوڑ سے نبوت ملنے سے پہلے ایک بکری

---

[1] ایک چٹان سے دوسرا نکلا دوسرے کو مارا تو تیسرا پتھر نکلا تیسرے کو مارا تو وہ پھٹ گیا اور اُس میں وہ کیڑا قیام فرما تھا۔ عارف۔

[2] پاک دے هغه ذات چه ما ته نظر لري پما۔ هم ورته معلومه دے مُستقَر ځما یاد مِ لري هر وختے نه هیروي ما (عارف)

بھاگ گئی۔ امام فخر الدین رازیؒ نے جو بہت بڑے مفسرؒ ہیں اپنی تفسیر کبیر میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک بکری ان کے ریوڑ سے بھاگ گئی ان کو پکڑنے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام دوڑے۔ وہ بھاگتے بھاگتے میلوں دوڑ گئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام لاٹھی پیچھے پیچھے دوڑ رہے ہیں، کانٹوں سے آپ کے پاؤں مبارک لہولہان ہو گئے اور بکری کا بھی یہی حال ہو گیا، تمام کانٹے چبھ گئے اس کے پاؤں سے بھی خون بہہ رہا تھا۔ آخر میں وہ تھک گئی اور کھڑی ہو کر ہانپنے لگی (پہ ریکدید وشوہ) تب آپ نے اس بکری کو پکڑ لیا۔ بتایئے اگر ہم آپ پکڑتے تو کیا کرتے، نہ معلوم اس کی کتنی پٹائی کرتے بلکہ چھری سے ذبح ہی کر ڈالتے، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا کیا؟ اپنے کانٹوں سے پہلے اُس کے کانٹے نکالے اور اُس کے پیر دبانے لگے۔ اس کے بعد اس کو اپنے کندھوں پر اُٹھا لیا اور جہاں سے وہ بکری بھاگی تھی اُس جگہ تک پہنچا دیا۔ اُس وقت آپ کو غصہ نہیں آیا بلکہ آپ کے آنسو بہہ رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے کہ اے بکری! اگر تجھ کو موسیٰ پر رحم نہیں آیا تو اپنے اوپر تو رحم کرتی، تُو نے اپنے کو اتنی مصیبت میں کیوں ڈالا؟

امام فخر الدین رازیؒ لکھتے ہیں کہ فرشتوں نے اُس وقت اللہ تعالیٰ سے گذارش کی کہ یا اللہ یہ شخص نبوت کے قابل معلوم ہوتا ہے اتنا صبر، اتنی برداشت، اتنا علم۔ اے اللہ اپنی رحمت سے آپ اس کو نبی بنا دیجیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے ان کو نبوت کے لئے منتخب کیا ہوا ہے۔ یہ ہمارے علم میں نبی ہیں۔ جن کے درجے بلند ہوتے ہیں اُن کو اللہ تعالیٰ قوتِ برداشت عطا کرتا ہے۔ یہ کیا ہے کہ ذرا سا غصہ آیا اور پاگل ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَیسَ الشَّدِیدُ بِالصُّرَعَۃِ اِنَّمَا الشَّدِیدُ الَّذِی یَمْلِکُ نَفْسَہٗ عِندَ الْغَضَبِ پہلوان وہ نہیں ہے جو کسی کو پچھاڑے (را پرزوي) بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔ (ایضاً)

حکایت نمبر ۲۲: ایک اعرابی نے مسجد نبویؐ میں پیشاب کیا

ایک دیہاتی صحابی (اعرابی) جو ابھی نیا نیا اسلام لائے تھے ان کو معلوم ہی نہیں تھا کہ مسجد کے آداب کیا ہیں وہ آئے اور مسجد نبوی میں پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ صحابہ دوڑے کہ ہیں ہیں کیا کر رہے ہو، اور اُس کو ڈانٹنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَاتُزْرِمُوہُ اس کا پیشاب منقطع نہ کرو یعنی اس کو پیشاب کرنے سے منع مت کرو (پہ دہ مُتیازے مہ بندوئ) کر لینے دو...... جب اطمینان سے وہ فارغ ہو گیا تو آپ نے اس کو اپنے پاس بلایا اور نرمی سے سمجھایا کہ مساجد میں پیشاب کرنا اور گندگی پھیلانا بُری بات ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ایک بالٹی پانی لاؤ اور پیشاب پر بہا دو۔ (علاج الغضب از مولانا حکیم محمد اختر صاحب ص ۴۱ تا ۴۳)

حکایت نمبر ۲۳: امام زین العابدینؒ نے باندی کو معاف کر کے آزاد بھی کر دیا

والکاظمین الغیظ کی تفسیر میں علامہ آلوسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پوتے علی بن حسینؒ (یعنی حضرت زین العابدینؒ) کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ان کی باندی اُن کو وضو کرا رہی تھی کہ لوٹا ہاتھ سے گر گیا اور اُن کا سر زخمی ہو گیا، تیز نظر سے خادمہ کو دیکھا، وہ بھی حافظہ قرآن تھی فوراً یہ آیت پڑھی وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ. اللہ کے خاص بندے وہ ہیں جو غصہ کو پی جاتے ہیں فرمایا قَدْ كَظَمْتُ غَيْظِي میں نے اپنا غصہ پی لیا۔ اللہ کا فرمان سنتے ہی یہ نہیں سوچا کہ خادمہ کے منہ سے نکل رہا ہے کسی کے منہ سے بھی نکلے' ہے تو خدا کا فرمان...... لہٰذا فرمایا کہ میں نے غصہ پی لیا۔ اس کے بعد باندی نے یہ آیت تلاوت کی (یہ فقرہ پڑھا) وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ط اور جو لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ فرمایا قَدْ عَفَوْتُ عَنكِ میں نے تیری خطا معاف کر دی۔ اس کے بعد اس نے کہا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ○ اور احسان کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں۔ فرمایا جا میں نے اللہ کے لئے تجھے آزاد بھی کر دیا...... (مطلب یہ ہوا کہ) اللہ کے خاص بندے وہ ہیں جو لوگوں کی خطاؤں کو معاف کر دیتے ہیں اور اُس کے بعد وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ہے کہ معاف کرنے کے بعد اس پر کچھ احسان بھی کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو محبوب رکھتے ہیں (علاج الغضب ص ۱۴)

حکایت نمبر ۲۴: حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ کو توفیق توبہ

توبہ بہت بڑی عبادت ہے بلکہ یوں کہیے سب عبادتوں کا دروازہ ہے توبہ سے عبادتیں شروع ہوتی ہیں۔ توبہ کیسے نصیب ہوتی ہے؟ اس کے مختلف اسباب ہوتے ہیں، بعضے اسباب غیر اختیاری ہوتے ہیں حق تعالیٰ کی طرف سے اچانک کوئی ایسی حالت پیش آجاتی ہے، کوئی ایسا واقعہ پیش آجاتا ہے جس سے انسان کو توبہ کی توفیق ہو جاتی ہے۔

مثلاً حضرت شیخ (فرید الدین) عطار رحمہ اللہ تعالیٰ پہلے عطاری کی دوکان کرتے تھے جس میں عطاری کی چیزیں تھیں۔ ایک درویش دوکان پر آ کر کھڑے ہو گئے اور ان کی دواؤں کو گھور گھور کر دیکھنے لگے۔ شیخ عطارؒ نے فرمایا تم میری ان دواؤں کو گھور گھور کر کیوں دیکھتے ہو؟ اس درویش نے کہا کہ میں سوچ رہا ہوں کہ آپ کی جان ان لیس دار[1] چیزوں میں اٹکی ہوئی ہے یہ جان آپ کی نکلے گی کیسے؟...... فرماتے تھے کہ یہ کیا بات ہے جیسے تمہاری جان نکلے گی ایسے ہماری نکل جائے گی۔ وہ درویش کہنے لگے ہماری جان کا کیا ہے لو ابھی نکل جاتی ہے۔ یہ کہہ کر وہ درویش اسی دوکان کے سامنے چادر لے کر لیٹ گئے، تھوڑی دیر گزری، اور گزری، اور گزری بہت دیر گزر گئی تو دیکھا تو وہ درویش واقعی دنیا سے رخصت

---

[1] لے چلیبنت ناک ۱۲

ہو چکے تھے۔ پس اس واقعے کا ایسا اثر ہوا شیخ عطارؒ پر کہ ان کو اعلیٰ درجے کی توبہ نصیب ہوگئی اور حق تعالیٰ کی طرف توجہ نصیب ہوگئی پھر دن رات نیکی شروع کر دی اور اس کے بعد بہت اونچا مقام حق تعالیٰ نے عطا فرمایا...... (بیان شیخ الحدیث مولانا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ)

حکایت نمبر ۲۵: حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کا سلطنت چھوڑ کر درویشی اختیار کرنا

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ بادشاہ تھے اپنے محل میں رات کے وقت آرام کر رہے تھے کہ چھت پر کسی کے دوڑنے کی آواز آئی۔ پوچھا اُوپر کون ہے؟ اوپر سے جواب ملا کہ میرے بیل گم ہو گئے ہیں۔ میں ان کو تلاش کر رہا ہوں۔ انہوں نے جواب دیا کہ بیل بھلا چھت پر ملا کرتے ہیں، جاؤ جنگل میں تلاش کرو۔ بیل چھت پر نہیں ملا کرتے۔ اس شخص نے جواب دیا کہ جیسے آپ کو اللہ تعالیٰ تخت پر مل جائیں گے مجھے بیل بھی چھت پر مل جائیں گے...... اس سے دل پر چوٹ لگی کہ او ہو میں کس خیال میں ہوں۔ میں تخت پر بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کو تلاش کر رہا ہوں۔ یہ میری طاقت سے باہر ہے...... حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کو اشارہ کر دیا گیا کہ آپ کی طبیعت ایسی نہیں کہ آپ تخت پر بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا زیادہ قرب حاصل کریں، لہٰذا انہوں نے تخت و تاج کو رخصت کر دیا اور دن رات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگ گئے۔ پہلی ہی رات جب جنگل میں آئے ہیں تو غیب سے جنت سے کھانا آیا۔ ایسا کھانا آیا کہ پورا جنگل خوشبو سے مہک اُٹھا۔ اللہ تعالیٰ بڑے قدردان ہیں کبھی دنیا میں بھی کبھی آخرت میں، قدر ضرور کرتے ہیں...... اسی جنگل میں ایک اور عابد و زاہد بھی تھے ان کو معلوم ہوا کہ ابراہیم بن ادھم آج آئے ہیں اور اتنا عمدہ کھانا اُن کے لئے آیا اور ہم اتنے عرصے سے یہاں ہیں، ہمیں دو روٹی صبح اور دو ۲ شام ملتی ہیں؟ فوراً الہام ہوا کہ اچھا نہیں پسند تو فلاں درخت کے نیچے تمہارا جال اور تمہارا کھرپا پڑا ہے۔ تم سارا دن گھاس کاٹتے، پھر بازار میں جا کر بیچتے پھر کہیں جا کر تمہیں شام کو روٹی کھانی نصیب ہوتی تھی اب تمہیں مفت میں صبح و شام روٹی مل رہی ہے۔ اور اُنہیں دیکھو وہ چھوڑ کر کیا آئے ہیں۔ وہ سلطنت چھوڑ کر آئے ہیں۔ فوراً توبہ کی یا اللہ مجھ سے غلطی ہوئی کہ میں نے اعتراض کر دیا...... بہرحال حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کو بھی توبہ کی توفیق اس خاص طریقے سے ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا واقعہ پیش آ گیا جو کہ توبہ کا ذریعہ بن گیا۔ (ایضاً)

حکایت نمبر ۲۶: حضرت بشر حافیؒ کا سببِ توبہ

حضرت بشر حافیؒ ہمعصر ہیں امام احمد بن حنبلؒ کے۔ وہ بھی پہلے حق تعالیٰ کی طرف متوجہ نہ تھے دنیا کے کاموں میں رنگ رلیوں گناہوں کے کاموں میں مشغول ہو جاتے تھے۔ ایک دفعہ گھر میں مجلس لگی ہوئی تھی کہ دروازے پر ایک درویش آیا، آواز سن کر لونڈی باہر گئی درویش نے پوچھا یہ کس کا مکان ہے

کسی آزاد آدمی کا ہے یا غلام کا ہے؟ لونڈی نے کہا غلام کا تو نہیں آزاد آدمی کا ہے۔ وہ درویش کہنے لگا ہاں ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ اگر یہ غلام کا ہوتا تو ایسے نہ کرتا جیسے کر رہا ہے۔'' یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔ بشر حافیؒ نے لونڈی سے پوچھا کہ کون تھا باہر؟ بتایا کہ ایک درویش تھا یہ بات کہہ کر چلا گیا کہ اگر یہ غلام ہوتا تو ایسے نہ کرتا جیسے کر رہا ہے۔ اس بات کا اثر ہوا اور سوچا کہ او ہو میں اپنے آقا سے باغی ہو چکا ہوں۔ میں نے اپنے آقا کی غلامی چھوڑ دی، توبہ کی اور لونڈی سے پوچھا کہ بتاؤ وہ درویش کس طرف گئے ہیں۔ لونڈی نے ایک طرف اشارہ کیا کہ اس طرف چلے گئے ہیں۔ بس اُس طرف بھاگے، ننگے پاؤں بھاگے۔ اس لئے اُن کا لقب ہوا بشر حافیؒ۔ حافی کہتے ہیں ننگے پاؤں چلنے والا۔ بشر نام ہے، ننگے پاؤں بھاگے وہ درویش مل گئے، ان سے عرض کیا حضرت ایک دفعہ پھر فرمادیں جو آپ نے فرمایا تھا، انہوں نے کہا ہاں میں نے یہ کہا تھا کہ اگر یہ غلام ہوتا تو ایسے نہ کرتا جیسے یہ کر رہا ہے۔ دوبارہ اثر ہوا، اُنہی کے ہاتھ پر توبہ کی اور حق تعالیٰ کی عبادت میں، نیکی میں ایسے مشغول ہوئے کہ حق تعالیٰ نے اونچا مقام عطا فرمایا۔

(تقریر حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور ماہنامہ الصیانۃ جنوری ۱۹۹۴ء ص ۶۶ تا ۶۸)

حکایت نمبر ۲۷: پتھر کے اندر زندہ جانور (کیڑا)

بعض روایات میں ہے کہ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ کی تلاش میں کوہِ طور پر پہنچے اور وہاں آگ کے بجائے تجلیاتِ الٰہی سامنے آئیں اور ان کو نبوت و رسالت عطا ہو کر فرعون اور اس کی قوم کی ہدایت کے لئے مصر جانے کا حکم ملا تو خیال آیا کہ میں اپنی زوجہ کو جنگل میں تنہا چھوڑ کر آیا ہوں اس کا کون متکفل ہوگا، اس خیال کی اصلاح کے لئے حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ سامنے پڑی ہوئی پتھر کی چٹان پر لکڑی ماریں، انہوں نے تعمیل حکم کی تو یہ چٹان پھٹ کر اس کے اندر سے ایک دوسرا پتھر برآمد ہوا، حکم ہوا اس پر بھی لکڑی ماریں، ایسا کیا تو وہ پتھر ہٹا اور اندر سے تیسرا پتھر برآمد ہوا، اس پر بھی لکڑی مارنے کا حکم ہوا تو یہ شق ہوا اور اندر سے ایک جانور برآمد ہوا جس کے منہ میں ہرا پتہ تھا، حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا یقین تو موسیٰ علیہ السلام کو پہلے بھی تھا مگر مشاہدہ کا اثر کچھ اور ہی ہوتا ہے یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام وہیں سے سیدھے مصر کو روانہ ہو گئے، زوجہ محترمہ کو یہ بتلانے بھی نہ گئے کہ مجھے مصر جانے کا حکم ہوا ہے وہاں جا رہا ہوں۔ (معارف القرآن جلد چہارم ص ۵۹۱، ۵۹۲)

حکایت نمبر ۲۸: میدان اُحد میں دو۲ صحابیوں کی عجیب دعائیں

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ غزوۂ اُحد کی بے مثال شہداء کی صف میں شامل ہیں۔ آپ جب اُحد پہنچے تو آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو علیحدگی میں فرمایا کہ آؤ ہم دونوں الگ بیٹھ کر دعا

مانگیں اور ایک دوسرے کی دعا پر آمین کہیں ...... حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ ہم دونوں ایک الگ گوشہ میں جا کر بیٹھ گئے اور سب سے پہلے میں نے دعا مانگی اور عبداللہ بن جحشؓ آمین کہتے ہیں۔ حضرت سعدؓ کی دعا: اے اللہ ایسے دشمن سے میرا مقابلہ ہو جو نہایت قوی اور دلیر اور غضب ناک ہو، کچھ دیر تک میں اس کا مقابلہ کروں اور وہ میرا مقابلہ کرتا رہے، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ مجھ کو اس پر فتح نصیب فرمائے اور میں اس کو شکست دے دوں! عبداللہ بن جحشؓ نے حضرت سعدؓ کی اس دعا پر آمین کہی ...... پھر حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے دعا مانگی کہ: اے اللہ! آج میرا ایسے دشمن سے مقابلہ ہو جو بہت ہی قوی ہو اور سخت زور آور ہو۔ میں محض تیری رضا کے لئے اس سے جنگ کروں اور اس کا تیری رضا کیلئے مقابلہ کروں۔ آخر وہ زور آور اور سخت کافر مجھ پر غالب آ جائے اور مجھ کو قتل کر ڈالے۔ نہ صرف قتل کرے بلکہ (میرا پیٹ چاک کرے) میرے ناک کان کاٹ ڈالے۔ اے اللہ پھر میں اسی حالت میں تجھ سے ملوں کہ میرے ہاتھ ناک کان کٹے ہوئے ہوں۔ تُو میری اس حالت کو دیکھ کر مجھ سے سوال کرے کہ اے عبداللہ یہ تیرے ناک اور کان کہاں گئے؟ تو میں اس حالت میں عرض کروں کہ یا اللہ یہ تیری اور تیرے پیغمبر کی راہ میں ناک کان کٹے ہیں اور تو اُس وقت فرما دے کہ صَدَقْتَ. تُو نے سچ کہا ہے۔ سعدؓ نے ان کی دعا پر آمین کہی اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ عبداللہ کی دعا مجھ سے کہیں بہتر تھی۔ شام کو دیکھا کہ اُن کے کان اور ناک کٹے ہوئے تھے۔ ان کی دعا منظور ہو چکی تھی (یعنی دونوں کی دعائیں شرف قبولیت پا چکی تھیں۔ عارف)

(خطبات قاسمی جلد دوم صفحہ ۳۰۴،۳۰۵)

یہ رتبۂ بلند مِلا جس کو مل گیا ... سچ ہے مطلوب و مقصود مومن
ہر مدّعی کے واسطے دار و رسن کہاں؟ ... شہادت۔ نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

حکایت نمبر ۲۹: ایک عبرتناک خواب

ایک رات ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں ایک وسیع میدان میں ہوں یکا یک ایک شیر ببر نہایت ہول ناک شکل کا مجھے پکڑنے کے لئے میرے پیچھے دوڑا۔ میں شیر کے خوف سے بھاگا۔ جہاں اور جس طرف جاتا ہوں، وہ شیر میرے پیچھے ہے، کہیں مجھے پناہ نہیں ملی، مگر سامنے کی طرف مجھے ایک کنواں نظر آیا جس کے کنارے ایک درخت کھڑا تھا اور درخت کی شاخیں کُنویں کے اندر لٹکی ہوئی تھیں، فرماتے ہیں کہ میں شیر کے خوف سے جلدی سے درخت کی ٹہنیاں پکڑ کر کنویں کے اندر لٹک گیا مگر وہ شیر میری تلاش میں کنویں کے پاس آ کر میرے سر کے اوپر کھڑا ہو گیا مجھے وہاں کسی قدر شیر کے خوف سے امن ہوا مگر جس وقت میں نے اپنے نیچے کی طرف کنویں کی تہہ میں نگاہ کر کے دیکھا تو وہاں ایک زبردست اژدھا منہ کھولے میرے نیچے گرنے اور لقمہ کرنے کا منتظر کھڑا نظر آیا۔ الٰہی! اُوپر شیر ہے، نیچے اژدھا کیا کروں؟ خیر درخت کی شاخیں پکڑے ہوئے لٹکا رہا مگر پھر بھی خیریت نظر نہ آئی۔ جن

شاخوں کو میں نے پکڑ رکھا تھا اُن کو دو ۲ جانور ایک سفید اور ایک سیاہ بڑے بڑے چوہوں کی شکل کے اُن شاخوں کو اپنے تیز دانتوں سے کاٹ رہے ہیں جو ابھی اُن شاخوں کو درختوں سے الگ کر دیں گے۔ الٰہی کیا کروں؟ اوپر شیر ہے، اندر اژدھا، ٹہنیوں کو چوہے کاٹ چکے ہیں۔ نہ جائے ماندن نہ پائے ماندن۔ یہ خواب ہولناک دیکھ کر بیدار ہوئے۔ صبح کو ایک بزرگ کے سامنے اس خواب کو بیان کیا۔ فرمایا۔ یہ ایک خواب ہے جو تم کو دکھایا گیا، مگر سارا جہان اس مصیبت میں گرفتار ہے۔ وہ شیر موت کا فرشتہ ہے وہ درخت تیری زندگی کا درخت ہے وہ دو سیاہ اور سفید جانور جو درخت کو قطع کر رہے ہیں وہ رات اور دن ہیں جن کے گزرنے سے ہر ایک شخص کی عمر کا درخت فنا ہوتا جاتا ہے اور وہ اژدھا قبر ہے جو ہر وقت منہ کھولے بیٹھا ہے کہ کب کوئی مرے اور میں اُس کا لقمہ کروں۔ (اسلامیات مکمل ج ا ص ۷۸۸)

حکایت نمبر ۳۰: شیخ منصور بن عمارؒ کی چار دُعائیں

ایک مالدار شراب کے رسیا آدمی نے اپنے مجلسِ شراب کے ساتھیوں کو جمع کیا اور اپنے غلام کو چار درہم دیئے تاکہ وہ مجلس والوں کے لیے میوے پھل خرید کر لائے۔ غلام مشہور واعظ اور بزرگ شیخ منصور بن عمارؒ کی مجلس کے قریب ہو کر گزرا۔ اُس وقت آپ ایک فقیر کے لئے لوگوں سے چندہ مانگ رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے کہ جو شخص اس فقیر کو چار درہم دے گا میں اُس کے لئے چار دُعائیں کروں گا۔ چنانچہ غلام نے وہ چار درہم فقیر کو دے دیئے۔ شیخ منصور نے کہا: کیا دعا چاہتا ہے غلام نے کہا یہ کہ خدا مجھے غلامی سے آزاد کرے۔ شیخ نے دعا کی۔ لوگوں نے آمین کہی، پھر شیخ نے کہا دوسری؟ غلام نے کہا یہ کہ اللہ مجھے (مزید) چار درہم دے دے۔ شیخ نے دعا کی۔ لوگوں نے آمین کہی۔ پھر شیخ نے کہا تیسری؟ غلام نے کہا یہ کہ اللہ تعالیٰ میرے آقا کو توبہ کی توفیق دے۔ شیخ نے دعا کی لوگوں نے آمین کہا۔ پھر شیخ نے کہا چوتھی؟ غلام نے کہا یہ کہ خداوند تعالیٰ میری اور میرے آقا کی اور آپکی اور تمام حاضرین کی مغفرت فرمائے۔ شیخ نے دعا کی۔ لوگوں نے آمین کہا۔ پس غلام واپس ہوا تو آقا نے کہا اتنی دیر کیوں کی؟ غلام نے پورا قصہ بیان کر دیا۔ آقا نے کہا کیا کیا دعا کرائی ہے؟ غلام نے کہا اپنے لئے غلامی سے آزادی کی۔ آقا نے کہا جا، تُو آزاد ہے۔ اچھا دوسری۔ غلام نے کہا یہ کہ اللہ مجھے چار درہم دیدے۔ آقا نے کہا تیرے لئے چار ہزار درہم ہیں۔ اچھا تیسری؟ غلام نے کہا یہ کہ خدا آپ کو توبہ کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آقا نے کہا۔ میں توبہ کرتا ہوں، اچھا چوتھی؟ غلام نے کہا یہ کہ اللہ میری اور آپکی اور شیخ کی اور جملہ حاضرین کی مغفرت فرمائے۔ آقا نے کہا: یہ تو میرے اختیار میں نہیں۔ پس جب وہ رات کو سویا تو خواب میں دیکھا کہ ایک کہنے والا کہہ رہا ہے کہ جو تیرے اختیار میں تھا تُو نے کر لیا۔ تو کیا تُو سمجھتا ہے کہ جو میرے اختیار میں ہے وہ میں نہ کروں گا؟ میں نے تیری اور غلام کی اور منصور کی اور جملہ حاضرین کی مغفرت کی۔

(انتَ فعلتَ ما کان الیك اَترانی لا افعل ما کان الیَّ. قد غفرتُ لَكَ و للغلام و

للمنصور و للحاضرین)(تحفۃ الارب شرح نفحۃ العرب ص:۲۲۰)

حکایت نمبر ۳۱: خیر البقاع اور شر البقاع

حضرت ابو امامہؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک یہودی عالم خدمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور اُس نے آپؐ سے پوچھا اَیّ البقاع خیرٌ؟ کونسا خطۂ زمین بہتر ہے؟ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے اور فرمایا میری یہ خاموشی اُس وقت تک ہے جب تک روح الامین تشریف نہ لے آئیں۔ اتنے میں فوراً حضرت جبرئیل خدمت اقدس میں حاضر ہوئے آپؐ نے ان کے سامنے یہ سوال پیش کیا اور دریافت کیا، اس کا جواب کیا دیا جائے؟ حضرت جبرئیل نے آپ کے سوال کے جواب میں عرض کیا ما المسئولُ منها بِاَعلَمَ مِنَ السّائل ولکن اَسْاَلُ ربیّ جس سے پوچھا جارہا ہے وہ اس مسئلہ میں پوچھنے (تبارک وتعالیٰ) والے سے کچھ زیادہ نہیں جانتا، لیکن میں پروردگار عالم بزرگ و برتر سے پوچھتا ہوں...... یہ کہہ کر حضرت جبرئیل روانہ ہو گئے، پھر تھوڑی دیر بعد تشریف لے آئے اور کہنے لگے۔ آج میں رب العزت سے اس قدر قریب ہوا جتنا کبھی نہیں ہوا تھا آپ نے پوچھا اس کی نوعیت کیا تھی؟ کہا ''میرے اور میرے رب کے درمیان صرف ستر ہزار ۷۰۰۰۰ پردے پڑے ہوئے تھے'' پھر جو سوال کیا گیا تھا اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا جواب نقل کیا کہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے۔ شَرُّ البِقاعِ اَسْواقها. و خیرُ البقاع مساجدُها زمین کا بدترین حصہ اسکے بازار میں اور بہترین حصہ اس کی مسجدیں۔'' (مقدمہ فتاویٰ دیوبند ج۱ص۶۲)

حکایت نمبر ۳۲: ٹیڑھی کھیر

صاحبو، جب دنیا کے کام بدون اسکے نہیں چل سکتے کہ عقل کو ایک حد پر چھوڑ دیا جائے اور بلا چون و چرا دوسرے کا اتباع کیا جائے تو آخرت کا کام بدون اسکے کیوں کر چلے گا۔ کیونکہ دنیا کی چیزیں تو دیکھی ہوتی ہیں ان میں کسی قدر عقل چل سکتی ہے پھر بھی اسکو چھوڑ کر کاملین و ماہرین کی تقلید کی جاتی ہے اور آخرت سے تو ہم سب اندھے ہیں وہاں بدون تقلیدِ وحی کے کیسے کام چلے گا۔ اور اگر اُس میں عقل سے کام لیا گیا تو وہی مثال ہوگی جیسے ایک اندھے نے کہا تھا کہ یہ تو بڑی ٹیڑھی کھیر ہے۔

شان وُرود اس کا یہ ہے کہ ایک لڑکا اپنے اندھے حافظ کیلئے گھر سے کھیر کی دعوت کرنے آیا۔ حافظ جی نے پوچھا کہ کھیر کیسی ہوتی ہے۔ کہا سفید ہوتی ہے۔ حافظ جی نے سفید سیاہ میں کیوں فرق کیا تھا۔ اُن کے نزدیک تو نہ کوئی چیز سفید تھی نہ سیاہ کیوں کہ آنکھیں ہی نہ تھیں۔ تو آپ پوچھتے ہیں کہ سفید کیسا ہوتا ہے اُس نے کہا جیسے بگلا۔ حافظ جی نے پوچھا کہ بگلا کیسے ہوتا ہے لڑکے نے ہاتھ اس طرح (S) موڑ کر کہا کہ ایسا ہوتا ہے۔ حافظ جی نے جو اپنا ہاتھ پھیر کر اس شکل سے تصور کیا تو کہنے لگے بھائی یہ تو بڑی

ٹیڑھی کھیر ہے میرے گلے سے کیوں کر اُترے گی۔"

تو دیکھئے جو چیز آنکھ سے دیکھی نہ ہو اس میں عقل سے کام لینے کا یہ نتیجہ ہوا کہ معمولی کھیر کا کیا سے کیا بن گیا جس میں چبانے اور نگلنے کی بھی مشقت نہ تھی اب وہ گلے میں پھنسنے لگی (مجموعہ مواعظ دین ودنیا ص ۱۳۳،۱۳۴)

......اسی طرح اُمورِ آخرت کو اگر پوری طرح سمجھنے کا شوق ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ موت کے منتظر رہو۔ مرنے کے بعد صراط اور وزنِ اعمال وغیرہ سب کی حیثیت سامنے آجائے گی۔ اور اگر دنیا ہی میں سمجھنا چاہتے ہو تو اس کے سوا چارہ نہیں کہ قرآن ورسولؐ نے جو کچھ کہہ دیا ہے اُسکی تقلید کرو۔ اور اُن کی نظیریں دریافت کرنے کے درپے نہ ہو۔

مثالوں سے تم آخرت کی حقیقت ایسی ہی سمجھو گے جیسے حافظ جی نے کھیر کو ٹیڑھا بتلایا تھا۔ پس خوب سمجھ لو کہ عقل کی ایک حد ہے جس سے بڑھنا مُضر ہے............(صفحہ ۱۳۵)

حکایت نمبر ۳۳: فارابی کی حکایت

افراطِ عقل کا نتیجہ اوہام وشکوک میں ابتلاء ہے جس سے قلب ودماغ دونوں ضعیف ہو جاتے ہیں۔ فارابی کی حکایت ہے کہ ایک شخص حلوا بیچتا پھرتا تھا، اُس سے پوچھا کیفَ تُبیعُ الحَلْواء. تُو حلوا کس طرح بیچتا ہے؟ اُس نے جواب دیا کَذَا بِدَانِقٍ کہ ایک دانق میں اتنا دیتا ہوں۔ تو آپ کہتے ہیں اَسْئَلُکَ عَنِ الکَیْفِیَۃِ وَ تُجِیْبُنِی عَنِ الکَمِیَّۃِ میں تو کیفیت سے سوال کرتا ہوں اور تو کمیّت سے جواب دیتا ہے، آپ حلوائی سے اُلجھ گئے۔ اس کو عقل کا ہیضہ کہتے ہیں کہ ہر وقت اسی کے چکر میں رہے چنانچہ افراطِ عقل ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ فلاسفہ نے انبیاء علیہم السلام کا مقابلہ کیا اور جب عاجز ہو گئے تو اُن کی نبوت کا تو اقرار کیا مگر کہنے لگے کہ یہ جاہلوں کے واسطے نبی ہیں ہم کو نبی کی ضرورت نہیں۔ نَحنُ قومٌ قَدْ هَذَّبْنَا نُفُوسَنَا بِالْحِکْمَةِ ہم نے تو اپنے کو حکمت سے مہذب بنالیا ہے۔ حق تعالیٰ ایسے ہی لوگوں کے حق میں فرماتے ہیں۔ فَرِحُوْا بِمَا عِندَهُمْ مِنَ العِلْمِ۔ یہ لوگ اپنے علم پر نازاں ہو گئے اور یہ نہ سمجھے کہ علومِ نبوت عقل سے باہر ہیں (صفحہ ۱۳۵،۱۳۶)

حکایت نمبر ۳۴: ہارون رشید کے مہمان ڈاکو

ہارون رشید کے پاس کچھ ڈاکو لائے گئے جو سزائے موت کے مستحق تھے۔ انہوں نے کہا کہ امیر المومنین ہم پر دو۲ عذاب جمع نہ کیجیے، ایک موت کا عذاب اور ایک بھوک کا عذاب، خلیفہ نے کھانا منگوایا اور اُن کو کھلایا، انہوں نے کہا کہ امیر المومنین اب آپ کا ہم پر بس نہیں چلتا، ہم آپ کے مہمان ہو گئے۔ ہارون رشید نے یہ سن کر کہا کہ انہوں نے مجھے بے بس اور لاجواب کر دیا (صحبتے با اہل دل ص ۲۵۰)

﴿حکایت نمبر ۳۵: ایک طالب علم کا انوکھا احتجاج﴾

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ جب دارالعلوم دیوبند کے مہتمم تھے تو اُس وقت ایک لحیم وشحیم قد آور پٹھان طالب علم تھا، محنتی اور ذہین تھا مگر پیٹو (خوراکی) تھا۔ حسبِ دستور اُسکو مطبخ سے دو۲ روٹیاں ملنے لگیں تو اُس نے مہتمم صاحب کو درخواست لکھی کہ مجھے دو۲ روٹیاں ناکافی ہیں لہٰذا میری روٹیاں بڑھائی جائیں۔ تو حضرت مہتمم صاحب نے تین روٹیاں جاری کرادیں۔ کچھ دنوں بعد دفتر میں اُسکی درخواست آئی کہ تین روٹیوں پر گزارہ نہیں ہوتا۔ تو اس پر اُسے چار روٹیاں ملنے لگیں۔ پھر درخواست آئی اب بھی بھوکا رہتا ہوں، پیٹ نہیں بھرتا۔ چنانچہ روٹیوں کی تعداد پانچ کردی گئی، اُس کا پھر بھی گزارہ نہیں ہوتا تھا اور اسکی صدائے ھَلْ مِنْ مَّزِیْد جاری رہی۔ مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی منتظم بھی تھے اور نرم دل بھی انتہا کے تھے۔ انہوں نے بُلا کر فرمایا آج مطبخ میں بیٹھ کر خوب سیر ہوکر کھالو۔ جتنی روٹیاں آج کھالو گے آئندہ اُتنی روٹیاں جاری ہوں گی۔ چنانچہ اس طالب علم نے نو۹ روٹیاں کھائیں، جو کہ اُسے مستقل دی جانے لگیں۔ کچھ عرصہ بعد پھر درخواست آئی کہ روٹیوں میں اضافہ کیا جائے۔ جواب دیا گیا اُس دن تم نے نو۹ روٹیاں کھائی تھیں اب نو۹ پر گزارہ کرو۔ کہنے لگا وہ تو اتفاقی امر تھا اس کو مستلزم نہیں تھا کہ میں ہمیشہ نو۹ ہی کھایا کروں گا۔ (لیکن) حضرت نے زائد روٹیاں دینے سے انکار کردیا۔ وہ چلا گیا...... جب دورۂ حدیث کا امتحان ہوا تو دس پرچے تھے۔ صحاح ستہ کے علاوہ طحاوی۔ موطا امام مالک۔ موطا امام محمد اور شمائل ترمذی...... تو اس طالب علم نے نو۹ پرچے تو خوب حل کئے، دسواں پرچہ بالکل نہیں کیا اور اس پر لکھا۔

''نو۹ روٹیاں ملتی رہیں، نو۹ پرچے حل کردیئے، نہ دسویں روٹی ملی نہ دسواں پرچہ حل کرتا ہوں۔'' (البلاغ صفر ۱۴۱۱ھ بروایت حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ۔ کتاب خزینہ صفحہ ۲۷۱، ۲۷۲ از مولانا اسلم شیخوپوری)

﴿حکایت نمبر ۳۶: مقصود بالذات اور مقصود بالعرض﴾

حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ دارالعلوم دیوبند میں منطق کے مشہور استاد تھے وہ اپنی روزمرہ گفتگو میں بھی منطقی اصطلاحات استعمال کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے ایک سبزی فروش سے جس کا نام ''مقصود'' تھا۔ مولی خریدی۔ اتفاق سے مولی کے پتے لمبے لمبے تھے اور مولی چھوٹی سی تھی۔ آپ نے فرمایا ''او بھائی! اس میں **مقصود بالذات** کم ہے اور مقصود بالعرض زیادہ۔'' دُکاندار (مقصود) مولانا کے منہ سے یہ الفاظ سُن کر لال پیلا (**تلک سور**) ہوگیا اور اول فول (**کلہے وہے**) کہنے لگا۔ دَم کے دَم میں اچھا خاصا مجمع اکٹھا ہوگیا، اُس سے پوچھا گیا تو شور کیوں کررہا ہے؟ اُس نے بتایا کہ مولانا

نے کہا ہے کہ مقصود بد ذات ہے۔'' اُسے بڑی مشکل سے سمجھایا گیا کہ مولانا تو اپنی منطقی زبان میں فرما رہے ہیں کہ مولی جو مقصود بالذات ہے وہ کم ہے اور پتے جو کہ مقصود بالعرض ہیں وہ زیادہ ہیں۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ لوگوں کے ساتھ ان کی عقل کے مطابق گفتگو کرنی چاہیئے۔ (روایت حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدرؒ وفات پا گئے ہیں۔ خزینہ ص ۲۶۵)

حکایت نمبر ۳۷: فرض شناسی کی انتہا شیخ الادبؒ کا واقعہ

شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ جنہوں نے پینتالیس ۴۵ برس تک دارالعلوم دیوبند میں تعلیم دی، ان کی بیوی فوت ہوگئی۔ عصر کے وقت دفن کرآئے۔ مولانا مغرب کے بعد شمائل شریف کا درس دیتے تھے، کتاب بغل میں لی اور درسگاہ میں پہنچ گئے۔ لوگوں نے کافی کہا سنا، حتیٰ کہ منت خوشامد بھی کی مگر آپ نے فرمایا میں تو اپنی ڈیوٹی ادا کروں گا۔ حدیث کی تعلیم سے بڑھکر کونسا کام ہوسکتا ہے (خزینہ ۱۴۱)

حکایت نمبر ۳۸: مُردے سنتے ہیں یا نہیں شاہ جیؒ کی حاضر جوابی

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ خطاب فرما رہے تھے۔ دورانِ خطاب کسی شخص نے سوال کیا ''حضرت! مُردے سُنتے ہیں یا نہیں۔''؟...... آپ نے ایک خاص انداز سے الزامی سوال کیا ''کیوں بھئی کوئی ضروری کام ہے۔''؟...... سائل کھسیانا ہوکر کہنے لگا نہیں حضرت کام تو کچھ نہیں یوں ہی معلوم کرنا چاہتا تھا...... آپ نے فرمایا ''تو پھر خواہ مخواہ کیوں پریشان کرتے ہو جب مرو گے خود پتہ چل جائیگا۔'' پھر بات کو خطیبانہ رنگ دیتے ہوئے فرمایا ''ہائے لوگ مُردوں کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں کہ سُنتے ہیں یا نہیں سُنتے۔ سُنتے ہوں گے جن کی سُنتے ہوں گے، ہماری تو زندہ بھی نہیں سُنتے (ص ۲۶۷)

حکایت نمبر ۳۹: جنت میں حُقہ ملے گا؟

شاہ صاحبؒ ہی نے ایک دفعہ تقریر میں یہ مضمون بیان کیا کہ جنت میں ہر چیز ملے گی۔ فارغ ہونے کے بعد ایک دیہاتی نے سوال کیا ''مولوی صاحب تم کہتے ہو جنت میں ہر چیز ملے گی۔ میرا حقے کے بغیر گزارہ نہیں ہوسکتا، تو کیا حقہ بھی ملے گا؟...... فرمایا ہاں بابا جی! اگر آپ کی خواہش ہوگی تو حقہ بھی مل جائے گا مگر اُس کے لئے آگ آپ کو دوزخ سے جاکر لانی پڑے گی۔ (ایضاً)

حکایت نمبر ۴۰: اَلصَّبِیُ صَبِیٌّ

امام شافعیؒ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ نوعمری ہی میں مسند تدریس پر فائز ہوگئے تھے۔

ایک دن آپ پڑھا رہے تھے، بڑے بڑے مشائخ اور معمر حضرات حلقہ بنا کر بیٹھے ہوئے تھے کہ دورانِ درس دو ۲ چڑیا لڑتی بھڑتی آپکے سامنے ہی گر گئیں۔ آپ نے چپکے سے عمامہ اُتارا اور اُن کے اوپر پھینک دیا۔ تلامذہ جن میں اکثریت آپ سے بڑی عمر کے لوگوں کی تھی حیران رہ گئے، اور تعجب کے ساتھ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ آپ نے اُن کی اس کیفیت کو محسوس کر لیا اور فرمایا: اَلصَّبِیُّ صَبِیٌّ وَ لَوْ کَانَ اِبْنُ نَبِیٍّ. (بچہ بچہ ہوتا ہے اگر چہ نبی کا بیٹا (اور شیخ وقت) ہی کیوں نہ ہو (خزینہ ۲۶۶)

حکایت نمبر ۴۱: حضرت حذیفہؓ کا ترکِ سنت سے انکار

حضرت حُذیفہؓ ایک مرتبہ کھانا کھا رہے تھے اُس وقت ایک عجمی رئیس بھی آپکے ساتھ بیٹھا تھا۔ آپؓ کے ہاتھ سے ایک لقمہ گر گیا تو آپ نے اُسکو صاف کر کے کھالیا۔ خادم نے کہا کہ یہ عجمی لوگ اس فعل کو معیوب سمجھتے ہیں، ان کے سامنے یہ فعل مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ تو حضرت حذیفہؓ نے جواب دیا اَاَتْرُکُ سُنَّۃَ حَبِیْبِی لِھٰؤُلَاءِ الْحُمَقَاءِ کہ کیا ان بے وقوفوں کی وجہ سے میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ چھوڑ دوں؟ یہ نہیں ہوسکتا (حضرت تھانویؒ وعظ عصم الصنوف)

حکایت نمبر ۴۲: ایک غیر مقلد کھیت میں بھی قصر کرتا تھا

ایک غیر مقلد کی عادت تھی کہ وہ گھر سے اپنے کھیت پر جو ذرا دور تھا جاتا تو وہاں پہنچ کر نماز میں قصر کرتا اور گھر آ کر نماز پوری پڑھتا۔ کسی نے کہا کہ بندہ خدا! تمہارا کھیت تو گھر سے نزدیک ہے مسافتِ سفر تو نہیں جو تم وہاں قصر کرتے ہو! تو اُس نے جواب دیا کہ مسافتِ سفر کی کیا ضرورت ہے قرآن میں تو اِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الارض آیا ہے جس کے معنی سَیر فی الارض ہے اور یہ مفہوم کھیت میں جانے پر بھی صادق ہے...... ایک حنفی عالم نے اس کا خوب جواب دیا۔ کہا کہ تم کو ہمیشہ قصر ہی کرنا چاہیے کیونکہ گھر سے مسجد تک آنے پر بھی ضَرب فی الارض صادق ہے...... اس کا غیر مقلد کے پاس کوئی جواب نہ تھا ('')

حکایت نمبر ۴۳: حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کے ڈول میں سونا چاندی

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے ایک بار کنویں میں پانی نکالنے کو ڈول ڈالا۔ پہلی بار چاندی ڈول بھر کر نکلی آپ نے اُسکو پھینک دیا۔ پھر دوبارہ ڈالا تو سونا بھر کر ڈول نکلا۔ پھر آپ نے اس کو اُلٹ دیا۔ پھر تیسری مرتبہ اس طرح جواہرات نکلے۔ آپؒ نے حضرت باری تعالیٰ میں عرض کیا کہ اے جناب باری! آپ میرا امتحان کرتے ہیں یہ چیزیں تو میرے پاس بہت تھیں۔ اے اللہ اب میں کیا اس کی رغبت کروں گا: مجھے وضو کے لئے پانی عنایت فرما دیجیے۔ چنانچہ پھر ڈول ڈالا تو اُس میں پانی آ گیا (مجموعہ مواعظ فضائل صوم وصلوٰۃ ۲۳۵)

﴿حکایت نمبر۴۴: بیقرار شخص کی دُعا کی قبولیت﴾

تفسیر ابن کثیر میں بحوالہ حافظ ابن عساکر ایک ایسے شخص کا قصہ نقل کیا ہے جو کرایہ پر مسافروں کو اپنی سواری پر لے جاتا تھا۔ اُس شخص کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص میری سواری پر سوار ہوا، میں اور وہ سفر کر رہے تھے کہ ایک جنگل میں ایک موڑ پر پہنچ کر کہنے لگا کہ ادھر کو چلو۔ اُس راستہ سے مسافروں کی آمد و رفت نہ تھی، میں نے کہا مجھے اِس راستے سے واقفیت نہیں ہے، کہنے لگا یہ قریب کا راستہ ہے ادھر سے چلنا چاہیئے، میں اُسی راستہ پر چل دیا وہ بھی میرے ساتھ تھا، چلتے چلتے ایک جنگل بیابان اور لق و دق میدان میں پہنچے جہاں ایک گہری وادی (کسندہ) تھی اور وہاں بہت سے مقتول پڑے ہوئے تھے، وہاں پہنچ کر وہ کہنے لگا کہ خچر کو ذرا روک، میں اُترنا چاہتا ہوں، خچر رُکتے ہی وہ شخص اُتر پڑا اور اُس نے چھری نکالی اور مجھے قتل کرنے کا ارادہ کیا، میں اُس کے سامنے سے بھاگ گیا اُس نے پیچھا کیا، میں نے اُس کو اللہ کی قسم دلائی اور اُس سے کہا (میری جان چھوڑ دے اور) خچر تمام اسباب کے ساتھ تُو لے لے۔ وہ کہنے لگا کہ یہ چیزیں تو میری ہو ہی چکی ہیں میں تو تجھے قتل کرنا چاہتا ہوں، میں نے اُس کو اللہ تعالیٰ سے ڈرایا اور قتلِ مسلم کی سزا یاد دلائی۔ اُس نے ایک نہ مانی اور قتل کرنے پر اصرار کرتا رہا جب میں نے یہ ماجرا دیکھا اور اپنے کو عاجز سمجھ لیا تو میں نے کہا کہ اتنی مہلت تو دے دے کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ کہنے لگا اچھا جلدی سے پڑھ لے، میں نماز پڑھنے کھڑا ہو گیا، میں نماز میں قرآن پڑھنا چاہتا تھا تو ایک حرف بھی زبان پر نہ آتا تھا، میں بالکل حیران کھڑا تھا کہ کیا کروں اور اُدھر وہ تقاضا کر رہا تھا کہ جلدی فارغ ہو۔ میں اسی حال میں تھا کہ اللہ جل شانہٗ نے میری زبان پر یہ آیت جاری فرما دی **اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ یَکْشِفُ السُّوْءَ**: ترجمہ بتاؤ کیا (معبودانِ باطل بہتر ہیں یا اللہ بہتر ہے) جو بیقرار آدمی کی دعا قبول فرماتا ہے جب وہ اُس کو پکارے اور مصیبت کو دور کرتا ہے الخ) اِس کا میری زبان سے نکلنا تھا کہ ایک گھوڑے سوار وادی کی گہرائی سے ایک نیزہ لئے ہوئے آیا اور اُس نے اُس شخص کو نیزہ مارا جو مجھے قتل کرنا چاہتا تھا، نیزہ سیدھا اُس کے دل میں لگا اور پار کرتا ہوا چلا گیا اور وہ شخص وہیں ڈھیر ہو گیا۔ میں نے گھوڑے سوار کو اللہ کی قسم دی اور کہا کہ سچ بتا تُو کون ہے؟ اُس نے کہا میں اُس ذات پاک کا بھیجا ہوا ہوں جو بے قرار کی دعا کو قبول فرماتا ہے جب وہ اُسکو پکارے، اور مصیبت کو دور فرماتا ہے (تفسیر ابن کثیر فی تفسیر قولہ تعالیٰ **اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ**۔ فضائل دعا۔ از مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ صف ۱۲۶، ۱۲۷)

﴿حکایت نمبر۴۵: خلاف سنت نماز کی شکل عالم مثال میں﴾

حکیم الاسلام (حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ) نے فرمایا کہ حضرت حاجی امداد اللہؒ کے دو۲ خلیفے مکے میں رہتے تھے۔ ایک مولانا محب الدین صاحبؒ یہ صوبہ سرحد کے رہنے والے تھے۔ دوسرے

مولانا شفیع الدین نگینوی صاحبؒ۔ میں نے مولانا شفیع الدینؒ کی زیارت کی ہے پہلی مرتبہ جب حج کو گیا ہوں تو مولانا باحیات تھے۔ کوہ صفا پر اُن کا مکان تھا، بڑی محبت اور شفقت سے ملے اور اپنے حجرے میں مجھے لے گئے وہاں چائے وغیرہ پلائی۔ یہ بڑے قوی النسبت لوگوں میں سے تھے اور مولانا محبّ الدین صاحبؒ ان سے بھی زیادہ قوی النسبت تھے اور ساتھ ہی صاحب کشف لوگوں میں سے تھے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر کوئی (شخص) تمام آداب وشرائط کے ساتھ وضو کرے اور اُس کے بعد دو۲ رکعت نفل پڑھے اور لَا یُحَدِّثُ فِیهِ نَفْسَهٗ اس میں خیالات کو سوچ سوچ کر نہ پکائے تو غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ یعنی اُس کے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ تو مولانا محب الدین صاحب نے اس حدیث پر عمل کرنے کا ارادہ کیا اور پورے اسباغ کے ساتھ وضو کیا اور سارے شرائط پورے کئے، حُسن نیت اور اخلاص سے دو۲ رکعت نماز ادا فرمائی۔ مگر نماز میں آنکھیں بند کرلیں۔ تا کہ وسوسے نہ آنے پائے۔ اس طرح سے نماز پڑھی کہ ادھر اُدھر خیال نہیں گیا۔ نماز کے بعد ان کو انشراح ہوا کہ ٹھیک حدیث کے مطابق ہماری نماز ہوئی ہے۔ چونکہ یہ صاحب کشف تھے اس لئے مراقب ہوئے کہ میں عالم مثال میں اپنی نماز کی صورت دیکھوں کہ قبولیت کے کیا آثار نمایاں ہوئے تو اُن کی نماز متمثل ہوئی ایک حسین اور جمیل عورت کی صورت میں نہایت خوبصورت اور حسین وجمیل، لباس بڑا فاخرہ اور مُعَطّر اور معطر، لیکن آنکھوں سے اندھی، اب یہ حیران ہوئے کہ یہ تو سارا حُسن ہی کرکرا ہو گیا، جب آنکھ ہی نہیں ہے تو پھر جمال ہی کیا رہ گیا۔

اس کی وجہ پر غور کرنے لگے مگر وجہ معلوم نہیں ہوسکی...... پھر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بیان کیا۔ حضرت نے بَرجستہ فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے مولانا آپ نے آنکھیں بند کر کے نماز پڑھی ہے۔ کہا جی حضرت ہم نے ایسا ہی کیا تا کہ وسوسے نہ آئیں۔ تو حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا یہ سنت کے خلاف ہے چونکہ آپ کی نماز میں ایک سنت ترک ہوگئی اسلئے اسکا عیب نماز میں نمایاں ہوا۔ نماز اعلیٰ اور مقبول لیکن ایک سنت کے ترک پر خرابی پیدا ہوگئی۔ اگر آپ کھلی آنکھوں نماز پڑھتے اور ہزاروں وسوسے آتے تو اس حدیث کے خلاف نہ ہوتا کیونکہ حدیث میں ہے لَا یُحَدِّثُ فِیهِ نَفْسَهٗ مطلب یہ ہے کہ وساوس اپنے ارادے سے نہ لاؤ اور آپکے خیال بے ارادے تھے اسلئے اگر ہزار وسوسے آتے تو حدیث شریف کے خلاف نہ ہوتا اور نہ نماز میں کوئی فرق پڑتا۔ مگر آپ نے سُنت چھوڑ دی جس کی وجہ سے وہ عیب نمایاں ہوا (مجالس حکیم الاسلام صفحہ ۲۳۸ تا ۲۴۰)

حکایت نمبر ۴۶: ایک ۵۰۰ سالہ عابد کا عجیب واقعہ

شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے ایک روایت نقل کی ہے یہ روایت کتاب الآخرت میں لکھی ہے یہ

فضل کے بارے میں ہے کہ اُمم سابقہ میں ایک شخص بہت ہی بڑا عبادت گذار زاہد اور عابد تھا۔ سارے کام چھوڑ کر ہر وقت عبادت میں لگا رہتا تھا لیکن بیوی بچوں کا مسئلہ بھی سامنے تھا اسکی خواہش ہوئی کہ اِن تمام جھگڑوں کو چھوڑ کر ہر وقت عبادت میں مشغول رہے۔ اس نے بیوی کو الگ کیا ساری جائیداد دے دلا کر سمندر کے وسط میں ایک ٹیلہ (چکئی) تھا وہاں پر آ کر کُٹی (کوٹھ کئ) ڈال دیا اور ہمہ وقت عبادت میں مشغول ہو گیا...... حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اُسی کڑوے سمندر سے ایک میٹھا چشمہ جاری کر دیا۔ ایک نالی سے ٹھنڈا پانی نکلنے لگا اور ایک انار کا درخت اُگا دیا۔ اُس عابد کا کام یہ تھا کہ روزانہ ایک انار کھالیتا اور ایک کٹورا پانی پی لیتا اور عبادت میں مشغول ہو جاتا۔ یعنی رات و دن عبادت ہی میں مشغول رہتا۔ اسی طرح اُس نے پانچ سو برس خالص ومخلص عبادت کی۔ جب اس کے انتقال کا وقت آیا تو اُس نے حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ مجھے سجدے کی حالت میں وفات دیجیے تاکہ میں عبادت ہی میں ختم ہو جاؤں اور یہ بھی درخواست کیا کہ میرے بدن کو آپ قیامت تک سجدے کی حالت میں رکھیں تاکہ میں قیامت کے دن صورتاً بھی سجدہ گذار اُٹھوں۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں درخواستوں کو منظور فرمایا، اُن کی وفات ہوئی۔ اور اُسی حالت میں بدن محفوظ فرمایا۔

مؤرخین ارشاد فرماتے ہیں کہ اب بھی محفوظ ہے لیکن وہاں پر اللہ تعالیٰ نے ایسے گنجان درخت اُگا دیئے ہیں کہ لوگ ہیبت زدہ ہیں وہاں پر جاتے نہیں۔ بہر حال انتقال کے بعد اسی حالت میں حق تعالیٰ کے سامنے اسکی پیشی ہوئی (یا قیامت کے دن ہوگی۔ حدیث دونوں کلموں کو عام ہے۔) اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ بندہ میں نے اپنے فضل و کرم سے تجھے بخش دیا اور مقام کریم عنایت کیا، تُو جنت میں جا...... اُس عابد کے دل میں ایک وسوسہ گذرے گا کہ پانچ سو برس ہم نے خالص عبادت کی مگر اب بھی اپنے فضل ہی سے بخش رہے ہیں، کم سے کم دلداری کے لئے یہی فرما دیتے کہ ہم نے تیری عبادت کے بدلے میں جنت دی، تو میں خوش ہوتا کہ محنت ٹھکانے لگی۔ اب اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے عبادت ہی نہیں کی صرف فضل ہی سے بخشا گیا۔ یہ وسوسہ عابد کے دل میں آیا۔ اللہ تعالیٰ تو عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصدور ہیں۔ یعنی لوگوں کے دلوں کی کھٹک کو بھی جانتے ہیں۔ ملائکہ سے فرمائیں گے، اسکو دوزخ میں ڈالنا نہیں۔ البتہ لے جاؤ اتنی دور اسکو کھڑا کرو کہ جہنم پانچ سو برس کا راستہ وہاں سے ہو۔ ملائکہ اسکو اُس جگہ پر لے گئے جب وہ (اس) مقام پر پہنچا تو جہنم سے ایک لپٹ (تاؤ) آئی اور ایک دم سر سے پیر تک خشک ہو گیا اور اُس نے پیاس پیاس چلانا شروع کیا۔ تو غیب سے ایک ہاتھ نمودار ہوا، اُسمیں ٹھنڈے پانی کا کٹورا تھا۔ عابد نے عرض کیا کہ یہ مجھے دیدو۔ تو آواز آئی کہ یہ پانی قیمت سے ملے گا۔ عابد نے کہا کہ اسکی قیمت کیا ہے تو کہا گیا کہ جس نے پانچ سو برس خالص عبادت کی ہو اگر وہ اُس کے بدلے میں لینا چاہے تو لے سکتا ہے۔ عابد نے کہا کہ وہ میرے پاس ہے، لے لو۔ اسکو پانی کا کٹورا دیدیا وہ پیا اور جان بچی۔ پھر حق تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اسکو واپس لاؤ۔ فرشتے واپس لے گئے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش

کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے بندے تیرے پانچ سو برس کی عبادت کے صلے سے ہم مبرّا ہو گئے اور وہ تیرا ہی تجویز کردہ تھا کہ پانچ سو برس کی عبادت کے بدلے خوشی سے ایک کٹورا پانی پر راضی ہو گیا اور وہ دیدیا گیا۔ اب معاملہ برابر سَرابر ہو گیا۔ اب حساب دے تُو کتنی عبادت دنیا سے لیکر آیا ہے۔ جو تجھے روز ایک انار دیتے تھے۔ اس کے ہر دانے کا حساب دو۔ اسکے بدلے میں کتنی عبادت لے کر آئے ہو۔ اور پانی کے لاکھوں پیالے تم نے پیا ہے ایک ایک قطرہ کا حساب دے کہ اسکے بدلے میں کیا عبادت کر کے لائے ہو۔ اور ہم نے جو آنکھوں میں نُور بخشا تھا۔ اس کا ایک ایک تار تھا کہ تُو اس سے دنیا کی چیزوں کو دیکھتا تھا۔ اسکے ہر تار کا حساب دے کہ اسکے بدلے میں کیا عبادت لیکر آیا ہے۔ اور ہم نے جو سانس کی نعمت دی تھی جس سے تُو زندگی گذار رہا تھا ہر ہر سانس کا حساب دے اسکے بدلے میں کیا عبادت کر کے لایا ہے؟

یہ سن کر عابد تھرّا گیا اور عرض کیا اے اللہ! بیشک آپ کے فضل ہی سے نجات ہے، کسی کے عمل سے نہیں۔ پھر وہ اس مقام پر پہنچے جس مقام پر پہنچنا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان خواہ پانچ ہزار برس عمل کرے مگر فضل ہی کام دے گا، محض عمل کام نہیں دے گا۔ اللہ تعالیٰ اسکو قبول کرلیں تو سب سے بڑی نعمت ہے اگر اسکو عمل کہدیں تو یہ بھی بڑی نعمت ہے...... بہر حال کامیاب زندگی وہ ہے جو خوف و رجا کے درمیان گزاری جائے۔ تو عمر تو گذاری جائے خوف میں اور اَخیر عمر میں رجا کا غلبہ ہونا چاہیے تا کہ آس بندھے اور شوق پیدا ہو۔ (مجالس حکیم الاسلام ج ۱۔ قاری محمد طیب صاحب قدس سرہٗ صفحہ ۳۰۷ تا ۳۱۰)

حکایت نمبر ۴۷: اَحْسَنِ تَقْوِیم حُسن انسانی کا ایک عجیب واقعہ

قرطبی نے نقل کیا ہے کہ عیسیٰ بن موسیٰ ہاشمی جو خلیفہ ابو جعفر منصور کے دربار کے مخصوص لوگوں میں سے تھے اور اپنی بیوی سے بہت محبت رکھتے تھے۔ ایک روز چاندنی رات میں بیوی کے ساتھ بیٹھے ہوئے بول اُٹھے: اَنتِ طالقٌ ثلاثاً اِنْ لَمْ تکونِی اَحْسَنَ مِنَ الْقَمرِ یعنی تم پر تین طلاق ہیں اگر تم چاند سے زیادہ حسین نہ ہو، یہ کہتے ہی بیوی اُٹھ کر پردہ میں چلی گئی کہ آپ نے مجھے طلاق دیدی۔ بات ہنسی دل لگی کی تھی مگر طلاق کا حکم یہی ہے کہ کسی طرح بھی طلاق کا صریح لفظ بیوی کو کہدیا جائے تو طلاق ہو جاتی ہے خواہ ہنسی دل لگی ہی میں کہا جائے۔ عیسیٰ بن موسیٰ نے رات بڑی بے چینی اور رنج وغم میں گذاری۔ صبح کو خلیفۂ وقت ابو جعفر منصور کے پاس حاضر ہوئے اور اپنا قصہ سُنایا اور اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔ منصور نے شہر کے فقہاء اہل فتویٰ کو جمع کر کے سوال کیا، سب نے ایک ہی جواب دیا کہ طلاق ہو گئی کیونکہ چاند سے زیادہ حسین ہونے کا کسی انسان کے لئے امکان ہی نہیں، مگر ایک عالم جو امام ابو حنیفہؒ کے شاگردوں میں سے تھے خاموش بیٹھے رہے۔ منصور نے پوچھا کہ آپ کیوں خاموش ہیں؟ تب یہ بولے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر سورۃ تین تلاوت کی اور فرمایا کہ امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کا

احسن تقویم میں ہونا بیان فرما دیا ہے، کوئی شے اس سے حسین نہیں۔ یہ سن کر سب علماء فقہاء حیرت میں رہ گئے، کوئی مخالفت نہیں کی اور منصور نے حکم دے دیا کہ طلاق نہیں ہوئی (معارف القرآن جلد ہشتم صفحہ ۷۷۵)

حکایت نمبر ۴۸: حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ کا واقعہ اَنْ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی مطلب

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ کا ایک واقعہ میں نے مولوی محمود احمد صاحبؒ سے جو میرے خُسر ہوتے تھے، سُنا۔ جب وہ دارالعلوم (دیوبند) میں پڑھتے تھے تو اُن کا قیام مفتی صاحب کی مسجد میں تھا جو چھوٹی مسجد کہلاتی ہے وہ مسجد کے حجرہ میں رہا کرتے تھے۔ اُن کا بیان ہے کہ مفتی صاحبؒ دوپہر کا کھانا کھا کر اپنے حُجرہ میں آکر قیلولہ کیا کرتے تھے۔ ظہر سے پہلے میں نے دیکھا کہ وہ لیٹتے ہیں تو گھٹنے پیٹ میں دے کر سُکڑ (راٹھول) کر لیتے ہیں۔ کبھی پیر پھیلا کر سوتے ہوئے میں نے نہیں دیکھا۔ میں سمجھا کہ یہ اتفاقی ہوگا۔ لیکن دیکھا کہ معمول ہی ہے روزانہ اسی طرح سونے کا۔ تو ایک دن میں نے جرأت کر کے عرض کیا کہ حضرت آپ پیر پھیلا کر کبھی نہیں سوتے؟ فرمایا کہ بھائی پیر پھیلا کر سونے کی جگہ قبر ہے۔ یہ دنیا نہیں ہے۔ اس سے اندازہ کیا جائے کہ ہر وقت اُن کے قلوب میں آخرت کس طرح سجائی ہوئی تھی جو در حقیقت اسی قلب کے ذکر کی برکت تھی اور اُسی کا اثر یہ تھا...... حضرت مفتی صاحبؒ ہی کا واقعہ ہے کہ ایک دن عشاء کے بعد لیٹے اور لیٹ کر یہ خیال آیا کہ قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے کہ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی. کہ انسان کو وہی چیز ملے گی جو اس کی سعی اور اُس کا عمل اور اس کی جدوجہد ہے اُنہیں کے ثمرات ملیں گے اور اِدھر احادیث میں ہے کہ ایصال ثواب کیا جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کا عمل دوسرے کے کام آتا ہے اور آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو کچھ نہیں ملے گا۔ بجز اس کے سعی کے۔ تو بظاہر آیت اور روایت میں تعارض معلوم ہوتا ہے فرماتے تھے کہ میں نے کتابیں دیکھیں اور کچھ علماء سے رجوع کیا مگر تشفی نہیں ہوگی۔ ایک دن مکان میں سونے کے لئے لیٹے تو غلبہ کے ساتھ یہ خیال جم گیا کہ میرے قلب کے اندر آیت اور روایت کا تعارض ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ آیت پر میرا پورا ایمان ہے نہ حدیث پر، اگر اس حالت میں موت آگئی اور ایک آیت اور ایک روایت کے بارے میں شک لیکر گیا تو میرا انجام کیا ہوگا (اور کیا اس خاتمہ کو حُسنِ خاتمہ کہا جا سکے گا؟ پیش لفظ فتاویٰ دیوبند ج اص ۳۴) اس جذبہ کا آنا تھا کہ چارپائی سے اُٹھ کر روانہ ہو گئے یہاں تک کہ گھر والوں کو بھی اطلاع نہیں کی۔ سیدھے گنگوہ کا راستہ اختیار کیا کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ سے اس مسئلہ کو حل کروں گا۔ پیدل چلنے کے عادی نہیں تھے لیکن بائیس ۲۲ کوس کا راستہ رات ہی رات میں طے کیا، صبح کی نماز کے لئے حضرت گنگوہیؒ وضو فرما رہے تھے۔ انہوں نے پہنچ کر سلام عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا کون؟

کہا عزیز الرحمٰن۔ فرمایا کب آئے؟ کہا ابھی پہنچا ہوں۔ فرمایا رات بھر سفر کیا؟ کہا حضرت رات بھر سفر کیا۔ فرمایا ایسی کیا ضرورت پیش آئی کہ ساری رات پیدل سفر کیا؟ مفتی صاحب نے کہا کہ حضرت! قصہ یہ پیش آیا کہ میرے دل میں اس آیت اور اس روایت میں تعارض ہے اور وہ حل نہیں ہوا تو میرے ذہن میں یہ خطرہ گذرا کہ اس حالت میں اگر موت آگئی کہ ایک قرآنی آیت اور ایک حدیث کے بارے میں میرے قلب کے اندر ایک قسم کا ریب اور شک ہے تو میرے ایمان کا کیا حال ہوگا؟...... کھڑے کھڑے حضرتؒ نے دو۲ جملے فرمائے کہ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلاَّ مَا سَعٰی میں جو سعی ہے اس سے سعی ایمانی مراد ہے کہ ایک کا ایمان دوسرے کے کام نہیں آئے گا مومن بن جائے اور، اور) نجات اِسے دی جائے، اس میں عمل کا ذکر نہیں ہے یہ سعی ایمانی ہے جو سعی قلبی ہے اور حدیث میں جو حکم ہے وہ بدن کا عمل ہے نفل پڑھکر، خیرات کرو، تلاوت کرو، ثواب پہنچا دو، تو وہاں سعی ایمانی مراد ہے اور یہاں سعی عمل مراد ہے۔ دونوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

عبارتِ دیگر: حضرتؒ نے وضو کرتے ہوئے برجستہ فرمایا کہ آیت میں سعی ایمانی مراد ہے جو آخرت میں غیر کے کار آمد نہیں ہوسکتی کہ ایمان تو کسی کا ہو اور نجات کسی کو ہو جائے اور حدیث میں سعی عملی مراد ہے جو ایک کی دوسرے کے کام آسکتی ہے اسلئے کوئی تعارض نہیں۔'' فرمایا کہ ایک دم میری آنکھ سی کھل گئی جیسے کوئی پردہ آنکھ کے سامنے اُٹھ گیا ہو اور علم کا ایک عظیم دروازہ کھل گیا۔ پیش لفظ فتاویٰ مذکور ص ۳۴)

عبارت دیگر: حضرت گنگوہیؒ نے ارشاد فرمایا، یہاں سعی سے مراد سعی ایمانی ہے، یعنی کسی کا ایمان کسی کے کام نہیں آئے گا۔ باقی ایصالِ ثواب ایک دوسرے کے ضرور کام آئیں گے الخ۔ تذکرہ مشائخ دیوبند ص ۴۰۲) حضرت مفتی صاحب یہ کہتے تھے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پردہ ہٹ گیا اور علم کا دروازہ میرے لئے کھل گیا۔ تو اس پر میں نے عرض کیا کہ ایک چھوٹی سی بات تھی لیکن کتنا شدید اہتمام کیا کہ رات بھر پیدل چلے اور کمزوری کی حالت میں سفر کر کے یہ مسئلہ حل کیا۔ آخرت ہر وقت پیش نظر تھی تب ہی تو اہتمام فرمایا۔ اور یہ ناممکن ہے کہ جب تک ذکر اللہ قلب کے اندر جاگزیں نہ ہو اور یہ کیفیت پیدا ہو۔ ورنہ علماء اور طلباء کو سینکڑوں شبہات پیش آتے ہیں اور وہ ایسا اہتمام نہیں کرتے۔ مگر اُن کے یہاں یہ نہیں تھا بلکہ جب بھی کسی قسم کا شُبہ ہوتا فوراً اکابرین کی خدمت میں حاضر ہو کر حل کرتے۔ (مجالس حکیم الاسلام۔ حضرت قاری محمد طیب مہتمم دیوبند ص ۸۱ تا ۸۳)

اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ مِنْ قولٍ بلا عملٍ (قصیدہ بُردہ)

حکایت نمبر ۴۹: نصیحت کب موثر ہوتی ہے! ایک بزرگ کا واقعہ

ایک بزرگ کا واقعہ لکھا ہے کہ ایک صاحب اُن کے پاس اپنے ایک لڑکے کو لیکر آئے۔ کہنے لگے ''حضرت! یہ گُڑ بہت کھاتا ہے۔ ہزار سمجھایا مگر ایک بات بھی اس نے مان کر نہ دی۔ میں پریشان

ہوں کہ اسے اس عمل سے کس طرح روکوں، مجھے اندیشہ ہے کہ اس کثرت سے اگر یہ گڑ کھاتا رہے تو جگر خراب ہو جائے گا۔ آپ دعا فرمائیے اور کچھ زبان مبارک سے نصیحت بھی فرما دیجیے۔'' بزرگ نے جواب دیا آپ کل تشریف لائیے۔ وہ آئے تو اُنہوں نے لڑکے کو نصیحت فرمائی اور دُعا بھی کی۔ جب لڑکے کے والد جانے لگے تو پوچھا۔ حضرت یہ نصیحت اور دعا کل بھی آپ فرما سکتے تھے آج آپ نے کیوں بُلایا؟...... بزرگ نے فرمایا۔ بھئی کل تک (میں بھی) بہت گڑ کھایا کرتا تھا۔ اس حالت میں اسے گڑ ترک کرنے کی نصیحت کیوں کرتا۔ آج میں نے گڑ کھانا کم کر دیا۔ تو پھر اسے نصیحت کی، تاکہ یہ نصیحت موثر ہو اور میں پوری قوت کے ساتھ بات کہہ سکوں۔ (روح کی بیماریاں اور انکا علاج۔ از حضرت حکیم اختر صاحب مدظلہ ص ۲۷۹)

﴿حکایت نمبر ۵۰: ایک بھوکا عابد جو نصرانی کے دروازے پر روٹی مانگنے گیا﴾

ایک عابد کسی پہاڑ پر مقیم تھا اور اُس کے پاس روزانہ رزق پہنچتا تھا اُس جگہ سے جس کا اسکو وہم و گمان بھی نہیں تھا۔ روٹی آتی تھی جس سے اپنی بھوک کو روک (تھام) لیتا تھا اور اُس کے کھانے سے اسکی قوت بنی ہوئی تھی۔ ایک روز اُسکے پاس وہ روٹی نہ آئی۔ تو اُس رات بھوکا رہا۔ جب صبح ہوئی اسکی بھوک بڑھی اور پہاڑ کے نیچے ایک گاؤں آباد تھا جس کے رہنے والے نصرانی لوگ تھے۔ عابد پہاڑ سے اُترا تاکہ وہ اس گاؤں والوں سے روزی طلب کرے۔ ایک مکان کے دروازے پر پہنچ کر روٹی مانگی تاکہ اس کے ذریعہ بھوک کو روکے۔ مکان والے نے اس کو تین روٹیاں دیں اس نے وہ روٹیاں لے لیں اور پہاڑ کی طرف چل دیا۔

گھر والے کا ایک کتا تھا جو عابد کے پیچھے لگ گیا اور بھونکنے لگا۔ اِس پر عابد نے اُس کتے کی طرف ایک روٹی ڈالی اور چل دیا۔ کتے نے یہ روٹی کھالی اور پھر عابد کے پیچھے لگ گیا اور بھونکنے لگا۔ قریب تھا کہ عابد کو کاٹ (اُچیچي) لے۔ تو عابد نے اسکی طرف دوسری روٹی ڈالی۔ کتا روٹی میں لگ گیا اور عابد پہاڑ کے درمیان تک چلا۔ کتے نے دوسری روٹی کھالی اور عابد کے نشانِ قدم (د خپو نخو) کے پیچھے پڑ گیا۔ اس پر عابد نے کتے کی طرف تیسری روٹی ڈال دی۔ کتے نے روٹی کھائی اور پھر عابد کے پیچھے پڑ گیا اور بھونکنے لگا۔ عابد کتے کی طرف متوجہ (رامخ کړو) ہوا اور کہا کہ ارے بے شرم میں نے تیرے مالک کے گھر سے تین روٹیاں لی تھیں۔ میں نے تینوں روٹیاں تجھکو کھلا دیں۔ پس تُو اب مجھ سے کیا چاہتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے کتے کو گویا بنایا۔ کتے نے کہا کہ بے شرم تو تُو (بے شرم خو ته یې) ہے۔ سمجھ لے (و اوره) کہ میں اس نصرانی کے یہاں چند سال سے رہتا ہوں اور اکثر دو ۲ دو ۲ تین تین دن بلا کسی چیز کے کھائے بھوکا رہتا ہوں لیکن کسی دوسرے دروازے پر نہیں جاتا۔ اور تیری روزی صرف ایک دن رُکی تو تُو نے صبر نہیں کیا اور خدا کے دروازہ کی بجائے نصرانی کے

دروازے کی طرف متوجہ ہوا اور اُس سے روزی مانگتا ہے۔ پس تُو مجھے بتا کہ میں بے حیا ہوں یا تُو؟ اس پر عابد شرما گیا اور اپنے کئے پر نادم ہوا (توبہ کی) اور پھر کبھی ایسا نہیں کیا (تحفۃ الیمن مع ترجمہ اردو وشرح ۶۴ تا ۶۶)

حکایت نمبر ۵۱: بہلول مجذوب قبرستان میں قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا تھا

سقطیؒ نے بیان کیا ہے کہ میں قبرستان میں گیا تو دیکھا کہ بہلولؒ مجذوب اپنے دونوں پیروں کو ایک کھدی (کـنلي شوي) ہوئی قبر میں لٹکائے ہوئے بیٹھے ہیں اور مٹی سے کھیل رہے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ تم اس جگہ کیا کر رہے ہو؟۔

انہوں نے جواب دیا کہ میں ایسے لوگوں کے پاس بیٹھا ہوں جو اپنے ہمسایوں کو تکلیف نہیں دیتے۔ اور اگر میں ان سے غائب ہو جاتا ہوں تو وہ میری غیبت نہیں کرتے (اور زندوں میں یہ دونوں باتیں ہوتی ہیں۔ عارف) پھر میں نے ان سے کہا۔ آپ بھوکے ہیں؟ (اَجَائِعٌ انتَ؟) انہوں نے کہا نہیں (لا و اللّٰہ) خدا کی قسم۔ میں نے ان سے کہا اِنَّ الْخُبْزَ قَدْ غَلا۔ کہ روٹی مہنگی ہوگئی ہے۔ بہلول نے کہا مجھے اسکی پرواہ نہیں ہے۔ ہمارے ذمہ ہے کہ ہم خداوند تعالیٰ کی عبادت کیا کریں جس طرح کہ اُس نے ہم کو حکم دیا ہے۔ اور اللہ کے ذمہ ہے کہ وہ ہم کو روزی دے جیسا کہ اُس نے ہم سے وعدہ کیا ہے۔ (فقال لا اُبالي. عَلَيْنَا اَن نَعْبُدَهُ كما اَمَرَنا وَ عَلَيْهِ اَن يَرْزُقَنا كما وَ عَدَنا (تحفۃ الیمن ص

حکایت نمبر ۵۲: ملک الموت کے متعدد قاصد ہیں

قرطبی بیان کرتے ہیں کہ بعض انبیاء علیہم السلام نے ملک الموت سے کہا کہ آپکا کوئی قاصد نہیں ہے کہ اپنے سے پیشتر آپ اسکو بھیج دیں تا کہ لوگ ڈریں۔ ملک الموت نے جواب دیا کہ ہاں میرے بہت سے قاصد ہیں۔ بیماریاں۔ بالوں کا سفید ہونا۔ بڑھاپا۔ سماعت و بصارت میں تغیر آ جانا۔ جس شخص پر یہ چیزیں نازل ہوئی ہیں اور اس کے باوجود وہ نصیحت قبول نہیں کرتا، گناہوں سے توبہ نہیں کرتا تو قبض روح کے وقت میں اُس سے کہتا ہوں کہ کیا میں نے تیرے پاس یکے بعد دیگرے قاصد نہیں بھیجے تھے اب تو میں وہ قاصد ہوں کہ میرے بعد کوئی اور قاصد نہیں'' ...... ہر صبح ایک فرشتہ ندا کرتا ہے اے چالیس سال والے یہ وقت توشہ (د تـوښـے جـمـع کـولـو دے) لینے کا ہے کہ تیرے اعضاء قوی ہیں اور ذہن حاضر ہے۔ اے پچاس سال والے۔ عمر کی کھیتی کٹنے (زر دے چـه د عـمـر فـصـل بـه دِ اُریبـلـے شـي) کا زمانہ قریب آ پہنچا ہے۔ اے ساٹھ والے تُو نے سزا کو بھلا دیا، اللہ کے روبرو جواب دینے سے تُو غافل ہو گیا لہذا تیرا کوئی ناصر و مددگار نہیں ہوگا۔ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ الاية

(موت کا جھٹکا ۴۲)

حکایت نمبر ۵۳: یحیٰی بن اکثمؒ کی پیشی خدا کے سامنے بوڑھے کی عزت

یحیٰی بن اکثمؒ ایک محدث ہیں جب اُن کا انتقال ہوا تو ایک شخص نے ان کو خواب میں دیکھا۔ اُن سے پوچھا کیا گذری۔ فرمانے لگے کہ میری پیشی ہوئی۔ مجھ سے (خدا تعالیٰ نے) فرمایا او گنہگار بوڑھے! تُو نے فلاں کام کیا، فلاں کیا، میرے گناہ گنوائے گئے اور کہا گیا کہ تُو نے ایسے ایسے کام کیئے۔ میں نے عرض کیا یا اللہ مجھے آپ کی طرف سے یہ حدیث نہیں پہنچی؟ فرمایا اور کیا حدیث پہنچی؟ (میں نے) عرض کیا مجھ سے عبدالرزاق نے کہا اُن سے مَعْمَرؒ نے کہا اُن سے زُہریؒ نے کہا، ان سے عُروہؓ نے کہا اُن سے حضرت عائشہؓ نے کہا اُن سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اُن سے حضرت جبرئیل نے عرض کیا، اُن سے آپ نے فرمایا کہ جو شخص اسلام میں بوڑھا ہو، اور میں اسکو (اسکے اعمال کی وجہ سے) عذاب دینے کا ارادہ بھی کروں، لیکن اُس کے بڑھاپے سے شرما کر معاف کر دیتا ہوں۔'' اور یہ آپکو معلوم ہے کہ میں بوڑھا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ عبدالرزاق نے سچ کہا اور مَعمر نے بھی سچ کہا، زہری نے بھی سچ کہا۔ عُروہ نے بھی سچ نقل کیا، عائشہ نے بھی سچ کہا اور نبیؐ نے بھی سچ کہا اور جبرئیل نے بھی سچ کہا اور میں نے بھی سچی بات کہی۔ یحیٰیؒ کہتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے جنت میں داخلہ کا ارشاد فرمایا (فضائل ذکر ص۱۰۶)

داڑھی کی اہمیت

داڑھی منڈوں کا حشر۔ شیر کی داڑھی ہوگی

خواجہ (عزیز الحسن مجذوب) صاحبؒ فرماتے ہیں کہ قیامت میں اپنی داڑھی اللہ میاں کو دکھا کر یہ شعر پڑھوں گا۔

تیرے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں　　حقیقت اس کو تو کر دے، میں صورت لے کے آیا ہوں

(فیضانِ محبت تقریر حضرت حکیم اختر صاحب مدظلہٗ)

اور جو داڑھی منڈا رہے ہیں وہ داڑھی مُنڈے اٹھائے جائیں گے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کریں گے کہ اے اللہ کے نبیؐ! میری شفاعت کیجیے، میری سفارش کیجیے۔ تو اللہ کے نبی نے اگر یہ سوال کر لیا کہ میری شکل میں تجھکو اے ظالم کیا خرابی نظر آئی تھی کہ تُو نے میری جیسی شکل نہیں بنائی، عیسائیوں، یہودیوں کی سی شکل بنائی...... سکھوں سے بھی تُو نے سبق نہیں لیا کہ اپنے گرونانک کی محبت میں انہوں نے داڑھیاں رکھیں حالانکہ وہ باطل پر تھے، کافر تھے، نجات نہیں پائیں گے...... دوستو شرعی داڑھی رکھنے میں حُسن و جمال بھی ہے آپ نے دنیا میں کسی شیر کو دیکھا ہے جسکی داڑھی نہ ہو؟ چڑیا خانوں (چڑیا گھروں) میں جا کر دیکھئے شیرنی کی داڑھی نہیں ہوگی...... آپ لوگ کیا بننا چاہتے ہیں؟ شیر

بننا چاہتے ہیں یا شیر کی بی بی؟ ماشاء اللہ ہر طرف سے آواز آرہی ہے کہ شیر بننا چاہتے ہیں۔ مومن اللہ کے شیر ہیں یعنی اللہ کی فرماں برداری میں وہ کسی کی پرواہ نہیں کرتے نہ معاشرہ کی، نہ زمانہ کی نہ شیطان کی، نہ اپنے نفس کی (")

حکایت نمبر ۵۴: ستر ہزار مرتبہ لا الہٰ الاّ اللہ پڑھنے کی برکت

شیخ ابو یزید قرطبیؒ فرماتے ہیں میں نے یہ سُنا کہ جو شخص ستر ہزار مرتبہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـه پڑھے اسکو دوزخ کی آگ سے نجات ملے گی۔ میں نے یہ خبر سن کر ایک نصاب یعنی ستر ہزار کی تعداد اپنی بیوی کے لئے بھی پڑھا اور کئی نصاب خود اپنے لئے پڑھ کر ذخیرہ آخرت بنایا۔ ہمارے پاس ایک نوجوان رہتا تھا جسکے متعلق یہ مشہور تھا کہ یہ صاحبِ کشف ہے۔ جنت دوزخ کا بھی اسکو کشف ہوتا ہے۔ مجھے اسکی صحت میں کچھ تردّد تھا۔ ایک مرتبہ وہ نوجوان ہمارے ساتھ کھانے میں شریک تھا کہ دفعتہً اُس نے ایک چیخ ماری اور سانس پھُولنے لگا اور کہا کہ میری ماں دوزخ میں جل رہی ہے اُسکی حالت مجھے نظر آئی۔ قُرطبی کہتے ہیں کہ میں اسکی گھبراہٹ دیکھ رہا تھا مجھے خیال آیا کہ ایک نصاب سے اسکی ماں کو بخش دوں جس سے اسکی سچائی کا بھی مجھے تجربہ ہو جائے گا۔ چنانچہ میں نے ایک نصاب ستر ہزار کا اُن نصابوں میں سے جو اپنے لئے پڑھے تھے اُسکی ماں کو بخش دیا۔ میں نے اپنے دل میں چپکے ہی سے بخشا تھا اور میرے اس پڑھنے کی خبر بھی اللہ کے سوا کسی کو نہ تھی مگر وہ نوجوان فوراً کہنے لگا کہ چچا! میری ماں دوزخ کے عذاب سے ہٹا دی گئی...... قُرطبی کہتے ہیں کہ مجھے اِس قصہ سے دو فائدے ہوئے ایک تو اس برکت کا جو ستر ہزار کی مقدار پر میں نے سُنی تھی اسکا تجربہ ہوا، دوسرے اس نوجوان کی سچائی کا یقین ہو گیا (فضائل ذکر)

(مولانا حکیم اختر صاحب نے بحوالہ مرقاۃ یہ واقعہ نقل کیا ہے لیکن اُس میں بجائے قرطبی کے شیخ ابن عربی ہیں روح کی بیماریاں ص:۶۲) (نوٹ: روزانہ ۵ سو مرتبہ پڑھا جائے تو ۵ ماہ میں ۷۵ ہزار بنتا ہے)۔

حکایت نمبر ۵۵: بایزید بسطامیؒ کو ماں کی دعا

کسی نے حضرت بایزید بُسطامیؒ سے پوچھا کہ یہ مرتبہ آپکو کس طرح حاصل ہوا؟ تو فرمایا کہ میں سات سال کی عمر میں تھا اور مسجد میں استاد سے قرآن شریف پڑھنے جایا کرتا تھا، جب اس آیت پر پہنچا وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ط تو اُستاد سے اس کا مطلب پوچھا۔ فرمایا، حکم الٰہی یہ ہے کہ جس طرح میرے حکم بجا لاتے ہو، والدین کی خدمت بھی بجا لاؤ۔ استاد سے یہ سُنکر بستہ بند کر کے گھر آیا، ماں کے قدموں پر (گود میں) سر رکھدیا اور عرض کیا اماں جان! میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے۔ تو آپ اللہ سے میرے لئے دعا کریں کہ میں کما حقہٗ آپکی خدمت بجا لاؤں۔ میں نے جب والدہ سے یہ درخواست کی تو انہوں نے رحم کھا کر دو رکعت نفل ادا کرنے کے بعد میرا ہاتھ پکڑ کر قبلہ رُخ ہو کر خدا تعالیٰ کو سونپا۔ یہ

دولت مجھے وہاں سے نصیب ہوئی جس کا سبب والدہ کی دعا تھی۔

دوسرے یہ کہ ایک مرتبہ سردی کے موسم میں آدھی رات کو میری والدہ نے پانی مانگا۔ میں کوزہ (کوزہ ۃ کرئ) بھر کر ہاتھ پر رکھ کر حاضر ہوا۔لیکن والدہ سوچکی تھیں۔ میں نے جگانا پسند نہ کیا۔ چنانچہ رات کے آخری حصہ میں وہ بیدار ہوئیں تو مجھے کوزہ لئے کھڑا دیکھا۔ جب مجھ سے والدہ نے کوزہ لیا تو سردی کے مارے میرا ہاتھ کوزہ سے چپکا (انحنتے) ہوا تھا۔کوزے کے ساتھ ہی میرا چمڑا اکھڑ گیا۔ ماں نے ترس کھا کر میرا سر بغل میں لیا اور چھاتی سے لگا کر بوسہ دیا اور کہا میرے چاند میری خاطر بڑی تکلیف اُٹھائی۔'' یہ کہکر میرے حق میں دعا کی کہ اللہ تعالیٰ تجھے بخشے۔(اور مجھ پر رحم کرے) میری ماں کی دعا قبول ہوئی اور یہ سب دولت مجھے اُسی دعا کی بدولت نصیب ہوئی (قبولیت دُعا اور اسکے طریقے (از مولانا محمد ادریس انصاری ص ۴۶ تا ۴۸)

حکایت نمبر۵۲: نہ مرد است آنکہ دنیا دوست دارد خواجہ عبیداللہؒ اور مولانا جامیؒ کا واقعہ

غرضکہ اہل اللہ میں ایسے بھی ہوئے ہیں جنھوں نے دنیا کے ساز و سامان کے ساتھ دین میں ترقی حاصل کی ہے۔حضرت خواجہ عبیداللہ احرار بھی ایسے ہی بزرگ ہیں جن کے یہاں بہت کچھ ساز و سامان تھا مگر اہل طریق اُن کے کمال سے واقف تھے اور اپنے زمانہ میں وہ مشہور بزرگ تھے چنانچہ مولانا جامی بھی شہرت سُنکر آپ کے پاس حاضر ہوئے تھے مگر مولانا جامی کے مذاق پر فقر کا غلبہ تھا وہ اہل باطن کیلئے باطنی فقر کے ساتھ ظاہری فقر کو بھی ضروری سمجھتے تھے۔خواجہ صاحب کا ساز و سامان اور شان و شوکت دیکھ کر مکدر ہوئے اور جوش میں یہ کہہ دیا۔

نہ مرد است آنکہ دنیا دوست دارد

اور خفا ہو کر مسجد میں چلے گئے۔حق تعالیٰ کو انکی دستگیری مطلوب تھی اسلئے مسجد میں جو سوئے تو خواب دیکھا کہ میدانِ قیامت قائم ہے اور ایک شخص مولانا جامی کے سر ہو رہا ہے کہ تمہارے ذمہ میرے چند پیسے ہیں ادا کرو، ورنہ نیکیاں دو۔ یہ بڑے پریشان ہوئے، پھر دیکھا کہ خواجہ عبیداللہ احرار کی سواری آرہی ہے، وہ انکے پاس پہنچ کر رُک گئے اور اُس شخص سے فرمایا کہ فقیر کے سر کیوں ہو رہا ہے یہ میرا مہمان ہے۔اُس نے اپنے حق کا ذکر کیا، فرمایا ہم نے جو خزانے یہاں جمع کر رکھے ہیں اُن میں سے اپنا حق لیلو۔مولانا جامی یہ خواب دیکھ کر بیدار ہوئے تو نمازِ ظہر کا وقت تھا اور خواجہ صاحب مسجد میں داخل ہو رہے تھے۔اُس وقت اُن کو معلوم ہوا کہ یہ شخص دنیا دار نہیں بلکہ مقبولِ بارگاہ ہے۔دوڑ کر خواجہ صاحب کے قدموں میں گر پڑے اور خطرہ کی معافی مانگی اور خدمتیں قبول کرنے کی درخواست کی، خواجہ صاحب نے تسلی کی کہ اچھا جو چاہو گے ہو جائے گا مگر ذرا اپنا وہ مصرع تو پھر سُنا دو۔مولانا نے عرض کیا کہ وہ تو میری حماقت تھی، فرمایا ایک بار تم نے اپنی خوشی سے پڑھا تھا اب ہمارے کہنے سے پڑھ دو۔انہوں نے حسب

ارشاد سُنایا۔ ؎

نہ مرد است آنکہ دنیا دوست دارد

خواجہ صاحب نے فرمایا صحیح مضمون ہے مگر محتاجِ اتمام ہے اسلئے اسمیں یہ اور مِلا دو کہ ؎

اگر دارد برائے دوست دارد

(وعظ اکبر الاعمال از حضرت تھانویؒ ص ۲۰) نعم المال الصالح للرجل الصالح ؎

بنسه ده بنه ده دا دنیا چه تو بنه ده د عُقبي

﴿حکایت نمبر ۵۷: درخت کاٹنے والے عابد کا قصہ﴾

احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جو ہر وقت عبادت میں مشغول رہتا تھا، ایک جماعت اسکے پاس آئی اور کہا کہ یہاں ایک قوم ہے جو ایک درخت کو پُوجتی ہے۔ یہ سُن کر اسکو غصہ آیا اور کلہاڑا کندھے پر رکھ کر اسکو کاٹنے کیلئے چل دیا۔ راستہ میں شیطان ایک بوڑھے آدمی کی صورت میں ملا۔ عابد سے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ اُس نے کہا فلاں درخت کاٹنے جاتا ہوں۔ شیطان نے کہا تمہیں درخت سے کیا واسطہ تم اپنی عبادت میں مشغول رہو، تم نے اپنی عبادت کو ایک مہمل کام کے واسطے چھوڑ دیا۔ عابد نے کہا یہ بھی عبادت ہے۔ شیطان نے کہا میں نہیں کاٹنے دوں گا۔ دونوں میں مقابلہ ہوا، وہ عابد اسکے سینے پر چڑھ گیا۔ شیطان نے اپنے کو عاجز دیکھ کر خوشامد کی اور کہا اچھا ایک بات سُن لے۔ عابد نے اسکو چھوڑ دیا۔ شیطان نے کہا کہ اللہ نے تجھ پر اسکو فرض تو کیا نہیں تیرا اس سے کوئی نقصان نہیں، تُو اسکی پرستش نہیں کرتا، اللہ کے بہت سے نبی ہیں اگر وہ چاہتا تو کسی نبی کے ذریعہ سے اسکو کٹوا دیتا۔ عابد نے کہا میں ضرور کاٹوں گا۔ پھر مقابلہ ہوا، وہ عابد پھر اس کے سینے پر چڑھ گیا۔ شیطان نے کہا اچھا سُن ایک فیصلہ والی بات تیرے نفع کی کہوں، اُس نے کہا کہہ (کیا بات ہے) شیطان نے کہا تُو غریب ہے دنیا پر بوجھ بنا ہوا ہے، تُو اِس کام سے باز آ، میں تجھے روزانہ تین دینار (اشرفیاں) دیا کروں گا جو روزانہ تیرے سرہانے رکھے ہوئے ملا کریں گی۔ تیری بھی ضرورتیں پوری ہو جائیں گی، اپنے اعزہ پر بھی احسان کر سکے گا فقیروں کی مدد کر سکے گا اور بہت سے ثواب کے کام کر سکے گا۔ اس میں ایک ہی ثواب ہو گا اور وہ بھی بیکار کہ وہ لوگ پھر دوسرا (درخت) لگالیں گے۔ عابد کی سمجھ میں آ گیا قبول کر لیا۔ دو دن تو وہ (دینار) ملے تیسرے دن ندارد (موجود نہ تھے) عابد کو غصہ آیا اور کلہاڑی لیکر پھر چلا۔ راستہ میں وہ بوڑھا ملا پوچھا کہاں جا رہا ہے۔ عابد نے بتایا کہ اُسی درخت کو کاٹنے جا رہا ہوں۔ بوڑھے نے کہا تُو اُس کو نہیں کاٹ سکتا۔ دونوں میں جھگڑا ہوا۔ وہ بوڑھا غالب آ گیا اور عابد کے سینہ پر چڑھ گیا۔ عابد کو بڑا تعجب ہوا۔ اُس سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ تُو اس مرتبہ غالب ہو گیا؟ اُس بوڑھے نے کہا کہ پہلی مرتبہ تیرا غصہ خالص اللہ کے واسطے تھا اسلیئے اللہ جل شانہ نے مجھے مغلوب کر دیا تھا۔ اِس مرتبہ اسمیں دیناروں کا دخل

تھا اسلئے ٹو مغلوب ہوا..... حق یہ ہے کہ جو کام خالص اللہ کے واسطے کیا جاتا ہے اسمیں بڑی قوت ہوتی ہے۔ (فضائل ذکر ص ۳۸)۔

ګوره څه بلند مقام دے د اخلاص
چه جهان واړه غلام دے د اخلاص

حکایت نمبر ۵۸: ایک عالم اپنی قبر سے غائب ہوکر یورپ منتقل ہوا استحسانِ کفر بھی کفر ہے

بعض دفعہ قلبی کیفیت اور زبانی تحکم سلبِ ایمان کا سبب ہو جاتا ہے، اور وہ اس وقت بھی اپنے آپکو مسلمان ہی خیال کرتا ہے حالانکہ وہ عند اللہ مومن نہیں ہوتا۔ چنانچہ میں ایک عجیب وغریب اور حیرت انگیز واقعہ سناتا ہوں جس کو میں نے خود اپنے حضرت والاؒ (حکیم الامت تھانویؒ) سے سُنا تھا، فرماتے تھے کہ شیخ دَھان جو مکہ معظّمہ میں ایک بڑے عالم تھے انہوں نے بیان کیا کہ مکہ معظمہ میں ایک مسلمان عالم کا انتقال ہوا، اُنکو دفن کر دیا گیا، کچھ تھوڑے عرصے بعد ایک اور شخص کا انتقال ہوا، اس کے وارثوں نے یہ چاہا کہ اسکو بھی اُسی عالم کی قبر میں دفن کر دیا جائے، چنانچہ اُن کے حسبِ خواہش جب اُس عالم کی قبر کھودی گئی تو دیکھا کہ اُس عالم کی لاش کی بجائے ایک حسین وجمیل لڑکی کی لاش رکھی ہوئی ہے۔ دیکھنے سے وہ لڑکی یورپین معلوم ہوتی تھی، سب کو حیرت ہوئی کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ اتفاق سے اُسی مجمع میں ایک ایسا شخص بھی تھا جس نے لڑکی کی صورت دیکھ کر کہا کہ میں اسکو پہچانتا ہوں یہ لڑکی فرانس کی رہنے والی ہے، ایک عیسائی کی بیٹی ہے، یہ مجھ سے اردو پڑھتی تھی اور در پردہ مسلمان ہوگئی تھی اور اِسکو میں نے دینیات کے رسائل بھی پڑھائے تھے۔ لوگوں نے کہا کہ اس کے یہاں منتقل ہونے کی وجہ تو معلوم ہوگئی کہ وہ مسلمان اور نیک تھی، مگر اُس عالم کی لاش کہاں گئی؟ اس پر لوگوں نے اس شخص سے کہا کہ جب تم حج سے فارغ ہوکر یورپ جاؤ تو اس لڑکی کی قبر کھود کر دیکھنا کہ اسمیں اس مسلمان عالم کی لاش ہے یا نہیں؟ (کہیں میچول ٹرانسفر تو نہیں ہوا) اور ایک صورت شناس کو بھی ساتھ کر دیا۔ چنانچہ اس شخص نے یورپ واپس آکر اُسکے والدین سے لڑکی کا حال بیان کیا۔ اس واقعہ کو سن کر ان کو بڑی حیرت ہوئی، بالآخر یہ رائے ہوئی کہ اس لڑکی کی قبر کھودی جائے، چنانچہ قبر کھودی گئی تو واقعی اسکے تابوت میں اس کی لاش نہ تھی بلکہ اسکے بجائے وہی مسلمان عالم رکھے ہوئے نظر آئے، جب اس واقعہ کی اطلاع مکہ معظّمہ پہنچی تو اُن لوگوں کو فکر ہوئی کہ اس شخص کی لاش مکہ معظّمہ سے کفرستان کس سبب سے منتقل ہوئی؟ سب نے کہا کہ اسکی بیوی سے پوچھنا چاہئے کہ اسکا ایسا کونسا کردار تھا جسکی بنا پر اسکے ساتھ یہ معاملہ کیا گیا کیونکہ اسکے صحیح حالات کا اندازہ بیوی سے ہی ہوسکے گا، چنانچہ لوگ اسکے مکان پر پہنچے اور دریافت کیا کہ کیا تیرے شوہر میں اسلام کے خلاف کوئی بات تھی؟ اُس نے کہا کہ وہ تو بڑے نمازی اور قرآن پاک کی تلاوت کرنے والے اور تہجد گزار تھے۔ لوگوں نے اُس سے کہا کہ ذرا سوچ کر بتلاؤ کیونکہ اس کی لاش مکہ معظّمہ میں دفن

کرنے کے بعد فرانس (کفرستان) پہنچ گئی ہے، کوئی بات اسلام کے خلاف ضرور تھی جو اسکی لاش کو کفرستان لے گئی ہے۔ اس پر اسکی بیوی نے کہا کہ اور تو مجھکو کچھ معلوم نہیں، البتہ اتنا معلوم ہے کہ جب وہ مجھ سے فراغت کے بعد غسل کا ارادہ کرتے تو یوں کہا کرتے تھے کہ نصاریٰ کے مذہب میں یہ بات بڑی اچھی ہے کہ اُن کے یہاں غسلِ جنابت فرض نہیں۔'' لوگوں نے کہا بس یہی بات ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسکی لاش کو اُسی قوم (نصاریٰ) کی جگہ پھینک دیا جنکے طریقہ کو وہ پسند کرتا تھا۔ دیکھا آپ نے کہ یہ شخص اگرچہ ظاہر میں نیک اور پورا مسلمان معلوم ہوتا تھا مگر تفتیش کے بعد معلوم ہوا کہ اسمیں ایک بات کفر کی بھی تھی کہ وہ کفار کے ایک طریقہ کو اسلامی حکم پر ترجیح دیتا تھا اور چونکہ استحسانِ کفر (کفر کو اچھا سمجھنا) کفر ہے اسلئے وہ شخص پہلے ہی سے مسلمان نہ تھا۔ اور یہ ضروری نہیں کہ ہر جگہ لاش منتقل ہو جایا کرے۔ اللہ تعالیٰ کبھی ایسا بھی کر کے دکھا دیتے ہیں تا کہ لوگ اس سے عبرت پکڑیں (وعظ ذکر الٰہی۔ ص ۵۸ تا ۶۰۔ از مسیح الامت مولانا مسیح اللہ خان صاحب شیروانیؒ خلیفہ مجاز حکیم الامت حضرت تھانویؒ)

حکایت نمبر ۵۹: بلی کا بچہ لحاف میں سُلانے پر مغفرت

ایک بزرگ جاڑے کی رات میں چلے جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک بلی کے بچہ کو دیکھا کہ سردی کی وجہ سے ٹھٹھر رہا ہے (رَیپیرِی) اُنکو اس پر رحم آیا اور گود میں اُٹھا کر گھر لے آئے اور لحاف میں چھپا لیا۔ جب اُن بزرگ کا انتقال ہو گیا تو اُن سے سوال ہوا کہ بتلاؤ ہمارے واسطے کیا لائے ہو؟ انہوں نے سوچا کہ اعمال تو میرے کسی قابل نہیں ہیں کہ ان کو پیش کروں لیکن الحمد اللہ مجھے ایمان کی دولت حاصل ہے اسمیں ریا (دکھاوا) وغیرہ بھی کچھ نہیں ہو سکتا، ایمان کو پیش کرنا چاہئے۔ اس لئے عرض کیا کہ ''میں توحید لایا ہوں۔'' اِس پر ارشاد ہوا: اَتَذْكُرُ لَيْلَةَ اللَّبن کیا دودھ والی رات بھی یاد ہے؟ تم نے ایک دن دودھ پینے کے بعد پیٹ میں درد ہو جانے پر کہا تھا کہ ''دودھ نے پیٹ میں درد کر دیا۔''

(پیو رالہ خیتہ کنبسے درد کرو) کیا یہی توحید ہے؟ کہ درد کے فعل کو دودھ کی طرف منسوب کیا، ہم کو چھوڑ کر دودھ کو مؤثر قرار دیا حالانکہ مؤثر حقیقی تو ہم ہیں۔

اب تو بیچارے تھرا اُٹھے، ارشاد ہوا تم نے اپنے دعوے کی حیثیت تو دیکھ لی، اب ہم تم کو ایسے عمل پر بخشتے ہیں جسکے متعلق تم کو یہ وہم بھی نہ تھا کہ یہ موجبِ نجات ہو جائے گا۔ تم نے ایک رات کو ایک بلی کے بچہ پر جو سردی میں ٹھٹھر رہا تھا رحم کھا کر اپنے لحاف میں سُلایا تھا، تم نے ہماری مخلوق پر رحم کیا ہم اسکے زیادہ مستحق ہیں کہ تم پر رحم کریں۔ جاؤ ہم نے تم کو بخش دیا۔ مستحبات میں یہ عنایات و برکات ہوتے ہیں۔ احادیث میں ایسے بہت سے واقعات آئے ہیں کہ جن کی ادنیٰ ادنیٰ فعل پر مغفرت ہو گئی۔ (۱۱ ص ۲۲)

حکایت نمبر ۶۰: فاحشہ عورت کی مغفرت پیاسے کتے پر رحم

چنانچہ ایک فاحشہ عورت کا واقعہ حدیث میں آتا ہے کہ اُس نے دوپہر کے وقت ایک کتے کو دیکھا جو پیاس کے مارے زمین کی تری چاٹ رہا تھا، اس کو رحم آیا پاس ہی ایک کنواں تھا مگر اس پر ڈول رسی نہ تھے کہ اس سے نکال کر پانی پلاتے اُس نے دوپٹہ کو رسی بنایا اور چمڑے کے موزہ کو ڈول بنایا، اسی طرح پانی نکال کر کتے کو پلایا، کچھ دنوں بعد اس کا انتقال ہوگیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس فاحشہ کی مغفرت اسی پر ہوگئی، واقعی سچ ہے کہ ۔

رحمتِ حق بہا نمی جوید　　　رحمتِ حق بہانہ می جوید

("ذکر الٰہی ص ۲۳)

حکایت نمبر ۶۱: حضرت تھانویؒ کے ساتھیوں کی دستار بندی

مجھے حضرت تھانویؒ کا فرمایا ہوا واقعہ یاد آ گیا۔ حضرتؒ فرماتے تھے کہ جس سال ہم نے دارالعلوم (دیوبند) میں تعلیم پائی، دورہ میں کُل چودہ ۱۴ لڑکے تھے، مگر تھے سارے مثالی۔ جب ہم دورہ سے فارغ ہوئے تو مدرسین نے فیصلہ کیا کہ دستار بندی کا جلسہ منعقد کیا جائے۔ جس سے ہمیں فکر ہوئی، کیونکہ ہمارے اندر نہ کوئی قابلیت ہے نہ لیاقت، اور بر سر عام ہماری دستار بندی کی جائے گی تو کہیں ہم اساتذہ کے بدنام کنندہ نہ ہو جائیں۔ ہم اس قابل ہی نہیں کہ ہمیں پگڑی دی جائے لہٰذا اس جلسے کو روکنا چاہئے۔

زمانہ خیر کا تھا، تواضع اور کسرِ نفسی بھری ہوئی تھی۔ حضرت فرماتے تھے کہ سب نے مجھے وکیل بنایا۔ چنانچہ میں مسجد کی چھت میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت! سننے میں آ رہا ہے کہ دستار بندی کا جلسہ ہوگا اور ہمیں پگڑی باندھی جائے گی۔ اگر یہ امر ہے تو ہم تعمیل کریں گے، لیکن اگر ہمیں کچھ کہنے سننے کی گنجائش ہے تو ہم نالائق اس قابل نہیں کہ ہمیں پگڑی باندھی جائے۔ ہمیں ڈر ہے کہ اس سے ہم اساتذہ کی بدنامی کا باعث نہ بن جائیں۔ اسلئے جلسہ کو روک دیا جائے۔ تو حضرت فرماتے تھے کہ حضرت مولانا محمد یعقوبؒ میں جوشِ رحمت پیدا ہوا اور پہلا جملہ تو یہ فرمایا کہ یہ تمہاری سعادت مندی ہے کہ جو تم ایسا سمجھتے ہو۔ بات دراصل یہ ہے کہ جب تک آدمی اپنے بڑوں کے ساتھ رہتا ہے تو یہ سمجھتا ہے کہ میں نالائق ہوں، اور تمہیں (یہی) سمجھنا چاہئے۔ پھر فرمایا کہ ہم جو کر رہے ہیں وہ مَا فِي بَيْنَنَا وَ بَيْنَ اللهِ مطمئن ہو کر کر رہے ہیں، ہمیں تمہاری استعداد پر اعتماد ہے۔ حق تعالیٰ کی طرف سے ہمیں شرح صدر دیا گیا ہے۔ اس لئے ہم نہ صرف پگڑی باندھیں گے بلکہ یہ بھی اعلان کریں گے کہ جس فن میں جس کا جی چاہے ان سے مناظرہ کر لے۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ میں کانپ گیا کہ آئے نمازیں بخشوانے، روزے بھی گلے پڑ گئے۔ اس کے بعد مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور جملہ فرمایا کہ تمہاری سعادت مندی ہے کہ اپنے کو نالائق سمجھتے ہو۔ باقی عام طور سے دنیا گدھوں سے بھری ہوئی ہے جہاں جاؤ گے تم ہی تم ہو گے۔'' اور واقعی پھر ہم نے دیکھا کہ جہاں بھی گئے ہم ہی ہم نظر آئے، کسی دوسرے کی دال گلتی نہ دیکھی۔ یہ صرف ان بزرگوں کے قول کا اثر ہے اور اس حقیقت کا جو اُن کے ذریعے سے ہمارے قلوب میں پہنچی۔

اس لئے میں کہتا ہوں کہ جن کو دستار دی جائے اُن میں یہ جذبہ ہونا چاہئے کہ یہ بزرگوں کی طرف سے ایک عطیہ اور تبرک ہے، مگر ہم اس قابل نہیں کہ اس عطیئے کو اپنے پاس رکھ سکیں۔ شائد اسکی برکت سے حق تعالیٰ ہمارے دل میں کوئی پاکیزگی عطا فرما دے۔ اسلئے کہ بعض دفعہ جب صورت اچھی ہوتی ہے تو حقیقت بھی اچھی آجاتی ہے۔ جب اچھی ہیئت بنے گی تو امید ہے کہ اللہ کی طرف سے حقیقت بھی اچھی بن جائے۔

یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلامیہ نے ظاہری شکل، روپ وضع قطع اور تہذیب پر توجہ دلائی ہے۔ چنانچہ ظاہری وضع جیسی اختیار کرو گے باطن بھی ویسا بن جائے گا (وعظ اخلاص فی الدین ص ۱۴۱ تا ۱۴۳ از حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند۔

حکایت نمبر ۶۲: حضرت بریرہؓ اور مُغیثؓ کا واقعہ

تو جہاں تک احکامِ دین کا تعلق ہے رسولؐ تبلیغ فرما دیں تو تامل بھی جائز نہیں چہ جائیکہ قبول نہ کرے لیکن اگر رسولؐ یہ فرمائے کہ میری ذاتی رائے یہ ہے تو اگر آدمی نہ مانے تو اُس پر کوئی الزام و ملامت نہیں۔ حدث میں واقعہ بیان ہوا ہے حضرت بریرہؓ کا یہ باندی تھیں حضرت عائشہؓ کی، ان کا نکاح کر دیا گیا حضرت مغیثؓ سے یہ بھی صحابی ہیں۔ تو بریرہؓ خوبصورت تھیں اور حضرت مغیثؓ بدصورت۔ حضرت مغیث تو سو جان سے عاشق تھے بریرہ کے اور بریرہؓ کو نفرت تھی (خوبں ئے نمہ وو)۔ اس دوران میں یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت عائشہؓ نے بریرہؓ کو آزاد کر دیا۔ اور مسئلہ شرعی یہ ہے کہ باندی اور منکوحہ اگر آزاد ہو جائے تو نکاح کا باقی رکھنا نہ رکھنا اسکے اختیار میں ہو جاتا ہے، اگر وہ چاہے کہ فلاں شخص غلام ہے تو جائز ہے کہ نکاح فسخ کر دے۔ اب حضرت مغیث پریشان، وہ تو سو ۱۰۰ جان سے عاشق اور بریرہ کی طبیعت کو مناسبت نہیں اور بات آگئی حضرت بریرہ کے ہاتھ۔ تو لکھا ہے کہ حضرت مغیثؓ مدینہ کی گلیوں میں پھر رہے ہیں، رو رہے ہیں، آنسو ڈاڑھی پر گر رہے ہیں اور ہر ایک کے پاس جاتے ہیں کہ تم سفارش کرو کہ نکاح کر بریرہ منسوخ نہ کرے۔ آخر میں پہنچے نبی کریمؐ کی خدمت میں اور کہا یا رسول اللہ

آپ فرمائیں بریرہ کو کہ وہ نکاح نہ توڑے۔ حضورؐ تشریف لائے اور بریرہ سے فرمایا کہ اے بریرہ نکاح کو منسوخ مت کرو، مغیث کا بُرا حال ہے اُسے محبت اور تعلق ہے، مگر بریرہ تھی بہت دانشمند، فرمایا کہ اے اللہ کے رسول! یہ حکمِ شرعی ہے یا حضورؐ کی ذاتی رائے ہے؟ فرمایا نہیں مشورہ ہے حکم شرعی نہیں، فرمایا میں تو نہیں مانتی۔ تو فرمایا تجھے ماننے نہ ماننے کا حق ہے۔ اس سے اندازہ ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی ذاتی رائے سے بھی اختلاف کا حق ہے یعنی کوئی ملامت اسمیں نہیں، نہ انبیاء کا، نہ شریعت کا۔ یہ الگ چیز ہے کہ ادب کی وجہ سے ہم حضورؐ کی منشاء کو بھی سو ۱۰۰ حکموں سے زیادہ سمجھیں گے (دین اور شعائر دین کا احترام وعظ حکیم الاسلام ص ۱۸)

حکایت نمبر ۶۳: امام غزالیؒ کی وجہ سے مدرسہ نظامیہ بند نہیں ہوا

دقائع میں لکھا ہوا ہے کہ سلجوقی کے عہد میں مدرسہ نظامیہ (بغداد) بنایا گیا شیخ تقی الدین (دقیق السعید) ابن رفیق السعید اس مدرسہ کے صدر مدرس تھے۔ بعد عرصہ مدید کے معلوم ہوا کہ پڑھنے والوں کی نیتیں فاسد ہیں، تو ارادہ کیا کہ مدرسہ کو ختم کر دوں مگر خیال آیا کہ ایک دفعہ دیکھ تو لوں کہ واقعی سب کی نیتیں فاسد ہیں یا نہیں۔ چنانچہ ایک رات نظام الملک (طوسی) خود آیا اور ایک ایک طالب علم سے سوال کرتا رہا کہ تم کس لئے پڑھ رہے ہو؟ کوئی جواب دیتا کہ میرا والد بادشاہ کا قاضی ہے میں اسلئے پڑھ رہا ہوں کہ میں بھی قاضی بن جاؤں، کوئی کہتا کہ میرا والد بہت معروف اور مشہور عالم ہے، اطراف میں اسکی شہرت کا ڈنکا بج چکا ہے تو میں اس لئے پڑھ رہا ہوں کہ میری بھی شہرت ہو جائے **وغیر ذالك**..... نظام الملک نے تمام طلباء کو دیکھا کہ سب کی نیتیں فاسد ہیں تو تہیہ کر لیا کہ مدرسہ کو بند کر دیا جائے۔ میرے لاکھوں روپے ضائع ہو رہے ہیں، صحیح نیت سے کوئی نہیں پڑھتا کہ ثواب حاصل ہو جائے، اس فیصلہ پر پہنچ چکا تھا کہ اسکی نظر ایک طالب علم پر پڑی جو مطالعہ میں مستغرق تھا۔ نظام الملک اس کے پاس گیا مگر اس طالب علم نے کتاب سے ایک لمحہ کیلئے نگاہ نہ اُٹھائی۔ پوچھا ''تم تو بڑے مستغنی ہو۔'' کہا میرا مقصد کتاب کا مطالعہ کرنا ہے چہروں کا مطالعہ کرنا نہیں۔'' نظام الملک نے پوچھا (کہا) تمہارا ایک دومنٹ کیلئے حرج تو ہوگا لیکن یہ بتاؤ آپ کا اس پڑھنے سے مقصد کیا ہے؟ تو اُس نے جواب دیا ''میں نے اپنے ماں باپ سے سُنا ہے ہمارا ایک خدا ہے جس نے ہمیں زندگی عطا کی ہے۔ تو وہ ایک محسن ہے اور اسکے حقوق مجھے معلوم نہیں تو میں محسن کے حقوق جاننے کیلئے تعلیم حاصل کر رہا ہوں۔'' نظام الملک نے کہا میرا تو ارادہ اس مدرسہ کے توڑنے اور بند کرنے کا تھا لیکن جب تک تم اسمیں پڑھتے رہو گے تمہاری وجہ سے مدرسہ جاری رہے گا۔ یہ طالب علم امام غزالیؒ تھے چنانچہ نظام الملک نے اس مدرسہ کو باقی رکھا۔ معلوم ہوا ہے اصلی مقصد علم سے حقوق کی ادائیگی ہے (اسلام میں تعلیم کی اہمیت ص ۱۰ از حکیم الاسلام)

﴿حکایت نمبر ۶۴: بدائع والصنائع کی وجہ تصنیف﴾

فقہ کی کتاب بدائع والصنائع کی وجہ تصنیف یہ ہوئی تھی کہ ایک بہت بڑے محدّث کی لڑکی بڑی عالم اور محدّث تھی اور اسکے ساتھ بہت حسین اور خوبصورت تھی۔ بہت بڑے بڑے علماء کے پیغام نکاح کے آئے اور ایسے ہی سلاطین وغیرہ سے بھی۔ مگر تمام سے اس لڑکی کا علم زیادہ تھا۔ اسلئے پیغام قبول نہیں ہوتا تھا۔ اُس لڑکی نے یہ شرط مقرر کی کہ تمام علماء فقہہ میں کتابیں تصنیف کریں جسکی کتاب مجھے پسند ہوگی میں اُس سے نکاح کرلوں گی۔ اس پر ہزاروں کتابوں کی تصنیف ہوئی۔ تو اُسے بدائع والصنائع پسند آئی اور اُسی کے مصنف سے اُس نے نکاح کیا۔[1] (تعلیم کی اہمیت ص ۱۱)

﴿حکایت نمبر ۶۵: حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ نے ٹیلیفون پر جن کو بھگا دیا﴾

ایک بار ایک عمر رسیدہ مشہور عالم مفتی نے حضرت والا (مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی) سے بذریعہ ٹیلیفون درخواست کی کہ میری نواسی پر آسیب کا دورہ پڑا ہوا ہے، آپ تشریف لائیں، مجھے معلوم ہے کہ آپ ایسے کاموں کیلئے کبھی تشریف نہیں لیجائیں گے مگر میں نے اس توقع پر یہ جرأت کی ہے کہ آپ میری رعایت فرمائیں گے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ آپ ٹیلیفون کا رسیور اُس صاحبزادی کو دیں، انہوں نے پکڑا دیا، حضرت نے آسیب سے فرمایا "کیا بات ہے؟" بس اتنی سی بات ہی سنکر وہ چیخ چیخ کر چلّانے لگا۔ "سلیمان علیہ السلام کی قسم میں جا رہا ہوں، یہ جملہ اُس نے کئی بار دُہرایا، اور چلّاتا ہوا بھاگ گیا۔

حضرت والا نے فرمایا اگر یہ ذرا سکون سے میری بات سنتا تو میں اسکو دو کبیرہ گناہوں سے توبہ کی تلقین کرتا، ایک کسی کو ایذاء پہنچانا اور دوسرا غیر اللہ کی قسم کھانا، مگر اس نے تو کوئی بات سُنی ہی نہیں چلاتا ہوا بھاگ گیا (انوار الرشید ص ۲۰۵)

﴿حکایت نمبر ۶۶: میری پشت پر حضرت مفتی صاحب کا ہاتھ ہے﴾

ایران میں حضرت والا کے ایک شاگرد و مُرید عالم سے کچھ لوگوں نے درخواست کی کہ اُن کی ایک خاتون پر آسیب ہے اسلئے آپ ہمارے مکان میں تشریف لائیں انہوں نے عذر کیا کہ میں آسیب کا علاج نہیں جانتا، مگر وہ اصرار کر کے لے گئے۔ انہوں نے جا کر آسیب سے اپنی بلوچی زبان میں کہا کہ تجھے معلوم نہیں کہ میری پشت پر حضرت مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم کا ہاتھ ہے، یہ سنتے ہی

---

[1] بہت سے فتاویٰ اسکی بیوی کے دستخطوں سے شائع ہوا کرتے تھے۔

آسیب نے غضبناک ہوکر اہل خانہ سے کہا کہ مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ میرے پاس ایسا آدمی آرہا ہے جسکی پشت پر حضرت مفتی صاحب کا ہاتھ ہے، یہ کہکر آسیب چلا گیا ("ص ۲۰۴)

حکایت نمبر ۶۷: حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے متعلق دو بشارتیں

سید مسعود الحسن شاہ صاحب آف حویلی لکھا کا بیان ہے کہ حضرت مولانا محمد صاحب مکی مدظلہ نے فرمایا مجھے (کسی) کام کے لئے چھٹی چاہئے تھی۔ حضرت امام کعبہ کی خدمت میں اگلے دن کی چھٹی کیلئے حاضر ہوا۔ انہوں نے پہنچتے ہی پوچھا بھائی یہ پاکستان کے حق نواز کون ہیں؟ میں نے کہا آپ ان کا کیسے پوچھتے ہیں؟ تو فرمایا:

رات میں نے خواب میں سرور کائنات کو دیکھا کہ آنحضورؐ تشریف لا رہے ہیں۔ آپؐ کے دائیں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور بائیں طرف حضرت عمرؓ آرہے ہیں اور درمیان میں پیچھے پیچھے ایک چھوٹے سے قد کے ایک آدمی چلے آرہے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ ابوبکرؓ ہیں اور یہ عمر فاروقؓ، انہیں تو میں جانتا ہوں...... یہ کون ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' یہ میرا بیٹا حق نواز ہے جو میرے صحابہؓ کی عزت پر قربان ہو گیا (امیر عزیمت ص ۳۱۷)

(۲) از صوفی امتیاز احمد صاحب سرگودھا

حضرت مولانا (حق نواز) کی شہادت کے بعد میرے ذہن پر بڑا فکر سوار تھا۔ میں جماعت کا امیر تھا اور ہماری تشکیل ہوئی، اور رائیونڈ سے مقرر مقام پر پہنچے۔ وہاں ایک مرتبہ رات کا پچھلا پہر تھا۔ میں کیا دیکھتا ہوں ایک بہت خوبصورت سفید محل ہے۔ میں اس تک سائیکل سے پہنچا۔ سائیکل ایک طرف کھڑا کر کے اندر گیا۔ دیکھتا ہوں کہ حضرت مولانا حق نواز صاحب ایک خوبصورت مسہری پر ایک سبز و نیلے رنگ کی جھالروں والے گاؤتکیہ پر (یہ رنگ بھی صاف گہرے نہیں ہلکے رنگ ہیں) دائیں بازو پر ٹیک لگائے ہوئے اور بایاں ہاتھ ران پر رکھے تشریف فرما ہیں...... آپ کے سر سینے اور گھٹنے سے خون بہہ رہا ہے آپ نے مجھے پہچان لیا، فوراً پوچھا امتیاز کیا حال ہے میں نے کہا الحمد اللہ اچھا ہے آپ فرمائیں کیا حال احوال ہیں...... ہم نے تو سنا تھا آپ کے سر اور سینے میں گولی لگی ہے یہ آپ کے گھٹنے پہ کیسے زخم آ گیا؟ فرمایا جب گولی لگی تو میں گر پڑا۔ اس سے میرا گھٹنہ بھی زخمی ہو گیا تھا۔

پھر فرمایا یہ محل میری امی عائشہ صدیقہؓ کی طرف سے مجھے ملا ہے اور میرا ایک اور اس سے بھی خوبصورت محل ہے جو مجھے سیدی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف سے عطیہ ہوا ہے، اگر تم دیکھنا چاہو تو دکھا دوں۔ میں نے کہا میری اس سے بڑھکر کیا سعادت ہوگی کہ اماں عائشہؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو دیکھ لوں...... وہ میری انگلی پکڑ کر حضرت صدیق اکبرؓ والا محل دکھانے چلے ہی تھے کہ میری آنکھ کھل گئی۔ واللہ اعلم (امیر عزیمت ص ۳۱۷، ۳۱۸)

حکایت نمبر ۶۸: دارالعلوم دیوبند کا سنگ بنیاد رکھنے والے اولیاء کا زمانہ

اس ادارہ (دارالعلوم دیوبند) کی عمارت کی سب سے پہلی اینٹ حضرت مولانا اصغر حسین صاحب دارالعلوم کے جلیل القدر اُستاد کے نانا میاں جی مُنے شاہ نے رکھی اُن کا نام محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ میاں جی صاحب مرحوم کے بارے میں حضرت مولانا محمد قاسمؒ نے فرمایا کہ میں آج پہلی اینٹ ایک ایسے شخص سے رکھواؤں گا کہ جسے کبھی عمر بھر صغیرہ کے درجہ میں بھی گناہ کا تصور نہیں ہوا۔ استغراق اور ربودگی کی یہ کیفیت طاری تھی کہ اپنی اولاد تک کو نہ پہچانتے تھے، اُن کے داماد تھے اللہ بندہ نام تھا جب انکی خدمت میں آتے تو پوچھتے کون؟ تو جواب دیتے اللہ بندہ'' پھر پوچھتے کون؟ تو جواب دیتے آپ کا داماد ہوں۔ دس منٹ بعد پھر وہی استغراق۔

یہ کیفیت استغراق کی جاری رہتی، نہایت ہی پاک طینت بزرگ تھے۔ جب انتقال ہوا اور غسل کیلئے تختے پر لٹائے گئے تو چشم دید واقعہ مولانا محمد یسٰین صاحب نے سنایا جو میرے فارسی کے استاد تھے اور آپ کے پاکستان کے مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے والد ماجد تھے۔ انہوں نے خود سنایا کہ تختے پر لٹاتے ہی میاں صاحب ایک دم کِھل کِھلا کر ہنسنے لگے۔ شور مچ گیا، لوگ دوڑ پڑے۔ جب مجمع زیادہ ہوا تو ہنسنا بند ہوا۔ تو اس قماش کے لوگ تھے جنہوں نے دارالعلوم کی پہلی اینٹ رکھی۔ پھر حضرت گنگوہیؒ، حضرت نانوتویؒ، حضرت قاضی محمد اسماعیل صاحب منگلوریؒ اور دوسرے اکابر نے بعد میں اینٹ رکھی۔ ظاہر ہے کہ اینٹ رکھنے والے ایسے اولیاء اللہ اور روحانیت میں ڈوبے ہوئے ایسے لوگ ہوں تو اس مدرسہ کی بنیادیں کتنی مضبوط ہوں گی۔ آج بحمد اللہ اس پر سو برس کے قریب زمانہ گذر گیا ہے، ہزاروں مصائب آ آ کر ختم ہوئے اور وہ مدرسہ ترقی کرتا گیا، برابر بڑھتا جا رہا ہے اور آج تک اسی آب و تاب سے قائم ہے۔ یہ ایک رسمی بات ہے کہ فلاں شخص وہاں کا مہتمم ہے، عہدیدار ہے، یا مدرس ہے اور اسے ترقی دیتا ہے۔ یہ غلط ہے اور محض ایک تہمت ہے۔ ترقی دینے والی غیبی طاقت ہے۔ سب کچھ اللہ تبارک و تعالیٰ کرتا ہے (خطبات حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ، جلد ششم ص ۳۴۲، ۳۴۳)

میں نے حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانیؒ سے سُنا فرماتے تھے کہ دارالعلوم آدمیوں کو بناتا ہے آدمیوں نے دارالعلوم کو نہیں بنایا ('')

حکایت نمبر ۶۹: شاہ جہان بادشاہ کی باکمال بیویاں

شاہ جہان بادشاہ کے بارے میں منقول ہے کہ اُسکی تین بیویاں تھیں۔ ایک کا نام جہان بیگم۔ دوسری کا نام حیات بیگم اور تیسری کا نام فنا بیگم ایک دفعہ بادشاہ نے کہیں سفر پر جانے کا ارادہ کیا اور کسی ایک بیوی کو اپنے ساتھ لیجانا چاہتا تھا لیکن ہر ایک بیوی یہ خواہش اور فرمائش کرتی تھی کہ مجھے ساتھ

لیجائیں۔ اُس وقت فارسی شاعری عروج پر تھی بادشاہ خود بھی اچھا شعر دان تھا اور بادشاہ کی بیویاں بھی شعر گوئی کرتی تھیں، چنانچہ شاہ جہان نے اُن کے گلہ دور کرنے کے لئے تینوں سے کہا کہ میرے لئے تو تم سب برابر ہو اور اپنی طرف سے کسی ایک کو ترجیح نہیں دیتا لیکن تم میں سے ہر ایک کوئی ایسا شعر کہے جس میں اپنی اہمیت اور برتری بیان کرے جس کا شعر بہترین ہوگا اُسے اپنے ساتھ لیجاؤں گا...... چنانچہ سب سے پہلے جہان بیگم کھڑی ہوگی اور فی البدیہہ یہ شعر پڑھا۔

تو بادشاہِ جہانی، جہاں زِدست مدِہ　　　که بادشاہِ جہاں را جہاں بکار آید
ته شاه جهان ئې زه نامه لرم جهان خاونده　　　چه جهان نه وي ته به څنګه شې سلطان خاونده

اسکے بعد حیات بیگم کھڑی ہوئی اور اپنے بارے میں یہ شعر پڑھا۔

جہاں خوش است و لیکن حیات می باید۔　　　اگر حیات نبا شد جہاں چہ کار آید
زه یم حیات چه حیات نه وي نو جهان به څه کړې　　　ما خان سره بوزه په ماکړه اطمینان خاونده

اسکے بعد فنا بیگم کی باری آئی اور بظاہر اسکے لئے کوئی معقول وجہ ترجیح بھی نہ تھی کیونکہ اُس کا نام فنا تھا اور فنا سے ہر ایک ڈرتا اور احتراز کرتا ہے۔ لیکن وہ بھی بڑی باکمال تھی اور کمال ذہانت سے اپنی ترجیح اس شعر میں بیان کی۔

جہان و حیات ہمہ بے وفا ست　　　فنا را طلب کُن کہ آخر فنا ست
(زه یم فنا، ته ئې فنا، چه فنا هیره نه کړې　　　نه په حیات شته اعتبار نه په جهان خاونده

چونکہ اس شعر میں بڑی عبرت تھی اور دنیا کی نعمتوں اور آسائشوں میں منہمک نہ ہونے کی تلقین و ترغیب تھی، اسلئے شاہ جہان نے فنا بیگم کے شعر کو پسند کیا اور بہتر قرار دیا۔

اور فنا بیگم کو اپنے ساتھ لے گیا۔''

(یہ واقعہ مع فارسی اشعار جناب مولانا رحمت ہادی صاحب (گلبہار) مرحوم سے سنا تھا اور پشتو اشعار مولانا لطیف اللہ صاحب گاؤں اُرمڑ سے سنے تھے۔ احقر نے اپنے الفاظ میں اسے ترتیب دیا۔ تاریخی لحاظ سے جیسا بھی ہو لیکن بہرحال دلچسپی اور عبرت سے خالی نہیں۔ عارف

حکایت نمبر ۷۰: غلط مسئلہ بتلانے پر حضرت نانوتویؒ کی بے چینی

سُنا ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرٹھ میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے عشاء کے وقت ایک مسئلہ پوچھا۔ آپ نے اسکا جواب دے دیا۔ اُس کے جانے کے بعد ایک شاگرد نے عرض کیا کہ مجھے مسئلہ یوں یاد ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم ٹھیک کہتے ہو۔ اور پوچھنے والے کو تلاش کرنا شروع کیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اس وقت رات زیادہ ہوگئی ہے آپ آرام فرمایئے ہم لوگ صبح ہونے پر اسکو بتلا دیں گے۔ لیکن آپ نے قبول نہیں فرمایا، اور اسکے مکان پر تشریف لے گئے، گھر میں سے اسکو

بُلایا اور فرمایا کہ ہم نے اُس وقت مسئلہ غلط بتلایا تھا، تمہارے آنے کے بعد ایک شخص نے ہم کو صحیح مسئلہ بتلایا، اور وہ اس طرح ہے۔ جب یہ فرما چکے تب چین آیا اور واپس آ کر آرام فرمایا۔ تو اس بے چینی کا سبب کیا نِرا علم تھا؟ ہرگز نہیں یہ صرف اُس حال کا اثر تھا جو بزرگوں کی صحبت سے پیدا ہوا تھا (وعظ طریق النجاۃ۔ تسہیل المواعظ ص ۱۲۱)

حکایت نمبر ۷۱: حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا علمی تبحر

مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے خود سُنا۔ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں نے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی مسئلہ کے متعلق سوال کیا۔ اُس وقت حضرت مولانا چھتے کی مسجد کے چھپر والے حجرہ میں تھے اور کوئی خاص کیفیت طاری تھی۔ مولانا نے اس مسئلہ پر تقریر شروع کی۔ لیکن تقریر میں لفظ بھی غیر مانوس تھے یہ مستعمل الفاظ نہ تھے اور معانی بھی غیر مانوس جنکو میں قطعاً نہ سمجھ سکا۔ (یعنی نہ الفاظ اور نہ معانی۔ عارف) میں نے عرض کیا کہ کچھ نازل (آسان) تقریر فرمائیے میں قطعاً نہیں سمجھا۔ تو پھر دوبارہ تقریر فرمائی جو اُس سے کچھ نازل تھی، جس کے لفظ مانوس تھے مگر معانی قطعاً بلند اور غیر مانوس۔ جنکو میں نہ سمجھا (یعنی صرف الفاظ کو سمجھا) تیسری دفعہ میں نے کہا کہ میں نہیں سمجھا۔ پھر اُس سے اُتر کر اور تقریر فرمائی جو قریب الفہم آ گئی تھی مگر میں پھر بھی نہ سمجھا اور میں نے عرض کیا کہ میں نہیں سمجھا۔ تو فرمایا کہ مولانا پھر کسی وقت پوچھئے گا، چنانچہ مولانا محمد یعقوب صاحب اُٹھ کر چلے آئے (حکایات اولیاء (ارواح ثلثہ ص ۲۳۷)

حکایت نمبر ۷۲: امام احمد بن حنبلؒ کی شرط اور مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلویؒ کا تقویٰ

ارشاد فرمایا کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں دورۂ حدیث میں صرف اُس طالب علم کو داخلہ ملتا تھا جو تہجد گذار ہوتا تھا۔ حضرت شاہ اسحاق صاحب دہلویؒ کے یہاں مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی پڑھنے آئے، کھانا آیا تو صرف روٹی کھالی اور سالن واپس کر دیا۔ شاہ صاحب کو تشویش ہوئی، دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے؟ عرض کیا حضرت! عام طور پر دلی کے سالن میں کھٹائی پڑتی ہے اور یہاں آموں کی خرید وفروخت پھلوں کے آنے سے پہلے ہی ہو جاتی ہے جو بیع فاسد ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے خوشی میں فرمایا کہ الحمد اللہ ہمارے یہاں فرشتہ پڑھنے آیا ہے۔'' ایسے طالب علم ہوا کرتے تھے (مجالس ابرار ص ۸۵) نواب قطب الدین صاحب جو مظاہر حق (شرح مشکوٰۃ) کے مصنف ہیں انہوں نے اپنے استاد شاہ مولانا اسحاق صاحبؒ اور اپنے ساتھی مولانا مظفر حسین صاحب کی دعوت کی۔ شاہ صاحب نے قبول فرمالی اور مولانا مظفر حسین نے انکار کر دیا۔ شاہ صاحب سے اسکی شکایت کی گئی۔ آپ نے دریافت فرمایا تو عرض کیا کہ حضرت بات یہ ہے (کہ) نواب صاحب آجکل مقروض ہیں اور دعوت

میں تکلف کرتے، لہذا اتنی رقم انہیں ادائیگی قرض میں صرف کرنی چاہئے۔ شاہ صاحب نے بھی دعوت منسوخ کردی۔(") ملفوظ حضرت مولانا ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ

حکایت نمبر ۷۳: حضرت ابن عباسؓ اپنے استاد کا دروازہ نہیں کھٹکھٹاتے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ علوم قرآن حاصل کرنے کے لئے سید القرآء اُبی بن کعبؓ کے مکان پر حاضر ہوا کرتے تھے، ادب کی وجہ سے کبھی دروازہ نہیں کھٹکھٹاتے تھے۔ اُبی بن کعبؓ کے انتظار میں بیٹھے رہا کرتے، یہاں تک کہ وہ خود باہر تشریف لاتے۔ ایک بار اُبی بن کعبؓ نے کہا تم دروازہ کھٹکھٹا دیا کرو۔ اس پر عبداللہ بن عباسؓ نے یہ جواب دیا **اَلْعَالِمُ فِی قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِی اُمَّتِہٖ و قد قال اللّٰہ تعالیٰ فی حَقِّ نَبِیِّہٖ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃ والسلام. ولو اَنَّھم صَبَرُوْا حتی تَخرُجَ اِلَیھِمْ. لکانَ خیرًا لَّھُمْ.** یعنی عالم اپنی قوم میں بمنزلہ نبی کے ہے اپنی امت میں الخ علامہ آلوسی فرماتے ہیں جب سے میں نے یہ واقعہ دیکھا ہے اُسی وقت سے اساتذہ اور مشائخ کے ساتھ میرا یہی معمول ہے۔ والحمدللہ علی ذالک (روح المعانی ج ص ۱۳۹۔ سیرۃ المصطفیٰ ج ۳ ص ۷۵)

حکایت نمبر ۷۴: حضورؐ کی رضاعی بہن شیما کی گرفتاری اور باعزت رہائی

اسیرانِ حُنین میں حضورؐ کی رضاعی بہن حضرت شیماء بھی تھیں لوگوں نے جب اُنکو گرفتار کیا تو انہوں نے کہا میں تمہارے پیغمبر کی بہن ہوں۔ لوگ تصدیق کیلئے آپؐ کی خدمت میں لے آئے۔ شیما نے کہا اے محمد! میں تمہاری بہن ہوں اور علامت بتلائی کہ لڑکپن میں ایک مرتبہ تم نے دانت سے کاٹا تھا جس کا یہ نشان موجود ہے۔ آپؐ نے پہچان لیا اور مرحبا کہا اور بیٹھنے کیلئے چادر بچھادی اور فرط مسرت سے آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا اگر تم میرے پاس رہنا چاہو تو نہایت عزت و احترام کے ساتھ تم کو رکھوں گا اور اگر اپنے قبیلے میں جانا چاہو تو تم کو اختیار ہے۔ شیما نے کہا میں اپنی قوم میں جانا چاہتی ہوں اور مسلمان ہوگئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چلتے وقت ان کو کچھ اونٹ اور بکریاں اور تین غلام اور ایک باندی عطا فرمائی۔ (اصابہ ترجمہ شیما ج ۴ ص ۳۴۴ (سیرت المصطفیٰ ج ۳ ص ۶۵)

حکایت نمبر ۷۵: حضرات شیخینؓ کا امّ ایمنؓ کی زیارت کو جانا

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ایک روز حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ چلو اُمّ ایمنؓ کی زیارت کر آئیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُن کی زیارت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ہم تینوں وہاں گئے، اُمّ ایمنؓ ہمیں دیکھ کر رونے لگیں، اُن دونوں حضرات نے فرمایا دیکھو اُمّ ایمن! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کیلئے وہی بہتر ہے جو اللہ کے نزدیک آپؐ کے واسطے مقدر ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ تو میں بھی جانتی ہوں کہ آپؐ کے لئے وہی بہتر ہے جو اللہ کے نزدیک ہے لیکن میں اس پر روتی ہوں کہ آسمانی خبریں ہم سے منقطع ہوگئیں۔ (کذا فی الکنز ج ۳ ص ۴۸ ختم نبوت ص ۳۱۰)

حکایت نمبر ۷۶: ایک غموں کی ماری ہوئی عورت کا قصہ

ابوالحسن سراجؒ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حج کو گیا۔ میں طواف کر رہا تھا میری نگاہ ایک ایسی حسین عورت پر پڑی جس کے چہرہ کا حُسن چمک رہا تھا میں نے کہا واللہ ایسی حسین عورت میں نے آج تک نہیں دیکھی۔ یہ اس کے چہرہ کی ساری رونق اس وجہ سے ہے کہ اس کو کبھی کوئی رنج وغم نہیں پہنچا۔ اُس نے میری بات سُن لی۔ کہنے لگی تم نے یہ کیا کہا۔ واللہ میں غموں میں جکڑی ہوئی ہوں اور میرا دل فکروں سے اور آفتوں سے زخمی ہے اور کوئی بھی میرے غموں میں میرا شریک نہیں رہا۔ میں نے پوچھا کیا ہوا؟

کہنے لگی کہ میرے خاوند نے قربانی کی ایک بکری ذبح کی۔ میرے دو چھوٹے بچے کھیل رہے تھے اور ایک بچہ دودھ پیتا میری گود میں تھا۔ میں گوشت پکانے کیلئے اٹھی تو اُن دونوں لڑکوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا میں تجھے بتاؤں کہ ابا نے بکری کس طرح ذبح کی۔ اُس نے کہا بتا۔ تو اُس نے چھوٹے بھائی کو لٹا کر بکری کی طرح ذبح کر دیا۔ پھر وہ اُس کو ذبح کرکے ڈر کے مارے بھاگ گیا اور پہاڑ پر چڑھ گیا۔ وہاں ایک بھیڑیئے نے اُس کو کھا لیا۔ باپ اُس کی تلاش میں نکلا اور ڈھونڈتے ڈھونڈتے پیاس کی شدت سے مر گیا۔ میں دودھ پیتے بچے کو بٹھا کر دروازہ تک گئی کہ شاید خاوند کا کچھ پتہ کسی سے ملے۔ تو وہ بچہ گھسٹتا ہوا (یسه کسي کسي) ہانڈی کے پاس پہنچ گیا جو چولھے پر رکھی ہوئی جوش سے پک رہی تھی۔ اُس کو جو اُس نے ہلایا وہ پکتی پکتی اُس پر گر گئی جس سے اُس بچے کا سارے بدن کا گوشت جل کر ہڈیوں سے الگ ہو گیا۔ میری ایک بڑی لڑکی تھی جو اپنے خاوند کے گھر تھی اُس کو جب اس سارے قصہ کی خبر پہنچی تو وہ خبر سن کر زمین پر گر گئی۔ اسی میں اس کی بھی موت مقدر تھی وہ بھی مرگئی مقدر نے ان سب کے درمیان مجھے اکیلی کو چھوڑا۔ میں نے کہا ان مصیبتوں پر تجھے کس طرح صبر آیا؟ وہ کہنے لگی کہ جو شخص صبر اور بے صبری میں الگ الگ غور کرے گا وہ ان دونوں کے درمیان بہت دور کا فاصلہ پائے گا۔ صبر کا انجام محمود ہے اور بے صبری پر کوئی اجر نہیں ملتا (**انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب**) پھر اُس نے تین شعر پڑھے اور چل دی جن کا ترجمہ یہ ہے کہ میں نے صبر کیا اس لئے کہ صبر بہترین اعتماد کی چیز ہے اور اگر بے صبری سے مجھے کوئی فائدہ پہنچ سکتا تو کرتی۔ میں نے ایسی مصیبتوں پر صبر کیا کہ اگر وہ مصیبتیں سخت پہاڑوں پر پڑتیں تو وہ پہاڑ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے۔ میں نے اپنے آنسوؤں پر قدرت (قابو) پائی پس اُن کو نکلنے سے روک دیا۔ اب وہ آنسو اندر ہی اندر میرے دل پر گر رہے ہیں۔ (موت کا منظر ص ۵۶)

﴿حکایت نمبر ۷۷: فاروق اعظم کی خدا ترس بہو﴾

حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ایک بیوہ عورت تھی جو دودھ بیچا کرتی تھی اور یہی اسکا ذریعہ معاش تھا۔ اسکی ایک سیانی لڑکی تھی جسکی شادی کی فکر اسے دن رات پریشان رکھتی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے مدینے میں اعلان کروایا کہ کوئی شخص دودھ میں پانی نہ ملائے، ورنہ اُسے سزا دی جائے گی۔ اعلان کے دوسرے دن بعد بیوہ بڑھیا نے اپنی جوان بیٹی سے کہا کہ اونٹنی دوہ لے۔ بیٹی جب دودھ دوہ چکی تو بڑھیا نے کہا بیٹی اسمیں تھوڑا سا پانی ملادو۔ لڑکی نے جواب دیا ماں! آپ نے خلیفہ عمرؓ کا اعلان نہیں سُنا کہ جو دودھ میں پانی ملائے گا اُسے سزا ملے گی۔ بڑھیا نے کہا اسوقت جبکہ تُو دودھ میں پانی ملائے گی کیا خلیفہ یہاں موجود ہیں اور دیکھ رہے ہیں کہ تجھے سزا دیں گے؟ بیٹی نے جواب دیا ماں! عُمر کا خدا تو دیکھ رہا ہے۔'' ماں اور بیٹی کے درمیان یہ بات چیت ہو رہی تھی اور رات کے گشت کے دوران حضرت عمرؓ اس کے دروازے سے لگ کر یہ مکالمہ سن رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے مکان پر ایک نشان لگایا اور اپنے گھر واپس چلے گئے۔ صبح کے وقت فجر کی نماز کے بعد اپنے لاڈلے بیٹے جناب عاصم کو بلایا اور اُن سے کہا بیٹے! میں نے تیرے لئے دُلہن تلاش کر لی ہے، اپنی ماں کو میرے بتائے ہوئے نشان پر رشتہ طے کرنے کیلئے بھیج دو، اس سے بہتر دُلہن تجھے مدینے میں نہیں مل سکتی۔ جب خلیفہ کی اہلیہ رشتہ مانگنے دودھ فروش بیوہ کے گھر گئیں تو ماں اور بیٹی کو ایسا لگا جیسے وہ کوئی خواب دیکھ رہی ہوں۔ کچھ ہی دنوں بعد وہ لڑکی دلہن بن کر امیر المومنین عمرؓ بن خطاب کے گھر میں اُتری۔ یہ وہی لڑکی ہے جس کی نسل میں عمر بن عبدالعزیزؒ جیسا درویش صفت، خدا ترس، دیندار اور عظیم الشان خلیفہ پیدا ہوا (تفسیر سورۃ یٰسین از مولانا محمد متین ہاشمی ص ۲۳، ۲۴)

﴿حکایت نمبر ۷۸: حضرت عمرؓ کی تواضع اور انکساری اور اپنے کو ہیچ سمجھنا﴾

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے کسی پیچیدہ اور مشکل مقدمے کا بہت صاف اور واضع فیصلہ کیا۔ ایک شخص کھڑا ہوا (اور اُس نے کہا عُمر! تم تو بہت قابل اور لائق ہو کہ تم نے اتنے مشکل مقدمے کا اتنی آسانی سے فیصلہ کر دیا۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ آپ لوگ اس بیوقوف آدمی کو دیکھیں جو عُمر کی تعریف کر رہا ہے۔ ارے بھائی یہ عُمر تو وہی عمر ہے جو زمانہ جاہلیت میں مکہ کے محلّوں میں پھرا کرتا تھا اور محلے کی عورتوں سے کہتا تھا کہ اپنی بکریاں میرے حوالے کر دو، میں بہت کم مزدوری پر تمہاری بکریاں چرا دیا کروں گا۔ عورتیں جواب دیتیں، عمر! تم بہت بدمزاج آدمی ہو، چرانے کیلئے ہم اپنی بکریاں تمہیں نہیں دے سکتیں، ہم جانتی ہیں کہ اگر کسی وقت تمہیں غصہ آ گیا تو ہماری بکریوں کو ایسا مارو گے کہ بکریاں مرجائیں گی۔ (چیلئي بہ

رالہ پہ وبنلو وبنلو مرے کہے)۔ لوگو! یہ قسمت کے کھیل دیکھو کہ وہ عمر جو کل بکریاں چرانے کے قابل بھی نہیں سمجھا جاتا تھا آج دنیا کی مہذب قوموں اور ملتوں کو چرا رہا ہے۔لوگو! یہ کمال عمر کا نہیں ہے یہ کمال اُس کالی کملی والے آقا کا ہے جس کو قتل کرنے کے لئے عمر ننگی تلوار لیکر گیا تھا اور اُن کے دربار سے فاروق اعظم بن کر واپس آیا ("ص ۱۸، ۱۹)

حکایت نمبر ۷۹: دارالعلوم دیوبند کا صاحبِ نسبت دربان

دارالعلوم (دیوبند) پر ایک وقت وہ بھی گذرا ہے کہ مہتمم سے لیکر دربان تک سب ہی اہل نسبت تھے، حاجی عبداللہ صاحبؒ دربان تھے، نوشت وخواند (لکھنا پڑھنا) کچھ نہ تھی لیکن صاحب نسبت بزرگ تھے۔صبح صادق جو دارالعلوم میں گھنٹہ (تہلئی) بجتا ہے۔اسکے بجانے کا کام انہی کے سپرد تھا۔پہلی ضرب لگاتے تو زبان پر سبحان اللہ ہوتا، دوسری پر الحمدللہ، اور تیسری پر اللہ اکبر کے ایک نعرہ کے ساتھ پھر یہ شعر زبان پر عجیب کیفیت سے لاتے۔

یہ چمن یونہی رہے گا اور ہزاروں بُلبلیں
اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اُڑ جائیں گی

یہ منظر کچھ ایسا ہوتا کہ جو سُنتا بے اختیار اُس پر بُکاء طاری ہو جاتا۔

(حکیم الاسلام) حضرت مولانا قاری محمد طیب صابؒ۔خطبات ج ۹ ص ۲۱۹)

حکایت نمبر ۸۰: باللّیل رُھبان وبالنھار فُرسان

مسلمانوں اور رومیوں میں جنگ ہے۔صحابہؓ فوج کے سپاہی ہیں۔کفار کا سپہ سالار اِن مسلمان سپاہیوں کی حالت دیکھنے کے لئے اسلامی کیمپ میں جاسوس بھیجتا ہے وہ یہاں آ کر اور مسلمانوں کو دیکھ کر واپس جاتے ہیں تو سرتا پا اثر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔وہ جا کر رومی سپہ سالار کو بتاتے ہیں کہ مسلمان کیسے سپاہی ہیں هُمْ بِاللَّيْلِ رُهْبَانٌ وَ بِالنَّهَارِ فُرْسَانٌ.

وہ راتوں کے راہب ہیں اور دن کے شاہسوار ہیں۔'' یہی اسلام کی اصلی زندگی ہے۔

(خطبات مدراس ص ۱۹۷۔ازسید سلیمان ندویؒ۔سلوک سلیمانی ص ۱۱۰)

حکایت نمبر ۸۱: ایک مُلحِد کا سورۃ ملک کی آیت پر اِستھزاء کا انجام

تفسیر جلالین دو بزرگوں نے لکھی ہے۔پندرہ پارے جلال الدین سیوطیؒ نے اور پندرہ پارے جلال الدین محلیؒ نے۔جناب محلیؒ نے سورۃ مُلک کی آخری آیت کی تفسیر میں ایک فلسفی سائنس دان کا واقعہ نقل کیا ہے۔جب اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ کون پانی لائے گا تو اُس فلسفی نے کہا کہ ہم کہتے ہیں ہمارا

کُدال پانی لائے گا، یہ بیلچہ پانی لائے گا، ہم ان کی مدد سے زمین کھود کر پانی حاصل کرلیں گے۔ تو مولانا جلال الدین محلیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُس فلسفی کو اندھا کر دیا اور اُس کی قوتِ ظاہری سلب کر لی (اور اُسے بتا دیا گیا کہ ہم نے تمہاری آنکھوں کا پانی سکھا دیا ہے تو اسی کو ہی واپس لاؤ۔ چہ جائیکہ دریاؤں اور کنوؤں کا پانی۔ عارف)

(دروس الفرقان از مولانا صوفی عبدالحمید سواتی رحمہ اللہ پارہ ۲۹ سورۃ ملک)

حکایت نمبر ۸۲: مولانا عبدالحلیم زروبویؒ نے فوجی جرنیل کو مبہوت کر دیا

راولپنڈی سے کوئی جرنیل اپنی قیمتی موٹر میں اپنی بیوی کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔ اُسکے لئے بیک وقت دونوں چیزیں (موٹر اور بیوی) قابل فخر سرمایہ ہیں اُسکی بیوی کہتی ہے۔ مجھے ایک مسئلہ کے بارے میں دریافت کرنا ہے مگر کسی عالم کا ملنا دشوار نظر آ رہا ہے۔ جرنیل کی ناز برداری بیگم صاحبہ کا مطالبہ کیسے رد کر سکتی ہے۔ کہتا ہے چلو راستہ میں ایک مدرسہ آتا ہے وہاں کسی ملاّ سے پوچھ لوگی۔

موٹر اکوڑہ خٹک پہنچتی ہے اور بڑے آرام سے دارالعلوم کی عالی شان مسجد کے پاس ٹھہرتی ہے۔ قیمتی سوٹ میں ملبوس ایک مغرب زدہ جرنیل اس سے اتر کر مسجد کی طرف آتا ہے۔ طالب علم ادھر اُدھر پھر رہے ہیں، ایک کو اشارہ کر کے بلاتا ہے اور مدعا بیان کر کے کسی ملاّ سے ملنے کے لئے کہتا ہے۔

جمعہ کا دن ہے حضرت مفتی صاحب مدرسہ میں موجود نہیں، اسلئے طالب علم اسے صدر صاحب (مولانا عبدالحلیم صاحب) کے پاس لے جاتا ہے: سلامالیکم مولوی صاحب۔'' باوقار آواز گونجتی ہے۔ دوسری طرف ایک نحیف مگر پُر وقار آواز سے ''وعلیکم السلام کہا جاتا ہے۔

جواب دینے والے کے چہرے کو دیکھتے ہی جرنیل کے جسم میں سنسنی پھیل جاتی ہے: مولانا! باہر میری موٹر میں بیگم صاحبہ بیٹھی ہیں اور ایک مسئلہ پوچھنا چاہتی ہیں'' مسئلہ پوچھنا ہے تو اُسے یہاں آنا ہو گا۔ مسائل کسی کے پاس نہیں جایا کرتے۔'' ''لیکن وہ یہاں نہیں آسکتی'' ...... تو پھر آپ کو اُسکے پاس چلا جانا چاہیے۔'' صدر صاحب نے پُر جلال لہجہ میں جواب دیا۔ لیکن مولانا صاحب مسئلہ بہت ضروری ہے۔

''میں جانتا ہوں لیکن علم کو موٹر میں لیجانا، میں اسکی توہین سمجھتا ہوں۔'' صدر صاحب فیصلہ کن انداز میں کہتے ہیں...... جرنیل کے پندار کو ٹھیس لگتی ہے۔ اور وہ واپس جانا چاہتا ہے۔ لیکن واپس جانا بھی اسکے لئے مشکل ہے، جس کا حکم جائز ہو یا ناجائز ہر وقت پورا ہوتا ہے، جو جوان فوجیوں کو اشاروں سے نچواتا رہے۔ کیا آج وہ اتنا کمزور ہے کہ ایک ملاّ کو بیس تیس قدم لے جا کر مسئلہ بیان کرانے میں ناکام ہو جائے گا؟ نہیں۔

اسلئے کانپتی ہوئی آواز میں مصنوعی درشتی پیدا کرتے ہوئے کہتا ہے۔

''مولوی صاحب! میں فوج میں جرنیل ہوں اور نوشہرہ چھاؤنی میں میری سروس ہے۔ تمہیں

میرے ساتھ چلنا ہوگا۔''......تم حکومت کے اور میں اللہ کا جرنیل ہوں۔ دیکھتے ہیں کس کا جرنیل قوی ہے۔'' صدر صاحب کی رعب دار آواز گونجی۔ اور جرنیل کانپنے لگا۔ چہرے کا رنگ فق ہو گیا جیسے کسی بڑے محاذ پر دشمن کی معمولی تعداد نے اسے شکست فاش دی ہو۔ وہ سمجھ گیا کہ ع اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی ''اچھا مولانا صاحب میں جاتا ہوں''......اور وہ اُلٹے قدم خائب و نامراد واپس لوٹتا ہے صدر صاحب کا جذبہ تبلیغ اُبھر آتا ہے۔ جرنیل ابھی چند ہی قدم گیا ہے کہ اُسے آواز سنائی دیتی ہے ''ٹھہرو''......اور جرنیل کے پاؤں میں جیسے بیڑیاں پڑ جاتی ہیں۔ صدر صاحب سمجھاتے ہوئے فرماتے ہیں:

''سنو! میں نے تمہارے ساتھ جانے سے محض اسلئے انکار کیا تھا کہ تم اپنے غرور کے نشے میں مست مجھے اپنا غلام سمجھ رہے تھے۔ اور میں جانتا تھا کہ اگر تمہاری یہی حالت رہی تو تیرے دل میں نہ تو مسئلہ کی اہمیت جاگزیں ہوگی اور نہ مسئلہ بتانے والے کی قدر و منزلت کا پاس ہوگا، تمہارے غرور کو توڑنے کے بعد میرا دوسرا فرض یہ ہے کہ ایک عورت کو جہالت کے اندھیروں سے نکال کر اپنے علم سے اسے صحیح راستے پر لگا دوں اور اُس کے لئے اگر مجھے نوشہرہ تک بھی پیدل جانا پڑے تو تیار ہوں، آؤ چلتے ہیں۔'' اور جرنیل ڈگمگاتے قدموں کے ساتھ سر جھکائے پیچھے ہو لیتا ہے۔

باہر ایک قیمتی موٹر کھڑی ہے لیکن شیرِ خدا کی نظر میں اسکی اہمیت پان سگریٹ کے کسی کیبن سے زیادہ نہیں۔ وہ جاتے ہیں اور سائلہ کو مطمئن کر کے رخصت کر دیتے ہیں۔ موٹر سڑک پر آتی ہے تو ڈرائیونگ کرتے ہوئے جرنیل کے ہاتھ پاؤں کانپتے ہیں۔ بیوی کو احساس ہوتا ہے پوچھتی ہے، تو جواب ملتا ہے۔

''بیگم صاحبہ آج میں نے زمانہ کے عُمر کو دیکھا ہے جس کا نام سُن کر بڑے بڑے بادشاہ بھی کانپا کرتے تھے۔''......بیوی حیرت کے عالم میں پوچھتی ہے۔ کون؟ وہ جو تمہارے ساتھ آئے تھے؟ نہیں! وہ تو بہت شریف اور نرم دل آدمی تھے۔ کتنی شفقت اور تفصیل سے مجھے مسئلہ سکھایا۔''......نہیں تم نے اُسے نہیں دیکھا۔'' جرنیل کی شکستہ آواز اُبھرتی ہے......یہ تھے حضرت العلامہ مولانا عبدالحلیم صاحب جو سالہا سال سے دارالعلوم حقانیہ کی مسندِ حدیث کی زینت بن کر طالبانِ حدیث کے تشنہ قلوب کو سیراب کرتے رہے۔ (نور اللہ مرقدہٗ) (حیات صدر المدرسین ص ۲۰۰ تا ۲۰۳)

حکایت نمبر ۸۳: تا توانی درونِ کس قحر اش حکایت سعدی

حضرت سعدیؒ شیرازی فرماتے ہیں ایک مرتبہ چند بڑے لوگوں کے ہمراہ میں کشتی میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک ڈونگی (ماگو) زورق ہمارے سامنے ڈوب گئی۔ دو بھائی بھنور گرداب میں پھنس گئے۔ سرداروں میں سے ایک نے ملاح سے کہا اِن دونوں کو پکڑ، یعنی بھنور سے نکال، میں ہر ایک کے عوض تجھکو ۵۰ دینار

دوں گا۔ ملاح پانی میں گھسا اور ایک کو نکال لایا اور دوسرا ہلاک ہو گیا۔ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ میرے منہ سے نکلا کہ اس کی عمر باقی نہیں رہی تھی اس وجہ سے ملاح! تُو نے اسکو نکالنے میں دیر لگائی اور دوسرے کے نکالنے میں جلدی کی۔ ملاح ہنسا (ملاح بخند ید و گفت آنچہ تُو گفتی یقین ست، و سببے دیگر است) اور کہا جو آپ نے فرمایا یقینی بات ہے لیکن ایک سبب اور بھی ہے۔ گفتم آں چیست) میں نے کہا وہ کیا ہے؟ (گفت مَیلِ خاطرِ من بہ رہانیدن ایں یکے بیشتر بود) ملاح نے کہا میری دِلی رغبت اس ایک کے نکالنے کی طرف زیادہ تھی۔ اسلئے کہ ایک وقت میں جنگل میں رہ گیا تھا (کہ وقتے در بیابان ماندہ بودم مرا بر شترے نشاند) اس نے مجھے اونٹ پر بٹھا لیا تھا۔ (واز دستِ آں دیگر تازیانہ خوردہ بودم در طفلی) اور دوسرے کے ہاتھ سے بچپن کے زمانہ میں کوڑا کھایا تھا۔ (گفتم **صدق اللہ تعالیٰ مَن عمل صالحًا فلنفسہٖ و من اساء فعلیھا**) یہ سن کر میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا کہ جس نے نیک کام کیا اپنے نفس کے فائدہ کے لئے اور جس نے بُرا عمل کیا اپنے اوپر، یعنی اس کا نقصان اُسی کو پہنچے گا۔

قطعہ

تاتوانی درونِ کس مخراش — کاندریں راہ خارہا باشد
کارِ درویش مستمند بر آر — کہ تُرا نیز کارہا باشد

(گلستان حکایت نمبر ۳۵ صفحہ ۱۰۱)

ترجمہ اشعار:

(جب تک تجھ سے ہو سکے کسی کے دل کو مت چھیل، یعنی مت ستا۔ کہ اس راستہ میں بہت کانٹے ہیں حاجتمند فقیر کے کام کو پورا کر، کہ تجھ کو بھی بہت سے کام پیش آئینگے)

حکایت نمبر ۸۴: حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کا پادری کو مُسکت جواب

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کا عیسائیوں سے پہلا مناظرہ ہندوستان کے دارالسطنت دہلی کی جامع مسجد میں ہوا۔ آپ قرآن کا درس دے رہے تھے کہ دورانِ درس ایک پادری نے آپ سے کہا کہ آگے (درس میں) بڑھنے سے پہلے میرے سوال کا جواب دیجئے۔ شاہ صاحب نے فرمایا آپ کیا سوال کرنا چاہتے ہیں؟ پادری نے کہا آپ کے پیغمبر زمین میں دفن کئے گئے ہیں اور ہمارے پیغمبر حضرت عیسیٰ کو خدا نے آسمان پر جگہ دی، لہٰذا ہمارے پیغمبر کا مرتبہ آپ کے پیغمبر سے بڑا ہے۔ شاہ صاحب نے اس اعتراض اور سوال کے جواب میں جو کچھ فرمایا اُس کو فارسی کے ان دو شعروں میں بیان کیا گیا ہے:

کسے بگفت کہ عیسیٰ زِ مصطفےٰ اعلیٰ است — کہ ایں بہ زیرِ زمین دفن او بہ اوجِ سما است
بگفتمش کہ نہ ایں حجتِ قوی باشد — حُباب برسرِ دریا گُہر تہہِ دریا است

یعنی ایک شخص نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے

اونچا مرتبہ رکھتے ہیں اسلئے کہ رسول اکرمؐ (زمین کے نیچے دفن ہیں) تہہ زمین مدفون ہیں اور حضرت عیسیٰؑ آسمان کی بلندیوں پر ہیں۔ میں نے اس کے جواب میں کہا کہ یہ دلیل قوی نہیں ہے جھاگ (بلبلہ) ہمیشہ دریا کے اُوپر ہوتا ہے اور موتی دریا کی تہہ میں ہوتے ہیں (چنانچہ پادری شرمندہ ہو کر خاموش ہوگیا۔ عارف)

حکایت نمبر ۸۵: امام اعظمؒ نے آنکھوں پر ہاتھ رکھ لئے

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے متعلق لکھا ہے کہ ایک دریا کے کنارے جا رہے تھے ایک آدمی دریا کے اندر سے نکلا، کپڑے جسم پر نہیں تھے۔ آپ نے جلدی سے اپنے ہاتھ آنکھوں پر رکھ لئے اور کھڑے ہو گئے۔ اُس نے کہا: کب سے اندھے ہو گئے ہو؟ ابوحنیفہؒ نے فرمایا: جب سے تُو بے حیا ہوا ہے۔
(خطبات دین پوری ج ۲ ص ۵۸)

حکایت نمبر ۸۶: غلام نے کشتی میں چیخنا چلاّنا شروع کیا

ایک بادشاہ عجمی غلام کے ساتھ کشتی میں بیٹھا۔ غلام نے اس سے پہلے دریا کو دیکھا نہیں تھا اور کشتی کی مشقت نہیں اُٹھائی تھی، تو رونا چلانا شروع کیا، اور کپکپی اُس کے جسم پر پڑ گئی۔ بادشاہ کا عیش اس سے مکدر ہو گیا (طبیعت خراب ہو گئی) اسلئے کہ نازک طبیعت ایسی صورتوں کو برداشت نہیں کر سکتی، خاموش کرنے کی تدبیر سمجھ میں نہ آئی۔

ایک دانشمند اُس کشتی میں تھا۔ اُس نے بادشاہ سے کہا اگر آپ حکم دیں تو میں اس کو ایک طریقہ سے خاموش کر دوں۔ بادشاہ نے کہا (غایتِ لطف وکرم باشد) انتہائی لطف وکرم ہوگا۔ حکیم نے غلام کو دریا میں ڈالنے کا حکم دیا۔ تو لوگوں نے اسکو دریا میں ڈال دیا۔ غلام نے چند بار غوطہ کھایا، اسکے بعد لوگوں نے اسکے بال پکڑے اور کشتی کے سامنے لائے۔ غلام دونوں ہاتھوں سے کشتی کے پچھلے حصہ میں لٹک گیا، جب (دریا سے) باہر آیا ایک کونہ میں بیٹھ گیا (غلے کیناستو) اور قرار پایا۔ بادشاہ کو تعجب ہوا۔ اُس نے پوچھا (پرسید کہ حکمت چہ بود؟) کہ اسمیں کیا حکمت تھی؟ دانا نے جواب دیا کہ پہلے سے ڈوبنے کی تکلیف غلام نے نہیں دیکھی تھی اور کشتی کی سلامتی کی قدر نہیں جانتا تھا (اسلئے چیخنا چلاّنا شروع کیا) اسی طرح عافیت کی قدر وہی جان سکتا ہے جو کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائے (قدرِ عافیت سے داند کہ بمصیبت گرفتار آمد)۔

اے سیر تُرا نانِ جَویں خوش ننماید — معشوقِ من ست آنکہ بنزدیکِ تو زشت است
حُورانِ بہشتی را دوزخ بود اَعراف — از دوزخیان پرس کہ اعراف بہشت است

(گلستان سعدیؒ حکایت نمبر ۷)

حکایت نمبر ۸۷: بدآواز مؤذن نے لڑکی کو اسلام سے متنفر کردیا

ایک مؤذن بہت بدآواز تھا اور ہر رات اپنا حلق چیرا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ سُنتے سُنتے لوگوں کے سر میں درد ہو جاتا تھا۔ ایک طرف بچے اپنے بچھونوں میں اسکی آواز سن کر اُچھل (دوبارہ ہوئے ہوپ کرو) پڑتے تھے۔ دوسری طرف عورت و مرد کی جان اسکی کرخت، (تیرہ) آواز سے ضیق میں تھی۔ اِس زحمت اور تکلیف کو دور کرنے کیلئے لوگ آپس میں چندہ کرنے جمع ہوئے۔ مؤذن کو طلب کر کے سب نے اپنے اپنے چندے دیئے اور کہا کہ تیری آواز سے ہم نے بہت راحت پائی، دن رات کی اتنی ہی مہربانی کافی ہے۔ اب زبان بند کر، اور اسکے بدلے میں یہ چندہ حاضر ہے اِسے لیجا...... ایک قافلہ حج کو جارہا تھا، یہ مؤذن بھی اپنے چندے کی پوٹلی باندھ کر اُس کے ساتھ ہولیا۔ اتفاق سے اُسی رات قافلہ کافروں کی بستی میں ٹھہرا۔ وہ مؤذن تو اپنی آواز کا عاشق تھا ہی۔ اس نے اذان دینی شروع کردی۔ چند آدمیوں نے منع بھی کیا کہ مبادا مقامی قبیلوں سے جنگ و عداوت پیدا ہو جائے۔ لیکن اُس نے ہیکڑی (دھولو د قصدہ) کر کے بالکل ہی کھری آواز سے کافرستان میں اَذان دی۔ لوگ ڈر ہی رہے تھے کہ کہیں کوئی فتنہ نہ اُٹھ کھڑا ہو کہ اتنے میں ایک کافر ہاتھ میں شمع لئے، حلوے کا ایک طبق (مجمع) اور ایک نفیس کپڑوں کا جوڑا تحفہ لایا اور قافلے میں دوستوں کی طرح داخل ہوا۔ ایک ایک سے پوچھتا تھا کہ وہ مؤذن کہاں ہے جس کی آواز سے مجھے راحت پہنچی ہے؟ لوگوں نے پوچھا کہ ایسی بھیانک (بے سُرہ) آواز سے کیا راحت پہنچی ہوگی۔ اُس نے کہا کہ میری ایک اکلوتی لڑکی ہے بہت نازک اندام اور خوبصورت اسکو مسلمان ہو جانے کی بہت آرزو تھی۔ یہ سودا اُسکے سر سے کسی طرح نہ جاتا تھا۔ کتنے ہی کافروں نے نصیحتیں کیں لیکن بے سُود ہوئیں۔ اس کے دل پر ایمان کی لہر اُٹھ آئی تھی اور اس کے دین بدلنے کے خوف سے میں ہمیشہ پریشان اور دردمند رہتا تھا، اسکو سمجھاتے سمجھاتے میں بالکل ہار (نا اُمیدہ) چکا تھا۔ یہاں تک کہ آج اس مؤذن نے اذان دی۔ لڑکی نے سُن کر کہا: یہ مکروہ آواز کیا ہے جو چاروں طرف سے میرے کانوں میں آرہی ہے؟ میں نے ساری عمر میں ایسی کرخت آواز نہ کسی مندر میں سُنی نہ کسی آتش کدے میں۔

اسکی بہن نے کہا کہ یہ اذان کی آواز ہے۔ مسلمانوں میں نماز کی اطلاع دینے کا یہی طریقہ ہے۔ اسکو اعتبار نہ ہوا، تو دوسرے سے دریافت کیا اُس نے بھی تصدیق کی۔ جب اُس کو یقین ہو گیا تو اُس کا چہرہ زرد پڑ گیا اور مسلمانی سے اُس کا دل ہٹ گیا۔

میں اپنی لڑکی کے تبدیل مذہب کے خوف سے محفوظ ہو گیا اور اس شکریئے میں یہ تحفہ لایا ہوں۔ وہ مؤذن کہاں ہے؟ جب اُسے دیکھا تو کہا یہ تحفہ لیجیے۔ آپ تو میرے محسن اور دست گیر (معاون) ہیں

آپ نے مجھ پر وہ احسان کیا ہے کہ تمام عمر کو غلام ہو گیا۔ اگر میرے پاس مال اور ملک اور حکومت ہوتی تو آپ کا منہ اشرفیوں سے بھر دیتا۔ (اسلام کا منظر ص ۲۳۶ تا ۲۳۸)

حکایت نمبر ۸۸: مالٹا جیل میں شیخ الہندؒ کا تجربہ

شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب قدس اللہ سرہٗ مالٹا کی چار سالہ جیل سے رہائی کے بعد دارالعلوم دیو بند میں تشریف لائے تو علماء کے ایک مجمع کے سامنے آپ نے بہت اہم بات ارشاد فرمائی...... جنگِ آزادی میں اس درویش کی ساری تحریکات صرف رضائے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے لئے امت کی صلاح و فلاح کے گرد گھومتی تھیں، مسافرت اور انتہائی بے کسی کے عالم میں گرفتاری کے وقت جملہ جو اُن کی زبان مبارک پر آیا تھا، ان کے عزم اور مقصد کا پتہ دیتا ہے۔ فرمایا: الحمد للہ کہ بمصیبتے گرفتارم نہ بمعصیتے۔ جیل کی تنہائی میں ایک روز بہت مغموم دیکھ کر بعض رفقاء نے کچھ تسلی کے الفاظ کہنا چاہے تو فرمایا: اس تکلیف کا کیا غم ہے جو ایک دن ختم ہو جانے والی ہے، غم اس کا ہے کہ یہ تکلیف و محنت اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبول ہے یا نہیں:

مالٹا کی قید سے واپس آنے کے بعد ایک رات بعد عشاء دارالعلوم میں تشریف فرما تھے، علماء کا بڑا مجمع سامنے تھا، اُس وقت فرمایا کہ: ہم نے تو مالٹا کی زندگی میں دو سبق سیکھے ہیں یہ الفاظ سن کر سارا مجمع ہمہ تن گوش ہو گیا کہ اس استاذ العلماء درویش نے اسی ۸۰ سال علماء کو درس دینے کے بعد آخر عمر میں جو دو سبق سیکھے ہیں وہ کیا ہیں۔ فرمایا کہ میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دُنیوی ہر حیثیت سے کیوں تباہ ہو رہے، تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے ایک اُن کا قرآن کو چھوڑ دینا، دوسرے آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی۔ اس لئے میں وہیں سے یہ عزم لیکر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صرف کروں کہ قرآن کریم کو لفظاً اور معناً عام کیا جائے۔ بچوں کے لئے لفظی مکاتب ہر بستی میں قائم کئے جائیں۔ بڑوں کو عوامی درس قرآن کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس کرایا جائے اور قرآنی تعلیمات پر عمل کے لئے آمادہ کیا جائے۔ اور مسلمانوں کے باہمی جنگ و جدال کو کسی قیمت پر برداشت نہ کیا جائے...... نباضِ اُمت نے ملت مرحومہ کے مرض کی جو تشخیص اور تجویز فرمائی تھی باقی ایام زندگی میں ضعف و علالت اور ہجومِ مشاغل کے باوجود اس کے لئے سعی پیہم فرمائی۔ بذاتِ خود درس قرآن شروع کرایا جس میں تمام علماءِ شہر اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی جیسے علماء بھی شریک ہوئے، عوام بھی۔ اس ناکارہ (حضرت مفتی محمد شفیع) کو اس درس میں شرکت کا شرف حاصل رہا ہے۔ مگر اس واقعہ کے بعد حضرتؒ کی عمر ہی گنتی کے چند ایام تھے

(وحدتِ امت از حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ ص ۴۸، ۹۴)

حکایت نمبر ۸۹: عوام کی دین سے دوری پر علامہ کشمیریؒ کی بے چینی

حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے حضرت مولانا شاہ انور شاہ کشمیری صاحب رحمہ اللہ کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت شاہ کشمیری رحمہ اللہ کو پنجاب کی طرف سفر پیش آیا، متعدد حلقوں سے ملنے کا اتفاق ہوا، بڑے بڑے علماء کا مجمع آپکے ساتھ تھا۔ ایک دن صبح کو ملنے گئے تو دیکھا کہ حضرت پیشانی پر ہاتھ رکھے جھکے ہوئے ہیں اور بہت ہی غمزدہ ہیں، دریافت کیا کہ حضرت مزاج کیسا ہے، مگر حضرت نے کوئی جواب نہ دیا، دوبارہ پوچھا، پھر بھی خاموش رہے، تیسری دفعہ پوچھنے پر بڑے اندوہ کے ساتھ فرمایا کہ "میاں محمد شفیع کیا مزاج پوچھتے ہو، زندگی بیکار گئی۔" حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ میں تو گویا بہت ہی حیران ہوا کہ جن کی زندگی سب سے زیادہ کامیاب ہے، عالم اسلام میں دیوبند کے رئیس الاساتذہ ہیں۔ خاتم المحدثین ہیں اور یہ فرما کیا رہے ہیں؟ انہوں نے پوچھا کہ آپکی زندگی کس طرح بیکار گئی، جبکہ آپ کے تو کارنامے بہت ہی عظیم ہیں۔ حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ نے اپنے تاثر کی وضاحت فرمائی، کہ میاں محمد شفیع! ہم تو دیوبند کے دارالحدیث میں بیٹھ کر حدیث پڑھاتے ہیں، شافعی، حنبلی، مالکی کے اختلافات پر بحث کرتے ہیں اور اولیٰ خلافِ اولیٰ میں مشغول رہتے ہیں اور یہ ایسے مسائل ہیں کہ جن کے نہ جاننے سے اسلامی اور انسانی زندگی میں کوئی فرق نہیں پڑتا، جبکہ ہم نے طلبہ کو بھی اسی طرف متوجہ کیا ہوا ہے اور اپنی زندگی کو بھی اسی میں صرف کیا ہے۔ اور آج باہر آ کر دیکھتا ہوں کہ دنیا کہیں سے کہیں جارہی ہے، نوجوان (طبقے) کا ذہن ماؤف ہو چکا ہے، ملحد ہیں، قرآن پر اُن کے مشکوک ہیں، انبیاء علیہم السلام کی بعثت پر یقین نہیں۔ حتیٰ کہ خدا کے وجود کے بارے میں بھی شک وشبہ میں مبتلا ہیں، ان کے لئے ہم نے کیا سامان کیا ہے، یہ دوزخ کے دھانے کی طرف جارہے ہیں..... تو اس پر حضرت مفتی صاحب اور دیگر حضرات خاموش ہوگئے۔

حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ نے اہل مدارس کو اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ اس مدرسہ کی چاردیواری کے اندر بیٹھے رہنے سے تمہارا فریضہ ادا نہ ہوگا جب تک کہ عامۃ الناس کے ایمان اور عمل کی طرف تمہاری نظر نہ ہو، اور اُن کے لئے ہدایت کا سامان نہ کرسکو (خلاصہ بیان حضرت علامہ انظر شاہ صاحب کشمیری بموقع سالانہ اجلاس حیات المسلمین (میانہ مئی ۹۶ ص ۱۹۹۵ء ص ۲۳، ۲۴)

...... حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی اس توجہ کے بعد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے مسائل حاضرہ کی طرف توجہ دی اور مسائل حاضرہ میں بہت تحقیق کی اور تصانیف میں تو ہمیں بھی آج معاشرہ کا اصلاح کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ عام مسلمانوں کی عقائد کی درستگی کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ "۶۵"

حکایت نمبر ۹۰: مسلمان کا خواب سب سے بہتر رہا، حلوہ جیت لیا

یہودی۔ عیسائی اور ایک مسلمان تینوں اکٹھے سفر کر رہے تھے۔ راستے میں ایک گاؤں میں انہوں نے قیام کیا۔ رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ گاؤں والوں نے تینوں کو مسلمان سمجھا اور روزہ کی افطاری کیلئے ایک شخص ان کے لئے حلوہ پکا کر ایک بڑے طباق میں لے آیا اور انہیں دے گیا۔ یہودی اور عیسائی دونوں نے مشورہ کیا کہ یہ ہمارا ساتھی مسلمان روزے سے تھا اگر حلوہ اسی وقت کھایا گیا تو یہ زیادہ کھا جائیگا ہمارے حصہ میں کم آئیگا اسلئے کسی بہانے اس حلوے کا کھانا صبح تک ٹالیں تاکہ یہ روزے سے ہو اور سارا حلوہ ہم دونوں کھا سکیں۔ چنانچہ وہ مسلمان ساتھی سے کہنے لگے بھئی ہم بدہضمی میں مبتلا ہیں (خیسےمو خرابے دي) اس وقت ہم حلوہ نہیں کھائیں گے۔ ہمارا یہ خیال ہے کہ حلوہ محفوظ رکھیں اور صبح کھائیں۔ مسلمان نے کہا نہیں حلوہ تازہ تازہ ہی کھانا بہتر ہے۔ آخر کل تک صبر کرنے میں کیا تک ہے۔ انہوں نے کہا ہم جان گئے تیری نیت یہ ہے کہ تُو روزے سے تھا تُو ہی سارا حلوہ ہڑپ کر جائے ہم تو ایسا کبھی نہ ہونے دیں گے۔ حلوہ کو اس وقت محفوظ رکھ دیتے ہیں صبح اُٹھیں گے تو اس رات ہم تینوں نے جو خواب دیکھا ہوگا وہ سُنائیں گے پھر جس کا خواب سب سے اچھا ہوگا سارا حلوہ اُسے دیدیا جائے گا۔ مسلمان نے یہ تجویز مان لی۔ اور حلوہ ایک جگہ رکھ کر تینوں سو گئے۔ سحری کا وقت ہوا تو حسب معمول مسلمان اُٹھا اور اطمینان سے سارا حلوہ کھا کر پھر سو گیا۔ صبح تینوں جاگے تو تینوں ایک جگہ بیٹھ کر اپنا اپنا خواب سنانے لگے۔ پہلے یہودی بولا۔ کہنے لگا میرا خواب سُنو۔ رات کو خواب میں میرے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تھے۔ انہوں نے مجھے جگایا اور فرمایا اُٹھ اور میرے ساتھ کوہِ طور پر چل۔ چنانچہ میں اپنے پیغمبر کے ساتھ کوہِ صور پر چلا گیا۔ وہاں پہنچ کر عجیب وغریب نورانی نظارے دیکھے...... عیسائی بولا۔ رات کو خواب میں میرے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام بھی تشریف لائے تھے انہوں نے مجھے جگایا اور فرمایا اُٹھ اور میرے ساتھ آسمان پر چل، جہاں میں رہتا ہوں۔ چنانچہ رات خواب میں اپنے پیغمبر کے ساتھ میں آسمانوں کی سیر کرتا رہا۔ تم کوہ طور پر تھے، جو زمین پر ہے اور میں آسمان پر تھا۔ خواب میرے بلند درجے کا ہے...... اب مسلمان بولا کہنے لگا بھئی: سحری کا وقت ہوا تو میرے پیغمبر حضور علیہ السلام بھی تشریف لائے تھے۔ مجھے جگا کر فرمانے لگے اُٹھ دیکھ ایک تیرا ساتھی کوہ طور پر اور دوسرا آسمان پر چلا گیا ہے۔ تُو اب اکیلا رہ گیا ہے۔ سحری کا وقت ہو گیا ہے صبح تم نے روزہ رکھنا ہے۔ سحری کے لئے حلوہ موجود ہے اُٹھ کر سارا حلوہ کھا لو۔ چنانچہ بھائیو! اپنے پیغمبر کا حکم مجھے بھی ماننا پڑا۔ اور میں نے سارا حلوہ کھا لیا۔

یہ سُن کر یہودی اور عیسائی بڑے پریشان ہوئے اور کہنے لگے۔ کیا واقعی تُو نے حلوہ کھایا ہے۔ وہ بولا خود ہی سوچو کوئی اپنے پیغمبر کی حکم عدولی کر سکتا ہے؟ انہوں نے کہا ظالم! ہمیں بھی بُلا لیا ہوتا۔ اُس نے

کہا آوازیں تو میں نے دیں تھیں مگر سُنتا کون؟ (چا اور یدل) ایک کوہ طور پر تھا، دوسرا آسمان پر۔ وہ دونوں بولے بھئی! خواب تو تیرا ہی سچا ہے جو کچھ تو نے دیکھا ہے ہمارے خوابوں سے اچھا ہے۔ تیرا خواب عین بیداری ہے کیونکہ تو نے خواب میں اپنی مراد حاصل کر لی۔''

سبق: یہودی اور عیسائی ہمیشہ مسلمانوں کے مخالف رہے ہیں اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں اور ان کو دین و مذہب کے حلوے سے محروم کر دینا چاہتے ہیں...... جو دانا مسلمان ہیں وہ ان کے داؤ میں نہیں آتے...... اس مسلمان کی طرح آج بھی ہر مسلمان کو چوکنا اور باخبر رہنا چاہئے تا کہ کوئی اس کے ایمان کے حلوے کو اُڑا نہ سکے (مثنوی کی حکایات۔ حکایت نمبر ۵ ص ۲۲۰ تا ۲۲۳)

حکایت نمبر ۹۱: حضرت عبداللہ بن مبارکؒ اور قرآن خوان بڑھیا کی حکایت

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں بیت اللہ شریف کے حج اور روضۂ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے نکلا تو مجھے راستہ میں ایک شخص ملا میں نے اُسے پہچانا تو وہ ایک بڑھیا تھی جس پر صُوف کی قمیض اور صوف ہی کا دوپٹہ تھا۔ میں نے اُسے کہا **اَلسَّلامُ علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔**''

اُس نے جواب دیا: **سَلامٌ قَولًا مِنْ رَّبٍّ رَّحِیمٍ** o میں نے کہا اللہ تجھ پر رحم کرے تُو یہاں کیا کر رہی ہے؟ اُس نے جواب دیا **مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَلا ھَادِیَ لَه.** میں سمجھا کہ یہ راستہ سے بھٹکی ہوئی ہے تو میں نے اُسے کہا تُو کہاں کا ارادہ رکھتی ہے؟ اُس نے کہا **سُبْحٰنَ الَّذِی اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الاقصٰی** میں سمجھ گیا کہ یہ حج کر چکی ہے اور مسجد اقصیٰ جانا چاہتی ہے۔ میں نے اُسے کہا تُو یہاں کب سے ہے؟ (د خو ورخو راسے) اُس نے کہا **ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا.** پھر میں نے کہا تیرے پاس تو کھانے کی کوئی چیز نہیں تُو کیا کھاتی ہے؟ تو وہ کہنے لگی **ھُوَ یُطْعِمُنِی وَ یَسْقِیْن** o پھر میں نے کہا کہ میرے پاس کھانا ہے کیا تم کھاؤ گی؟ اُس نے کہا **ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی اللَّیل.** پھر میں نے کہا یہ رمضان کا مہینہ تو نہیں۔ تو وہ کہنے لگی: **مَنْ تَطَوَّع...... خَیراً فَاِنَّ اللّٰہَ شاکِرٌ علِیم** o پھر میں نے کہا سفر میں ہمارے لئے افطار جائز قرار دیا گیا ہے۔ اُس نے کہا **وَ اَنْ تَصُومُوا خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تعلمون** o پھر میں نے کہا تُو اس طرح بات کیوں نہیں کرتی جس طرح میں کر رہا ہوں۔ تو کہنے لگی **مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیبٌ عَتِیدٌ** (نہیں نکلنے پاتا کوئی لفظ منہ سے مگر اس کے پاس تاک رکھنے والا تیار موجود ہوتا ہے) پھر میں نے کہا تو کن لوگوں میں سے ہے؟ تو کہنے لگی **وَ لَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْم. اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کانَ عَنْهُ مسئولًا.** میں نے کہا مجھ سے غلطی ہوگئی معاف کر دے۔ تو کہنے لگی **لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیومِ یَغْفِرُ اللّٰہُ لکم** (آج تم پر کوئی ملامت نہیں) میں نے کہا کیا

تُو راضی ہے کہ میں تجھے اس اونٹنی پر بٹھا دوں اور تُو قافلہ کو پکڑ لے (را لاتنندے کرے) تو اُس نے کہا وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللهُ. میں نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا تو اُس نے کہا قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ. پس میں نے اپنی نگاہ نیچی کر لی اور کہا کہ تُو سوار ہو جا۔ جب اُس نے سوار ہونے کا ارادہ کیا تو اونٹنی بدکی اور اس کے کپڑے پھٹ گئے تو اُس نے کہا وَمَا اَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ. میں نے اُس سے کہا ٹھہر جا میں یہ اونٹنی باندھ لوں۔ اُس نے کہا فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ط. تو میں نے اونٹنی باندھ کر کہا سوار ہو جا۔ جب وہ سوار ہوئی تو کہنے لگی سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ o وَ اِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ. تو میں نے اونٹنی کی لگام پکڑی اور تیز چلنے اور چیخنے لگا تو وہ کہنے لگی وَاقْصِدْ فِیْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ. پس میں آہستہ چلنے لگا اور شعر پڑھنے لگا۔ تو اُس نے کہا فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ. میں نے کہا تجھے بہت بھلائی (خیگڑہ) عطا کی گئی ہے تو اُس نے کہا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّا اُولُوا الْاَلْبَابِ. پس جب میں اس کے ساتھ تھوڑا سا چلا تو میں نے اُس سے کہا کہ کیا تیرا خاوند ہے؟ تو کہنے لگی لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ. تو میں خاموش ہو گیا یہاں تک کہ اُس کے ساتھ قافلے کو پا لیا میں نے کہا کہ یہ تمہارا قافلہ ہے تمہارا اس میں کون ہے؟ تو اُس نے کہا اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا.

تو میں سمجھ گیا کہ اس قافلہ میں اسکی اولاد ہے میں نے کہا کہ حج میں ان کی کیا حالت ہے! تو اس نے کہا وَ عَلٰمٰتٍ وَ بِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ o تو میں سمجھ گیا کہ قافلہ میں اس کے رہنما بھی ہیں۔ تو میں نے اس کے ہمراہ خیموں اور مکانات کا ارادہ کیا اور کہا کہ یہ ہیں تمہارے خیمے اور مکانات تو تمہارا ان میں کون ہے؟ اس نے کہا وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ تو میں سمجھا کہ ابراہیم اور موسیٰ اور یحییٰ اِسکے بیٹے ہیں۔ تو میں نے کہا اے ابراہیم! اے موسیٰ! اے یحییٰ!۔ تو وہ سامنے آئے گویا کہ وہ چاند ہوں (د سپوږمئي پشان خائسته وُو) تو ہم بیٹھے۔ تو اُس عورت نے کہا فَابْعَثُوْا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَا اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ الخ

کہ اس شخص (عبداللہ بن مبارک) کے لئے کھانا لاؤ۔ تو میں نے کہا اب تمہارا کھانا مجھ پر حرام ہے یہاں تک کہ تم مجھے اس (بڑھیا) کا معاملہ نہ بتا دو (چه دا ولے دا سے خبرے کوي) تو نوجوانوں نے کہا کہ یہ ہماری ماں ہے اسکو چالیس برس ہو چکے ہیں کہ اس نے قرآن کے سوا کوئی بات نہیں کی، اس ڈر سے کہ لغزش ہو جائے تو رحمٰن ناراض ہو جائے۔ تو عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ میں نے کہا ذالك فضل الله يؤتيه مَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ o

اس بڑھیا کا نام فِضّہ تھا (ارشاد الطالبین ص ۹۹، ۱۰۰)

﴿حکایت نمبر ۹۲: ایک مرید سانپ کا واقعہ﴾

ایک بزرگ سے کسی سانپ نے بیعت کر لی تھی۔ انہوں نے اُس سے یہ عہد لیا کہ کسی کو ڈسنا نہیں۔ جانوروں نے جو دیکھا کہ یہ کسی کو کچھ نہیں کہتا تو نڈر ہو کر سب نے اسکو مارنا اور تنگ کرنا شروع کیا چندروز کے بعد وہ بزرگ کے پاس آیا (حاضر ہوا) تو دیکھا بہت ہی بُری حالت میں ہے۔ پوچھا کیا حال ہے؟ کہا حضور نے کاٹنے سے منع کیا تھا۔ جانوروں کو جو یہ خبر لگی تو اب سب مجھے تنگ کرنے لگے۔ فرمایا میں نے کاٹنے ہی سے تو منع کیا ہے پھُنکارنے سے تو نہیں منع کیا۔ بس اب سے جو جانور پاس آئے فوراً پھنکار دیا کرو، وہ بھاگ جائے گا۔ اُس روز سے غریب کو چین ملا۔ اسی طرح بزرگوں کو بھی چاہیئے کہ کبھی کبھی پھنکار دیا کریں (دین و دنیا ص ۵۲۹ وعظ مظاہر الآمال)

﴿حکایت نمبر ۹۳: نکاح کیلئے ترکِ تقلید﴾

علامہ شامیؒ نے ایک بزرگ کا قول لکھا ہے کہ اُن کے سامنے ایک شخص نے کسی عالم کا واقعہ بیان کیا جو حنفی تھے کہ انہوں نے ایک محدّث کو اُسکی لڑکی کے نکاح کا پیغام دیا۔ تو اُس نے کہا کہ میں پیام منظور کر سکتا ہوں مگر تم حنفی ہو اور میں محدثین کے طریقہ پر ہوں۔ اس طرح بناہ نہیں ہوگا۔ اگر تم امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کو ترک کر کے محدّثین کا مذہب اختیار کر لو تو پھر مجھے کوئی عذر نہ ہوگا۔ چنانچہ اُس عالم نے اس شرط کو مان لیا اور نکاح ہو گیا۔ سائل نے اُن بزرگ سے پوچھا کہ اس صورت میں ترکِ تقلید جائز تھی؟ فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ مرتے وقت اس شخص کا ایمان نہ سلب ہو جائے کیونکہ جس مذہب کو یہ اب تک حق سمجھے ہوئے تھا اور حق سمجھ کر ہی اُس کی تقلید کرتا تھا اُسکو اس نے محض ایک ہوائے نفس کے لئے ترک کر دیا ہے تو اُس کا ایمان بچنا بہت مشکل ہے۔ (دین و دنیا ۴۷۹، ۴۸۰ وعظ اسباب الغفلۃ)

﴿حکایت نمبر ۹۴: حضرت فاروق اعظمؓ کا رُعب﴾

ایک مرتبہ آپ (حضرت عمرؓ) بہت سے صحابہؓ کے ساتھ جا رہے تھے۔ اتفاقاً پشت کی طرف جو آپ نے نظر کی تو جس جس پر نظر پڑی سب گھٹنوں کے بل گر پڑے۔

ہر کہ ترسید از حق و تقویٰ گزید　　ترسد از دے جن وانس و ہر کہ دید

("۴۴۴ وعظ ضرورۃ العلما)

﴿حکایت نمبر ۹۵: گنوار کا بچھڑا مسجد میں گھس آیا﴾

ایک گنوار کا قصہ ہے کہ اس کا بچھڑا مسجد میں گھس گیا تھا۔ مُلّا خفا ہونے لگا کہ لوگ نہ نماز پڑھتے

ہیں نہ کچھ کرتے ہیں اور جانوروں کو مسجد میں گھسا دیتے ہیں۔ گنوار نے ملّا سے کہا کہ کیوں بڑ بڑ کرتا ہے جانور تھا مسجد میں گھس آیا۔ کبھی ہم کو بھی آتے ہوئے دیکھا ہے؟...... دیکھئے توفیق نہ ہونا اس کا نام ہے۔
(دین ودنیا ص ۲۱۵)

﴿حکایت نمبر ۹۶: لواطت کی ابتداء کیسے ہوئی﴾

کتب سیَر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فعل بد (اِتیان فی الدّبر) قوم لوط نے خود بھی نہیں ایجاد کیا بلکہ شیطان نے ان کو سکھایا۔ یہ فعل ایسا خبیث ہے کہ انسان کا نفس باوجود اَمّارۃ بالسوء ہونے کے اس طرف منتقل نہیں ہوا بلکہ شیطان خبیث نے اسکی طرف قوم لوط کو متوجہ کیا۔ جس کا قصہ کتابوں میں لکھا ہے کہ شیطان خوبصورت لڑکے کی شکل میں ایک شخص کے باغ میں سے انگور توڑ توڑ کر کھایا کرتا تھا۔ باغ والا اُس کو دھمکاتا، مارتا تھا مگر یہ باز نہ آتا تھا۔ ایک دن اُس نے تنگ آکر اس سے کہا کہ کمبخت تُو نے میرے باغ کا پیچھا کیوں لے لیا۔ سارے درخت برباد کردئے۔ تو مجھ سے کچھ روپے لے لے اور میرے باغ کا پیچھا چھوڑ دے۔ شیطان نے اَمرَد (حسین لڑکے) کی صورت میں کہا کہ میں اس طرح باز نہ آؤں گا اگر تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہارے درختوں کا ناس نہ کروں تو جو بات میں کہوں اس پر عمل کرو۔ اُس نے کہا وہ کیا بات ہے؟ ابلیس نے اسکو یہ فعل تعلیم دی کہ میرے ساتھ تو یہ فعل کیا کر پھر میں تیرے باغ کو چھوڑ دوں گا۔ چنانچہ پہلی بار تو اُس نے جبراً وقہراً اپنے باغ کے بچاؤ کے لئے یہ فعل کیا، پھر خود اُسکو مزہ پڑ گیا وہ اس کی خوشامدیں کرنے لگا کہ تو روز آیا کر اور جتنے انگور چاہے کھا لیا کر۔

پھر اس نے دوسرے آدمیوں کو اس کی اطلاع دی اور لوگ بھی یہ فعل کرنے لگے۔ پھر کیا تھا، عام رواج ہو گیا اس کے بعد شیطان تو غائب ہو گیا۔ لوگوں نے لڑکوں کے ساتھ یہ فعل کرنا شروع کر دیا۔
(وعظ الکمال فی الدین ص ۲۶۸ ملحقہ دین ودنیا۔" تحفۃ العلماء ج ا ص ۲۳۰)

﴿حکایت نمبر ۹۷: رزق زبردستی پہنچتا ہے﴾

فارسی کی کتاب سے بَزوری برَسد (رزق زبردستی پہنچتا ہے) کسی طالب نے پڑھ کر آزمانا چاہا اور کہا آج میں کھانا نہیں کھاؤں گا، پھر دیکھتا ہوں کہ کیسے زبردستی پہنچتا ہے۔ چنانچہ وہ طالب علم گھر سے باہر جنگل کی طرف چل دیا۔ یہاں تک کہ ایک قبرستان پر سے گذر رہا، تو وہاں پر ایک قبر پر مٹھائی تھی، اس کو دیکھ کر وہاں سے بھاگ پڑا۔ تو وہاں قریب ہی چند آدمیوں نے اُسے پکڑ لیا اور کہا کہ اچھا تو ہمیں دیکھ کر مٹھائی میں زہر ملا کر بھاگ رہا ہے۔ چل ہمارے ساتھ اور کھا مٹھائی۔ غرض زبردستی اُسے مار مار کر مٹھائی کھلائی گئی۔ اللہ تعالیٰ اس طرح بھی رزق پہنچا دیتے ہیں۔ (ارشاد الطالبین ص ۱۲۶)

حکایت نمبر ۹۸: ملک الموت حضرت سلیمان علیہ السلام کی مجلس میں

ملکِ شام میں ایک مجلس کے اندر حضرت سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بیٹھے تھے اور ساتھ لوگ بھی تھے کہ عزرائیل علیہ السلام آئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اُن سے پوچھا کہ آپ ایک منٹ میں ایک جگہ اور دوسرے منٹ میں ہزار میل دُور کئی آدمیوں کی جان کس طرح نکال لیتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ساری دنیا کی روحیں نکالنا میرے لئے ایسی ہیں جیسے ایک پلیٹ سے انار کے دانے نکالنا۔ کہ جتنے چاہوں نکال لوں اس دورانِ گفتگو میں عزرائیل علیہ السلام ایک آدمی کی طرف بار بار دیکھتے تھے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا۔ جب عزرائیل علیہ السلام چلے گئے تو وہ آدمی آگے ہوا، (ور ور اندے شو) حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس۔ اور کہا یہ کون تھے بار بار میری طرف دیکھ رہے تھے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ یہ عزرائیل علیہ السلام تھے۔ پھر آدمی ڈر گیا کہ میری طرف بار بار جو دیکھ رہے تھے کہیں میری جان ہی نہ نکال لیں، اسلئے آپ ایسا کریں کہ بذریعہ ہوا مجھے ہندوستان پہنچادیں۔ چنانچہ وہ ہند پہنچ گیا۔ دوسرے دن اطلاع ملی کہ وہ فوت ہوگیا ہے۔ تو سلیمان علیہ السلام نے عزرائیل سے پوچھا کہ کیا بات تھی؟ تو انہوں نے بتایا کہ جب میں آپ کے پاس آیا تھا تو یہ شخص آپکے پاس بیٹھا تھا، میں اسکو اسلئے دیکھ رہا تھا کہ اسکی جان ہند میں نکالنے کا مجھے حکم تھا۔ تو میں اسکو غور سے دیکھ رہا تھا کہ یہ آدمی وہی ہے یا کوئی اور ہے، لگتا تو وہی تھا لیکن یہ آرام سے ملکِ شام میں بیٹھا ہے یہ ایک دن میں وہاں ہند کیسے پہنچ جائے گا، تو بہرحال عزرائیل علیہ السلام کا دیکھنا ہی مقررہ وقت پر جان نکلنے کا سبب بن گیا۔

اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ جب موت آجائے تو وہ موخر نہیں ہوسکتی۔ (۱۱ص ۱۲۷) ارشاد الطالبین

حکایت نمبر ۹۹: اَن پڑھ بوڑھے کی قبر میں پھولوں کا انبار

ہمارے ہاں ہندوستان میں ایک بڑے بزرگ حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی گذرے ہیں۔ اُن کے ایک خادم غالباً منشی تمیز الدین نام ہے پولیس کے محکمہ میں تھے۔ ایک دن وہ ڈیوٹی پر حاضری کیلئے صبح صبح سائیکل پر جارہے تھے تو راستہ میں کچھ لوگوں کو جنازہ لئے ہوئے بیٹھے دیکھا۔ انہوں نے اُن سے پوچھا کہ بھائی آپ لوگ یہاں اس طرح کیوں بیٹھے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہم لوگوں میں کوئی آدمی جنازہ کی نماز نہیں جانتا، اس انتظار میں ہیں کہ کوئی اللہ کا بندہ آجائے اور جنازہ کی نماز پڑھادے۔ منشی جی نے کہا کہ مجھے جلدی اور بہت ضروری کام ہے ڈیوٹی پر حاضر ہونا ہے لیکن خیر چند منٹ (آپکے لئے سہی) لاؤ میں پڑھادوں۔ انہوں نے جنازہ کی نماز پڑھائی، قبر تیار تھی تدفین میں بھی

شریک ہو گئے اور جلدی جلدی فارغ ہو کر اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب وہاں پہنچے تو ایک بہت ضروری کاغذ جو ڈیوٹی جوائن کرنے کے لئے تھا وہ جیب میں نہیں ملا، بہت پریشان ہوئے اسکے بغیر ڈیوٹی پر حاضری نہیں ہو سکتی، ملازمت خطرہ میں ہے، تو فوراً ہی اُلٹے پاؤں پلٹے، کہاں گیا؟ کہاں گرا؟ یہاں تک کہ اُس گاؤں میں پہنچ گئے۔ وہاں لوگوں سے کہا بھائی میرا ایک بہت ضروری کاغذ جس کے بغیر میری نوکری چلی جائے گی کہیں گر گیا ہے، راستہ بھر ڈھونڈ آیا ہوں، بہت پریشان ہوں۔ خیال ہوتا ہے کہ دفن کرتے وقت کہیں قبر میں نہ رہ گیا ہو۔ اگر آپ لوگ اجازت دیں تو قبر کھول کر دیکھ لیں، ورنہ میری نوکری چلی جائے گی۔ گاؤں والوں نے کہا آپ نے تو ہم پر بڑا احسان کیا ہے، ہم بڑے پریشان تھے آپ نے ہمیں پریشانی سے نکالا۔ چلئے ہم بھی مدد کرتے ہیں۔ قبر کھودی گئی، یہاں تک کہ قبر کھُل گئی، اب جو قبر کھلی تو منظر یہ دکھا کہ ساری قبر تازہ پھولوں سے ڈھکی ہوئی ہے، بھری ہوئی ہے اور اُن پھولوں کے ڈھیر جو مُردے کے اوپر تھا اُس پر وہ کاغذ رکھا ہوا تھا جیسے کسی نے اٹھا کر رکھ دیا ہو۔ خیر کاغذ مل گیا، لیکن تازے تازے پھول اتنے کہاں سے آ گئے؟ یہ سب لوگ ششدر رہ گئے، حیران، اور اس پر مزید خوشبوئیں۔ تو خیر قبر کو بند کر دیا۔ اب انہوں نے پوچھا کہ صاحب یہ آدمی کیسے تھے؟ کہا کچھ نہیں بس جیسے ہم ویسے یہ۔ بالکل منہ رہ جائیں، کچھ نہیں جانتے، نہ پڑھے نہ لکھے۔ پھر پوچھا۔ پوچھا۔ پوچھا...... اُن کی لڑکی نے گھر میں یہ کہا کہ ہمارے ''بابا'' جو تھے پڑھے لکھے تو کچھ نہ تھے لیکن اُن کے پاس ایک کتاب رکھی ہوئی تھی، پڑھنا تو وہ جانتے نہیں تھے لیکن روزانہ اسے نکالتے، ہاتھ پاؤں دھوتے اور انگلی پھیرتے جاتے اور اپنی دیہاتی زبان میں یوں کہتے جاتے۔ یہوں سچ کہن، یہوں سچ کہن۔'' اتنا کرتے تھے کہ یہ سچ کہا، یہ سچ کہا، یہ سچ کہا(دائے هم رشتيا ويلے دي) اور کچھ نہیں...... بھئی کونسی کتاب ہے لاؤ دیکھیں۔ دیکھا تو وہ قرآن کریم تھا۔

تو قرآن کا تعلق پڑھنا ہو، تلاوت ہو، سمجھنا ہو، عمل ہو تو کیا ہو جائے گا؟ وہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ ایک جاہل آدمی جو پڑھنا نہیں جانتا اس کا عقیدہ ہے کہ روز سطروں پر انگلی پھیر کر کہتا جاتا ہے کہ میرے مالک نے یہ بھی سچ کہا، یہ بھی سچ کہا۔ یہ بھی سچ کہا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ دکھایا کہ اسکے ساتھ آخرت میں ہم کیا کریں گے، تو یہ ایک بہت عظیم نعمت ہے اس کی قدر کرنی چاہئے اور دنیا کی، آخرت کی سب سے بڑی نعمت اسکو سمجھنا چاہئے۔ (کشکول معرفت۔ مجموعہ مکاتیب حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی صاحبؒ مرتبہ مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب زید مجدھم ص ۳۲۳ تا ۳۲۵)

حکایت نمبر ۱۰۰: حضرت امام مالکؒ سے گورنر مدینہ کی ملاقات

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے حدیث پڑھنے کا شوق تھا مگر آپ کی جلالتِ شان کی وجہ سے براہ راست آپ سے درخواست کرنے کی

ہمت نہ ہوئی، اس لئے میں نے امیر المؤمنین ہارون الرشید سے سفارشی خط لکھوایا، امیر المؤمنین سے میرا تعلقِ قرابت تھا امیر المؤمنین نے مدینہ منورہ کے گورنر کے نام خط لکھا کہ وہ مجھے بنفسِ خود امام مالکؒ کی خدمت میں پہنچا کر آئیں۔ میں مدینہ منورہ پہنچا اور گورنر کو امیر المؤمنین کا خط دیا۔ وہ خط پڑھکر مجھ سے یوں مخاطب ہوئے:

''صاحبزادے! اگر امیر المؤمنین مجھے مدینہ سے مکہ پیدل چل کر پہنچنے کا حکم فرماتے تو میرے لئے اسکی تعمیل امام مالکؒ کے دروازہ پر پہنچنے کی بنسبت بہت آسان تھی۔''...... میں نے سمجھا کہ گورنر صاحب، امام کے دروازہ پر جانے کو اپنے منصب کے خلاف سمجھتے ہیں، اسلئے میں نے کہا کہ آپ امام کو اپنے پاس بُلوالیں، گورنر نے کہا یہ کیسے ممکن ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اگر میں امام کے دروازہ پر جا کر گھنٹوں باہر کھڑا رہوں اور پھر ملاقات کی اجازت مل جائے تو غنیمت ہے۔ اسلئے ان کی خدمت میں حاضری بہت مشکل ہے، مگر امیر المؤمنین کا حکم ہے، تعمیل کے سوا چارہ نہیں، چنانچہ گورنر صاحب مجھے ساتھ لیکر امام عالی مقام کے دروازہ پر حاضر ہوئے، دستک دی۔ بہت دیر کے بعد ایک حبشیہ لونڈی باہر آگئی، گورنر نے امام کو اپنی حاضری کی اطلاع دینے کی درخواست کی۔ لونڈی اندر گئی اور غائب...... ہم دونوں دروازہ پر کھڑے انتظار کرتے رہے، بہت دیر کے بعد واپس آگئی اور کہا امام نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی ضروری مسئلہ دریافت کرنا ہے تو سوال اندر بھیج دیں' میں جواب لکھ دوں گا اور اگر کوئی دوسری غرض ہے تو واپس چلے جائیں، میں نے ہفتہ میں ایک متعین دن میں ملاقات کی اجازت دے رکھی ہے آپ نے اسکی خلاف ورزی کیوں کی؟ گورنر نے لونڈی سے کہا کہ امیر المؤمنین کا خط لیکر حاضر ہوا ہوں۔'' لونڈی پھر غائب، بہت دیر کے بعد لونڈی ایک بہت عظیم الشان کرسی لائی اور باہر رکھکر چلی گئی، یہ کرسی امام کے لئے تھی، اسلئے گورنر صاحب اسی طرح میرے ساتھ کھڑے رہے، کرسی باہر آنے کے بعد بھی حضرت امام باہر تشریف نہیں لا رہے، کرسی خالی رکھی ہے اور گورنر صاحب پاس کھڑے انتظار کی کٹھن کاٹ رہے ہیں، بہت دیر کے بعد حضرت امام باہر تشریف لا کر کرسی پر جلوہ افروز ہوئے، گورنر صاحب سامنے کھڑے ہیں: امیر المؤمنین کا خط حضرت امام کی خدمت میں پیش کیا۔ امام نے خط پڑھا تو بہت غضبناک ہو کر خط پھاڑ کر پھینک دیا۔ اور فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اور وہ حاصل کیا جارہا ہے بادشاہ کی سفارش سے؟ گورنر صاحب پر تو سکتہ طاری ہو گیا، مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے ہمت عطا فرمائی، میں نے عرض کیا حضرت مجھ سے غلطی ہوگئی معاف فرمائیں میں طلب حدیث کی آرزو لیکر حاضر خدمت ہوا ہوں۔'' یہ سنتے ہی فوراً ٹھنڈے (نــرم شــو) ہو گئے، اور میرے ساتھ بہت محبت و شفقت کا اظہار فرماتے ہوئے اور اپنی خدمت میں رہنے کی اجازت عطا فرمائی، میں نے آپ سے آپ کی کتاب مؤطا پڑھنا شروع کی، پھر تو محبت و شفقت کا یہ عالم تھا کہ بسا اوقات میں آپ کے آرام و دیگر مشاغل کے پیش نظر حالتِ درس میں عرض کرتا کہ حضرت اب بس کریں اتنا درس کافی ہے، مگر آپ فرماتے۔ ابھی نہیں

کچھ اور پڑھ لو۔ (انوار الرشید۔ سوانح حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی ص ۱۲۷ تا ۱۲۹)

حکایت نمبر ۱۰۱: ایک عورت کا عجیب اندازِ تعزیت

قاسم بن محمد کہتے ہیں میری اہلیہ کا انتقال ہو گیا۔ تعزیت کیلئے میرے پاس محمد بن کعب قرظیؒ آئے اور فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک سمجھ دار عالم عبادت گذار اور مجتہد تھا۔ اسکی ایک بیوی تھی جس پر عاشقِ زار (ډیره مینه) تھا (اتفاق سے) وہ مر گئی۔ اسے بڑا رنج وافسوس ہوا۔ اور گھر میں دروازہ بند کر کے بیٹھ گیا، لوگوں سے ملنا جلنا بھی چھوڑ دیا۔

کوئی اسکے پاس نہیں جاتا تھا۔ ایک عورت یہ واقعہ سن کر اسکے دروازے پر گئی اور کہا مجھے ایک مسئلہ پوچھنا ہے، انہیں سے پوچھوں گی، ان کے بغیر یہ کام نہیں ہو سکتا۔ آخر لوگ اپنے اپنے گھر چلے گئے، یہ دروازہ پر بیٹھی رہیں۔ آخر اُس شخص نے کہا کہ عورت کو اندر آنے دو۔ چنانچہ اسکے پاس جا کر کہا کہ میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھنے آئی ہوں۔ کہنے لگے کہ کیا مسئلہ ہے؟ عورت نے کہا میں نے اپنی ہمسائی (ګوانډۍ) سے کچھ زیورات مانگ کر پہن (اچولي وُو) رکھے تھے۔ انہیں ایک زمانے تک پہنتی بھی رہی اور لوگوں کو مانگنے پر دیتی بھی رہی۔

اب اُس ہمسائی نے اپنا زیور مانگا ہے کیا اُسے دیدوں؟ انہوں نے کہا ہاں ہاں، خدا کی قسم واپس کردو۔ کہنے لگیں وہ تو ایک مدت تک میرے قبضے میں رہا ہے؟ فرمایا پھر تو پھیر دینا بہت ہی ضروری ہے کیونکہ ایک عرصہ تک اُس نے تمہارے پاس رہنے دیا۔ (وہ عورت) کہنے لگیں خدا تم پر رحم فرمائے تم اُس چیز پر کیوں افسوس کرتے ہو جو خدا نے تمہیں مانگے (سوالی) سے دی تھی۔ اور پھر اپنی چیز واپس لے لی۔ کیونکہ تمہاری بہ نسبت حق تو اُسی کا تھا......

آخر انہوں نے اس بات میں غور کیا اور اللہ نے ان کی بات سے انہیں فائدہ پہنچایا۔

(مؤطا امام مالک ص ۵۵۸)

(كُلُّ امْرِءٍ سَتَئيمُ منه العِرْسُ او مِنها يَئِيمُ (حماسه) د هر يو سړي نه به خپله ښځه کونډه کيږي يا به دے د هغے نه کونډ کيږي)

انما المال وَ الاَهْلُوْنَ و دائعٌ   ولا بدّ يوماً اَنْ تُرَدّا لَوَ دَائِعُ

حکایت نمبر ۱۰۲: پاگل پاگلوں کو پسند کرتے ہیں، ایک بادشاہ کا واقعہ

پاگل پاگلوں کو پسند کرتے ہیں۔ ایک قصہ مشہور ہے کہ ایک بادشاہ کو کسی نجومی نے بتایا کہ فلاں وقت ایک ہَوا چلے گی۔ جس کو وہ لگ جائے گی وہ پاگل ہو جائے گا۔ بادشاہ نے جب اس سے پوچھا کہ اس سے بچنے کی بھی کوئی تدبیر ہے؟ نجومی نے جواب دیا کہ ہاں...... کسی تہہ خانے میں جو اُس دن چھپ

جائے گا وہ بچ جائے گا۔ جب وہ وقت آیا تو بادشاہ اور وزیر تہہ خانہ میں چلے گئے۔ وہ دونوں بچ گئے۔ باقی سب رعایا پاگل ہوگئی۔ کپڑے پھاڑ ڈالے اور ننگے ہوکر ناچنے لگے۔ جب بادشاہ اور وزیر کو کپڑے پہنے ہوئے دیکھے تو اُن کا مذاق اُڑانے لگے اور انہیں پاگل کہنے لگے۔ چند یوم کے بعد وہ دونوں تنگ آ گئے۔ انہوں نے نجومی سے پھر دریافت کیا کہ اب کوئی ایسی تدبیر بتلاؤ کہ ہم بھی پاگل ہو جائیں۔ اُس نے کہا کہ اُس دن کا مٹکے میں بچا ہوا پانی ہو تو پی لیجئے چنانچہ انہوں نے پانی پیا اور پاگل ہو گئے۔ اب جب وہ اُن کے ہم رنگ ہوکر پاگلوں میں گئے تو سب کہنے لگے۔ ''بادشاہ سلامت آ گئے''۔

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز کبوتر با کبوتر باز با باز

(ملفوظات حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ ص ۲۱۳)

حکایت نمبر ۱۰۳: حضرت مالک بن دینارؒ کا عجیب وغریب خواب

حضرت مالک بن دینارؒ مشہور بزرگوں میں سے ہیں وہ ابتدا میں کچھ اچھے حال میں نہ تھے۔ ایک شخص نے اُن سے اُن کی توبہ کا قصہ پوچھا کہ کیا بات پیش آئی جس پر آپ نے اپنی سابقہ زندگی سے توبہ کی؟ وہ کہنے لگے کہ میں ایک سپاہی تھا اور شراب کا بہت شوقین اور بہت عادی۔ ہر وقت شراب ہی میں منہمک رہتا تھا۔ میں نے ایک باندی خریدی جو بہت خوبصورت تھی اور مجھے اُس سے بہت تعلق تھا۔ اُس سے میری ایک لڑکی پیدا ہوئی مجھے اُس لڑکی سے بھی محبت تھی اور وہ لڑکی بھی مجھ سے بہت مانوس تھی۔ یہاں تک کہ وہ پاؤں چلنے لگی تو اُس وقت مجھے اُس سے بھی زیادہ محبت ہوگئی کہ ہر وقت وہ میرے پاس ہی رہتی۔

لیکن اُسکی عادت یہ تھی کہ جب میں شراب کا گلاس پینے کے لئے لیتا، وہ میرے ہاتھ میں سے چھین کر میرے کپڑوں پر پھینک دیتی (محبت کی وجہ سے اُسکو ڈانٹنے کو دل نہ مانتا) جب دو ۲ برس کی ہوگئی تو اسکا انتقال ہوگیا۔ اس صدمہ نے میرے دل میں زخم کر دیا۔ ایک دن ۱۵ شعبان کی رات تھی میں شراب میں مست تھ، عشاء کی نماز بھی نہ پڑھی۔ اسی حال میں سوگیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ حشر قائم ہوگیا لوگ قبروں سے نکل رہے ہیں۔ میں بھی اُن لوگوں میں ہوں جو میدان محشر کی طرف جا رہے ہیں۔ میں نے اپنے پیچھے کچھ آہٹ سی سنی۔ میں نے جو مُڑ کر دیکھا تو ایک بہت بڑا کالا اژدھا میرے پیچھے دوڑا ہوا آ رہا ہے، اُسکی کیری آنکھیں ہیں، منہ کھُلا ہوا ہے اور بے تحاشا میری طرف کو دوڑا ہوا آ رہا ہے۔ میں اُسکے ڈر سے گھبرا کر خوف زدہ زور سے بھاگ رہا ہوں اور وہ میرے پیچھے بھاگا چلا آ رہا ہے۔ سامنے مجھے ایک بوڑھے میاں نہایت نفیس لباس، نہایت مہکتی ہوئی خوشبو اُن میں سے آ رہی ہے ملے۔ میں نے اُن کو سلام کیا انہوں نے جواب دیا۔ میں نے اُن سے کہا کہ خدا کے واسطے میری مدد کیجئے۔ وہ کہنے لگے کہ میں ضعیف (کمزور) آدمی ہوں، یہ بہت قوی ہے، یہ میرے قابو کا نہیں ہے لیکن تو بھاگ

چلا جا، شاید آگے کوئی چیز ایسی مل جائے جو اس سے نجات کا سبب بن جائے۔ میں بے تحاشا بھاگا جا رہا تھا مجھے ایک ٹیلہ (ڈیـــری) نظر پڑا میں اُس پر چڑھ گیا مگر وہاں چڑھتے ہی مجھے جہنم کی دھکتی ہوئی آگ اُس ٹیلے کے پَرے (شـــاتـــہ، اخـــوا) نظر پڑی، اُسکی دہشتناک صورت اور اُسکے منظر نظر آئے۔ ان سب حالات کے دیکھنے کے باوجود اُس سانپ کی اتنی دہشت مجھ پر سوار تھی اور ایسی طرح بھاگا جا رہا تھا کہ میں قریب ہی تھا کہ جہنم کے گڑھے میں جا پڑوں۔ اتنے میں ایک زور کی آواز مجھے سنائی دی، کوئی کہہ رہا ہے۔ پیچھے ہٹ، تو اِن (جہنمی) لوگوں میں سے نہیں ہے۔ میں وہاں سے پھر پیچھے کو دوڑا، وہ سانپ بھی میرے پیچھے کو لوٹ آیا۔ مجھے پھر وہ بڑے میاں سفید لباس نظر پڑے۔ میں نے اُن سے پھر کہا کہ پہلے بھی درخواست کی تھی کہ اس اژدھے سے کسی طرح بچائیں، آپ نے قبول نہ کیا۔ وہ بڑے میاں رونے لگے اور کہنے لگے میں بہت ضعیف ہوں، یہ بہت قوی ہے، میں اسکا مقابلہ نہیں کر سکتا، البتہ سامنے یہ ایک دوسری پہاڑی ہے اس پر چڑھ جا، اسمیں مسلمانوں کی کچھ امانتیں رکھی ہیں ممکن ہے تیری بھی کوئی ایسی چیز امانت رکھی ہو جسکی مدد سے اِس اژدھے سے بچ سکے۔ میں بھاگا ہوا اُس پر گیا اور وہ اژدھا میرے پیچھے پیچھے چلا آ رہا ہے۔ وہاں میں نے دیکھا ایک گول پہاڑ ہے اُس میں بہت سے طاق (کھڑکیاں) کھلی ہوئی ہیں ان پر پردے پڑے ہوئے ہیں، ہر کھڑکی کے دو کواڑ ہیں سونے کے جن پر یاقوت جڑے ہوئے ہیں اور موتیوں سے لدر ہے ہیں اور ہر کواڑ پر ایک پردہ پڑا ہوا ہے۔ میں جب اُس پر چڑھنے لگا تو فرشتوں نے آواز دی کہ کواڑ کھولو پردے اُٹھاؤ اور باہر نکل آؤ شاید اس پریشان حال کی کوئی امانت تم میں ایسی ہو جو اِسوقت اِسکو اس مصیبت سے نجات دے۔ اُسکی آواز کے ساتھ یکدم کواڑ کھل گئے اور پردے اُٹھ گئے اور اُسمیں سے چاند جیسی صورت کے بہت سے بچے نکلے۔ مگر میں انتہائی پریشان تھا کہ وہ سانپ میرے بالکل ہی پاس آ گیا تھا۔ اتنے میں وہ بچے چلانے لگے، ارے تم سب جلدی نکل آؤ وہ سانپ تو اسکے پاس ہی آ گیا۔ اس پر فوجیں کی فوجیں بچوں کی نکل آئیں۔ اُن میں دفعتہً میری نگاہ اپنی اُس دو سالہ بچی پر پڑی جو مر گئی تھی۔ وہ مجھے دیکھ کر رونے لگی اور کہنے لگی خدا کی قسم یہ تو میرے اَبا ہیں۔ اور یہ کہتے ہی تیر کی طرح کُود کر ایک نُور کے پلڑے پر چڑھ گئی اور اپنے بائیں ہاتھ کو میرے داہنے ہاتھ کی طرف بڑھایا۔ میں جلدی سے اُس سے لپٹ گیا، اور اُس نے اپنے داہنے ہاتھ کو اُس سانپ کی طرف بڑھایا۔ وہ فوراً پیچھے کو بھاگنے لگا۔ پھر اُس نے مجھے بٹھایا اور خود میری گود میں بیٹھ گئی، اور اپنے داہنے ہاتھ کو میری ڈاڑھی پر پھیرنے لگی اور کہنے لگی میرے ابا جان اَلَمْ یَأْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ الآیۃ (سورۃ حدید پ ۲۷ ع ۲) کیا ایمان والوں (میں سے جو لوگ گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں اُن) کیلئے اس بات کا وقت ابھی تک نہیں آیا کہ اُن کے دل اللہ کے ذکر کے واسطے اور اُس حق بات کے واسطے جو اُن پر نازل ہوئی ہے جھک جائیں۔

اُس کی یہ بات سن کر میں رونے لگا اور میں نے پوچھا کیا بیٹی تم سب قرآن شریف کو جانتی ہو؟

وہ کہنے لگی کہ ہم سب قرآن شریف کو تم سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ میں نے پوچھا بیٹی یہ سانپ کیا بلا تھی جو میرے پیچھے لگ گئی تھی؟ اُس نے کہا یہ آپکے بُرے اعمال تھے۔ آپنے اسکو اپنے گناہوں سے اتنا قوی کر دیا کہ وہ آپکو جہنم میں کھینچ کر ڈالنے کی فکر میں تھا۔ میں نے پوچھا وہ سفید پوش ضعیف بزرگ کون تھے؟ کہنے لگی وہ آپکے نیک عمل تھے جنکو آپ نے اتنا ضعیف کر دیا کہ وہ اُس سانپ کو آپ سے دفع نہ کر سکے (البتہ اتنی مدد بھی کر دی کہ بچنے کا راستہ بتا دیا۔ میں نے پوچھا کہ بیٹی! تم اس پہاڑ میں کیا کرتی ہو؟

کہنے لگی کہ ہم سب مسلمانوں کے بچے ہیں، قیامت تک ہم یہاں رہیں گے آپ کے آنے کے منتظر ہیں جب آپ سب آئیں گے تو ہم سفارش کریں گے...... اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی تو اُس سانپ کی دہشت مجھ پر سوار تھی۔ میں نے اُٹھتے ہی اللہ جل شانہ کے سامنے توبہ کی اور اپنے بُرے افعال کو چھوڑ دیا۔ (فضائل صدقات ص ۵۵۷ مطبوعہ دہلی)

حکایت نمبر۱۰۴: حضرت ثوبانؓ اپنا کوڑا خود اُٹھاتے

حضرت ابوامامہؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون بیعت ہونے کے لئے تیار ہے؟ آپکے غلام حضرت ثوبانؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہمیں بیعت فرمالیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں اس شرط پر (بیعت کرتا ہوں) کہ کسی سے کوئی چیز نہ مانگو گے۔ حضرت ثوبان نے کہا (جو ایسے کرے گا) پھر اسے کیا ملے گا؟ آپؐ نے فرمایا جنت۔'' چنانچہ حضرت ثوبان حضورؐ سے بیعت ہو گئے۔

حضرت ابوامامہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ثوبانؓ کو مکہ میں بھرے مجمع میں دیکھا کہ وہ سواری پر سوار ہوتے تھے، اُن کا کوڑا گر جاتا اور بعض دفعہ وہ کوڑا (چابک) کسی کے کندھے پر گر جاتا اور وہ آدمی وہ کوڑا اُنکو پکڑانا چاہتا تو وہ اُس سے کوڑا نہ لیتے بلکہ خود سواری سے نیچے اُتر کر اُس کو کوڑے کو اُٹھا لیتے (حیات صحابہ ج ا ص ۳۱۴ بحوالہ طبرانی و ترغیب)

حکایت نمبر۱۰۵: حضرت گنگوہیؒ کی تعویذ

عملیات کی تاثیرات تو خداوند تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہیں مگر کرنے والے کی روحانی طاقت ان اثرات کے ظہور کا ذریعہ و وسیلہ بن جاتی ہے۔

چنانچہ حضرت الشیخ مولانا عبدالغفور صاحب مدنیؒ نے ایک مجلس میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ سنایا کہ حضرت مولانا کی خدمت میں ایک شخص آیا کہنے لگا حضرت جی! میں جس جگہ شادی کرنا چاہتا ہوں وہ لوگ کسی صورت میرے رشتہ کو قبول نہیں کرتے۔ سب کے سب مخالف ہیں مجھے کوئی ایسا تعویذ دیدیں جس سے وہ لوگ راضی ہو جائیں۔ حضرتؒ نے فرمایا مجھے اس قسم کا تعویذ نہیں آتا۔ اُس نے اصرار کیا آخر حضرتؒ نے جبرِ خاطر (اسکی تسلی) کیلئے اُسکو ایک تعویذ لکھ کر

دیدیا۔ تعویذ لیکر یہ شخص آیا اور رشتہ کی تحریک کی تو سب راضی ہو گئے۔ اور شادی ہو گئی۔ لوگوں نے اس سے اس انقلاب کے متعلق دریافت کیا کہ آخراب کیا بات ہو گئی کہ سب راضی ہو گئے۔ اُس نے کہا میں مولانا صاحب سے تعویذ لیکر آیا تھا اُس کا اثر ہے۔ ایک اُن میں سے کہنے لگا کہ بڑا زبردست تعویذ ہے لا وہ تعویذ ہمیں دکھا کہ اس میں کیا لکھا ہوا ہے؟ تعویذ لیکر اُسکو کھولا تو دیکھا کہ اسمیں یہ لکھا ہوا تھا:۔

یا اللہ میں جانتا نہیں اور یہ مانتا نہیں
یہ تیرا بندہ ہے تُو جانے اور تیرا کام جانے

تعویذ پڑھکر لوگ حیران رہ گئے۔ مگر ہمارے حضرت (مولانا عبدالغفور) مدنی صاحبؒ فرماتے تھے کہ مولانا گنگوہیؒ نے سب سے بہتر تدبیر کی کہ سائل کو اللہ کے حوالہ کر دیا اور یہ سب سے بڑا تعویذ ہے۔ (قبولیت دُعا اور اسکے طریقے ص ۹۸)

حکایت نمبر ۱۰۶: ہرنی نے وعدہ پورا کیا

الصّدق یُنجی و الکذب یهلك: سچائی میں نجات ہے...... اور جھوٹ میں ہلاکت ہے۔

ایک مرتبہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے دو پہر کے وقت حَرہ کی طرف نکلے۔ حَرہ میدان تھا جہاں پتھر پڑے ہوئے تھے، اب وہاں کوٹھیاں بن گئیں۔ تو آپؐ نے ایک آواز سُنی۔ یارسول اللہ۔ یارسول اللہ۔ آپؐ نے چاروں طرف دیکھا، کوئی نظر ہی نہیں آیا۔ کہاں سے آرہی ہے آواز۔ پھر آپؐ آواز کی طرف آگے بڑھے پھر سُنی یارسول اللہ۔ یارسول اللہ۔ یارسول اللہ۔ پھر آپ نے دیکھا کچھ نظر نہ آیا۔ پھر آواز کی طرف آگے بڑھے۔ تو آپؐ نے دیکھا کہ ایک درخت ہے اُس کے نیچے ایک ہرنی بندھی ہوئی ہے اور جس (آدمی) نے اس ہرنی کو شکار کیا ہے، پکڑا ہے وہ سو رہا ہے۔ یہ ہرنی کہہ رہی ہے یارسول اللہ۔ یارسول اللہ۔ آپ اُس کے قریب پہنچ گئے، کیا بات ہے؟ کہنے لگی یا رسول اللہ! اس نے مجھے شکار کیا اور پکڑا، اور یہاں باندھ لیا، اور یہ سو گیا۔ اور میرے اِس پہاڑ میں چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ وہ اس وقت بھوکے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتی کہ آپ مجھے بالکل چھوڑ جائیں، کیونکہ آپ یوں فرمائیں گے کہ تُو اسکی مِلک ہے، میں تجھے کیسے چھوڑوں۔ میری تو صرف اتنی معروض ہے کہ مجھے اتنی دیر کے لئے کھول دیں کہ میں اپنے بچوں کو دودھ پلا کر واپس آجاؤں پھر آپ مجھے باندھ لیں، آپ رحمۃ للعٰلمین ہیں۔ آپؐ نے سوال کیا کہ اگر میں نے تجھے کھول دیا اور تو واپس نہ آئی تو میں تیرے مالک کو کیا جواب دوں گا؟ تو اُس نے کہا یارسول اللہ اگر میں واپس نہ آؤں تو اللہ مجھے قیامت میں وہ عذاب دے جو عُشار کو دے گا۔ عُشار کون ہے؟ جو مسلمان حکومت کی طرف سے زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر کئے جاتے ہیں اُن کا نام عُشار ہے وہ اگر وصول کرنے میں ظلم کریں کسی سے حق سے زیادہ لیں، یا رشوت لیکر حق سے کم وصول کرے تو اللہ تعالیٰ اُس کو سخت عذاب دے گا۔ عُشار یعنی عُشر وصول کرنے

والے۔ جب حضورؐ نے یہ بات سنی تو آپ نے اُسکی گردن سے رسی نکال دی کہ جاؤ۔ اب وہ گئی اور جا کر اپنے بچوں کو دودھ پلایا اور دودھ پلا کر واپس آ گئی۔ جب وہ واپس آ گئی تو آپؐ اسکو باندھ رہے تھے کہ اُس کے مالک کی آنکھ کھل گئی اور وہ جاگ گیا، اور وہ تھے صحابی۔ وہ سمجھے کہ یہ ہرنی حضور کو پسند آ گئی، کہنے لگے یا رسول اللہ! اگر یہ آپکو پسند ہو تو میں آپ کو ھدیہ کرتا ہوں۔ آپکو ھدیہ کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا ہاں مجھے پسند ہے۔ انہوں نے کہا میں نے یہ آپکو دیدی، آپکی مِلک ہوگئی۔ اب آپ نے اُس ہرنی کی گردن سے رسی نکالی اور اُسے کہا کہ جا اَب تو اپنے بچوں کو دودھ پلا۔ اور اپنے بچوں میں زندگی بسر کر۔ تیری سچائی نے تجھکو نجات دیدی۔

البدایہ والنہایہ نے یہ واقعہ نقل کیا ہے۔

تو میرے دوستو اور بزرگو! آج کے دور کے مسلمان کو یہ یقین نہیں رہا کہ سچائی نجات دیتی ہے اور جھوٹ ہلاک کرتا ہے بلکہ الٹا یقین ہو گیا ہے کہ جھوٹ بولیں گے تو بچ جائیں گے اور سچ بولیں گے تو مر جائیں گے اور پھنس جائیں گے، جھوٹ بول کر زیادہ کماؤں گا اور سچ بول کر بہت تھوڑا نفع ملے گا۔

(نقل کردہ از بیان (کیسٹ) حضرت مولانا سعید خان صاحبؒ)

حکایت نمبر ۱۰۷: حضرت عمرؓ کے حضرت علیؓ سے تین سوال

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اکثر اوقات آپ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں۔ مگر ہم نہیں ہوتے۔ اور کبھی ہم ہوتے ہیں آپ نہیں ہوتے۔ میں آپ سے تین سوال کرتا ہوں اگر آپ کو جوابات معلوم ہوں تو بتائیے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا پوچھیئے، حضرت عمرؓ نے فرمایا (۱) کسی کو کسی سے محبت ہوتی ہے حالانکہ وہ اُس کا کوئی سلوک نہیں دیکھتا اور کسی کو کسی سے عداوت ہوتی ہے حالانکہ اُس نے اُس سے کوئی برائی نہیں دیکھی۔'' حضرت علیؓ نے فرمایا۔ ہاں میں نے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا، آپؐ فرماتے تھے کہ رُوحیں جمع شدہ لشکر ہیں اور فضا میں ملتی جلتی ہیں۔ پھر جن روحوں میں تعارف ہو جاتا ہے ان میں محبت ہو جاتی ہے اور جن میں اجنبیت رہتی ہے اُن میں دنیا میں بھی اجنبیت ہی رہتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ایک کا تو جواب ہوا۔ دوسری بات یہ کہ انسان بات کرتا کرتا کوئی بات بھول جاتا ہے پھر اچانک اسے بات یاد آ جاتی ہے۔ اسکی کیا وجہ ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ ہاں میں نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا، فرماتے تھے کہ ہر دل کے لئے بادل کی طرح بادل ہوتا ہے۔ پھر جیسے چاند پر بادل چھا کر اسکی روشنی مٹا دیتا ہے اور جب ہٹ جاتا ہے تو پھر چاند روشن ہو جاتا ہے اسی طرح انسان کے ذہن پر اثنائے گفتگو میں بادل چھا جاتا ہے اور وہ بات بھول جاتا ہے اور جب ہٹ جاتا ہے تو اُسے وہ بات یاد آ جاتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا دو کا جواب ہوا۔ تیسری بات یہ ہے کہ انسان خواب دیکھتا ہے پھر کوئی

خواب تو سچا ہوتا ہے اور کوئی جھوٹا، اسکی کیا وجہ ہے حضرت علیؓ نے فرمایا۔ ہاں میں نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا۔ آپ فرمار ہے تھے کہ جب انسان گہری نیند سو جا تا ہے تو اسکی روح عرش تک چڑھتی ہے پھر جو عرش کے وَرے (دیکھو ا) بیدار نہیں ہوتا اور کچھ خواب میں دیکھتا ہے تو اس کا خواب سچا ہوتا ہے ورنہ جھوٹا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا الحمد اللہ۔ میں نے موت سے پہلے تینوں کا جواب پا لیا۔...... حضرت علیؓ نے یہ بھی فرمایا کہ جن روحوں کو نیند میں چڑھایا جاتا ہے وہ جو کچھ آسمان میں دیکھ آتی ہیں وہ باتیں ٹھیک ہوتی ہیں۔ پھر جب وہ اپنے جسموں کی طرف لوٹائی جاتی ہیں تو فضا میں انہیں شیطان مل جاتے ہیں اور اُن کو جھوٹی باتیں بتا دیتے ہیں ایسے خواب جھوٹے ہیں...... ایک ضعیف روایت میں ابوالدرداءؓ کا بیان ہے کہ جب آدمی سو جاتا ہے تو اسکی روح اوپر چڑھتی ہے یہاں تک کہ عرش کے پاس جا پہنچتی ہے۔ پھر اگر وہ پاک ہوتا ہے تو روح کو سجدے کی اجازت ملتی ہے ورنہ نہیں۔

ابن مسعودؓ کا بیان ہے کہ روحیں جمع کئے ہوئے لشکر ہیں اور آپسمیں ملتی جلتی ہیں...... پھر جن روحوں میں تعارف ہو جاتا ہے ان میں محبت ہو جاتی ہے ورنہ اختلاف ہو جاتا ہے۔ لوگ قدیم زمانے سے اب تک یہ بات جانتے ہیں اور اس کا مشاہدہ کرتے چلے آئے ہیں (کتاب الروح از علامہ حافظ ابن قیم ص ۷۷ تا ۷۹)

حکایت نمبر ۱۰۸: حضرت مولانا عبداللہ بہلویؒ کی نصیحت

حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلویؒ کو بعد وفات قاری محمد سلیم صاحب خان گڑھی نے خواب میں دیکھا تو عرض کیا کہ کوئی نصیحت فرمائیں۔ فرمایا کسی مخلوق کو اپنے سے بُرا نہ سمجھنا اور اپنے آپکو کسی سے اچھا نہ سمجھنا۔ بیوی کی چھوٹی چھوٹی باتوں پر ناراض نہ ہونا...... میں نے عرض کی کوئی اور نصیحت فرمائیں۔ فرمایا میں موت کی تلخی سے سب کچھ بھول گیا ہوں۔

(نیت روزہ خدام الدین ۴ رجنوری ۱۹۸۰ء۔ کاپی ص ۱۷۰،۱۷۶)

حکایت نمبر ۱۰۹: بلا وضو نماز پڑھنے اور مظلوم کی مدد نہ کرنے کا وبال

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ کے کسی بندے کو قبر میں سو ۱۰۰ کوڑے مارنے کا حکم ہوا لیکن وہ مسلسل اللہ سے دُعا کرتا رہا یہاں تک کہ ایک کوڑے کا حکم رہ گیا۔ پھر اس کی قبر آگ کا تنور بن گئی۔ پھر جب یہ عذاب ہٹ گیا اور اُسے ہوش آیا تو پوچھا مجھے یہ سزا کس وجہ سے ملی؟ فرشتوں نے جواب دیا کہ تم نے ایک نماز بلا وضو کے پڑھی تھی۔ اور ایک دفعہ تم ایک مظلوم کے پاس سے گذرے تھے اور اُس کی مدد نہیں کی تھی (طحاوی بحوالہ کتاب الروح ص ۱۱۶)

﴿حکایت نمبر ۱۱۰: معصوم بچی کو زندہ دفن کرنیوالا سنگدل﴾

عرب کا ایک مشہور سردار قیس جس وقت دربارِ نبویؐ میں حاضر ہوا تو اپنی زندگی کے نمایاں کارنامے بیان کرتے ہوئے اُس نے یہ بھی بیان کیا کہ میرے یہاں ایک بچی پیدا ہوئی جبکہ میں سفر میں تھا میری بیوی نے خوف کی وجہ سے اپنی بہن کے یہاں پرورش کیلئے بھیج دیا۔ جب میں واپس آیا تو مجھ سے کہہ دیا کہ ایک مرا ہوا بچہ پیدا ہوا تھا.... زمانہ گذرتا گیا لڑکی پرورش پاتی رہی اور پتہ ہی نہیں چلا۔ ایک دن جب کہ میں گھر سے باہر گیا تھا وہ لڑکی اپنی ماں سے ملنے آئی۔ اتفاقاً اس کی موجودگی میں میں بھی گھر واپس آ گیا۔ جیسے میں نے ایک مہذب لڑکی دیکھی تو اپنی بیوی سے دریافت کیا، یہ کس کی بچی ہے؟ میرے اس سوال سے اگرچہ بیوی گھبرا گئی لیکن میری نگاہوں سے خیال کیا کہ خون کے رشتہ نے مجھ پر اثر کیا اور اس سے محبت کروں گا۔ چنانچہ واقعہ ظاہر کر دیا۔ اُس وقت مجھ پر بھی محبتِ پدری نے ایسا غلبہ کیا کہ اس بچی پر رحم آ گیا اور بیوی سے کہہ دیا کہ اس کی پرورش کرو۔

ایک دن میری غیرت کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ اسی بچی لڑکی کو دعوت کے بہانے جنگل میں لے گیا اور گڑھا کھودنا شروع کیا۔ جب میں گڑھا کھود رہا تھا تو میرے کپڑوں پر اچھل کر مٹی پڑتی تو وہ وفورِ محبت میں اسکو برداشت نہ کرتے ہوئے اپنے دونوں ننھے منھے ہاتھوں سے میرے کپڑوں کو جھاڑتی، اور میری قلبی شقاوت کا یہ عالم تھا کہ اس کا مجھ پر کوئی اثر نہ ہوا۔ گڑھے میں بچی کو کھڑا کر کے اس پر مٹی ڈالنی شروع کر دی۔ لڑکی اپنی پیاری زبان سے لڑکھڑاتے ہوئے الفاظ میں کہہ رہی تھی "ابا جان! یہ تم کیا کر رہے ہو! تم پر قسم ہے بتاؤ یہ کیا کر رہے ہو۔ کیا مجھ کو تنہا چھوڑ کر جاؤ گے؟ اس کی درد بھری آواز سے زمین شق ہو جاتی۔ فولاد پانی ہو جاتا۔ پہاڑ پھٹ جاتا۔ انسانی دل کا تو کہنا ہی کیا تھا مگر میں دیوانہ وار اپنے کام میں مشغول تھا۔ اس کو زندہ دبایا اور چلا۔ مگر اس کے بعد معلوم ہوا کہ دل کے اس معصوم ٹکڑے کی فریاد نے ایسا زخم کر دیا تھا جو آج تک نہ بھرا۔ اسکی یاد اب بھی نمک پاشی کرتی رہتی ہے۔ سردارِ دو عالم رحمت مجسم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس کی زبانی اس کی شقاوتِ قلبی اور معصوم و مظلوم بچی کی یہ درد بھری کہانی سُنی تو دل بھر آیا، آنکھیں پُرنم ہو گئیں اور زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری ہو گئے۔ وَاللّٰهِ اِنَّ ذَالِكَ لَقَسْوَةٌ. مَنْ لَّا يَرْحَمْ لَا يُرْحَمْ: یہ بڑی سخت دلی ہے جو رحم نہ کرے اس پر رحم نہ کیا جائے گا (اسلام اور عورت ص ۱۴۴۔ اسلامی خطبات ج ۲ ص ۲۳۷)

﴿حکایت نمبر ۱۱۱: دودھ کا دودھ پانی کا پانی﴾

دودھ میں پانی ملا کر بیچنا حرام ہے۔ اور یہ روزی حرام کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا، لَا تَشُوْبُوا اللَّبَنَ لِلْبَيْعِ بیچنے کے لئے دودھ میں پانی نہ ملاؤ (بیہقی وترھیب)......اور ترغیب میں یہ واقعہ لکھا ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکایت سنائی ہے کہ پہلے زمانے میں ایک شخص دودھ میں پانی ملا کر بیچا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ دودھ فروخت کر کے واپس آ رہا تھا کہ راستے میں کشتی میں سوار ہونا پڑا۔ جس کشتی میں سوار ہوا تھا اُسمیں ایک بندر بھی تھا۔ جب کشتی بیچ منجدھار میں پہنچی تو بندر اس کے روپوں کی تھیلی لے کر اوپر والی لکڑی پر چڑھ گیا اور وہاں سے روپوں کی تھیلی میں سے ایک روپیہ پانی میں پھینکتا اور ایک اس شخص کے سامنے ڈالتا جاتا۔ اسی طرح آدھا روپیہ پانی میں اور آدھا روپیہ اس کے سامنے ڈال دیا۔ گویا پانی کا روپیہ پانی میں ڈالا اور دودھ کا اس کے سامنے پھینکا۔ یہ حکایت ترغیب اور مسند احمد بن حنبل میں موجود ہے (اسلامی خطباتِ ج ۲ ص ۱۶۹)

﴿حکایت نمبر۱۱۲: بیوی کی تیز مزاجی پر صبر کرنے کا صلہ﴾

حضرت شاہ ابوالحسن خرقانی شیر پر چلتے تھے اور جنگل کی لکڑی کاٹ کر شیر پر رکھتے تھے اور اگر کبھی شیر شرارت کرتا تھا تو زندہ سانپ کا کوڑا لیکر اس سے شیر کی پٹائی کرتے تھے۔ خراسان سے ایک شخص ان سے بیعت ہونے خرقان گیا۔ لیکن انکی بیوی بڑی تیز مزاج تھی پوچھا کیسے آئے ہو؟ کہا حضرت سے مُرید ہونے آیا ہوں۔ کہنے لگی لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ مجھ سے زیادہ اس پیر کا حال دنیا کیا جان سکتی ہے۔ رات دن میں اسکے ساتھ ہوں، بالکل بنا ہوا مکار ہے، تم کہاں چکر میں آ گئے؟ تمہارے دماغ میں عقل بھی ہے یا نہیں؟ ایسی باتیں سنائیں کہ وہ رونے لگا کہ میرا ہزار میل کا سفر بیکار ہو گیا۔ محلّہ والوں نے کہا کہ انکی بیوی مزاج کی تیز ہیں خبردار بدگمانی مت کرو، جاؤ شیخ جنگل سے لکڑیاں لیکر آ رہے ہوں گے۔ وہاں گئے تو دیکھا کہ شیر پر بیٹھے حضرت ابوالحسن خرقان رحمہ اللہ آ رہے ہیں۔ مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شیخ کو کشف ہوا کہ یہ بیگم کی باتیں سن کر غمگین آ رہا ہے۔ شیخ ہنسے اور فرمایا کہ بھائی کچھ پریشان نظر آ رہے ہو، کیا بات ہے؟ کہنے لگا کہ حضرت آپکے گھر میں تو بڑی تلخ مزاج بیوی ہے، ایسی بیوی سے آپ نے کیوں شادی کی؟ تو شیخ نے فرمایا کہ یہ جو مجھے شیر کی سواری ملی ہے اور زندہ سانپ کا کوڑا ملا ہے یہ کرامت اسی خاتون کی تکلیفوں پر صبر کا انعام ہے۔ اب مولانا رومیؒ کی زبانی سنیئے کہ شاہ ابو الحسن رحمہ اللہ نے کیا فرمایا:

گر نہ صبرم می کشیدے بارِ زن — کے کشیدے شیرِ نر بیگارِ مَن

(اگر میرا صبر اس عورت کی تکلیفوں کا بوجھ نہ اُٹھاتا تو بھلا یہ شیرِ نر میری بیگاری کیوں کرتا اور میرا غلام بنتا؟) عادت اللہ یہ ہے کہ جس کو بھی دیتے ہیں مجاہدہ کرا کے دیتے ہیں ("خطبات۔ص ۳۰)

﴿حکایت نمبر ۱۱۳: قبر سے گدھے کی سی آواز آتی تھی﴾

ابوقزعہ کہتے ہیں کہ ہم بعض چشموں سے جو ہمارے بصرہ کے راستے میں پڑتے تھے، گذرے، تو گدھے کی سی آواز آئی۔ ہم نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ گدھے کی سی آواز کہاں سے آرہی ہے؟ اور کس کی ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ایک شخص ہمارے قریب رہا کرتا تھا۔ جب اسکی ماں اس سے بات کرتی تھی تو اسے کہہ دیا کرتا تھا کہ کیوں گدھے کی طرح چیختی ہے۔ اُس کے مرنے کے بعد اسکی قبر سے روزانہ گدھے کی سی آواز آتی ہے۔ (ابن ابی الدنیا۔ کتاب الروح ص ۱۲۹)

﴿حکایت نمبر ۱۱۴: نملۂ سلیمانؑ مذکر تھی یا مونث﴾

حکایت ہے کہ قتادہ تابعی مشہور محدث جب کوفہ میں تشریف لائے اور بہت سے علماء اُن کے پاس جمع ہوئے تو قتادہؒ نے فرمایا سَلُوْا عَمَّا شِئْتُم[1] ابوحنیفہ بھی اُس وقت موجود تھے اور وہ بالکل نوعمر تھے۔ تو ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ قتادہ سے نملۂ سلیمان کے بارے میں سوال کرو کہ وہ مادہ تھی یا نر۔ لوگوں نے سوال کیا تو قتادہ لاجواب ہوگئے۔ ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ وہ مادہ تھی۔ قرینہ یہ ہے کہ اس کا فعل مؤنث ہے۔ اگر وہ مادہ نہ ہوتی تو فعل مذکر ہوتا اور قالت کے بجائے قال ہوتا...... لان النملة مثل الحمامة والشاة فی وقوعها علی الذکر والانثٰی۔ کذا فی کتب التاریخ مقدمہ شرح البیضاوی اردو ص ۲۱۹۔

﴿حکایت نمبر ۱۱۵: مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ کی کرامت﴾

پروفیسر ماجد علی خان صاحب فرماتے ہیں کہ مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی قدس سرہٗ (خلیفہ حضرت تھانویؒ) کی توجہ باطنی کا ایک واقعہ میری ساتھ پیش آیا۔ وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرتؒ نے مجھے حکم دیا کہ میں حضرت کے نعلین (جوتے) مبارک پہنوں۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔ چندمنٹ بعد میں نے نعلین مبارک اُتاریں تو اپنے آپکو سلطان الاذکار میں مشغول پایا۔ یعنی میرے جسم کے روئیں روئیں سے اللہ اللہ کا ذکر نکل رہا تھا۔

(ماہنامہ دارالعلوم دیوبند کا وفیات نمبر ص ۲۰۷۔ الصیانۃ لاہور ستمبر ۱۹۹۶ء ص ۲۱)

﴿حکایت نمبر ۱۱۶: حضرت سید احمد شہیدؒ کو مسجد کی خدمت کی برکت سے علمِ لدنی نصیب ہوا﴾

یہ مساجد خانہ کعبہ کی نیابت کررہی ہیں ان کی صفائی اور خدمت بھی عظیم دولت ہے۔ مسجد کی خدمت پر ایک حکایت حضرت اقدس مرشدی پھولپوریؒ نے سُنائی تھی کہ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ

---

[1] جو چاہو پوچھو ۱۲

علیہ جو حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ کے شیخ ومرشد تھے۔ بچپن میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے کافیہ پڑھ رہے تھے۔ ایک دن سبق یاد کرنے کے لئے دہلی کے باہر جنگل چلے گئے۔ اچانک وہاں دیکھا کہ ایک مسجد ویران سی ہے درختوں کے پتوں کے گرنے سے بد بو اور گندگی ہو رہی ہے سبق یاد کرنا بند کر کے دن بھر مسجد صاف کرتے رہے اور رات کو جب شاہ صاحبؒ کے پاس آئے تو جب کتاب پڑھنا چاہی تو حروف نظر نہ آئے اور ہر ورق سفید نظر آنے لگا۔ بہت گھبرائے۔ شاہ صاحبؒ سے عرض حال کیا۔ ارشاد فرمایا آج دن بھر کہاں تھے؟ واقعہ مسجد کی خدمت کا بیان کیا۔ فرمایا کہ بس کام بن گیا۔ حق تعالیٰ نے مسجد کی خدمت کا عمل قبول فرمالیا اور تمہیں علم لدنی عطا فرمائیں گے اب آپکو پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ ایسا علم عطا ہوا کہ حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ جیسے اکابر علماء بھی سید صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ حتیٰ کہ خود شیخ واستاد مکرم حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں حج سے واپس بخیریت آیا تو سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہو جاؤں گا۔ حق تعالیٰ نے انکو بڑا درجہ عطا فرمایا ہے۔ مسجد کی خدمت بڑی دولت ہے۔ (مجالس ابرار ص ۱۴۷۔ تشریح حضرت حکیم اختر صاحب مدظلہ)

حکایت نمبر ۱۱۷: بددین کی کتاب میں بھی ظلمت ہوتی ہے

شاہ غلام علی صاحبؒ کی مجلس میں ایک شخص آیا۔ فوراً شاہ صاحب نے فرمایا کہ تمہارے پاس کوئی معقول کی کتاب ہے؟ اُس شخص نے کہا جی ہاں میرے پاس شیخ کی شفا ہے۔ فرمایا فوراً اسکو علیحدہ (الگ) کرو۔ تمام مجلس ظلمت سے بھر گئی۔

بددین کی کتاب خواہ بددینی کی نہ ہو مگر پھر بھی اُس مصنف کے قلب کی ظلمت دیکھنے والے کے دل میں کتاب کے ذریعہ سے پہنچتی ہے۔ (القول الجلیل ص ۸۷ حضرت تھانویؒ۔ تحفۃ العلماء ج ۱ ص ۵۹۳)

حکایت نمبر ۱۱۸: سورۃ بقرہ کے اختتام پر ڈھائی سو اشرفیوں کا نذرانہ

حضرت اقدس (مولانا ابرار الحق) ہردوئی دامت برکاتہم سے ایک حکایت سنی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ ایک وزیر کے بچے کا سورۃ بقرہ ختم ہوا۔ وزیر نے استاد کو ڈھائی سو اشرفیاں دیں۔ استاد نے کہا یہ تو بہت زیادہ ہے، ہم نے ابھی کیا کیا ہے جو اتنا انعام دیا جا رہا ہے۔ وزیر نے کہا کہ کل خلوت (یعنی تنہائی) میں مجھ سے ملئے۔ جب تنہائی میں ملے تو کہا کہ اب میرے بچے کو پڑھانے مت آنا کیونکہ آپکے قلب میں سورہ بقرہ کی وقعت میری ڈھائی سو اشرفیوں سے بھی کم ہے جب آپکے قلب میں قرآن کی یہی وقعت ہے تو آپ کا اثر میرے بچے پر کیا پڑے گا۔ (مجالس ابرار ص ۱۵۰)

حکایت نمبر ۱۱۹: ایک منطقی طالب علم احادیث کو منطقی نقطہ نگاہ سے دیکھتا تھا

گنگوہ میں حضرت گنگوہیؒ کے پاس ایک معقولی طالب علم حدیث پڑھنے آئے۔ ایک دن سبق میں یہ حدیث آئی لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ صَلٰوۃً بِغَیْرِ طُھُوْرٍ. یعنی نماز بغیر طہارت کے قبول نہیں۔

مولانا نے فرمایا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو کے بغیر نماز فاسد ہے۔ معقولی صاحب نے اعتراض کیا کہ اس سے قبول نہ ہونا معلوم ہوتا ہے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ بغیر وضو کے نماز صحیح بھی نہیں ہوتی۔ ممکن ہے کہ صحت تو بدون وضو کے بھی ہو جاتی ہو لیکن بغیر وضو کے قبول نہ ہوتی ہو۔ لہٰذا اگر نماز پڑھ لے پھر وضو کر لے تو احتمال ہے کہ اب قبول بھی ہو جائے۔ اس پر سب کو ہنسی آ گئی۔

ان ہی طالب علم صاحب نے ایک اور اعتراض کیا تھا کہ حدیث میں آتا ہے کہ جنت میں ہر شخص اپنے اپنے درجہ میں خوش ہوگا۔ ادنیٰ درجہ والوں کو بڑے رتبہ کے لوگوں کو دیکھ کر رنج نہ ہوگا۔ کیونکہ جنت میں رنج و غم کا نام بھی نہیں۔ ہر شخص اپنی حالت کو دوسرے سے اچھی سمجھے گا۔ وہ معقولی صاحب بولے کہ اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ سب جنتی جہل مرکب میں مبتلا ہوں گے۔'' غرض اُن کو حدیث میں وہی معقولی اصطلاحیں یاد آتی ہیں۔ جہلِ بسیط اور جہلِ مرکب ہی میں رہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اپنی حالت پر خوش رہنا اور بات ہے اور حالت کا نہ جاننا اور چیز ہے۔ ایک دوسرے کو مستلزم نہیں۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ ہم یہ جانتے ہوں کہ ہمارا درجہ فلاں شخص سے کم ہے۔ مگر پھر بھی ہم اپنی حالت پر خوش ہوں۔

حدیث میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جن کا سمجھنا واقعات کے جاننے پر موقوف ہوتا ہے اُن میں معقول کچھ کام نہیں دے سکتی۔ پس معقول کو علوم دینیہ کے بعد پڑھانا چاہئے ورنہ وہی عقل پر رچ جائے گی اور حدیث میں وہی معقولی اشکالات جاری ہوں گے۔ ایک دفعہ میں بیٹھا ہوا کچھ لکھ رہا تھا ایک معقولی صاحب کہنے لگے کیا لکھ رہے ہو؟ میں نے کہا تصورِ شیخ کا مسئلہ۔ کہنے لگے شیخ بوعلی سینا؟ اُن کے ذہن میں شیخ بوعلی سینا ہی ہر وقت جما ہوا تھا۔ اُن کے ذہن میں بس وہی ایک شیخ رہ گیا (حضرت تھانویؒ تحفۃ العلماء ج ۱ ص ۵۹۱، ۵۹۲)

حکایت نمبر ۱۲۰: حضرت امام ابو حنیفہؒ اپنے مقروض شخص کی دیوار کے سائے میں نہیں بیٹھے

حضرت امام ابو حنیفہؒ کا ایک شخص مقروض تھا۔ جس محلے میں وہ رہتا تھا وہاں آپ کا ایک شاگرد فوت ہو گیا۔ آپ اُسکی نماز جنازہ کیلئے تشریف لے گئے۔ تمازتِ آفتاب (سورج کی تیزی) زوروں پر تھی اور وہاں پر کوئی سایہ نہ تھا صرف اُسی ایک شخص کے مکان کی دیوار تھی جو آپ کا مقروض تھا۔ لوگوں نے آپ سے کہا ایک ساعت اس دیوار کے سائے میں آرام فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ صاحب دیوار پر میرا کچھ

قرض ہے اسلئے میرے لئے اس دیوار سے فائدہ حاصل کرنا روانہیں۔ اگر میں اس سے کچھ نفع حاصل کروں تو وہ رِبوٰ یعنی سود میں شمار ہوگا (ماہنامہ خلافت راشدہ فیصل آباد نومبر ۱۹۹۶ء ص ۲۸)

حکایت نمبر ۱۲۱: حضرت امام ابو حنیفہؒ ننگے سر کبھی نہیں بیٹھے۔ نہ پاؤں دراز کئے

حضرت داؤد طائیؒ فرماتے ہیں کہ میں بیس سال حضرت امام ابو حنیفہؒ کی خدمت میں حاضر رہا اور اس مدت میں میں نے خیال رکھا کہ آپ کبھی خلاء و ملاء میں سر برہنہ (ننگے سر) ہو کر نہ بیٹھے اور نہ کبھی استراحت کیلئے پاؤں دراز کئے۔ میں نے عرض کیا اے امامِ دین! اگر خلوت (تنہائی) میں پاؤں دراز کریں تو کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا حق تعالیٰ کے ساتھ مؤدب رہنا خلوت (تنہائی) میں نہایت اچھا ہے (")

حکایت نمبر ۱۲۱: ساحرین فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وضع بنا کر آئے تھے

اہل اللہ کے ساتھ ظاہر کا تشابہ (مشابہت) وہ چیز ہے کہ اسکی بدولت کفار پر فضل ہوگیا ہے۔ سیر کی روایت ہے کہ جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کیلئے ساحرین کو جمع کیا تو وہ لوگ اُس لباس میں آئے تھے جو حضرت موسیٰ کا لباس تھا۔ آخر مقابلہ ہوتے ہی تمام ساحرین مسلمان ہوگئے۔ حضرت موسیٰ نے حضرتِ خداوندی میں عرض کیا کہ یاالٰہی یہ سامان فرعون کے اسلام کے لئے ہوا تھا، کیا سبب ہے کہ اُس پر فضل نہ ہوا اور ساحرین کو ایمان کی توفیق ہوگئی۔ ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ یہ لوگ تمہاری سی صورت بن کر آئے تھے ہماری رحمت نے پسند نہ کیا کہ ہمارے محبوب کے ہم وضع لوگ دوزخ میں جائیں اسلئے اُن کو توفیق ہوگئی اور فرعون کو اتنی ہی مناسبت نہ تھی اس لئے اسکو یہ دولت نصیب نہ ہوسکی۔ اس حکایت سے احتجاج مقصود نہیں کہ اسکے ثبوت میں کلام کرنے لگو، صرف تائید منظور ہے (حضرت تھانویؒ۔ تحفۃ العلماء ج ۱ ص ۱۹۵)

حکایت نمبر ۱۲۲: زمزم پینے سے داڑھی سیاہ ہوگئی

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ نے فرمایا کہ ہمارے استاذ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ مظفر نگر کا ایک سفید ریش ڈاکٹر جب مکہ معظمہ میں زمزم کے کنویں پر جاتا تو پانی پیتے وقت یہ دعا کیا کرتا تھا کہ یااللہ میری داڑھی کے بال سیاہ کردے۔ دس پندرہ روز بعد اسکی داڑھی میں سیاہ بال آنا شروع ہوگئے۔ ڈاکٹر جب تک وہاں رہا یہی معمول جاری رکھا۔ اچانک کسی ضرورت سے واپسی ہوگئی۔ جب گھر لوٹا تو داڑھی میں آدھے بال سیاہ ہوچکے تھے۔ اُس ڈاکٹر صاحب کو میں نے شیخ مدنیؒ کی مجلس میں دیکھا تھا۔ جب وہ آئے تھے تو خود

حضرتؒ نے ہمیں اسکا تعارف کرایا تھا (ماہنامہ الحق نومبر ۱۹۸۴ء ص ۳۰)

حکایت نمبر۱۲۳: امام ابوحنیفہؒ کی کمالِ ذہانت

مؤلفِ (نزہتہ المجالس) کا بیان ہے کہ مجھ سے بعض حنفی علماء نے بیان کیا ہے کہ ایک بار (امام) ابوحنیفہؒ کے حُساد (حاسِدوں) نے چاہا کہ اُن کی بات کو بٹہ اور شہرت کو دھبہ لگائیں۔ اس ارادہ سے ایک عورت کو کچھ دے دلا کر اس بات پر آمادہ کیا کہ ابوحنیفہؒ کو رات کے وقت اپنے گھر بُلا لے جائے اور لوگوں پر ظاہر کرے کہ انہوں نے میری آبروریزی کا ارادہ کیا تھا۔ چنانچہ پچھلی رات کو جب آپ نماز صبح کے ارادہ سے جامع مسجد میں جارہے تھے وہ عورت اُن کے سامنے آ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی کہ میرا خاوند بیمار پڑا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ کچھ وصیت کرے اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں وصیت سے پہلے اُسکا انتقال نہ ہو جائے۔ ذرا آپ میرے ساتھ چلیے چلیئے چنانچہ آپ اسکے ہمراہ اُسکے گھر میں داخل ہوئے اُس نے کواڑ بند کرلئے اور چلانے لگی۔ حُساد (مخالفین) جو تاک میں تھے آ پہنچے اور امام صاحبؒ کو اور اُس عورت کو گرفتار کر کے خلیفہ کے پاس لے گئے خلیفہ نے حکم دیا کہ سورج نکلنے تک ان دونوں کو قید خانے میں رکھو۔ امام صاحب قید خانہ میں نماز پڑھنے گئے، وہ عورت نادم ہوئی اور لوگوں نے جو کچھ اسے سکھایا پڑھایا تھا اُن سے بیان کردیا۔ امام صاحبؒ نے اُس سے کہا کہ داروغہ جیل سے تو کہہ کہ مجھے ایک ضرورت درپیش ہے میں جاتی ہوں اور ابھی لوٹ آؤں گی۔ یہ کہکر اُمِ حماد یعنی میری بی بی کے پاس جا اور سارا ماجرا بیان کر کے کہدے، وہ میرے پاس چلی آئے۔ اور تو اپنا راستہ لے۔ اُس عورت نے ایسا ہی کیا اور امام صاحب کی بی بی آ گئیں۔ جب آفتاب نکلا تو خلیفہ نے امام صاحبؒ اور عورت کو طلب کیا اور امام صاحبؒ سے کہا کیا تمہیں اجنبیہ کے ساتھ خلوت میں رہنا جائز تھا؟ ابوحنیفہؒ نے جواب دیا فلاں شخص کو میرے پاس بلا دیجئے یعنی اپنے خسر۔ بلا بھیجا۔ جب وہ آئے تو آپ نے اپنی بی بی کا منہ (چہرہ) کھول کر انہیں دکھلا دیا اور پوچھا کہ یہ کون ہے؟ انہوں نے اپنی بیٹی کو دیکھ کر پہچان لیا اور کہنے لگے یہ میری بیٹی ہے میں نے امام صاحب کے ساتھ اس کا نکاح کردیا ہے۔

پس اس طرح خدا نے اُنکی بات کو اونچا کیا اور انکی آبرو رکھ لی۔ (نزہتہ المجالس ص ۲۰۰)

امام ابوحنیفہؒ کی عقل

سفیان ثوریؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابوحنیفہؒ کو کبھی کسی دشمن کی برائی کرتے نہیں سُنا۔ علی ابن ابی عاصم کہتے ہیں کہ اگر امام ابوحنیفہؒ کی عقل کا آدھی روئے زمین کے لوگوں کی عقل سے موازنہ کیا جائے تو

امام ابوحنیفہؒ ہی کی عقل غالب رہے گی (نزہتہ المجالس ج ۱ ص ۲۰۰)

حکایت نمبر ۱۲۴: سونے کے برتنوں میں کھانا

امام ابوحنیفہؒ کے لطیفوں میں سے ایک یہ ہے کہ ایک روز دعوت میں گئے جسمیں سونے کی برتنوں میں کھانا رکھا تھا۔ آپ کھانا برتنوں میں سے نکال نکال کر کسی شے پر رکھنے لگے، اور وہاں سے اُٹھا اُٹھا کر کھالیا تا کہ سونے کے برتنوں کا استعمال لازم نہ آئے (نزہتہ المجالس جلد دوم ص ۱۱۴)

حکایت نمبر ۱۱۵: ماں باپ کی فرمان برداری اور نافرمانی کا بدلہ

کسی نے استاذ ابو اسحٰق سے بیان کیا کہ میں نے گذشتہ رات خواب میں دیکھا ہے کہ گویا آپکی داڑھی جواہرات اور یاقوت سے مرصّع (جڑاؤ) ہے۔ انہوں نے کہا تم نے سچ کہا کیونکہ گذشتہ شب کو میں نے اپنی ماں کے قدم چھوئے تھے۔ اور حدیث میں ہے پہلی شے جو خدا نے لوح محفوظ میں لکھی ہے یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یقیناً میں خدا ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ جس کے ماں باپ اُس سے راضی رہیں میں اس سے راضی ہوں۔ اور حدیث میں ہے جتنے گناہ ہیں خدا اُن میں جتنوں کو چاہے گا قیامت تک مؤخر کرے گا سوائے ماں باپ کی نافرمانی کے، کیونکہ مرنے کے قبل ہی نافرمانی کرنیوالے کو خدا جلدی سے اُس کا بدلہ دیتا ہے (نزہتہ المجالس جلد اول ص ۴۰۲)

حکایت نمبر ۱۲۶: امام بخاریؒ نے گھوڑے والے سے حدیث نہیں لی

امام بخاریؒ ایک شخص سے حدیث طلب کرنے کے لئے نکلے اُسے دیکھا کہ اُس کا گھوڑا بھاگ گیا تھا اور وہ اپنی چادر سے گھوڑے کی طرف اشارہ کرتا تھا گویا اُس میں جَو (اور بھُٹے) ہیں۔ چنانچہ وہ گھوڑا آ گیا اور اُس نے پکڑ لیا امام بخاریؒ نے اُس سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس جَو تھے؟ اُس نے کہا نہیں لیکن میں نے اُسے دھوکہ دیا تھا (چِل مِ و رسرہ کولو) بخاریؒ نے کہا میں ایسے شخص سے حدیث نہیں لیتا جو جانوروں سے جھوٹ بولتا ہے۔ (نزہتہ المجالس ج ۱ ص ۲۸۶)

شبلیؒ نے علم نحو چھوڑ دیا

شبلیؒ ایک شخص کے پاس علم نحو سیکھنے بیٹھے اُس نے کہا کہو ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْراً (زید نے عمر کو مارا) شبلیؒ نے پوچھا کہا فی الواقع زید نے عمر کو مارا تھا؟ اُس نے جواب دیا نہیں، یہ تو ایک مثال ہے۔ شبلیؒ بولے جس علم کے شروع میں جھوٹ ہو میں اُسے نہیں سیکھتا (۱۱)

حکایت نمبر ۱۲۷: حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی راست گوئی

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے کام کی بنیاد صدق پر رکھی اور اسکی صورت یہ ہوئی کہ میں اپنے وطن سے طلب علم میں بغداد کی طرف روانہ ہوا میری ماں نے مجھے چالیس دینار دیئے اور مجھ سے صدق کا عہد کرالیا (کہ ہمیشہ سچ بولا کرو) پھر جب ہم لوگ سرزمینِ ہمدان میں پہنچے تو عرب کے لوگ نکل نکل کر ہمارے پاس آئے اور انہوں نے قافلہ کو آلیا۔ اُن میں سے ایک میرے پاس سے گذرا اور مجھ سے پوچھنے لگا کہ تیرے پاس کیا ہے میں نے کہدیا چالیس ۴۰ دینار۔ وہ مجھکو پکڑ کر اپنے سردار کے پاس لے گیا اُس نے بھی مجھ سے دریافت کیا میں نے صاف صاف بتادیا۔ اُس نے پوچھا کہ سچ پر تجھے کس چیز نے آمادہ کر دیا میں نے جواب دیا کہ میری ماں نے مجھ سے سچ بولنے کا عہد لے لیا تھا اسلیئے مجھے ڈر ہوا کہ کہیں اُسکی عہد شکنی مجھ سے نہ ہو جائے۔ اسکو سُن کر وہ چیخ اُٹھا اور اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور کہنے لگا تُو تو اپنی ماں کی عہد شکنی سے ڈرے اور مجھے خدا کی عہد شکنی سے خوف نہ آئے۔ پھر اُس نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ قافلہ والوں سے جو کچھ لیا ہو لوٹا دو اور کہنے لگا میں خدا کے واسطے آپکے ہاتھ پر توبہ کرتا ہوں۔ اُس کے ساتھی کہنے لگے کہ ڈاکہ زنی میں تُو ہمارا سردار تھا آج توبہ کرنے میں بھی تُو ہمارا سردار ہے۔ یہ کہہ کر سچ کی برکت سے سب کے سب تائب ہو گئے (نزہتہ المجالس جلد اول ص ۲۸۶)

حکایت نمبر ۱۲۹: بندر کی سنگساری

بخاری کی شرح بَر مادی میں میں نے دیکھا کہ ایک بندر اپنی بندریا کے سر کے نیچے ہاتھ رکھ کر سو رہا تھا۔ دوسرا بندر آیا اور اُس نے بندریا کو اشارہ کیا وہ چپکے سے سٹک کر اُس کے پاس آئی اُس نے اُس کے ساتھ زنا کیا۔ پھر جو وہ سونے کے ارادے سے اپنے بندر کے پاس لوٹ آئی تو وہ جاگ اُٹھا اور سونگھ کر پہچان گیا کہ زنا کرا آئی ہے۔ اس کے بعد وہ چلانے لگا یہاں تک کہ تمام بندر جمع ہو گئے اور اُس بندریا کو سب نے رجم کر ڈالا (نزہتہ المجالس جلد اول ص ۱۹۸)

حکایت نمبر ۱۲۹: موسیٰ علیہ السلام نے عدلِ خداوندی کا نظارہ کیا

ایک بار حضرت موسیٰ نے کہا اے رب آپ مجھے اپنا عدل دکھلائیے۔ ارشاد ہوا فلاں مقام پر جائیے۔ آپ وہاں گئے۔ انہوں نے ایک چشمہ اور ایک درخت دیکھا۔ درخت کے نیچے چھپ کر بیٹھ گئے۔ اتنے میں ایک سوار آیا، اُس نے چشمہ کا پانی پیا اور ہزار اشرفیوں کی تھیلی بھول گیا۔ اس کے بعد ایک لڑکا آیا اور تھیلی لیکر چل دیا۔ پھر ایک اندھا آیا۔ اُس نے چشمہ سے وضو کیا۔ سوار کو اپنی تھیلی یاد آئی تو وہ واپس آیا اور اندھے سے اُس نے (تھیلی کے بارے میں) پوچھا۔ وہ بولا مجھے تو نہیں ملی۔ اُس نے

اُسکو اتنا مارا کہ وہ مر گیا۔ موسیٰ کو اس سے بڑا تعجب ہوا۔ خدا نے اُن کے پاس وحی بھیجی کہ لڑکے نے اپنا حق وصول کرلیا۔ کیونکہ لڑکے کے والد سے اس سوار نے ہزار اشرفیاں لی تھیں۔
اور اس اندھے نے اس سوار کے باپ کو قتل کیا تھا۔ اسلئے ہر حقدار کا حق میں نے اسکے پاس پہنچا دیا (نزہتہ المجالس اردو ج ۲ ص ۱۲۸)

حکایت نمبر ۱۳۰: بي بي زُبيدے د مغفرت سبب

بي بي زُبيده چه د هارون الرشيد بادشاه بي بي وه، د مرګ نه پس چا په خوب کښې اوليده تپوس ئے ترے اوکړو چه څنګه معامله درسره اوشوه؟ هغې اورے چه خدائے پاك اوبخلم. هغه ترے تپوس اوکړو چه تا کوم نهر زُبيده جوړ کړے وو شايد چه هغه به دِ دَ بخښې سبب جوړ شوے وي؟ هغ ورته اووے چه نه. هغه نهر مِ د مغفرت سبب او نه ګرځيدو، هغه خو چه د چانه ما پيسے (چنده) راټولے کړے وے زيات ثوابونه خو هغهَ خَلقوته ملائو شو. څما د مغفرت سبب د خبره اوګرځيده چه يو ځل زهٔ خپلو سَويلو سره (يو مجلس کښې) ناستـه ووم، د شرابـو دَور چليدو، ما د شرابو جام لاس کښې نيولے وو اوخولے ته مِ نزدے کړے وو چه په دغه وقت کښې د نزدے جومات نه (اَللّٰهُ اَكْبَر) آواز راغـے يعني اذان شروع شر، دغه آواز څما غوږ کښې ننوتو او په زړه کے مِ خـخ (پيوست) شو. ماد اللّه د نوم په احترام کښې د شرابو جام د خولے نه لرے کَړو او لاتـدے مِ ګـوذ ارکړو. دا اَدا خدائے پاك ته خوښه راغلے وه. نو ماته ئے اوفرمائيل چه تا څما نـوم له په خپل زړه کښې ځائے ورکړے وو. څما د نوم احترام دِ کړے وو. زه ما تاله په خپل جنت کښې ځائے درکړو، او ستا خطاګانے مِ معاف کړے.

(دا واقعـه مِ د مـولانـا ابـراهيـم د هـلويؒ صاحب په کتاب غالباً افضل المواعـظ يا احسن اعـواعظ کے لوستے وه او روستو مِ په خپلو الفاظو کښې درج کړه) (اُذکرونی (فی فُرُشِکم اَذکُرکُم (فی لحدکم) (''))

حکایت نمبر ۱۳۱: حضرت ذوالنون مصریؒ کا اسم اعظم سیکھنے والا مرید

کوئی شخص ذوالنون مصریؒ کے پاس اسم اعظم سیکھنے آیا اور آپ کے پاس ڈیڑھ سال تک مقیم رہا پھر اُس نے آپکو قسم دلائی کہ مجھے سکھا دیجئے۔ آپؒ نے اُسے ایک برتن دیا جس پر سر پوش ڈھکا تھا، اور کہا

کہ اِسے فلاں کے پاس لیجا۔ وہ لے چلا۔ پھر راستے میں اُس کا سر پوش اُٹھا کر دیکھا تو اُس میں سے ایک چوہا اُچھل کر نکل بھاگ وہ اس پر بہت غضبناک ہوا اور ذوالنون کے پاس واپس آیا۔ اور کہنے لگا کہ آپ مجھ سے تمسخر کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہم نے تجھ کو ایک چوہے پر امین بنایا تھا تو تُو نے خیانت کی، پھر بھلا خدا کے اسمِ اعظم پر ہم تجھے کیسے امین سمجھیں۔ (نزہۃ المجالس ج ۲ ص ۴۱)

حکایت نمبر۱۳۲: کتے پر رحم کی وجہ سے فاسق بنی اسرائیل کی بخشش

بنی اسرائیل میں ایک فاسق شخص تھا جب وہ مرا تو بنی اسرائیل نے اُسے کنویں میں پھینک دیا۔ خُدا نے اُس زمانہ کے نبی کو حکم دیا کہ اِسکو نکال کر غسل دیں اور اسکی جنازہ پڑھیں۔ چنانچہ وہ یہ حکم بجا لائے۔ پھر انہوں نے پوچھا اے رب یہ ایسے مرتبہ کا کیوں مستحق ہوگیا۔ ارشاد ہوا کہ اس نے ایک اندھے کُتے کو پیاس کی وجہ سے زبان نکالے ہوئے دیکھا تھا پھر اپنا عمامہ لیکر اُس کو کنویں میں تر کیا اور اُسے پانی پلا دیا ("نزہتہ ص ۱۳۶)

حکایت نمبر۱۳۳: حضرت سیّدی احمد رفاعیؒ نے حضورؐ کے دست مبارک کو بوسہ دیا

شیخ صالح سیدی احمدؒ رفاعی ہر سال حاجیوں کے ذریعہ سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر سلام کہلا بھیجا کرتے تھے پھر جب خُدا نے اُن کو حج نصیب کیا تو قبر شریف کے پاس کھڑے ہو کر کہنے لگے۔ اشعار فِی حَالَۃِ الْبُعْدِ رُوحِی کُنْتُ اُرْسِلُھَا: تُقَبِّلُ الْاَرْضَ عَنِّی وَ ھِیَ نَائِبَتِی وَ ھٰذِہٖ دَوْلَۃُ الْاَشْبَاحِ قَدْ حَضَرَتْ. فَامْدُدْ یَمِیْنَکَ کَیْ تَحْظٰی بِھَا شَفَتِی

(ترجمہ: حالتِ دوری میں اپنی روح کو بھیجا کرتا تھا جو میری نائب ہو کر میری طرف سے زمین بوسی کر جایا کرتی تھی۔ اور اب اِس جسم کو حاضری کی دولت نصیب ہوئی ہے ذرا اپنا داہنا ہاتھ تو بڑھا دیجیے کہ میرا لب اس سے بہرہ اندوز ہو جائے) یہ کہنا تھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک ظاہر ہوا اور انہوں نے اسکو بوسہ دیا'' اس کا انکار نہیں کرنا چاہئے کیونکہ انکار کا انجام سوءِ خاتمہ ہوا کرتا ہے خدا پناہ میں رکھے۔ اور اس میں شک نہیں کہ اولیاء کی کرامت حق ہے۔ اور حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں، سنتے اور دیکھتے ہیں اور آپ کو قبر میں نعمتیں ملتی ہیں (نزہتہ المجالس ج ا ص ۳۸۱)

حضور اقدسؐ کے جسد اطہر سے ملا ہوا حصہ زمین عرش وکرسی سے بھی افضل ہے

اور بعض علماء نے تصریح کی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی طرف جانا کعبہ شریف کی طرف جانے سے افضل ہے کیونکہ زمین کا اتنا قطعہ جس میں آپ کے اعضاء تازگی آمیز ہیں عرش وکرسی سے بھی افضل ہے ('')

حکایت نمبر۱۳۴: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک مست اونٹ کو موت یاد دلائی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک شخص پر گذر ہوا جو اونٹ چرا رہا تھا۔ وہاں انہوں نے ایک موٹا اونٹ دیکھا کہ خوش ہو رہا تھا اور ایک ایک اونٹ کو کاٹ کاٹ (چقونہ لگول) کھاتا تھا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اُس کا کان پکڑ کر کہا کہ تُو تو مرنے والا (تہ خو بہ مرے) ہے۔'' پھر کچھ دنوں بعد جو اُس شخص پر گذر ہوا تو دیکھا کہ وہ بدستور اونٹ چرا رہا تھا اور اونٹ کو دیکھا کہ دُبلا ہو گیا ہے اور سب سے الگ ہے کھانا پینا چُھوٹا ہوا ہے۔ اُس چرواہے سے پوچھا تو اُس نے کہا کہ اے روح اللہ مجھے معلوم نہیں مگر اتنا کہہ سکتا ہوں کہ ایک شخص گذرا تھا اور وہ اس کے کان میں کچھ کہہ گیا، جب سے اسکی یہ حالت ہوگئی ہے جو آپ دیکھتے ہیں...... عیسیٰ علیہ السلام جب موت کو یاد کرتے تھے تو بدن سے خون ٹپکنے لگتا تھا (نزہتہ المجالس ج ۱ ص ۱۲۲)

حکایت نمبر۱۳۵: صحابہ کرام کو گالی دینے والے کا انجام

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے ایک مُردے کو غسل دینے کے لئے بلایا گیا۔ جب میں نے اس کے چہرے سے چادر ہٹائی تو ایک موٹا سانپ اس کی گردن میں لپٹا ہوا دیکھا۔ آخر میں اسے بلا غسل کے چھوڑ کر چلا آیا۔ لوگ کہتے تھے کہ یہ شخص صحابہؓ کو گالیاں دیا کرتا تھا (کتاب الروح لابن القیمؒ ص ۱۳۳ مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

حکایت نمبر۱۳۶: ایک بصری گورکن کو خواب میں دو عورتوں کی فرمائش

ایک بصری گورکن کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن ایک قبر کھودی اور اسکے قریب ہی سو گیا۔ خواب میں میرے پاس دو۲ عورتیں آئیں۔ ایک عورت بولی۔ اے اللہ کے بندے خدارا اس عورت کو ہم سے ہٹالے۔ اور ہمارے پڑوس میں دفن نہ کر۔ گھبرا کر میری آنکھ کھل گئی۔ اتنے میں اسی قبر کے پاس ایک عورت کا جنازہ لایا گیا۔ میں نے اسے اسمیں دفن نہیں ہونے دیا اور دوسری قبر بتا دی۔ رات ہوئی تو پھر وہی دو۲ عورتیں خواب میں دکھائی دیں ان میں سے ایک بولی۔ اللہ تمہارا بھلا کرے۔ تم نے ہمیں ایک طویل شر سے ہٹا دیا۔ میں نے کہا تمہاری طرح یہ (دوسری) عورت بات کیوں نہیں کرتی؟ بولی یہ عورت وصیت کئے بغیر فوت ہوگئی تھی۔ ایسوں پر واجب ہے کہ قیامت تک بات نہ کریں ('' ص ۱۳۳)

حکایت نمبر۱۳۷: نجاشی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خط مبارک آنکھوں سے لگایا

نوویؒ نے تہذیب الاسماء واللغات میں بیان کیا ہے کہ جب نجاشی کے پاس عمرو بن امیہ ضُمری

کی ہمراہی میں حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ نامی (خط مبارک) پہنچا تھا تو اُسے لیکر انہوں نے اپنی آنکھوں سے لگایا تھا اور اپنے تخت سے اُتر کر زمین پر آ بیٹھے تھے اور پھر اسلام لے آئے۔ رضی اللہ عنہ (نزہتہ المجالس ج ا ص ۲۹۴)

حکایت نمبر ۱۳۸: نیک مردہ دفن ہوا تو چالیس پڑوسیوں کی بخشش ہوئی

عبداللہ بن نافع کہتے ہیں کہ ایک مدنی فوت ہوا۔ پھر اُسے ایک شخص نے خواب میں دیکھا جیسے وہ جہنمی ہے۔ یہ دیکھ کر اُسے صدمہ ہوا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد اسے خواب میں دیکھا تو جنتی معلوم ہوا۔ پوچھا کیا تم نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں جہنمی ہوں؟ بولا معاملہ تو ایسا ہی تھا۔ لیکن ہمارے پاس ایک نیک شخص بھی مدفون ہے اسکی سفارش اسکے چالیس پڑوسیوں کے حق میں قبول کر لی گئی اُن میں سے ایک میں بھی ہوں (کتاب الروح ص ۱۶۵)

حکایت نمبر ۱۳۹: مرنے والوں کو زندوں کی دعا کا فائدہ

احمد بن یحییٰ کہتے ہیں کہ ہمارے ایک ساتھی کا بیان ہے کہ میرے بھائی فوت ہو گئے۔ میں نے اُسے خواب میں دیکھا پوچھا قبر میں جانے کے بعد کیا حال رہا؟ فرمایا آنیوالا میری طرف آگ کا انگارہ لے کر بڑھا، اگر دعا کرنے والا میرے حق میں دُعا نہ کرتا تو وہ انگارہ میرے مار دیتا (ابن ابی الدنیا" ص ۱۶۶)

حکایت نمبر ۱۴۰: زندوں کی دُعائیں مُردوں کو نورانی طباق میں پیش کیجاتی ہیں

بشّار بن غالب کہتے ہیں کہ میں رابعہ بصریؒ کے لئے کثرت سے دعائیں مانگا کرتا تھا۔ ایک دن میں نے انہیں خواب میں دیکھا۔ بولیں۔ تمہارے ہدیئے نورانی طباق میں لگ کر اور اُن پر ریشمی رومال ڈھانپ کر میرے پاس لائے جاتے ہیں۔ میں نے پوچھا کس طرح؟ بولیں جب زندہ مومن مُردوں کے لئے دُعائیں کرتے ہیں اور اُن کی دُعائیں قبول ہوتی ہیں تو وہ دُعائیں نورانی طباق میں لگا کر ان پر ریشمی رومال ڈھانپ کر جن کے لئے دُعائیں مانگی تھیں اُس کے پاس لائی جاتی ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہ آپ کے پاس فلاں نے ہدیہ بھیجا ہے...... ابوعبید بن بجیر کہتے ہیں کہ ہمارے ایک ساتھی کا بیان ہے کہ میں نے اپنے بھائی کو خواب میں دیکھا اور پوچھا۔ کیا زندوں کی دُعائیں تم تک پہنچتی ہیں۔ بولے ہاں۔ اللہ کی قسم ریشمی مہین و نورانی شکلوں میں آتی ہیں پھر مُردہ اسے پہن لیتا ہے۔ (ابن ابی الدنیا" ص ۱۶۶)

﴿حکایت نمبر۱۴۱: سفید پتھر سے آدمی نکل آیا، ۱۵ شعبان کے نفل﴾

روض الافکار میں مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک پہاڑ پر گذر ہوا تو انہیں ایک بڑا سفید پتھر نظر آیا۔ عیسیٰ اسکے چاروں طرف پھرتے تھے اور تعجب کرتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے اُن کے پاس وحی بھیجی کہ کیا آپ چاہتے ہیں کہ اس سے بھی زیادہ عجیب چیز آپ پر ظاہر کروں؟ انہوں نے عرض کی ہاں۔ پس وہ پتھر پھٹ گیا اور اُس میں سے ایک شخص سبز رنگ کا عصا ہاتھ میں لئے ہوئے نکل آیا اور اُس کے پاس ایک انگور کا پودا تھا وہ کہنے لگا کہ مجھے روزانہ یہ رزق ملتا تھا۔ انہوں نے اس سے پوچھا کہ تُو اس پتھر میں کب سے خدائی کی عبادت میں مشغول ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ چار سو برس سے۔ عیسیٰ نے کہا اے رب میرا گمان ہے کہ آپ نے اس سے افضل کوئی مخلوق نہ پیدا کی ہوگی۔ ارشاد ہوا کہ جو شخص امتِ محمدی میں نصف شعبان کی رات کو دو رکعتیں پڑھ لیتا ہے وہ اسکی چار سو برس عبادت سے افضل ہے۔ عیسیٰ بولے کاش میں اُمتِ محمدی میں سے ہوتا۔ (نزہۃ المجالس ج ۱ ص ۳۱۶)

﴿حکایت نمبر۱۴۲: حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر ایک فاحشہ عورت کو بطور ہدیہ پیش کیا گیا﴾

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد عبداللہ بن عمرؓ بیت اللہ میں جاتے ہیں۔ ابن زبیرؓ کی لاش لٹک رہی ہے۔ آپ حضرت اسماءؓ کو تسلی اور تشفی دینے لگتے ہیں اور فرماتے ہیں صبر کیجیے اور تقویٰ کی راہ اختیار کیجئے۔

یہ جسم کچھ نہیں، اصل روحیں ہیں جو اللہ کے پاس ہیں۔ حضرت اسماءؓ جواب دیتی ہیں کہ مجھے ہر طرح سے صبر ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر ایک اسرائیلی فاحشہ کو بطورِ ہدیہ کے پیش کیا گیا تھا (جب ان کے ساتھ ایسا ہوا تو ہماری ہستی (حیثیت) کیا ہے) (کتاب الروح ص ۱۸۴)

﴿حکایت نمبر۱۴۳: حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک شخص کو ہندوستان بھیج دیا﴾

حضرت سلیمان علیہ السلام سے ایک شخص نے کہا اے نبی اللہ! زمین ہند میں مجھے ایک حاجت ہے آپ ہوا کو حکم دیجیے کہ اسی دم مجھے وہاں پہنچا دے۔ سلیمانؑ نے ملک الموت کی طرف [illegible] مسکرا رہے تھے۔ اُسے اس کا سبب پوچھا۔ انہوں نے کہا تعجب کی وجہ سے۔ کیونکہ مجھے حکم ہوا ہے ابھی وقت میں میں اسکی جان سرزمین ہند میں قبض کروں اور میں اسے آپکے پاس دیکھ رہا ہوں۔ سلیمانؑ نے ہوا کو حکم دیا اور اُس نے اُسی دم اُسے اٹھا کر سرزمین ہند میں پہنچا دیا اور اسکی وہیں روح قبض ہوگئی۔ اور اسی معنی میں کسی نے کہا ہے۔ **اِذَا ما حمامُ المرءِ کان ببلدۃ. دَعَتْهُ اِلَیها حاجۃٌ فَیَطِیرُ** یعنی جب کسی شہر میں انسان کی موت ہوتی ہے تو اُس شہر میں جانے کی اُسکی کوئی حاجت پیش آتی ہے اور وہیں

پرواز کر کے جا پہنچتا ہے (نزہۃ المجالس ج ۱ ص ۴۷۳)

حکایت نمبر۱۴۴: حالتِ نزع میں یہودی کو مچھلی ملی اور مؤمن کو زیتون کا تیل نصیب نہ ہوا

ابواللیث سمرقندیؒ نے نقل کیا ہے کہ ایک بار چوتھے آسمان پر دو فرشتے ایک دوسرے سے ملے ایک نے دوسرے سے کہا، کہاں جاتے ہو؟ اُس نے جواب دیا کہ مجھے ایک عجیب حکم ہوا ہے اُس نے پوچھا کیا ہے؟ وہ بولا فلاں شہر میں ایک یہودی ہے اُسکی موت قریب آ لگی ہے اور وہ مچھلی کھانا چاہتا ہے اور اتفاق سے اُن کے دریا میں دستیاب نہیں ہوئی تو مجھے خدا کا حکم ہوا ہے کہ مچھلیاں ہنکا کر وہاں لیجاؤں تا کہ اُن میں سے اُس کے لئے ایک مچھلی پکڑ لی جائے اور یہ اس لئے کہ کوئی نیکی اُس نے ایسی نہیں کی تھی جس کا خدا نے اسے دنیا میں بدلا نہ دیا ہو صرف اُسکی ایک نیکی باقی رہ گئی ہے اسلئے خدا کو منظور ہوا اسکی یہ خواہش بھی پوری ہو جائے تا کہ دنیا سے ایسی حالت میں جائے کہ خدا کے نزدیک اُسکی نیکی نہ رہے۔ اور دوسرے فرشتے نے کہا کہ خدا نے مجھکو بھی ایک عجیب کام کے لئے بھیجا ہے فلاں شہر میں ایک مرد صالح ہے جس نے کوئی گناہ نہیں کیا جسکی سزا اُسے خدا نے دنیا میں نہ دیدی۔ اب اُس کی وفات قریب آ پہنچی ہے اب وہ زیتون کا خواہشمند ہے اور اُسکا ایک گناہ رہ گیا ہے اسلئے خدا نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں زیتون پھینک دوں تا کہ اُس پر غمزدہ ہو، اور خدا اُس کے گناہ کا کفارہ کر دے اور خدا سے اس حالت میں ملے کہ کوئی گناہ نہ رہے۔ ('' ص ۴۸۶) (یعنی زیتون کے تیل کا شیشہ جو اسکے گھر میں ہے اسے پھینک کر تیل ضائع کر دوں)

حکایت نمبر۱۴۵: حضرت سلیمانؑ اور آپکی بیوی اور وزیر آصف نے اپنا سچا حال بیان کیا

حضرت سلیمان علیہ السلام کی ساٹھ عورتیں تھیں اور بعض نے اس سے بھی زیادہ بتلائی ہیں۔ چنانچہ ایک رات سب عورتوں کے پاس گئے تا کہ ہر ایک کے لڑکا ہو۔ پس آپ کے ایک لڑکا ہوا جس کا ایک ہاتھ ایک پیر اور ایک آنکھ تھی۔ آپ پر یہ نہایت شاق ہوا۔ آپ کے وزیر آصف نے آپ سے کہا آیئے ہم آپ اور ایک اُمِ ولد (آپکی ایک بیوی) جمع ہو کر بیٹھیں اور ہر شخص اپنا سچ سچ کچھ حال بیان کرے۔ سلیمانؑ نے بیان کیا کہ میں مشرق اور مغرب کا مالک ہوں اور باوجود اسکے مجھے ہدیہ محبوب ہے۔ آصف نے کہا کہ میں کہتا تو یہ ہوں کہ مجھے وزارت نہیں چاہئے حالانکہ میرا دل اسی کو پسند کرتا ہے۔ اُس عورت نے کہا اے سلیمانؑ! اگر آپکی سیاہ ڈاڑھی کے ساتھ میں فقیر ہوتی تو اس سے بہتر ہوتا کہ مُلک کے ساتھ سفید ڈاڑھی ہو۔ پھر سب نے مل کر دعا کی۔ خدا نے سچ کی برکت سے لڑکے کو کامل کر دیا (نزہۃ المجالس ج ۱ ص ۲۸۵، ۲۸۶)

﴿حکایت نمبر ۱۴۶: روح اور جسم کا جھگڑا اور فیصلہ﴾

حق تعالیٰ کے سامنے قیامت کے دن روح اور جسم دونوں جھگڑیں گے۔ حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ قیامت کے دن لوگوں میں جھگڑے ہوں گے۔ یہاں تک کہ روح جسم سے جھگڑے گی کہ اے رب میں تیری روح تھی تُو نے مجھے اس جسم میں مقرر فرما دیا تھا۔ میرا کوئی قصور نہیں۔ جسم کہے گا کہ اے رب میں ایک جسم تھا جسے تُو نے پیدا کیا تھا، اور یہ آگ جیسی روح مجھ میں داخل ہوگئی تھی۔ اسکی وجہ سے میں اُٹھتا بیٹھتا، کھڑا ہوتا اور آتا جاتا تھا۔ میرا کوئی گناہ نہیں۔ کہا جائے گا کہ میں تم دونوں میں فیصلہ کئے دیتا ہوں۔ ایک اندھا اور ایک اپاہج (شَل) دونوں ایک باغ میں جاتے ہیں۔ اپاہج اندھے سے کہتا ہے کہ مجھے پھل نظر آرہے ہیں اگر میرے پاؤں ہوتے تو انہیں توڑ لیتا۔ اندھا کہتا ہے میں تجھے اپنے کندھے پر اُٹھائے لیتا ہوں۔ چنانچہ اپاہج کو اپنے کندھے پر بٹھا لیتا ہے، پھر اپاہج توڑ لیتا ہے۔ اور دونوں کھا لیتے ہیں۔ بتاؤ کس کا قصور ہوا؟ بولے دونوں کا۔ فرمایا تم نے خود اپنا فیصلہ کرلیا (کتاب الروح ص ۲۸۶)

﴿حکایت نمبر ۱۴۷: خدا کے سامنے روح کس طرح سلام کرتی ہے﴾

صحابہؓ کے مختلف آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ روحِ مومن عرش کے آگے وفاتِ نوم اور وفاتِ موت کے بعد سجدہ کرتی ہے۔ اللہ کے سامنے جا کر روح کا بہترین سلام یہ ہے:۔ **اَللّٰھُمَّ اَنتَ السّلامُ وَ مِنکَ السَّلامُ تبارَکْتَ یَا ذَالْجَلالِ وَالْاِکْرَام۔**

قاضی نورالدین کا بیان ہے کہ میری خالہ بڑی نیک اور عبادت گذار تھیں۔ میں مرض الموت میں انکے پاس گیا تو وہ مجھ سے پوچھنے لگیں کہ جب روح حق تعالیٰ کے سامنے جاتی ہے اور اسکے سامنے کھڑی ہوتی ہے تو کس طرح سلام کرتی ہے؟۔ یہ سوال بڑا اہم تھا۔ میں نے غور کر کے یہ جواب دیا کہ **اَللّٰھُمَّ اَنتَ السَّلامُ وَ مِنکَ السَّلامُ تبارکتَ یا ذَا الْجَلال** والاکرام کہتی ہے۔ خیر بےچاری فوت ہوگئیں ایک دن میں نے انہیں خواب میں دیکھا فرمارہی ہیں اللہ تمہیں اچھا صلہ دے۔ پہلے تو مجھ پر رُعب چھا گیا اور خبر نہیں رہی کہ کیا کہوں۔ پھر مجھے تمہارا بتایا ہوا کلمہ یاد آگیا اور میں نے وہی کہہ دیا (۱۱ص ۲۹۰)

﴿حکایت نمبر ۱۴۸: شیخین کو گالی دینے والا خواب میں ذبح ہوا﴾

بعض سلف کا بیان ہے کہ میرا ایک ہمسایہ حضرت ابوبکر و عمرؓ کو گالیاں دیا کرتا تھا ایک دن اُس نے بہت کچھ گالیاں دیں۔ میری اور اسکی ہاتھا پائی بھی ہوگئی۔ آخر میں گھر رنج و غم میں ڈوبا ہوا گھر

پہنچا۔ میں نے رنج کے مارے کھانا بھی نہیں کھایا، اور سو گیا۔ رات کو خواب میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ میں نے آپؐ سے شکایت کی کہ فلاں آپؐ کے صحابہ کو گالیاں دیتا ہے۔ پوچھا کس کو! میں نے کہا حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کو۔ آپؐ نے مجھے چھُری دی کہ اس سے ذبح کرو۔ چنانچہ میں نے چھُری لیکر اور اُسے لٹا کر خواب ہی میں ذبح کر دیا۔ میرا ہاتھ خون میں بھر گیا۔ میں نے چھری زمین پر ڈال دی اور زمین سے ہاتھ پونچھنے لگا، کہ آنکھ کھل گئی۔ سُنا تو اسکے گھر سے رونے کی آواز آ رہی تھی۔ میں نے پوچھا یہ کیسی چیخ و پکار ہے؟ لوگ بولے فلاں شخص اچانک مر گیا۔ صبح کو میں نے آ کر اُسے دیکھا تو ذبح کی جگہ نشان موجود تھا (کتاب البستان) "ص ۲۹۰)

حکایت نمبر ۱۴۹: امام نافع قاریؒ کے منہ سے خوشبو مہکتی تھی

امام نافع قاریؒ جب بات کرتے تو آپ کے منہ سے مشک کی خوشبو آیا کرتی تھی۔ پوچھا گیا آپ خوشبو لگا کر آتے ہیں؟ فرمایا نہیں خوشبو کے تو میں قریب بھی نہیں جاتا۔ ایک دفعہ میں نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تھا کہ آپؐ میرے منہ کے پاس قرأت فرما رہے ہیں۔ اُسی وقت سے آج تک میرے منہ سے پڑھتے وقت خوشبو آتی ہے (کتاب الروح ص ۲۹۲)

حکایت نمبر ۱۵۰: حضرت عائشہؓ پر لونڈی کا جادو اور اسکا علاج

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک لونڈی نے ان پر جادو کر دیا تھا ایک سندی نے کہا تم پر جادو ہے۔ بولیں کس نے کیا ہے؟ بولا ایک لونڈی نے جس کے گود میں بچہ تھا اور بچے نے اُس پر پیشاب کر دیا تھا۔

آپ نے اُس (لونڈی) سے پوچھا کیا تو نے مجھ پر جادو کیا ہے؟ بولی ہاں۔ پوچھا کیوں؟ بولی تاکہ آپ مجھے اپنی پہلی فرصت میں آزاد کر دیں۔ پھر حضرت عائشہؓ نے اپنے بھائی کو بُلوا کر اُسے فروخت کرا دیا۔ پھر صدیقہؓ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی آپ سے کہتا ہے کہ تین کنوؤں کا پانی ملا کر اُس سے نہا لیجئے۔ چنانچہ آپ نے ایسا کیا اور اللہ کے حکم سے اچھی ہو گئیں (")

حکایت نمبر ۱۵۱: دو نابیناؤں کو خواب میں علاج بتایا گیا

سماک بن حرب کی بینائی جاتی رہی تھی۔ آپ نے خواب میں (حضرت ابراہیم) خلیل اللہ کو دیکھا کہ آپ نے ان کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا ہے۔ اور فرما رہے ہیں کہ فرات میں تین دن نہا لو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور بینائی لوٹ آئی۔

اسماعیل بن بلال حضرمی نابینا ہو گئے۔ خواب میں کسی نے بتایا یَا قَرِیْبُ یَا مُجِیْبُ سَمِیْعَ

اَلدُّعَاءِ رُدَّ عَلَیَّ بَصَرِیْ. پڑھ کر دم کرلو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور بینائی لوٹ آئی۔ (کتاب الروح)

حکایت نمبر ۱۵۲: آیۃ الکرسی میں ۳۶۰ رحمتیں ہیں

عبید بن ابی جعفر کا بیان ہے کہ مجھے ایک سخت قسم کی بیماری لگ گئی جس سے میں نے کافی دکھ اُٹھایا۔ میں آیۃ الکرسی پڑھ کر دم کرلیا کرتا تھا۔ ایک رات خواب میں دیکھا میرے آگے دو آدمی کھڑے ہیں۔ اور ایک دوسرے سے کہتا ہے یہ ایسی آیت پڑھتا ہے جس میں تین سو ساٹھ رحمتیں ہیں۔ کیا اس بے چارے کو ان میں سے ایک رحمت بھی حاصل نہ ہوگی۔ پھر میری آنکھ کھل گئی۔ اُسی دن سے بیماری میں تخفیف ہونی شروع ہوگئی۔ (ایضاً)

حکایت نمبر ۱۵۳: حضرت عثمانؓ کی فراست

حضرت عثمانؓ کے پاس ایک شخص آتے ہیں جو راستے میں ایک عورت کو دیکھ آئے تھے اور اسکے حُسن و جمال کے بارے میں غور کر رہے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ میرے پاس اس حالت میں آتے ہیں کہ زنا کا اثر اُن کی آنکھوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ کسی نے کہا کیا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی وحی جاری ہے؟ فرمایا نہیں۔ یہ تو سچی فراست۔ اور برہان و تبصرہ ہے (کتاب الروح ص ۳۶۵)

حکایت نمبر ۱۵۴: حضرت عمرؓ قرآن پاک کا بوسہ لیتے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب تلاوت کیلئے قرآن پاک کو ہاتھ میں لیتے تو پہلے ادب سے بوسہ لیتے اور آنکھوں سے لگاتے، پھر فرماتے **عَهْدُ رَبِّیْ و منشورُ رَبِّیْ**. یہ میرے رب کا عہد نامہ اور منشور ہے (مجالس ابرار ج ۱ ص ۱۶۲) از حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمتہ اللہ علیہ

حکایت نمبر ۱۵۵: حضرت عباسؓ کی تعزیت اشعار میں

جب حضرت عباسؓ کا انتقال ہوا تو اُن کے صاحبزادے عبداللہ بن عباسؓ بیٹھ گئے اور لوگ اُن کی ماتم پُرسی کے لئے آتے جاتے تھے انہی میں اُن کے پاس ایک اعرابی آیا اور اپنا ہاتھ اُن کے ہاتھ میں دیکر کہنے لگا۔ شعر:

اِصْبِرْ نَکُنْ بِکَ صَابِرِیْنَ فَاِنَّمَا　صَبْرُ الرَّعِیَّۃِ بَعْدَ صَبْرِ الرَّاسِ
خَیْرٌ مِّنَ الْعَبَّاسِ اَجْرُکَ بَعْدَہٗ　وَاللّٰہُ خَیْرٌ مِّنْکَ لِلْعَبَّاسِ

(یعنی آپ صبر کیجیے تو ہم کو بھی آپکی وجہ سے صبر آجائیگا۔ کیونکہ سردار کے صبر کے بعد رعیت کو صبر

آتا ہے۔ عباسؓ سے آپکے لئے تو وہ اجر بہتر ہے جو اُن کے بعد (وفات) آپکو ملے گا اور عباسؓ کیلئے آپ سے بہتر خدا تعالیٰ ہے (نزہتہ المجالس ج۱ ص۱۴۲)

چند منتخب اشعار:

چوں شُتر مرغے شناس ایں نفس را نے کشد بار و نہ پرد بر ہوا
گر بہ پَر گوئیش گوید اُشترم۔ ورنہی بارش بگوید طائرم
(شیخ عطارؒ)

بنی آدم اعضائے یکدیگراند — کہ در آفرینش زِیک جوہر اند
چو عُضوے بدرد آورد روزگار — دیگر عُضو ہارا نمائند قرار
(سعدیؒ)

لِلنَّاسِ هَمٌّ وَ لِيَ الْيَوْمَ هَمَّانِ. فَقْدُ الْجِرَابِ وَ قَتْلُ الشَّيْخِ عُثْمَانِ (شعر ابو ھریرۃؓ) (چند عظیم شخصیات ص ۵۷)

وَ لَسْتُ اُبَالِي حِينَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا — عَلٰى اَيِّ شِقٍّ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِي
وَ ذَالِكَ فِي ذَاتِ الْاِلٰهِ وَ اِن يَّشَاْ — يُبَارِكُ عَلٰى اَوْصَالِ شِلْوٍ مُّمَزَّعِي
کہ څوک مړشي د جمعې په ورځ شهيد دے — دغه مړګ ئے لـه دے نورو نه مفيد دے
د جمعې ورځ ده اختر د مومنانو — د جمعې ورځ کوره حج د مسکينانو
بابا آدم هم د جمعې په ورځ پيدا دے — د جمعې په ورځ بيا تللے د دنيا دے
(مجموعۃ الخطیب ص۴)

سالہا تو سنگ بودی دلخراش — آزموں را یک زمانہ خاک باش
در بہاراں کے شود سرسبز سنگ — خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ
شنیدم کہ مردانِ راہ خدا — دلِ دشمناں ہم نہ کردند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام — کہ بادوستانت خلاف است و جنگ
(سعدیؒ)

قرآن حدیث فقہ

كُلُّ العلومِ سِوىَ القرآنِ مَشْغَلَةٌ — اِلَّا الحديثَ وَاِلَّا الفِقهُ فى الدِّينِ
فَالعِلمُ ما كانَ فيهِ قالَ حَدَّثنا — وماسِوىَ ذالِكَ وَسْواسُ الشَّياطِينِ
(امام شافعیؒ۔ شرح فقہ اکبر لملا علی القاریؒ صفحہ۴)

این سخن از گوشِ دل باید شنُود
گوش گل این جاندارد ہیچ سُود

گوش گل با جملہ حیوان ہمدم است
گوش دل مخصوص نسلِ آدم است

گفت معشوقے بعاشق کائے فتا
تو بغربت دیدۂ بس شہر ہا

پس کدامے شہر ازاں ہا خوشتراست
گفت آں شہرے کہ دروے دلبراست

ایں جہان وآن جہان فانی بُود
غیر یادش جملہ نادانی بُود

یاد او سرمایہ ایماں بُود
ہر گدا از یاد او سلطان بود

یاد او گر مونسِ جانت بود
ہر دو عالم زیرِ فرمانت بود

جز یادِ دوست ہرچہ کنی عمر ضائع است
جز سرِ عشق ہرچہ بخوانی بطالت است

سعدی بشوئے لوحِ دل از نقشِ غیرِحق
علمے کہ راہِ حق نمماید جہالت است

اے کہ صبرت نیست از فرزندوزن
صبر چوں داری زربِّ ذوالمنن

اے کہ صبرت نیست از دنیائے دون
صبر چوں داری زِنِعم الماھدِون

اَیَّامُ عُمْرِكَ تَذْهَبُ
وَ جَمْعُ سَعْیِكَ یُکْتَبُ

ثُمَّ الشَّهِیْدُ عَلَیْكَ مِنْكَ
فَاَیْنَ اَیْنَ الْمَهْرَبُ

امام ناصری کا واقعہ

بروز ہفتہ ساتویں ذیقعدہ ۷۰۱ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔امام ناصری کی تفسیر پاس پڑی تھی، وہاں سے صاحبِ تفسیر کی حکایت بیان فرمائی کہ: امام (ناصری) کو ایک دفعہ کوئی بیماری لاحق ہوئی۔اور اس بیماری میں سکتہ لاحق ہوا۔لواحقوں نے خیال کیا کہ وہ مرگیا ہے چنانچہ دفن بھی کر آئے۔ جب رات ہوئی اور ہوش آیا تو معلوم کیا کہ مجھے تو قبر میں ڈال گئے ہیں۔اسی حیرانگی اور اضطراب کی حالت میں اُسے یاد آیا کہ جو شخص اضطراب کی حالت میں چالیس مرتبہ سورت یٰسین پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اُس تنگی سے اُسے فرحت عنایت کرتا ہے اور کوئی راہ نکل آتی ہے۔سو سورۃ یسین پڑھنی شروع کی۔جب انتالیس مرتبہ پڑھ چکا تو کشادگی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔اور وہ اس طرح کہ ایک کفن چور نے کفن کی طمع سے قبر کھودی۔امام کو معلوم ہوگیا کہ یہ کفن چور ہے تو سورۃ یسین آہستہ پڑھنی شروع کی تا کہ مراد کے موافق قبر کھودے۔مختصر یہ کہ جب چالیسویں مرتبہ سورت یسین ختم کی تو امام ناصری آہستہ سے قبر سے باہر نکلے۔جب کفن چور نے دیکھا تو مارے خوف کے وہیں ہلاک ہوا۔امام کو اُس کی موت کا بڑا افسوس ہوا کہ مجھے چپ رہنا چاہئے تھا تا کہ وہ کفن لے جاتا۔جب باہر نکلے تو سوچا کہ اگر لوگ یکبارگی دیکھیں گے تو خوف زدہ ہو جائیں گے۔پس شہر میں آکر آہستہ آہستہ یہ کہا کہ میں سکتہ کی بیماری میں مبتلا تھا۔مجھے غلطی سے قبر میں ڈال آئے تھے۔(خواجہ نظام الدین دہلوی) صاحب نے فرمایا کہ اس واقعہ کے بعد

تفسیر لکھی تھی (فوائد الفواد ملفوظات حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ مجلس نمبر ۱۸ جلد دوم مرتبہ حضرت امیر حسن علی سنجریؒ) (ہشت بہشت صفحہ ۳۷۷)

چار پارا قدرِ طاقت بارِ نہ — برضیعفان قدر ہمت کار نہ
طفل را گرنان دہی برجائے شیر — طفلِ بیچارہ ازاں نان مُردہ گیر
(عارف روائی)

ایک چغل خور غلام کا عبرتناک واقعہ

حماد بن مسلمہؒ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنا غلام بیچا اور خریدار سے کہا کہ اس میں صرف ایک عیب ہے اور کوئی عیب نہیں یعنی یہ صرف چغلی لگاتا ہے مگر خریدار نے اُس کو خرید لیا، ابھی چند ہی روز گذرے تھے کہ غلام نے آقا کی بیوی سے کہا کہ تیرے شوہر کو تجھ سے محبت نہیں ہے ممکن ہے وہ تجھے طلاق دے کر دوسرا نکاح کر لے اگر تو اُسے اپنی محبت کا اسیر کرانا چاہتی ہے تو استرہ سے جب وہ سو جائے اسکی گردن کے بال اتار کر مجھے دیدو، میں اس پر منتر پڑھوں گا جس سے وہ تیرے دامِ محبت میں گرفتار ہو جائے گا۔ بیوی کو بھڑکانے کے بعد شوہر سے کہا کہ تیری بیوی نے ایک دوست بنا لیا ہے اب وہ تجھے قتل کرنا چاہتی ہے میری بات کا یقین نہ آئے تو سو کر دیکھ لو وہ تم کو سوئے ہوئے قتل کرے گی بہتر ہے کہ آج سونا نہیں بلکہ اس طرح لیٹ جانا جیسے سو رہے ہو پھر دیکھنا وہ کیا کرتی ہے۔ شوہر نے اس کے اس مشورہ پر عمل کیا اور سونے کا ڈھونگ بنا لیا۔ عورت یہ سوچ کر کہ سو گیا ہے آگے بڑھی اور استرہ سے گدی کے بال اتارنے کا ارداہ کیا۔ شوہر نے ایک دم آنکھ کھول دی استرہ دیکھ کر اس کو یقین ہو گیا کہ وہ مجھے قتل کرنا چاہتی ہے چنانچہ اس نے غضبناک ہو کر بیوی کو قتل کر دیا پھر دونوں کے قبیلے آپس میں خوب لڑے اور خوب جنگ ہوئی معلوم ہوا کہ چغل خوری ایسا بڑا و مہلک گناہ ہے کہ گھر کے گھر اس سے اُجڑتے نظر آتے ہیں۔

(درس ترمذی الجزء الثانی من المجلد الثانی صفحہ ۲۳۲ از حضرت مولانا رئیس الدین صاحب شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لبنان کے ایک پہاڑ میں رہنے والے نابینا بزرگ کا ایمان افروز واقعہ

اللہ والوں میں ایسے لوگ بھی گزرے ہیں کہ وہ عمر بھر پہاڑ کے ایک غار میں رہے اس سے باہر نہیں نکلے مگر اُن کا رزق انھیں وہیں پہنچتا رہا۔

چنانچہ ایک نیک وصالح شخص فرماتے ہیں کہ ہم چند آدمی جبلِ لبنان میں گئے تا کہ ہمیں کوئی بزرگ مل جائے۔ لبنان میں ایک پہاڑ ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ اس میں اولیاء اللہ ابدال رہتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ہم اُس پہاڑ پر تین روز تک گھومتے رہے۔ آخر کار میں تو ایک بلند جگہ پر بیٹھ گیا کیونکہ میری ٹانگ میں کچھ تکلیف تھی، اور رفقاء گھومتے رہے۔ میں نے دو دن تک اپنے ساتھیوں کا انتظار کیا مگر وہ واپس نہ آئے۔ وہ صالح شخص فرماتے ہیں کہ نیچے ایک جگہ پانی کا چشمہ تھا۔

میں نے وہاں جا کر وضو کیا اور نماز میں مصروف ہو گیا۔ نماز کے اندر کسی تلاوت کرنے والے شخص کی آواز آئی تھی ——— میں نے وہاں جا کر دیکھا کہ ایک بڑے غار میں ایک نابینا شخص ہیں۔ میں نے السّلام علیکم کہا۔ انھوں نے سلام کا جواب دے کر مجھ سے پوچھا کہ: جِنّی ہو یا اِنْسی (یعنی جن ہو یا انسان)! میں نے کہا اِنسی۔ یعنی میں انسان ہوں۔ وہ فرمانے لگے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ما رَاَيْتُ هٰهنا اِنسيا منذُ ثَلاثِيْنَ سنةً غَيْرَكَ۔ یعنی آپ کے بغیر تیس سالوں سے میں نے یہاں کوئی انسان نہیں دیکھا۔"

پھر مجھے کہا آپ تھکے ہوں گے، آئیں آرام کریں۔ فرماتے ہیں کہ میں نے غار کے اندر جا کر تین قبریں دیکھیں۔ میں ان قبروں کے پاس سو گیا۔ جب نماز ظہر کا وقت ہوا تو انھوں نے مجھے آواز دی۔

اَلصَّلٰوةُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ۔ وَلَمْ اَرَ رَجُلًا اَعْرِفُ بِاُوْقَاتِ الصَّلٰوةِ مِنْهُ۔

یعنی (انھوں نے مجھے آواز دیکر کہا کہ) نماز کا وقت ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کریں۔ میں نے اُن سے زیادہ اوقات نماز جاننے والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔" چنانچہ میں نے اُن کے ساتھ نماز ادا کی۔ نماز کے بعد وہ عصر تک نوافل میں مشغول رہے۔ پھر نماز عصر ادا کرنے کے بعد انھوں نے یہ دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ اُمَّةَ محمدٍ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ اُمَّةَ محمدٍ۔ اَللّٰهُمَّ فَرِّجْ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم۔

پھر ہم نے نماز مغرب ادا کی۔ نماز کے بعد میں نے پوچھا کہ آپ کو یہ دعا کہاں سے معلوم ہوئی ہے اور کس نے سکھائی؟ انھوں نے فرمایا لا يَحْتَمِلُ اِيمانَكَ ذالِك یعنی " آپ اس کے متحمل نہیں ہو سکتے۔" پھر فرمایا کہ جو شخص ہر روز اس دعا کو تین مرتبہ پڑھے، اللہ تعالیٰ اُس شخص کو اَبدالوں میں لکھ دیں

گے ۔۔۔۔۔۔۔ وہ صالح شخص فرماتے ہیں کہ عشاء کے بعد اُس نابینا بزرگ نے مجھے کہا کہ کھانا کھائیں گے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ فرمایا کہ غار کے اندر آپ چلے جائیں وہاں جو کچھ موجود ہو وہ کھا لیں۔ چنانچہ میں نے (اندر جاکر) وہاں ایک چٹان پر اخروٹ، منقیٰ، خرنوب (ایک قسم کا خاردار قسم کے درخت کا پھل) سیب، انجیر اور مختلف قسم کے پھلوں کو موجود پایا۔ ان میں سے ہر ایک پھل علیحٰدہ علیحٰدہ کونوں میں رکھا ہوا تھا۔"

وہ صالح فرماتے ہیں کہ میں جتنا کھا سکتا تھا اُتنا کھایا، وہ نابینا بزرگ ساری رات نہیں سوتے بلکہ ذکر وعبادت میں مشغول رہے۔ سحری کے وقت انہوں نے وتر اور نماز تہجد ادا کی۔ اسکے بعد انھوں نے بھی اُن پھلوں میں سے کچھ کھایا۔ پھر بیٹھ گئے۔ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد وہیں بیٹھے بیٹھے وہ سو گئے تا آنکہ آفتاب دو نیزوں کے بقدر نکلا۔ پھر وہ بزرگ کھڑے ہوئے اور وضو وغیرہ کیا۔ پھر میں نے اُن سے پوچھا کہ یہ پھل کہاں سے آتا ہے؟ اتنا لذیذ پھل میں نے کبھی نہیں کھایا۔ انھوں نے فرمایا کہ آپ خود اس کا معائنہ کرلیں گے ——— چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ایک پرندہ آیا جس کے پَر سفید، سینہ سرخ اور گردن سبز تھی، چونچ میں منقی اور پنجوں میں اخروٹ تھے۔

اُس نے منقی کو منقی کی جگہ پر اور اخروٹ کو اخروٹ کی جگہ پر رکھا۔" وہ نابینا بزرگ فرمانے لگے کہ آپ نے دیکھ لیا؟ میں نے کہا جی ہاں دیکھ لیا۔ پھر فرمایا۔

هٰذا الطّائرُ یاتینی بهٰذهِ الفاکِهَةِ مُنذُ ثَلاثینَ سنةً۔ یعنی یہ پرندہ میرے پاس یہ مختلف قسم کے پھل اور میوہ جات تیس سال سے لا رہا ہے۔" میں نے کہا کہ دن میں کتنی بار یہ پرندہ پھل لیکر آتا ہے؟ فرمایا سات بار فرماتے ہیں کہ میں نے اُس دن شمار کیا تو پندرہ مرتبہ آیا۔ میں نے اُن بزرگ کو یہ بات بتائی تو فرمایا: قَدْ زادَكَ مَرةً اِجْعَلْنَا فِي حِلِّ " یعنی معاف کیجئے آپ کی وجہ سے اس پرندے نے فی کس مقررہ چکروں میں ایک چکر زیادہ لگایا۔"

وہ نابینا بزرگ چھلکوں سے بنی ہوئی قمیص پہنے ہوئے تھے جو شجرہ موز (کیلے) کے چھلکوں سے شاید تھی۔ میں نے عرض کیا کہ آپ یہ کہاں سے لیتے ہیں؟ فرمایا: ہر سال عاشورے (10 محرم) کے دن یہ پرندہ میرے پاس اس نوع کے دس چھلکے لے آتا ہے جن سے میں قمیص اور تہہ بندسی لیتا ہوں۔ اُن کے پاس ایک بڑا سُوا تھا جس سے وہ اُن چھلکوں کو سی لیا کرتے تھے۔

فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ اُنھوں نے پرانے پھٹے ہوئے چھلکے بطور بچھونے کے اپنے رکھے ہوئے تھے۔ اور میں نے اُن نابینا بزرگ کے پاس ایک پتھر دیکھا جس پر وہ پانی ڈال دیتے پھر پتھر سے مس ہونے والے پانی کو لے کر اُن بالوں کو تر کردیتے جنہیں مونڈنا مقصود ہوتا۔ اس عمل سے وہ بال گر جاتے تھے۔"

فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ اس نابینا بزرگ کے پاس سات اشخاص آئے جن کی آنکھیں سرخ

تھیں اور اوپر نیچے پھٹی ہوئی تھیں۔ اُن کا لباس اُن کے بال تھے۔ بزرگ نے فارسی میں مجھے کہا کہ آپ خوف نہ کریں یہ مسلمان جنی ہیں یعنی مسلمان جن ہیں۔ پھر اُن جنوں میں سے ایک جن نے سورۃ طٰہٰ دوسرے نے سورۃ فرقان اُس نابینا بزرگ کو سنائی اور ایک نے سورۃ رحمان کی چند آیات سیکھیں۔ پھر وہ چلے گئے۔ معلوم ہوا کہ جن علم حاصل کرنے اور سیکھنے کیلئے آتے تھے۔

فرماتے ہیں کہ میں چوبیس دن اُس نابینا بزرگ کے پاس ٹھہرا پھر انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ آپ یہاں تک یعنی میرے پاس کیسے پہنچے؟ میں نے انھیں سارا واقعہ سنایا۔ اور کہا کہ میں ساتھیوں کے انتظار میں تھا مگر واپس نہ آئے۔

فرمانے لگے کہ اگر مجھے پہلے اس بات کا علم ہوتا تو میں اتنی مدت آپ کو اپنے پاس نہ ٹھہراتا کیونکہ آپ کے رفقاء آپ کی وجہ سے بڑے متفکر ہوں گے۔ اب اگر آپ زیادہ ٹھہریں گے تو وہ مزید پریشان ہوں گے لہٰذا اب آپ کیلئے زیادہ ٹھہرنا مناسب نہیں بلکہ واپس جانا ہی بہتر ہے۔

میں نے عرض کیا کہ مجھے راستے کا علم نہیں۔ انھوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر زوال کے وقت فرمایا اُٹھیں جانے کی تیاری کریں۔ میں نے عرض کیا کہ آپ مجھے کوئی وصیت فرمادیں۔ انھوں نے فرمایا: علیك بالجوع والادب فانی ارجولك اَنْ تَلْحَقَ بَالْقَوم۔ یعنی (یہ وصیت فرمائی کہ) آپ دو باتوں پر عمل کریں ایک بھوک اختیار کریں اور شکم میری سے پرہیز کریں۔ اور دوسرا یہ کہ ادب ملحوظ رکھیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ بزرگوں کے مقام کو پالیں گے۔

بہر حال اُس نابینا بزرگ نے وصیت کرنے کے بعد فرمایا کہ میں آپ کو ایک بزرگ کے لئے بطور امانت ایک ہدیہ یعنی تحفہ دینا چاہتا ہوں یہ تحفہ اُس بزرگ کو میری طرف سے پہنچادیں وہ یہ کہ خانہ کعبہ کی زیارت کے بعد زمزم کے کنویں اور مقام ابراہیمی کے درمیان آپ کو ایک شخص ملے گا اُس سے ملاقات کر کے میرا اسلام پہنچا دینا سلام ایک تحفہ ہے جو ایک دوسرے کو پہنچایا اور بھیجا جاتا ہے اُس شخص کے کچھ خصوصی احوال بھی اُنھوں نے مجھے بتائے اور یہ بھی فرمایا کہ اُس شخص سے اپنے لئے دعا بھی کروانا ——— پھر وہ نابینا بزرگ غار سے نکلے میں بھی اُن کے ساتھ تھا۔ میں نے دیکھا کہ غار کے دروازے پر ایک درندہ کھڑا ہے۔ انھوں نے اس درندے سے کچھ کلام کیا جو میں نہ سمجھ سکا ———

پھر مجھے فرمایا کہ آپ اس درندے کے پیچھے چلے جائیں جہاں یہ درندہ رُک جائے وہاں دائیں بائیں جانب آپکو راستہ مل جائے گا۔ چنانچہ وہ درندہ میرے آگے چلتا رہا اور میں اس کے پیچھے پیچھے چلتا رہا ایک گھنٹے تک میں اسکے پیچھے چلتا رہا، پھر وہ کھڑا ہو گیا۔ میں نے دائیں طرف عقبہ دمشق کو پایا۔ یہ مشہور شہر ہے۔ میں جامع مسجد میں گیا وہیں میرے رفقائے بھی موجود تھے اُن سے ملاقات ہوئی۔ میں نے انھیں اس نابینا بزرگ کا سارا واقعہ سنایا۔

فرماتے ہیں کہ ہم سب پھر اس پہاڑ کی طرف نکلے، نابینا بزرگ کی زیارت کیلئے ہمارے ساتھ

بے شمار لوگ تھے۔ ہم اُس پہاڑ میں اسی جگہ پر پہنچے جہاں وہ بزرگ ملے تھے مگر مسلسل تین دن تک ہم اس غار کو تلاش کرتے رہے لیکن اس کا کچھ پتہ نہ چلا۔ لوگوں نے مجھے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی خصوصی کرامت تھی جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر منکشف فرمائی تھی اور ہم سے پوشیدہ رکھی۔

وہ مرد صالح فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد میں ہر سال حج کے لئے جاتا رہا اور اُس شخص کو تلاش کرتا رہا جس کے بارے میں مجھے اُس نابینا بزرگ نے فرمایا تھا کہ اُس سے ملاقات کر کے دعا کروانا۔ لیکن اُس شخص سے ملاقات نہ ہو سکی۔

اس واقعہ کے پورے آٹھ سال بعد اُن علامات (جو علامات نابینا بزرگ نے بیان فرمائی تھیں) والے ایک شخص مجھے زمزم و مقام ابراہیمی کے درمیان نماز عصر کے بعد ملے۔ میں نے السلام علیکم کہا۔ انھوں نے سلام کا جواب دیا۔ میں نے اُن سے دعا کی درخواست کی انھوں نے میرے لئے دعا کی۔ پھر میں نے عرض کیا کہ ابراہیم کرمانی (غار والے نابینا بزرگ) آپ کو سلام کہتے تھے۔ فرمانے لگے کہ آپ نے انھیں کہاں دیکھا ہے؟ میں نے کہا جبل لبنان میں انھوں نے فرمایا: رحمہ اللہ تعالیٰ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اُن پر رحم فرمائے۔ میں نے عرض کیا کہ کیا وہ انتقال کر گئے ہیں؟ فرمایا ہاں، ابھی ابھی اُن کے نماز جنازہ پڑھا اور انھیں اُن کے بھائیوں کے پاس دفنا کر آیا ہوں جن کی قبریں آپ نے غار میں دیکھی تھیں۔

پھر فرمانے لگے کہ جس وقت ہم انھیں غسل دے رہے تھے تو اچانک وہ پرندہ جو ہمیشہ اُن کے لئے پھل وغیرہ کھانے کی چیزیں لایا کرتا تھا ہمارے پاس گر پڑا اور تڑپ تڑپ کر اُس نے بھی جان دیدی۔ ہم نے اُن پرندے کو بھی اُس بزرگ کے پاؤں کے قریب دفنا دیا۔"

اُس غار والے نابینا بزرگ کی موت کا قصہ بیان کرنے کے بعد پھر وہ بزرگ اُٹھ کھڑے ہوئے اور طواف میں مصروف ہو گئے اور غائب ہو گئے۔ وہ مرد صالح فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے انھیں نہیں دیکھا ——— یہ حکایت نہایت ایمان افروز اور بہت اَسرار اسلامیہ اور متعدد رموز قدرۃ اللہ پر مشتمل ہے اس ایمان افروز واقعہ میں عبرت و موعظمت کے کئی درس ہیں (ترغیب المسلمین از شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد موسیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ جامعہ اشرافیہ لاہور)

قاضی ابوبکر کی امانتداری کا صلہ

قاضی (ابوبکر) محمد بن عبدالباقی بن محمد بصری بزّاز رحمتہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے عالم، مشہور محدث اور صاحب مکارمِ اخلاق تھے، جامع فضائل علمیہ وعملیہ تھے ۶۱ ھ میں اُن کی وفات ہوئی اُن کی عمر کا آخری زمانہ بڑا آسودہ تھا۔ اُن کے پاس مال و دولت کی فراوانی اور بہتات کا سبب اُن کا شدید احتیاط و تقویٰ پر مبنی ایک عجیب واقعہ تھا۔ وہ خود اس ایمان افروز قصے کا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

میں مکہ مکرمہ میں مجاور و مقیم تھا۔ ایک مرتبہ میں شدید فاقے اور بھوک میں مبتلا ہوا۔ کئی روز بھوکا

رہا۔ میرا ضعف حد سے بڑھ گیا۔ کھانے کے لئے کچھ نہیں مل رہا تھا اور نہ میرے پاس کوئی رقم تھی کہ اُس سے کھانے کی کوئی چیز خرید سکوں۔ اسی اثنا میں مجھے ایک ریشمی تھیلا ملا جو ترکی ٹوپی کے پھندے (سونلہے) جیسے ریشمی دھاگوں سے باندھا ہوا تھا۔ میں نے گھر میں اسے کھولا تو اس میں سے قیمتی ہار ملا۔ وہ اتنا حسین اور قیمتی تھا کہ میں نے زندگی بھر اتنا حسین واعلیٰ ہار نہیں دیکھا تھا۔ میں گھر سے نکلا تو دیکھا کہ ایک پریشان حال شیخ کپڑے میں پانچ سو دینار (یہ اُس زمانے میں بہت بڑی رقم تھی) باندھے ہوئے یہ منادی کر رہا تھا کہ یہ پانچ سو دینار میں اُس شخص کو انعام وشکریے کے طور پر دوں گا جو مجھے موتیوں کا گمشدہ تھیلا واپس کردے۔

میں نے دل میں یہ خیال کیا کہ میں محتاج ہوں اور شدید فاقے کی وجہ سے نڈھال ہوں وہ تھیلا شاید اس شخص کا ہے میں اس شخص سے یہ حلال پانچ سو دینار لیکر اس سے اپنی ضروریات پوری کر سکوں گا، لہٰذا موتیوں کا وہ تھیلا اِسے واپس کردینا چاہئے کیونکہ وہ تھیلا میں نے اپنے پاس مالک کو واپس کرنے کے لئے بطور امانت محفوظ رکھا تھا۔

شیخ ابوبکر بزازؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس پریشان حال شیخ سے کہا: میرے ساتھ آیئے۔ میں اسے اپنے گھر لے آیا اور اس تھیلے کی اور اسکے اندر موتیوں کے ہار کی علامات تفصیلاً پوچھیں۔ اُس نے سب علامتیں ٹھیک ٹھیک بیان کردیں۔ مجھے تسلی ہوئی کہ وہ تھیلا اس شیخ ہی کا ہے۔ چنانچہ میں نے وہ تھیلا اسکے سپرد کردیا۔ وہ بڑا خوش ہوا اور حسب اعلان اُس نے مجھے پانچ سو دینار دینا چاہے۔ میرے لئے وہ پانچ صد دینار از روئے شرع حلال تھے لیکن میرے خیال میں اُن کا لینا مروت، دیانت اور شدت تقویٰ اور کامل احتیاط کے خلاف تھا۔ اسلئے میں نے اُس شیخ سے کچھ لینے سے انکار کردیا۔ حالانکہ میں کئی دنوں سے بھوک اور فاقوں میں مبتلا تھا، اُس شیخ نے بڑا اصرار کیا کہ میں اُسکے یہ پانچ سو دینار قبول کرلوں مگر میں نے قبول کرنے سے شدید انکار کردیا۔ چنانچہ وہ شیخ چلا گیا اور یہ قصہ ختم ہوا۔

شیخ قاضی ابوبکر انصاریؒ فرماتے ہیں کہ میرے اس عمل کا بدلہ اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ کچھ مدت کے بعد اللہ تعالیٰ نے غیبی اسباب کے ذریعے مجھے اس بے بہا قیمتی ہار کا مالک بنادیا۔ اور وہ اس طرح کہ میں سابقہ واقعہ کے کچھ مدت بعد مکہ مکرمہ سے بحری جہاز کے ذریعے ایک سفر پر روانہ ہوا۔ اتفاق سے طوفان آیا اور جہاز ٹوٹ گیا، لوگ غرق ہوگئے، اُن کے اموال تباہ ہوگئے۔ میں جہاز کے ٹوٹے ہوئے ایک تختے پر سوار ہوا۔ وہ تختہ سمندر کی موجوں کے ذریعے ایک جزیرے کے ساحل پر پہنچا۔ میں پریشان حال اور نہایت غمگین تھا۔ جزیرے کی ایک مسجد میں بیٹھ گیا۔ میں نے بطور شکرانہ ذکر اللہ اور قرآن کی تلاوت شروع کی۔ جزیرے والوں کو جب پتہ چلا کہ میں اچھی طرح قرآن پڑھ سکتا ہوں تو اُن لوگوں نے مجھ سے قرآن پڑھانے اور سکھانے کی درخواست کی۔ میں نے اُن کی درخواست غنیمت سمجھتے ہوئے قبول کی اور اُنھیں قرآن سکھانا اور پڑھانا شروع کردیا۔ جزیرے والوں کی طرف سے بطور ہمدردی مجھے

بڑا مال حاصل ہوا۔

پھر انھیں پتہ چلا کہ میں خط لکھنا بھی جانتا ہوں تو انھوں نے اپنے چھوٹے بچوں اور جوانوں کو خط سیکھنے کے لئے میرے پاس بھیجا۔ میں نے انھیں خط اور لکھائی سکھانی شروع کی۔ اس سے مجھے مزید مالی منفعت حاصل ہوئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جزیرے کے باشندے جو کہ مسلمان تھے، اَن پڑھ تھے۔

قاضی ابوبکر بزازؒ فرماتے ہیں کہ اس طرح اہل جزیرہ کی مجھ سے عقیدت اور محبت بہت بڑھ گئی۔ چنانچہ ایک دن انھوں نے مجھ سے ایک یتیم لڑکی سے شادی کرنے کی درخواست کی۔ اور مجھے کہا کہ ہمارے ہاں ایک یتیم لڑکی ہے جس کے پاس دُنیاوی مال ومتاع بھی ہے (جو اسے ورثے میں ملا ہے) ہماری خواہش ہے کہ آپ اس یتیم لڑکی سے نکاح کرلیں۔ میں نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ میں شادی نہیں کرنا چاہتا۔ جزیرے والوں نے کہا کہ ہرصورت میں آپکو اس لڑکی سے نکاح کرنا ہوگا۔ اور شدید اصرار کرنے لگے۔ چنانچہ میں نے اُن کی بات مان لی اور اس یتیم لڑکی کے ساتھ شادی کرنے پر راضی ہوگیا۔

قاضی ابوبکر بزازؒ فرماتے ہیں کہ جب اُن لوگوں نے اس لڑکی کو رخصت کیا اور دلہن بنا کر میرے پاس بھیجا تو مقام خلوت میں نگاہ اُٹھا کر میں نے اُس لڑکی کی طرف دیکھا تو حیران ہوگیا کیونکہ میں نے وہی ہار (جو اُس شیخ کو میں نے مکہ مکرمہ میں واپس لوٹایا تھا) اسکے گلے میں لٹکا ہوا پایا (یہ دیکھ کر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ فرماتے ہیں کہ) میں ساری رات (قدرت کی نیرنگیوں میں سوچتے ہوئے حیرت سے) اُس ہار کی طرف دیکھتا رہا (اور لڑکی کو ہاتھ نہ لگایا) جب صبح ہوئی اور لوگوں کو لڑکی یعنی میری بیوی کے ذریعے پتہ چلا کہ میں ساری رات حیران وششدر اور تعجب سے اس کے گلے کے ہار ہی کی طرف دیکھتا رہا اور اسی میں غور فکر کرتا رہا۔

چنانچہ وہ لوگ میرے پاس آئے اور یہ شکایت کی کہ آپ نے کیا کیا اور کیوں ایسا کیا۔ اور ہار کے بارے میں آپ کو اتنی حیرت کیوں ہوئی، اس کا سبب کیا ہے؟

اہل جزیرہ نے کہا کہ اے شیخ! (آپ نے اچھا نہیں کیا) آپ نے اس یتیم بچی کا دل توڑا ہے۔ آپ ساری رات اسکے گلے کے ہار کی طرف ہی دیکھتے رہے اور اس لڑکی کو دیکھا تک نہیں ....

قاضی ابوبکرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں کے سامنے وہ ہار والا سارا قصہ (جو میرے ساتھ مکہ مکرمہ میں پیش آیا تھا اور میں نے وہ ہار ایک شیخ کو لوٹا دیا تھا) بیان کیا۔ لوگ یہ قصہ سن کر (فرط جذبات اور حیرت سے (وَ صَرخوا بالتهليل و التكبير) زور زور سے تکبیر وتہلیل کہنے لگے (یعنی انھوں نے بلند آواز سے نعرہ تکبیر لگانا شروع کردیا) یہاں تک کہ اس قصہ کی خبر پورے اہل جزیرے تک پہنچ گئی (اور سب اہل جزیرے تعجب اور خوشی سے زور زور سے نعرہ تکبیر لگانے لگے) میں نے اُن سے پوچھا کہ تمھیں کیا ہوا ہے۔ (کونسی ایسی عجیب بات تم نے سُن لی جس کی وجہ سے تم اس قدر حیران اور خوش ہو)؟ کہنے لگے کہ

وہ شیخ جس کو آپ نے ہار لوٹایا تھا وہ اس لڑکی کا باپ تھا۔ اور (جب سے وہ مکہ مکرمہ سے لوٹا تھا) وہ ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ میں نے دنیا میں کوئی کامل مسلمان نہیں پایا مگر ایک شخص کو جس نے مجھے میرا گمشدہ ہار لوٹا دیا......... وہ شیخ ہمیشہ دعا کرتے ہوئے یہ کہا کرتا تھا کہ اے اللہ (ایک دفعہ پھر) مجھے اور اُس آدمی کو (جس نے مجھے ہار واپس کیا تھا) اکٹھا کر دے تاکہ میں اپنی بچی کا نکاح اُس سے کر دوں (کیونکہ وہ انتہائی امانتدار تھا)

اہل جزیرہ کہنے لگے کہ اب اُس شخص کی یہ نیک آرزو پوری ہوئی (یعنی ہم نے اسکی بچی کا نکاح آپ سے کر دیا ہے۔ اس لئے ہم تعجب سے خوش ہو رہے ہیں)

قاضی ابوبکر بزاز فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی اُس بیوی کے ساتھ زندگی کا ایک عرصہ گزارا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسکے بطن سے دو بچے عطا فرمائے۔

پھر میری بیوی فوت ہوگئی اور میرے دونوں بچے اس ہار کے وارث ہوئے۔ پھر کچھ عرصے کے بعد میرے دونوں بچے بھی دنیا سے رخصت ہوگئے اور وہ ہار بطور میراث میرے پاس رہا......... میں نے وہ ہار ایک لاکھ دینار کے بدلے میں بیچ دیا۔ چنانچہ آج یہ مال جو تم دیکھ رہے ہو (حاضرین مجلس سے کہا) یہ اُسی ہار سے حاصل ہونے والے مال کا بقیہ ہے۔" (ترغیب المسلمین از صفحہ ۴۵۷ تا ۴۶۳)

حضرت شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ کی کرامت

تدفین کے بعد شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا موسیٰ روحانیؒ بازی کی قبر اطہر اور مٹی سے خوشبو آنا شروع ہوگئی جس نے پورے میانی قبرستان کو معطر کر دیا۔ دور دور تک فضا انتہائی تیز خوشبو سے مہکنے لگی اور یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ لوگوں کا ہجوم تھا جو اِس ولی اللہ کی قبر پر حاضری دینے کے لئے اُمڈ پڑا۔ ملک کے کونے کونے سے لوگ پہنچنے لگے اور قبر کا مٹی اُٹھا اُٹھا کر لے جانے لگے۔ قبر مبارک پر مٹی کم ہونے لگی تو اور مٹی ڈال دی جاتی۔

چند ہی منٹوں میں وہ مٹی بھی اسی طرح خوشبو سے مہکنے لگتی۔ عجیب بات یہ تھی کہ اگر ایک ہی جگہ سے دس آدمی مٹی اُٹھاتے تو ہر شخص کی مٹی کے خوشبو جُدا ہوتی۔ یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے۔ عالم اسلام کی چودہ صدیوں میں صحابہؓ کے دور کے بعد حضرت شیخ[1] تیسری شخصیت ہیں جن کی مرقد اطہر سے جنت کی خوشبو جاری ہوئی جو الحمد اللہ سات ماہ سے زائد عرصہ گزارنے کے باوجود ابھی تک جاری ہے (پیش لفظ ترغیب المسلمین ۲،۳)

---

[1] پہلی شخصیت حضرت امام بخاریؒ دوسری شخصیت حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اور تیسری شخصیت حضرت مولانا محمد موسیٰ صاحب نور اللہ مرقدہ ہیں۔ ۱۲ عارف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت شیخ رحمتہ اللہ تعالیٰ سے محبت

ایک مرتبہ حضرت شیخ (مولانا محمد موسیٰ کا بمعہ اہل وعیال حج کیلئے حرمین شریفین تشریف لے گئے۔ حج کے بعد چند روز مدینہ منورہ میں قیام فرمایا۔ مولانا سعید خانؒ (جو کہ تبلیغی جماعت کے بڑے بزرگوں میں سے تھے) کو جب آپ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو آپ کی بمعہ اہل خانہ اپنی مدینہ منورہ والی رہائش گاہ پر دعوت کی۔ دعوت کے دوران حضرت شیخ مولانا سعید خان کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک شخص (جو کہ مدینہ منورہ ہی کا رہائشی تھا) آیا، اُس نے جب محدث اعظم شیخ الشیوخ مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی کو اُس مجلس میں تشریف فرما دیکھا تو انھیں سلام کر کے مودبانہ انداز میں ان کے قریب بیٹھ گیا اور عرض کیا کہ حضرت! میں آپ سے معافی مانگنے کیلئے حاضر ہوا ہوں، آپ مجھے معاف فرمادیں۔ حضرت شیخ نے فرمایا بھائی کیا ہوا؟ میں تو آپکو جانتا ہی نہیں، نہ کبھی آپ سے ملاقات ہوئی ہے تو کس بات پر معاف کردوں؟ وہ شخص پھر کہنے لگے کہ بس حضرت آپ مجھے معاف کردیں۔

حضرت شیخ رحمتہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کوئی وجہ بتلاؤ تو سہی؟ وہ شخص کہنے لگا کہ جب تک آپ معاف نہیں فرمائیں گے میں بتلا نہیں سکتا۔ تو اپنے مخصوص لب ولہجہ میں حضرت شیخ رحمتہ اللہ نے فرمایا: اچھا بھئی معاف کیا' اب بتلاؤ کیا بات ہے؟ وہ کہنے لگا حضرت! میری رہائش مدینہ منورہ ہی میں ہے۔ میں اپنے رفقاء اور ساتھیوں سے اکثر آپ کا نام اور آپ کے علم وفضل کے واقعات سنتا رہتا تھا' چنانچہ میرے دل میں آپ کی زیارت وملاقات کا شوق پیدا ہوا اور وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ یہ تمنا بڑھتی گئی مگر کبھی زیارت کا شرف حاصل نہ ہو سکا.......... اتفاق سے چند دن قبل آپ مسجدِ نبوی میں نوافل میں مشغول تھے۔ کہ میرے ایک ساتھی نے مجھے اشارے سے بتلایا کہ یہ ہیں مولانا محمد موسیٰ صاحب جن کے بارے میں تم اکثر پوچھتے رہتے ہو۔ میں نے چونکہ اس سے پہلے آپ کو دیکھا نہیں تھا اس لئے میرے ذہن میں آپ کے بارے میں ایک تصور قائم تھا کہ پھٹا پرانا لباس ہوگا' دنیا کا کچھ پتہ نہیں ہوگا' تو جب میں نے نوافل پڑھتے ہوئے آپ کا حُلیہ اور وجاہت دیکھی.......... تو میرے ذہن میں جو پھٹے پرانے لباس کا تصور تھا وہ ٹوٹ گیا اور میرے دل میں آپ کے بارے میں کچھ بدگمانی پیدا ہوگئی چنانچہ میں آپ سے ملے بغیر ہی واپس لوٹ گیا۔

اسی رات کو خواب میں مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت ہوئی' کیا دیکھتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم انتہائی غصے میں ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلّم) مجھ سے ایسی کیا غلطی ہوگئی کہ آپ ناراض دکھائی دے رہے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ''تم میرے موسیٰ کے بارے میں بدگمانی کرتے ہو' فوراً میرے مدینے سے نکل جاؤ''۔ میں خوف سے کانپ گیا' فوراً معافی چاہی۔ فرمایا ''جب تک ہمارا موسیٰ معاف نہیں کرے گا میں بھی معاف نہیں کروں گا''۔ یہ خواب

دیکھنے کے بعد میں بیدار ہوگیا اور اُس دن سے میں مسلسل آپ کو تلاش کر رہا ہوں مگر آپ کی جائے قیام کا پتہ نہیں لگا سکا۔ آج آپ سے یہاں اتفاقاً ملاقات ہوگئی تو معافی مانگنے کے لئے حاضر ہوگیا ہوں۔ حضرت شیخ رحمتہ اللہ علیہ نے جب یہ واقعہ سُنا تو پھوٹ پھوٹ کر رو پڑے۔ (ترغیب المسلمین صفحہ۲ تا۶)

حضرت شیخ رحمتہ اللہ علیہ امامِ کعبہ کی نظر میں

امام کعبہ شیخ معظم محمد بن عبداللہ السبّیل مدظلہ، یک مرتبہ علماء کرام کی مجلس میں فرمانے لگے کہ میں اس وقت دنیا کے مرکز (مکہ مکرمہ) میں بیٹھا ہوں۔ دینا بھر کے علماء میرے پاس تشریف لاتے ہیں مگر میں نے آج تک شیخ (محمد موسیٰ) روحانی بازی جیسا محقق و مدقق عالم نہیں دیکھا (۱۱، ۱۳)

حضرت ابوایوب انصاریؓ کی قبر سے نور کے شعلے نکلنا

مبسوط سَرخَسی میں لکھا ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ جہاد کے لئے نکلے ہوئے تھے۔ انھوں نے مجاہدین کو وصیت فرمائی کہ جب میرا انتقال ہوجائے تو جنازے کو لشکر کے ساتھ آگے محاذوں پر لے جانا، جہاں تک ہوسکے تاکہ جب اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ ابوایوب تو میزبانِ رسول تھا تبا اللہ کے راستے میں تو نے کیا کیا! میں کہوں گا یا اللہ جب زندہ تھا تب بھی تیرے راستے میں جہاد کر رہا تھا، جب انتقال ہوگیا تب بھی مجاہدین کے ساتھ میری لاش چلتی رہی۔ چنانچہ راستے میں ان کا انتقال ہوا۔ جنازہ لشکر کے ساتھ لے جایا گیا۔ آگے لے جاکر رومیوں کی ایک بستی میں آپکی تدفین کی گئی۔ صبح پوری بستی کے لوگ مجاہدین کے پاس آئے۔ پوچھا یہ قبر کس کی ہے؟ ہم نے کہا صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول کے ایک جلیل القدر صحابی ابوایوب انصاری کی قبر ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ہم نے رات بھر دیکھا کہ قبر سے ایک نور نکلتا ہے جو آسمان تک جاتا ہے پھر واپس آتا ہے رات بھر یہی کیفیت رہی۔ یہ دیکھ کر ہمارے دلوں میں اسلام کی حقانیت اتر گئی۔ لہٰذا اب آپ لوگ گواہ رہنا۔ (نَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ نَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ط۔ پوری بستی مسلمان ہوگئی (خطبات مجاہد حصہ اول ۱۸۷، ۱۸۸ مولانا محمد مسعود اظہر صاحب)

دوعرب شہیدوں کی قبروں سے نور نکلتا تھا

افغانستان میں جلال آباد کے علاقے میں دو عرب مجاہد سعود بحری اور عبدالوہاب کو جب نہانے کے بعد دفنایا گیا تو بستی کے لوگ مجاہدین کے پاس آئے کہ اللہ کی قسم ہم نے رات گیارہ بجے ان قبروں سے ایک نور نکلتا ہوا دیکھا جو آسمان کو جاتا پھر واپس آتا، کافی دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

عرب حضرات ایسے واقعات نہیں مانتے تھے۔ انھوں نے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ قبروں سے

نور نکلے۔ چنانچہ رات کو قبروں پر پہرہ دینے لگے اس طرح گیارہ بجے کے قریب پورا علاقہ منور ہو گیا اور ان کی قبروں سے نور نکل کر کبھی اوپر جاتا کبھی نیچے آتا۔ اِس واقعہ کو اُن سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اور اس واقعہ کو قسم کھا کر بیان کرتے تھے۔(۱۸۸)

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا خط بنام فضیل بن عیاضؒ

حضرت فضیل بن عیاض ایک رات میں ستر ستر مرتبہ طواف کیا کرتے تھے بہت بلند پایہ عابد وزاہد تھے۔ ہارون الرشید ملنے کے لئے آتے تھے تب بھی دروازہ نہیں کھولتے تھے۔ اتنے مشغول ہوتے تھے عبادت میں۔ لوگوں نے فضیل بن عیاض کی عبادت کے قصے حضرت عبداللہ بن مبارک کو سنائے۔

اس وقت عبداللہ بن مبارک طرسوس کے علاقے میں انتہائی سردی کی ایک رات ہاتھ میں تلوار لئے ہوئے مجاہدین کی پہرہ داری کر رہے تھے۔

کسی نے اُن سے کہا آپ بھی اچھا کام کر رہے ہیں لیکن فضیل کے کیا کہنے۔ کعبہ ہوتا ہے اور فضیل ہوتا ہے؟ اُس کی آنکھیں ہوتی ہیں اور اللہ کا گھر ہوتا ہے اس کے قدم ہوتے ہیں اور حرم کی وہ زمین ہوتی ہے جہاں تمام انبیاء عبادت کرتے رہے اسی مبارک زمین پر فضیل بن عیاض عبادت کر رہا ہے۔ فوراً عبداللہ بن مبارک کے دل میں اللہ پاک نے ڈالا۔ قلم کاغذ لے کر فضیل بن عیاض کو لکھنا شروع کر دیا:۔

يَا عَابِدَ الْحَرَمَيْنِ لَوْ اَبْصَرْتَنَا۔ لَعَلِمْتَ اَنَّكَ فِي الْعِبَادَةِ تَلْعَبُ

اے حرم میں عبادت کرنے والے اگر تو آ کر ہماری اس عبادت کو دیکھ لے تو اپنی عبادت کو اس عبادت (جہاد) کے سامنے کھیل تصور کرے گا۔

اب ذرا اپنی عبادت اور ہماری عبادت کا فرق بھی سُن لے۔

مَن كَانَ يَخْضِبُ خَدَّهُ بِدُمُوعِهٖ۔ فَنُحُوْرُنَا بِدِمَائِنَا تَتَخَضَّبُ

جب تجھے جوش وجذبہ آتا ہے تو تیری آنکھیں آنسو بہا دیتی ہیں۔ اور جب ہمیں جذبہ آتا ہے تو ہم اپنی گردن کے خون سے سینے کو تر (رنگین) کر دیتے ہیں۔

اَوْ كَانَ يَتْعَبُ خَيْلُهٗ فِي بَاطِلٍ ۔فَخُيُوْلُنَا يَوْمَ الْكَرِيْهَةِ تَتْعَبُ

اور لوگ تو اپنے گھوڑے فضول چیزوں میں تھکاتے ہیں جبکہ ہمارے گھوڑے میدان جنگ میں تھکے ہیں۔

رِيْحُ الْعَبِيْرِ لَكُمْ وَ نَحْنُ عَبِيْرُنَا۔ رَهْجُ السَّنَابِكِ وَالْغُبَارُ الْاَطْيَبُ

عنبر کی خوشبو آپ کو مبارک ہو۔ ہماری خوشبو تو کوڑوں کی چمک اور (جہاد کا) پاکیزہ غبار ہے۔

وَلَقَدْ اَتَانَا مِنْ مَقَالِ نَبِيِّنَا۔ قَوْلٌ صَحِيْحٌ صَادِقٌ لَا يُكْذَبُ

ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ایک سچا ناقابل تردید قول پیش کرتے ہیں۔ (وہ قول یہ ہے)

لا یَسْتَوِی غُبارُخَیلِ اللّٰہ فِی۔ اَنفِ دُرخانُ نارِ تَلْھَبُ

کسی آدمی کے ناک میں اللہ کے راستے لگا غبار اور جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ کا دھواں جمع نہیں ہو سکتا۔

ھٰذا کتاب اللہ یَنطقُ بَیْنِنا ۔لَیسَ الشھیدُ بمّیت لا یُکْذَبُ

اور اللہ کی کتاب ہمارے درمیان میں فیصلہ کرتی ہے کہ شہید مردہ نہیں۔

راوی فرماتے ہیں کہ فضیل بن عیاض سے مسجد حرام میں ملا اور اُن کی یہ خط دیا۔ جب اُنھوں نے یہ خط پڑھا تو اُن کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا ابو عبدالرحمٰن (یعنی عبداللہ بن مبارک) نے سچ کہا اور مجھے خوب نصیحت فرمائی (خطبات مجاہد حصہ اول ف ۹۷، ۹۸ فضائل جہاد ۳۳ے)

گھر میں پتھر گرنے کا علاج

حضرت عبداللہ بن مبارک کے بارے میں آتا ہے کہ ایک شخص نے انہیں کہا کہ میرے گھر میں پتھر گرتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا جاؤ اپنے گھر میں عربی گھوڑا باندھ دو۔ اس شخص نے گھوڑا باندھا تو پتھراؤ رک گیا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک سے پوچھا گیا کہ یہ علاج کیسے تجویز فرمایا؟) تو انھوں نے یہ آیت پڑھی واٰخرینَ مِن دونِھِم ۔اور فرمایا اس سے مراد جنّات ہیں (فضائل جہاد ۲۲۴)

حضرت عمرؓ کے شہید بھائی کی خوشبو

حضرت عمر بن خطابؓ کے بھائی کا نام حضرت زید بن خطاب ہے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بڑے تھے اور آپ سے پہلے اسلام لائے تھے وہ بہت لمبے قد کے مالک تھے، غزوہ اُحد میں باوجود تمنا کے شہید نہیں ہوئے۔ جنگ یمامہ میں مسلمانوں کا جھنڈا اُن کے ہاتھ میں تھا وہ جھنڈا لیکر آگے بڑھتے رہے لڑتے ہوئے شہید ہوئے اور اُس جھنڈے کو حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے اُٹھالیا۔ حضرت عمرؓ کو جب اُن کی شہادت کی اطلاع ملی تو آپکو سخت صدمہ پہنچا اور آپ نے فرمایا میرا بھائی مجھ سے پہلے اسلام لایا اور مجھ سے پہلے شہید ہو گیا۔ پھر ارشاد فرمایا جب بھی صبح کی ہوا چلتی ہے تو مجھے زیدؓ کی خوشبو آتی ہے۔ رضی اللہ عنہا (صفحہ ۷۲۵)

حضرت مصعب بن عمیرؓ قیامت تک سلام کا جواب دیں گے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کے دن حضرت مُصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ پر کھڑے ہوئے تھے اور حضرت مصعب زمین پر شہید پڑے تھے اُس دن انہی کے ہاتھ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: مِن المومنین رجالٌ صدقوا ما عاھد و اللہ علیہ پھر فرمایا کہ بیشک اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تمھارے لئے گواہی دیتے ہیں کہ تم قیامت

کے دن اللہ کے سامنے شہداء میں سے ہو۔ پھر آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے لوگو! تم انکے پاس آیا کرو ان کی خدمت کیا کرو، ان کو سلام کیا کرو قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے قیامت کے دن تک جو بھی انہیں سلام کہے گا یہ اُسے جواب دیں گے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک مرسلاً۔ فضائل جہاد صفحہ ۴۳۸)

روضہ مبارک میں سے حضرت عمرؓ کا پاؤں مبارک کھل گیا تھا

علامہ قرطبیؒ کہتے ہیں تمام اہل کوفہ یہ بات نقل کرتے ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی دیوار گر گئی اور یہ ولید بن عبدالملک کا دور حکومت تھا اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اُس وقت مدینہ منورہ کے گورنر تھے تو روضہ مبارک سے ایک پاؤں کھل گیا، لوگ ڈر گئے کہ شاید یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاؤں مبارک ہے چنانچہ لوگ سخت غمگین ہوئے۔ اُس وقت سالم بن عبداللہ بن عمرؓ نے آکر وہ پاؤں دیکھا تو فرمایا یہ میرے دادا حضرت عمر رضی اللہ کا پاؤں ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے۔ (التذکرہ للقرطبی صفحہ ۴۴۳)

ذوالنون مصریؒ کی بیٹی نے مچھلیاں دوبارہ دریا میں چھوڑ دیں

حضرت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ کا لقب ذوالنون مچھلیاں پکڑنے کی وجہ سے مشہور ہو گیا۔ ایک دفعہ حضرت ذوالنون رحمتہ اللہ علیہ مچھلیاں پکڑ رہے تھے اور، مچھلیاں پکڑ پکڑ کر اپنی لڑکی کو دیتے جاتے تھے۔ لڑکی ان مچھلیوں کو دریا میں چھوڑتی جاتی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت ذوالنون نے لڑکی سے دریافت کیا کہ مچھلیاں کہاں ہیں؟ اُس نے کہا میں نے تو دریا میں چھوڑ دیں۔ باپ نے حیرت سے دریافت کیا کہ ایسا کیوں کیا؟ اُس نے کہا میں نے آپ سے سنا ہے کہ جب جانور خدا کی یاد سے غافل ہوتے ہیں تو شکار ہو جاتے ہیں اسلئے جو مچھلیاں آپ کے جال میں پھنس رہی تھیں وہ وہی مچھلیاں تھیں جو خدا کی یاد سے غافل تھیں۔ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں ان غافل اور مغفل مچھلیوں کو کھا کر ہم بھی خدا کی یاد سے غافل نہ ہو جائیں (تقریر سیرت از حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ صفحہ ۱۶۳)

بطلِ اسلام امیر المومنین ہادیؒ کی حاضر دماغی

آپ بہت بہادر خلیفہ تھے ایک بار بغیر اسلحہ کے باغ میں اپنے دوستوں کے ساتھ تفریح کے لئے نکلے تو پہرے داروں نے بتایا کہ فلاں خارجی کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ ہادیؒ نے اسے پیش کرنے کا حکم دیا۔ اُسے دو مسلح پہرے دار لیکر آئے۔ جب وہ ہادیؒ کے قریب پہنچا تو اُس نے حملہ کر کے ایک پہرے دار کی تلوار چھین کر دوسرے کو قتل کر دیا اور ہادی کی طرف بڑھا۔ یہ دیکھ کر اُس کے دوست بھاگ گئے اور

بادی کے پاس نہ تو بھاگنے کے لئے گھوڑا تھا، نہ لڑنے کے لئے اسلحہ اور نہ چھپنے کی جگہ۔ جب خارجی بالکل اسکے پاس پہنچ کر وار کرنے لگا تو بادیؒ نے کہا: اسکی گردن اڑادو: خارجی نے سمجھا کہ پیچھے کوئی ہے چنانچہ وہ جلدی سے پیچھے کی طرف متوجہ ہوا۔ تو بادیؒ نے چھلانگ لگا کر اُسے دبالیا اور اسکی تلوار چھین کر اسے قتل کر دیا۔ اُس دن کے بعد اُس نے کبھی بیت الخلاء میں بھی اسلحہ اپنے جسم سے نہیں ہٹایا۔ (فضائل جہاد صفحہ ۶۱۳) رُبَّ حِیلَۃٍ اَنفَعُ مِنُ قبیلۃٍ بعض چالیں پورے قبیلے سے زیادہ طاقتور اور موثر ثابت ہوتی ہیں۔)

﷽ بیان میں اثر مجاہدہ اور نفس کشی سے ہوتا ہے ﷽

حضرت غوث اعظمؒ کے صاحبزادے نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت مجھے اجازت ہو تو میں وعظ کہوں۔ آپ نے فرمایا بہت بہتر کہو۔ انھوں نے وعظ کہا اور مضامین عالیہ بیان فرمائیں لیکن سامعین میں سے کسی پر کچھ اثر نہ ہوا۔ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ سارا حال بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا مضامین عالیہ اثر کا سبب نہیں ہیں، چلو میں چلتا ہوں اور معمولی مضمون بیان کروں گا۔ چنانچہ آپ مجلس میں تشریف لائے اور صاحبزادے کو نیچے اپنے پاس بٹھلایا اور فرمایا: "بھائیو! میرا آج روزہ رکھنے کا قصد (ارادہ) تھا اسکی والدہ نے کل شب کو جو میرے لئے دودھ رکھا تھا وہ بلّی پی گئی۔"

یہ سن کر سب لوگ لوٹنے لگے۔ صاحبو! یہ سب برکت مجاہدہ اور نفس کشی کی ہے۔

(تقریر ترمذی للشیخ التھانوی قدس سرہ صفحہ ۲۳۲)

﷽ ایک شخص کی حضرت عزرائیل سے دوستی ﷽

ایک شخص کے ساتھ دوستی تھی عزرائیل علیہ السلام کی۔ کہنے لگے یار! تمھارے ساتھ دوستی ہے، کبھی اس دوستی کا حق بھی ادا کرو گے! کہنے لگے جیسے کہو! دوست جو ہوئے۔ کہنے لگے کہ جب میرے جانے کا وقت ہو تو مجھے بتا دینا۔ تاکہ میں اپنی تیاری کرلوں۔ کہنے لگے بہت اچھا۔ ایک دن تشریف لائے فرمانے لگے چلئے۔ کہا کدھر چلیں! کہنے لگے جہاں جانا ہے سب کو اُدھر چلیں۔ کہا کہ آپ نے تو میرے ساتھ وعدہ کر رکھا تھا کہ آپ میرا وقت آنے سے پہلے مجھے اطلاع کردیں گے تاکہ میں اپنی تیاری کرلوں۔ فرمایا میں نے مطلع تو کیا تھا لیکن آپ سمجھے نہیں۔ میں نے آپکو آگاہ کیا تھا لیکن آپ نے سوچا ہی نہیں، سمجھا ہی نہیں۔ کہنے لگے کب کیا تھا۔ کہنے لگے ایک دن میں پڑوس میں آیا تھا، ایک دن اُدھر آیا تھا، ایک دن سامنے والے مکان پر آیا تھا، ایک دن پیچھے والے مکان پر آیا تھا۔ آتا رہا تھا کہ نہیں آتا رہا تھا؟ کہا کہ ہاں آتے رہے تھے۔ فرمایا میں اسی طرح بتایا کرتا ہوں۔ میں جب بھی بتاتا ہوں اسی طرح بتاتا ہوں۔ (خطبات لدھیانوی صفحہ ۱۴۵۔۱۴۶)

لوگ تو خدا کی شان میں گستاخی کرتے ہیں

حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے حق تعالیٰ شانہٗ کی دربار عالیہ میں درخواست کی تھی کہ یا اللہ! آپ قادر مطلق ہیں اور میں آپ کا کلیم ہوں۔ یہ دو دو پیسے کے لوگ مجھے بُرا بھلا کہتے پھرتے ہیں۔آپ انکی زبان بند نہیں کر سکتے؟ ارشاد ہوا کہ موسیٰ! اپنی مخلوق کی زبان تو ہم نے اپنے سے بند نہیں کی تجھ سے بند کریں گے (ایضاً) (۱۷۱)

حضرت حسان بن ثابتؓ نے ابوسفیان بن حارث کے اشعار کا جواب دیا

اور ایک آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچرے بھائی ہیں ابوسفیان بن حارث عبدالمطلب۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شدید ترین مخالف تھے اور نہایت گالیوں کے قصیدے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تصنیف کرتے تھے، نظم کرتے تھے۔ انہی کو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ؎

هَجَوتَ مُحَمَّدًا فَأَجَبْتُ عَنْهُ وَعِنْدَ اللّٰهِ فِي ذَاكَ الْجَزَاءُ

تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بُرائی کی ہے اور میں نے اسکا جواب دیا ہے اور اللہ کے نزدیک اس میں میرے لئے جزا ہے ؎

اَتَشْتِمُهُ وَلَسْتَ لَهُ بِكُفُوٍ فَشَرُّ كُمَا لِخَيْرِ كُمَا فِدَاءُ

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے۔ منہ تو دیکھو اپنا، تو اُنکے برابر کا بھی ہے؟
تم دونوں میں (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوسفیان) جو بہتر ہے۔ بُرا اُس پر فدا ہو جائے .... اور آگے کہا کہ آئندہ تیرے نیزوں کا رُخ میری طرف ہوگا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں ہوگا۔

فَاِنَّ اَبِي وَ وَالِدَتِي وَعِرْضِي لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وِقَاءُ

میرا باپ، میری ماں اور میری آبرو۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو کے لئے ڈھال ہیں۔ اب تم کو جتنی گالیاں نکالنی ہوں گی مجھے نکالو ئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں .... یہی ابوسفیان بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوازن کی جنگ کیلئے تشریف لے گئے تو (مسلمانوں کی پٹائی کے بعد صرف یہ ایک ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے۔ سب کے پاؤں اکھڑ گئے تھے ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ اور دوسرے یہ چچازاد بھائی ابوسفیان بن حارث ابن عبدالمطلب۔ یہ دو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی خچر سے نیچے اُتر کر کہہ رہے تھے۔

اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِب اَنَا ابْنُ عَبْدِ المطلب

میں نبی ہوں۔ جھوٹ نہیں ہے۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں، بھاگنے والا نہیں ہوں۔ بجائے اسکے کہ ایسے موقع پر خچر پر سوار ہو کے بھاگ جائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خچر سے نیچے اُتر آئے۔ اور حضرت عباسؓ سے کہا عباس! ذرا آواز دو اصحاب الشجرۃ کو۔

اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی آواز بہت بلند تھی۔ پہاڑی کی چوٹی پر کھڑے ہو کر آواز لگاتے تو تین میل تک آواز جاتی تھی وہیں چھوٹے سے ٹیلے پر کھڑے ہو کر حضرت عباسؓ نے صحابہ کرام کو پکارا۔ صحابہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عباسؓ کی آواز کانوں میں پہنچنا تھا صحابہ کرام اس طرح دوڑے رسول اللہ کی طرف جیسا کہ بچے اپنی ماں کی طرف دوڑتے ہیں۔ اور اسکے بعد اللہ نے فتح عطا فرمائی (۱۷۶، ۱۷۷) خطبات لدھیانوی

﴿اَعْمَالُکُمْ عُمّالکم. جیسی قوم ویسے حکمران﴾

حجاج بن یوسف کے خوف سے حضرت حسن بصریؒ چھپے ہوئے تھے، روپوش تھے کسی نے کہا کہ حضرت آپ اس کے لئے بددعا کیوں نہیں کرتے! حسن بصریؒ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے کہ تم شکر نہیں کرتے کہ ایک آدمی تم پر حاکم ہے ورنہ تمہارے اعمال تو ایسے تھے کہ تم پر خنزیر اور بندروں کو مسلط کیا جاتا ("۲۲۶) یہ ہمارے سیاسی لیڈر ہیں، اور ہم لوگ ہمیشہ اپنے ذاتی مفادات کی خاطر ان لوگوں کا انتخاب کرتے ہیں اور پھر یہ جو کچھ ہمارے ساتھ سلوک کرتے ہیں ہمیں معلوم ہے، نہ ہم اللہ کے لئے کوئی کام کرتے ہیں نہ یہ اللہ کے لئے کوئی کام کرتے ہیں۔ ان کا کام ہے قوم کو دھوکہ دینا اور تمہارا کام ہے دھوکہ کھانا، پوری نصف صدی گزر رہی ہے اس دھوکے میں ('')

﴿حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسیلمہ کذآب کی مراسلت﴾

مسیلمہ کذآب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام خط لکھا ہے: **مِن مسیلمه رسول الله تعالٰی محمد رسول الله: امّا بعد فان الله تعالٰی اَشْرَکَنِي فِي اَمْرِك فانّ الارض نِصْفُ لی ونصف لَكَ لكن قريشٌ قومٌ يعتدون**۔ جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا: **من محمد رسول الله الى مسيلمة الكذّاب امّا بعد فَاِنّ الارض لِلّٰهِ يورثها مَنْ يشاء والعاقبة لِلمتقين** ("۳۲۲)

﴿حضرت آدم علیہ السّلام نے داؤد علیہ السّلام کو اپنی عمر سے ۴۰ سال دے دئے تھے﴾

آپ کو یہ بھی یاد ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السّلام (عالم میثاق میں) اپنی اولاد کو ملاحظہ کر رہے تھے تو اس وقت انھوں نے ایک شخص کے متعلق دریافت کیا تھا الٰہی! یہ کون شخص ہے۔ ارشاد ہوا اس

کا نام داؤد ہوگا اور یہ پیغمبر ہوگا۔ آدم علیہ السّلام نے دریافت کیا میرے اس بچے کی عمر کیا ہوگی؟ ارشاد ہوا اسکی عمر ساٹھ سال ہوگی۔ پھر انھوں نے عرض کیا الٰہی میں اپنی عمر میں سے چالیس سال اس اپنے بیٹے داؤد کو دیتا ہوں اسکی عمر پوری سو سال کردیجئے۔ حضرت آدمؑ کا یہ ہدیہ قبول کرلیا گیا۔ چنانچہ جب دنیا میں حضرت آدمؑ کی وفات کا وقت آیا تو ملک الموت چالیس سال پہلے قبض روح کے لئے تشریف لے آئے۔ حضرت آدمؑ نے فرمایا ملک الموت! ابھی تو میری زندگی کے چالیس سال باقی ہیں؟ تو اُن کو کہا گیا کہ جناب یہ سال تو آپ حضرت داؤد کو دے چکے ہیں۔ لیکن آدم نے انکار کردیا اور کہا مجھے تو ایسا کوئی واقعہ یاد نہیں۔ اگرچہ اسکے بعد حضرت آدمؑ کی عمر پوری کردی گئی اور حضرت داؤد کو بھی پورے سو سال عنایت گئے لیکن ارشاد ہوا کہ آدم بھول گیا، اسکی اولاد بھی بھولا کرے گی۔ آئندہ سے لین دین کے وقت کتابت کرلی جایا کرے۔ (تقریر سیرت از حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ صفحہ ۶۷، ۶۸)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات کا واقعہ

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے واقعات میں مذکور ہے کہ جب ملک الموت قبض روح کے لئے حاضر ہوئے تو انھوں نے فرمایا: هَلْ رأيتَ خليلًا يقبضُ روحَ خليلِه ملک الموت! تم نے کسی دوست کو دوست کی جان قبض کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ ملک الموت اس جواب کو سن کر آسمانوں کی طرف لوٹ گئے۔ حضرت حق کی طرف سے ارشاد ہوا۔ ہمارے خلیل سے دریافت کرو: هَلْ رأيتَ خليلًا يكرهُ لقاءَ خليلِه؟ تم نے کسی دوست کو اپنے دوست کی ملاقات سے گھبراتے ہوئے دیکھا ہے؟ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا میری روح اسی وقت قبض کرو۔ (۱۱۴")

ایک یہودی کو حضرت علیؓ کا ترکی بہ ترکی جواب

بعض سیر کی کتابوں میں نظر سے گذرا ہے کہ ایک یہودی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا تھا۔ تمہارے پیغمبر کی وفات کی تیس سال بھی نہیں گذرے کہ تم میں تلوار چل گئی۔ اور تم ایک دوسرے کا خون بہانے لگے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا: تم نے تو دریا سے پار ہوتے ہی جبکہ تمہارے تلوے بھی خشک نہ ہونے پائے تھے اپنے پیغمبر سے بت پرستی کی خواہش کی تھی۔ تمہارا کیا منہ ہے جو مسلمانوں پر اعتراض کرتے ہو۔ تمہارے پاؤں میں تو سمندر کی نمی باقی تھی اور تم نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا: اِجْعَلْ لَنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ (۱۵۴")

حضرت علیؓ کا نکاح ثانی کا ارادہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی

حضرت علیؓ نے ایک موقع پر ابوجہل کی لڑکی سے نکاح کا ارداہ کیا تھا اور آپؓ حضرت خاتونِ محشر

پر سوکن لانا چاہتے تھے۔ حضرت فاطمہؓ آپکے نکاح میں موجود تھیں۔ آپ اُنکی موجودگی کے باوجود دوسری شادی کا قصد فرمارہے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر ہوئی تو آپ ؐ نے منبر پر ایک تقریر فرمائی۔ اُس میں اِس اَمر کو ظاہر کیا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ علی دوسری شادی کرنا چاہتے ہیں۔ مجھ سے بنو ہشام اس بات کی اجازت طلب کرتے ہیں کہ عوراء بنت ابوجہل سے نکاح کرنے کی اجازت دیدوں۔ اِنّی لَسْتُ اُحَرِّمُ حَلالًا وَ لَا اُحِلُّ حَرامًا ۔ تو میں کسی حلال چیز کو حرام یا حرام چیز کو حلال نہیں کرتا لیکن اتنا ضرور کہتا ہوں کہ رسول اللہ کی بیٹی عدو اللہ کی بیٹی کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی میں علی کو ہرگز اجازت نہیں دے سکتا۔ البتہ اگر وہ عوراء سے نکاح کرنا چاہتے ہیں تو میری بیٹی کو طلاق دیدیں اور بنی ہشام کی لڑکی سے شادی کرلیں۔ فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔ جس کو وہ ناپسند کرتی ہے اُس چیز کو میں بھی ناپسند کرتا ہوں۔ اور جس چیز سے فاطمہ کو تکلیف ہوتی ہے اُس سے مجھ کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔ ("۲۹۹)

﴿ تبدیلِ مِلک سے تبدّلِ حکم ﴾

بریرہؓ حضرت عائشہؓ کی ایک لونڈی ہے۔ یہ ایک دن گوشت پکا رہی تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے فرمایا بریرہ! کیا پکا رہی ہو! بریرہ نے عرض کیا یارسول اللہ گوشت ہے۔ آپ نے فرمایا ہم کو بھی کھلاؤ۔ اُس نے عرض کیا یارسول اللہ یہ گوشت صدقہ کا ہے اور آپ تو صدقہ کا استعمال نہیں کرتے۔ سرکارؐ نے فرمایا لَكِ صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَةٌ ۔ صدقہ تو تیرے لئے ہے۔ ہمارے لئے تو ہدیہ ہے۔ سرکارؐ نے ایک جملہ فرمایا اور ایک ہی جملہ میں ایسا اصول بیان فرمادیا جس میں لاکھوں جزئیات پوشیدہ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب مِلک تبدیل ہوجائے گی حکم بدل جائے گا ("۳۰۰)

﴿ ابن فارضؒ نے وفات کے وقت جنت سے منہ پھیرلیا ﴾

ابن فارض رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق مشہور ہے کہ وفات کے وقت انکے سامنے جنت اور جنت کی نعمتیں پیش کی گئیں تو اُنھوں نے اُن کی طرف سے منہ پھیرلیا اور فرمایا۔

اِن كَانَ مَنزلِىْ فِىْ الْحُبِّ عِنْدَكُمْ　　مَافَدْ رَأَيْتُ فَقَدْ ضَيَّعْتُ اَيَّامِى

فرماتے ہیں۔ اگر میری محبت کا یہی صلہ ہے جو مجھکو دکھایا جارہا ہے تو میری تمام زندگی بیکار ہوگئی اور میری عمر ضائع ہوگئی۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے آپ سے محبت کی، آپ ہمیں جنت دینا چاہتے ہیں۔ ہمارا اصل مقصد تو آپ ہیں ہم ان جنّات نعیم کو لیکر کیا کریں[1]۔ حضرت رابعہؒ بعض دفعہ جذب میں فرماتی تھیں لو كانتِ الْجَنّةُ نصيب المشتاقين بدون جماله فواويلاه ولو كانت السَّقَرُ نصيب

---

[1] جنتِ ماڈی کو یارب کیا کروں۔ آرزو ہے بس تجھے دیکھا کروں

العاشقینَ مَعَ وِصَالِہٖ فَوَاشوقاہُ (۴۱۵، ۴۱۶)

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی نظر میں حضرت معاویہؓ کی شان

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز (جو عمر ثانی کہلاتے ہیں) اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے کون افضل ہے تو حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا کہ:

''میں یہ قسم کہتا ہوں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام تو بہت بلند ہے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے کی ناک کا وہ غبار جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیّت میں جہاد کے وقت اسکی ناک میں پہنچا سینکڑوں عمر بن عبدالعزیز سے بہتر ہے۔ حضرت عبدالعزیز کے فضائل وکمالات اپنی جگہ مسلّم ہیں لیکن وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیّت کی دولت کہاں سے لاسکیں گے۔

(خطبات مفتی اعظم صفحہ ۱۷۰، ۱۷۱)

حضرت علیؓ کا قبرستان والوں سے خطاب

انسان کے تقوی کو نقصان پہنچانے کے لئے تین چیزیں ہیں، زن، زر، اور زمین۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، ایک دفعہ قبرستان تشریف لے گئے اور عبرت کے طور پر مُردوں کو فرمانے لگے کہ جن چیزوں پر تم کو ناز تھا وہ تمہارے ہاتھ سے نکل چکی ہیں۔ اب میں تم کو اُنکی روئیداد سناتا ہوں۔

اَمّا اموالکم فقد قُسِمَتْ اَمّا دُورُکم فقد سُکِنَتْ اَمّا اَزواجکم فقد نُکِحَتْ ھٰذا ما عِندِی فَمَا عِندَکُم۔

تمہاری دولت تقسیم ہوگئی، مکانوں میں دوسرے لوگ آباد ہو گئے اور عورتیں اَوروں کی نکاح میں آ گئیں۔ یہ حالت یہاں کی ہے، تمہاری کیا حالت ہے۔

یہ کہنے کے بعد کچھ سکوت اختیار کیا اور بعد میں دل میں خود خیال کیا کہ اگر یہ بول سکتے تو یہ جواب دیتے کہ اگر آخرت میں کوئی چیز نجات دی سکتی ہے تو وہ یہی تقوی ہے لوگ دوسروں پر تو فوراً اعتراض کرتے ہیں لیکن اپنے عیوب نہیں دیکھتے ('' صفحہ ۱۷۷)

ایک عالم صاحب اپنے بیان میں حضرت علیؓ کے خطاب کے بعد یہ الفاظ نقل کرتے تھے کہ فَسَمِعَ نداءً مِنَ القبر : مَا اَکَلْنَا رَبِحْنَامَا تَرَکْنَا خَسِرْنَامَا قَدَّمْنَاوَجَدْنَا (عارف)[1]

---

[1] ایک قبر سے آپ نے یہ آواز سنی: جو ہم نے کھایا وہ ہمارا نفع تھا، جو ہم نے پیچھے چھوڑا اُس میں خسارہ اُٹھایا اور جو ہم نے آگے بھیجا وہ ہم نے پایا۔

افلاطون نے موت سے بچنے کے لئے اپنی اٹھارہ مورتیاں بنائیں

موت کا علاج بڑے بڑے سائنسدان اور فلسفی نہیں کر سکتے۔ کہتے ہیں کہ افلاطون نے یہ دعوی کیا کہ وہ موت کا علاج کر سکتا ہے۔ اُس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اُسکو موت کا آخری وقت اور آخری لمحہ بتا دیا جائے۔ اُس کی دعا قبول ہوگئی اور اُس نے موت سے بچنے کا علاج اس طرح ڈھونڈا کہ طے شدہ وقت پر موت سے بچنے کے لئے اپنی شکل کی اٹھارہ مورتیاں بنائیں۔ اُن تمام کو سلیقے سے کرسیوں پر رکھا اور ایک کرسی پر جا کر بیٹھ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ جب ملک الموت آئے گا تو وہ دیکھ کر حیران ہوگا کہ یہاں تو بہت سے افلاطون موجود ہیں میں کس کی روح قبض کروں۔ فرشتہ کو اسی اُلجھن میں دیر ہو جائے گی اور موت کا آخری مقررہ لمحہ گزر جائے گا۔ اس طرح وہ مرنے سے بچ جائے گا۔ چنانچہ وقت مقررہ پر موت کا فرشتہ آیا اور دیکھ کر بولا کہ اے افلاطون! تو نے بڑا ہی کمال کر دکھایا ہے لیکن پھر بھی ایک فرق رہ گیا ہے۔

اس پر افلاطون بول اُٹھا کہ وہ کون سا ہے؟ تو فرشتے نے کہا یہی فرق ہے کہ تو ناطق (یعنی بولنے والا) اور دیگر ناطق نہیں ہیں۔ اس طرح یہ مدعی بھی اپنے دعویٰ میں ناکام رہا۔ خلاصہ یہ ہے کہ موت سے کسی کو مفر نہیں۔ لہٰذا ہر شخص کو اپنے انجام کی فکر کرنی چاہیے۔ (خطبات مفتی اعظم صفحہ ۱۸۳، ۱۸۴)

شکر کیا ہے

حضرت سرّی سقطی رحمتہ اللہ علیہ جو حضرت شیخ جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے شیخ ہیں انھوں نے ایک دن اپنے شاگرد حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ: مَاالشُّکْر ؟ شکر کیا ہے؟ تو حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ نے جواب دیا شکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اسکی نافرمانی میں صرف نہ کیا جائے۔ اس جواب پر آپ بہت خوش ہوئے اور پوچھا کہ تم نے یہ جواب کہاں سے حاصل کیا؟ جواب میں کہا کہ یہ میں نے آپ کی صحبت سے حاصل کیا ہے ("صفحہ ۱۹۳)

حضرت مولانا میاں اصغر حسین صاحب کا استحضارِ نعم

حضرت مولانا میاں اصغر حسینؒ ایک دفعہ جب علیل تھے میں نے اُن سے دریافت کیا کہ حضرت آج آپکی طبیعت کیسی ہے؟ اس کے جواب میں انھوں نے اللہ تعالیٰ کی اُن نعمتوں کو شمار کرنا شروع کیا جو اُن کو حاصل تھیں۔ فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ میرے جسم کے اعضاء صحیح سالم ہیں، آنکھیں ٹھیک ہیں، کان ٹھیک ہیں، ہاتھ پاؤں تندرست ہیں اور بہت سی نعمتیں شمار کرنے کے بعد اپنی بیماری کے بارے میں فرمایا کہ معمولی سا بخار ہے۔ حالانکہ اُس وقت آپکو ۱۰۵ درجہ حرارت کا بخار تھا (۱۹۴، ۱۹۵)

﴿حضرت پیران پیرؒ کا ہر حال میں الحمدللہ کہنا﴾

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا واقعہ ہے کہ اُن کے خادم نے انھیں اطلاع دی کہ حضرت جو جہاز مالِ تجارت اور سامان لیکر آ رہا تھا وہ طوفان کی نذر ہو گیا ہے۔ آپؒ نے فرمایا الحمدللہ۔ تھوڑی دیر کے بعد دوسری اطلاع موصول ہوئی کہ جہاز نہیں ڈوبا اور سامان تجارت بخیر و عافیت کنارے تک پہنچ گیا ہے۔ آپؒ نے فرمایا الحمدللہ۔ ایک مرید نے تعجب کا اظہار کیا کہ حضرت دونوں صورتوں (نفع ونقصان) میں الحمدللہ کا کیا مطلب؟ ہمیں سمجھ نہیں آئی۔ تو حضرت شیخ نے فرمایا میں نے دونوں صورتوں میں اپنے دل پر نظر ڈالی تو مجھے نہ نقصان پر غم ہوا اور نہ نفع پر کوئی خوشی محسوس ہوئی تو میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ میرا دل اللہ کے سوا ہر چیز سے خالی ہے۔ مولانا جلال الدین رومیؒ فرماتے ہیں: ؎

چیست دنیا از خدا غافل شدن
نے قماش و نقرہ و فرزند وزن

(سوانح شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صفحہ ۱۱۰، ۱۱۱)

﴿دلوں پر حکومت کرنے والا﴾

روایت ہے کہ ہارون الرشید کے دور حکومت میں امام عبداللہ بن مبارکؒ بغداد پہنچے تو لوگوں کی کثیر تعداد استقبال کے لئے اُمڈ آئی۔ ہارون رشید حیران ہوئے کہ میں بادشاہ ہوں لوگ میرا اتنا اکرام نہیں کرتے، یہ کون ہے؟ تو بیوی نے جواب دیا تم جسم پر حکومت کرتے ہو یہ دلوں کا حکمران ہے اور اصل حکومت دلوں پر حکومت ہے۔ ("صفحہ ۱۴۴)

﴿بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے﴾

حضرت عمر بن ذرؒ سے اُن کے بیٹے نے کہا: یہ کیا بات ہے کہ دیگر مقررین اور واعظین جب تقریر کرتے ہیں تو کوئی بھی نہیں روتا۔ جب آپ خطاب فرماتے ہیں تو ہر طرف سے گریہ و بکا سنا جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا: میرے بیٹے! اُجرت لیکر نوحہ کرنے والی عورت اُس دکھی ماں کی طرح تو نوحہ نہیں کر سکتی جو خود اپنے مرے ہوئے بچے پر نوحہ کناں ہو۔ ("صفحہ ۲۱۹)

﴿اسلام کو خطرہ ہو تو علماء کرام کو قوم کو خبردار کر دیتے ہیں مع مثال﴾

حضرت شیخ الحدیث[1] نے (ممبر اسمبلی منتخب ہونے کے بعد اہالیان نوشہرہ سے خطاب کرتے

[1] حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ ۱۲

ہوئے فرمایا کہ ہم بے بس اور ناتوان ہیں مگر اتنا تو کر سکتے ہیں جو ایک ناتواں چڑیا نے کیا کہ ایک دفعہ صحرا میں ایک درخت پر اُس نے گھونسلہ بنایا اور اُس میں انڈے دئے۔ ایک ہاتھی آیا اور درخت سے جسم رگڑنے لگا جس سے درخت لرز اُٹھا۔ اب چڑیا پریشان ہے کہ گھونسلہ گر جائے گا اور سب کچھ اُجڑ جائے گا، بے بس تھی، آخر سوچا کہ اس کے کانوں میں کیوں نہ گھس جاؤں اور اسے پریشان کروں۔ چڑیا ہاتھی کے کانوں میں گھس گئی اور اپنے پروں کو پھڑپھڑاتی رہی بالآخر پریشان ہوکر درخت سے جدا ہوکر دوڑ پڑا کہ یہ ایٹم بم کہاں سے آ گیا۔ اس طرح درخت گرنے سے بچ گیا اور چڑیا کا گھونسلہ بھی محفوظ رہا........ یہی صورت ہمارے دین اور اسلام کے درخت کی ہے کہ زمانہ ہاتھی کی طرح اسے جڑ سے اکھاڑنا چاہتا ہے۔ دنیا نہیں چاہتی کہ یہ سالم رہے تو ایک چڑیا کی طرح ایوان میں جا کر چیخنا اور چلاّنا تو کر سکتے ہیں جس سے انشاءاللہ اسلام کا درخت گرنے سے بچ سکتا ہے ("صفحہ ۲۶۴)

حضرت سید احمد کبیر رفاعیؒ کو روضہ نبویؐ سے سلام کا جواب ملنا

حضرت سیدنا الشیخ الکبیر سید احمد کبیر رفاعی قدس اللہ سرہ کی یہ کرامت مشہور بلکہ درجہ تواتر کو پہنچ چکی ہے کہ ۵۵۵ھ میں جب آپ مدینہ پہنچے اور روضہ اقدس وانوار میں حضور پُرنور سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام عرض کرنے حاضر ہوئے تو ان الفاظ سے سلام عرض کیا: اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا جَدِّی۔ آپ پر سلام ہوا اے میرے نانا۔ جواب میں روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے آواز آئی **و علیك السلام یا وَلَدِی** ۔میرے بیٹے تم پر بھی سلام ہو۔ اس آواز مبارک سے حضرت سید احمد کبیر قدس سرہٗ پر حالتِ وجد طاری ہوگئی اور جوشِ محبت وفرطِ اشتیاق میں عرض کیا ہے۔

فِیْ حالۃِ البُعد روحی کنتُ اُرسِلُھا   تُـقَبِّـلُ الارضَ عنیّ و ھِیَ نائِبَتی
و ھٰذہٖ دولۃ الاشباحِ قد حَضَرَتْ   فَـامْدُدْ یَمِیْنَكَ کَی تحظٰی بھاشفتی

ترجمہ: جب میں دور تھا تو اپنی روح کو بھیج دیا کرتا تھا وہ میری طرف سے نائب ہوکر آپ کی قدم بوسی کر جاتی تھی۔ اور اب تو میں اپنی شکل وصورت کے ساتھ دردولت پر حاضر ہوگیا ہوں، تو اپنے دستِ مبارک بڑھا دیجئے تاکہ میرے لب اس سے کامیاب ہو جائیں۔ یہ کہنا تھا کہ قبر کریم سے نبی اکرم رسول اعظم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک چمکتا ہوا ظاہر ہوا اور حضرت شیخ نے آگے بڑھ کر دست مبارک کا بوسہ لیا، جس کے بعد وہ پھر قبر شریف میں مخفی ہوگیا۔ اس واقعہ کے دیکھنے والے ہزاروں آدمی تھے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ (اُس مجمع میں حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی نور اللہ مرقدہٗ اور حضرت شیخ عدی بن مسافر الاُموی اور حضرت شیخ عبدالرزاق حسینی واسطیؒ جیسے جلیل القدر بزرگ بھی تھے۔ اس واقعہ کو اس کثرت سے علماء نے بیان کیا ہے کہ اس میں غلطی کا احتمال نہیں ہے)

(پیش لفظ بنیان المشید ترجمہ برہان المؤید از حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ صفحہ ۲۵)

سعودی حکومت نے بدریین صحابہ کی منتقلی کا ارادہ کیا تھا مگر ملتوی کرنا پڑا

احقر (مولانا) امداد اللہ (انور) نے مولانا حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی سے مدرسہ صولتیہ حرم مکہ میں سُنا تھا کہ حکومت سعودی عرب نے حضرات بدریین صحابہ کرام کے اجساد مبارکہ کو میدان بدر سے منتقل کرنے لئے مسجد نبوی مدینہ منورہ کے شیخ عطیہ سالم زید شرفہ کو مقرر فرمایا چنانچہ اُن کی قبور مبارکہ کھولی گئیں تو اُن حضرات کے اجسام مبارکہ اسی طرح محفوظ موجود تھے جس طرح کہ ان کو ابھی دفن کیا گیا ہو اور اُن کا منظر اتنا رعب ناک تھا کہ حکومت سعودیہ کو یہ فیصلہ تبدیل کرنا پڑا۔ الحمد اللہ مدینہ منورہ کی حاضری میں احقر بھی مسجد نبوی میں شیخ عطیہ سالم زید شرفہ کی زیارت سے مشرف ہوا ہے۔ (فرشتوں کے عجیب حالات صفحہ ۲۸۱)

داؤد علیہ السلام گھر سے باہر نکلتے تو گھر کے دروازے بند کر دیتے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام میں بہت زیادہ غیرت تھی یہ جب بھی گھر سے باہر نکلتے تھے تو دروازے بند کر دئے جاتے تھے اور کوئی بھی اُن کے لوٹنے تک گھر میں داخل نہ ہوسکتا تھا۔ پس وہ ایک روز گئے اور واپس آئے تو ایک آدمی کو گھر پایا تو اُسے فرمایا تم کون ہو؟ اُس نے جواب دیا میں وہ ہوں کہ بادشاہوں سے بھی نہیں ڈرتا اور مجھے پردے بھی نہیں روک سکتے۔ حضرت داؤد نے فرمایا پھر اللہ کی قسم تم ملک الموت ہو، اللہ کے حکم کے ساتھ خوش آمدید ہو (قَالَ داؤد أنتَ إذًا واللّٰه ملك الموت مرحبًا بِأمرِ اللّٰه، پھر داؤد علیہ السلام کمرے میں چلے گئے اور کمبل اوڑھا اور اُن کی روح قبض کر لی گئی (فَزَمَّلَ داؤدُ مكانَهُ فَقُبِضَتْ نَفْسُهُ۔ (منداحمد، مجمع الزوائد، کنز العمال، ابن کثیر) صفحہ ۸۵

سلیمان علیہ السلام نے مرغ کی اذان کا معنیٰ بتایا

عبدالحمید بن یوسف فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے ایک مرغ نے اذان دی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا تمھیں معلوم ہے یہ کیا کہہ رہا ہے؟ انھوں نے عرض کیا، نہیں معلوم فرمایا یہ کہتا ہے: اُذْكُروا اللّٰهَ اَيُّهَا الْغَافِلُوْنَ۔ اے غافلو! اللہ کو یاد کرو (ابوالشیخ صفحہ ۱۵۸)

دن کو دفن ہونا اچھا ہے۔ ایک سفید قول۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ ملائكةَ النّهارِ اَرْفَقُ مِن ملائكةِ اللّيل۔ ارشاد (قسم) دن کے فرشتے رات کے فرشتوں سے

زیادہ نرم ہیں)

﴿ایک واعظ نے مامون الرشید کو سخت الفاظ میں نصیحت کی﴾

ایک واعظ نے (خلیفہ وقت) مامون عباسی رحمتہ اللہ علیہ کو نصیحت کی ، اور سخت الفاظ سے نصیحت کی کہ اُسکو دھمکایا بھی ، تو مامون نے فرمایا : اے شخص ! نرمی کر کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تجھ سے بہتر مجھ کو بدتر کی طرف بھیجا تو اُنکو نرمی کا حکم دیا ۔ چنانچہ (موسیٰ علیہ السلام سے) حق تعالیٰ فرماتے ہیں **فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى** ۔ اے موسیٰ و ہارون تم دونوں فرعون سے نرمی کے ساتھ گفتگو کرنا شاید وہ نصیحت مان لے یا ڈر جائے (ترجمہ بنیان المشید صفحہ ۱۵۲ بر ہان المو ید)

﴿ایک بزرگ نے عمر بھر خربوزہ نہیں کھایا﴾

ہم کو ایک بزرگ کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ انھوں نے عمر بھر خربوزہ نہیں نہیں کھایا ، کیونکہ انکو کسی حدیث سے یہ معلوم نہ ہوا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خربوزہ کس طرح کھایا ہے ۔ اس طرح ایک بزرگ نے بھولے سے موزہ کو بائیں پیر میں پہلے پہننا شروع کر دیا تو اس (خلاف سنت حرکت) کے کفارہ میں کسی قدر گیہوں خیرات کیا (" صفحہ ۱۵۳)

﴿حضرت لاہوریؒ پر قاتلانہ حملہ کرنے والے کا پیشاب خطا ہو گیا﴾

ہمارے حضرت اقدس (مولانا احمد علی لاہوری) رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب میں لاہور آیا تو اہل لاہور نے عربی قرآن اور محمدی قرآن بیان کرنے پر مجھے قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا ۔

فرمایا کہ ایک دن رحمت خان نامی شکاری ، بندوقچی ، بندوق لیکر مجھے ختم کرنے کے ارادے سے مسجد میں داخل ہوا ، اور چند اوباش لڑکے جن میں سے دو جیل سے چھوٹ کر آئے تھے اُن سے کسی نے کہا تمہارا ہر گناہ معاف ہو جائے گا اس وہابی سے ہماری جان چھڑاؤ ۔ " حضرت فرماتے ہیں میں اکیلا بیٹھا قرآن حکیم کی تلاوت کر رہا تھا یہ جو آئے تو مجھے کچھ سمجھ نہ آئی ، میں نے سامنے سے قرآن مجید اُٹھایا اور اسکو اپنے سینے سے لگا لیا اور کہا بدبختو ! اب تم مجھے دھکے دے کر نکالو پھر دیکھو میرا اللہ تمہارے ساتھ کیا کرتا ہے فرمایا اس بات کے کہنے سے اُن بد بختوں پر ایسی وحشت اور دہشت طاری ہوئی کہ وہ جہاں کھڑے تھے وہیں پر کھڑے کھڑے بالکل سُن ہو گئے ، اور اُن میں سے دو اتنے لحیم و شحیم تھے کہ تھر تھر کانپنے لگے اور ایک بد بخت کا پیشاب بھی وہیں خطا ہو گیا ۔ فرماتے تھے کہ میری کیا طاقت تھی .... یہ طاقت اللہ کے کلام کی تھی ۔ (حضرت مولانا میاں اجمل قادری صاحب درس قرآن مجید اٹھائیسواں سالانہ صفحہ ۱۵۴)

حضرت علیؓ کی حاضر جوابی اور ذہانت کے حیرت انگیز واقعات

حضرت صدیق اکبرؓ دائیں تھے اور بائیں حضرت عمرؓ اور درمیان میں حضرت علیؓ اور یہ قد میں ذرا پست تھے حضرت عمرؓ نے فرمایا: علیؓ ہم دونوں میں اس طرح ہیں جس طرح لَنَا مِن نون ۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ لَنَا مِن نون نہ ہوتو لا رہ جائے گا (یعنی کچھ نہیں) ثمرات الاوراق انتخاب لاجواب (رز خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد اجمل صاحب ۔ ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۱۵ اکتوبر ۱۹۷۶ء صفحہ ۲۲)

منڈیر پر چڑھے ہوئے بچے کا نفسیاتی علاج

ایک عورت مکان کی چھت پر بیٹھی ہوئی تھی اور بے خبری سے اُس بچہ لڑھک کر منڈیر (بنیرہ) پر چلا گیا۔ اب عورت نے دیکھا بچہ منڈیر پر ہے۔ ہاتھوں کے اشارے سے بلاتی ہے وہ مسکرا دیتا ہے لیکن آتا نہیں اور اگر یہ پکڑنے جاتی ہے تو بچہ اور آگے بڑھکر ہلاک ہوتا ہے۔ وہ بیچاری مغموم تھی، حضرت علیؓ پاس سے گذرے اُس نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ آپ نے فرمایا محلے کی کسی عورت کا بچہ لیکر اپنی گود میں بٹھالے۔ چنانچہ ایسا کرنے پر وہ بچہ دوڑ کر ماں کے پاس آیا۔ (ایضاً)

حضرت علیؓ کا عجیب فیصلہ

دو شخص مسافر تھے۔ ایک کے پاس تین روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس پانچ روٹیاں تھیں۔ دونوں مل کر ایک ساتھ کھانے کو بیٹھے تھے، اتنے میں ایک مسافر آ گیا وہ بھی شریک ہو گیا۔ جب کھانے سے فراغت پائی تو اُس نے آٹھ درہم دیئے اور چل دیا۔ جس کی پانچ روٹیاں تھیں اُس نے سیدھا حساب کیا پانچ درہم خود لے تھے اور دوسرے کو تین درہم دینے چاہے لیکن اُس نے انکار کر دیا اور نصف کا مطالبہ کر دیا۔ معاملہ عدالت مرتضوی میں پیش ہوا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا تیرا ساتھی ٹھیک کہہ رہا ہے مان لے، اُس نے کہا آپ (حق کے ساتھ فیصلہ فرمائیں۔ فرمایا حق تو یہ ہے کہ تم کو ایک درہم اور تمھارے ساتھی کو سات درہم ملیں۔ وہ متحیر ہوا (کہ یہ کیسے؟) حضرت علیؓ نے دلیل دی کہ تم تین آدمی تھے، تمہاری تین روٹیاں تھیں اور تمہارے رفیق کی پانچ روٹیاں تھیں، تم دونوں نے برابر کھائیں اور تیسرے کو برابر حصہ دیا۔ تمہاری تین روٹیوں کے تین حصے کئے جائیں تو ۹ ٹکڑے ہوتے ہیں اور تمہارے رفیق کی روٹیوں کے ۱۵ ٹکڑے ہوتے ہیں ۹ اور ۱۵ کو جمع کرو تو ۲۴ ٹکڑے ہوتے ہیں۔ تینوں نے برابر ٹکڑے کھائے۔ اس حساب سے ہر ایک نے ۸ ٹکڑے کھائے تم نے اپنے ۹ میں سے ۸ خود کھائے اور ایک تیسرے مسافر کو دیا اور تمہارے رفیق نے ۱۵ سے ۸ خود کھائے اور ۷ مسافر کو دئے۔ اسلئے ۸ درہم سے

ایک کے تم اور ے کا تمہارا رفیق مستحق ہے۔ ("صفحہ ۲۳)

وقوع طلاق سے بچانا

ایک شخص نے یہ قسم کھائی کہ میری بیوی پر تین طلاق اگر میں رمضان کے دن کو اُس سے جماع نہ کروں بعد میں بہت پریشان ہوا۔ حضرت علیؓ نے اُس سے فرمایا اپنی بیوی کو سفر میں لے کر چلا جا۔ دورانِ سفر میں روزہ فرض نہیں، اب جماع کر لینا ("صفحہ ۲۶)

کسی نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ اگر کسی آدمی کو ایک کمرہ میں بند کر دیں تمام سوراخ اور راستے بند ہوں تو رزق کہاں سے آئے گا؟ فرمایا جس راستے سے موت آئے گی (صفحہ ۲۶)

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے دو۲ جنّوں کو مسئلہ بتایا

ایک دن دو نوجوانوں نے شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے کوئی مسئلہ بیان کیا۔ شاہ صاحب نے اسے حل کر دیا۔ انھوں نے خوش ہو کر کہا۔ آپ نے درست فرمایا۔ شاہ صاحب نے پوچھا تم نے کیسے جانا کہ یہ جواب درست ہے؟ کہنے لگے ہم نے یہ مسئلہ حضرت علیؓ کی خدمت میں پیش کیا تھا انھوں نے یہی جواب دیا تھا جو آپ نے دیا ہے۔" شاہ صاحب نے پوچھا اُس وقت تم لوگوں کی عمر کتنی تھی؟ انھوں نے کہا" پانچ سو برس۔" یہ کہہ کر وہ رخصت ہو گئے۔ بعد میں شاہ صاحب نے مریدوں کو بتایا یہ دونوں جن تھے (ہفت روزہ خُدام الدین لاہور ۱۶ نومبر ۱۹۷۹ء صفحہ ۲۳)

حضرت شاہ صاحب کی ایک مجذوبؒ سے ملاقات

(۲) ایک مرتبہ ایک مجذوب کہیں سے دہلی آئے اور دریائے جمنا کے کنارے ٹھہرے۔ جو شخص اُن کے قریب جاتا اُس سے صرف چار پیسے مانگتے۔ اس کے سوا کوئی بات نہ کرتے، نہ کسی سے اپنا احوال کہتے۔ ایک دن خلاف معمول شاہ عبدالعزیزؒ مدرسے سے اُٹھے اور چند مریدوں کے ہمراہ اُن مجذوب سے ملاقات کے لئے گئے۔ مجذوب شاہ عبدالعزیز کو دیکھتے ہی تعظیماً اُٹھے اور دست بوسی کے بعد ادب سے بیٹھ گئے۔ شاہ صاحب نے اپنے ہمراہیوں کو الگ کر دیا اور مجذوب سے اُن کا حال پوچھا۔ مجذوب نے عجیب وغریب حکایت سنائی کہ:" ہم دو دوست تھے۔ آپس میں نہایت محبت تھی۔ ہم نے بہت ملکوں کی سیاحت کی۔ ایک مرتبہ میرا دوست بیمار ہو گیا اور وفات پا گیا۔ جب میں اسے دفن کرنے لگا اُس وقت ایک نہایت قیمتی کٹار میری کمر میں بندھی تھی۔ کٹار نکال کر میں نے قبر میں رکھدی اور وہیں بھول گیا۔ پھر رات کے وقت میں بستر پر لیٹا تو مجھے وہ کٹار یاد آئی۔ میں اُسی وقت قبرستان گیا اور قبر کھودی۔ کٹار وہیں رکھی تھی لیکن مردہ قبر میں نہیں تھا۔ میں بہت حیران ہوا دفعتہً مجھے ایک کھڑکی نظر آئی۔

میں اندر گیا۔ وہ ایک پُر فضا باغ تھا اور میرا دوست وہاں بیٹھا کلام مجید کی تلاوت کر رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ (جاؤ) باغ کی سیر کرو۔ میں سیر کرنے لگا۔ پھر باغ کے باہر کچھ فاصلے پر میں نے آگ کے الاؤ روشن دیکھے اور بہت بڑے بڑے کڑھاؤ چڑھے پائے۔ لوگوں کو پکڑ پکڑ کر اُن میں ڈالا جا رہا تھا۔ اک شخص نے بہت دور سے میرا ہاتھ بھی پکڑا۔ میرے ہاتھ پر اب تک اُسکی انگلیوں کے نشان موجود ہیں۔ وہ کہنے لگا کہ تو نے مجھ سے اک چیز چار پیسے کی مول لی تھی، وہ پیسے دے۔ میں نے کہا میرے پاس پیسے نہیں ہیں، یہ بیش قیمت کٹار لے لو۔ اُس نے جواب دیا کٹار لے کر میں کیا کروں گا؟ اتنے میں میرے مرحوم دوست مجھے تلاش کرنے وہاں آ پہنچے۔ انھوں نے اُس شخص سے کہا کہ یہ میرا بھائی صاحب مرے نہیں زندہ ہیں اور مجھ سے ملاقات کے لئے آگئے ہیں۔ غرض بڑی مشکل سے انھوں نے مجھے چھڑایا اور کہا دوست یہاں سے جلدی نکل جاؤ ایسا نہ ہو کہ صور پھونک دیا جائے اور قیامت آ جائے۔ میں قبر کی کھڑکی سے نکل کر قبرستان میں آیا تو دنیا ہی بدل چکی تھی۔ سینکڑوں کی قبریں بن گئی تھیں۔ اب وہ عمارتیں بھی نہیں تھیں جو قبرستان سے باہر میں دیکھ گیا تھا۔ پھر میں شہر آیا تو بازاروں کے نقشے بھی بدل گئے تھے اور لوگوں کے لباس بھی پہلے جیسے نہ تھے۔ میں سخت بدحواس (وارخطا) ہوا۔ مجھ پر ایسی وحشت طاری تھی کہ جو شخص سامنے پڑتا اُس سے چار پیسے مانگنے لگتا۔"

شاہ صاحب نے پوچھا۔"وہ زمانہ کونسا تھا جب یہ واقعہ پیش آیا؟ مجذوب نے جواب دیا کہ" ہمایون کا دور تھا۔" شاہ صاحب کے منہ سے بے اختیار نکلا" اللہ اکبر" اور اب یہ اکبر شاہ ثانی کا دور ہے۔ مجذوب کو شاہ صاحب نے پانی دم کر کے پلایا' اس کی وحشت دور ہوگئی۔ شاہ صاحب انھیں اپنے ساتھ ہی لے آئے۔ مجذوب مرتے دم تک شاہ صاحب کے ساتھ رہے۔ (صفحہ ۲۳، ۲۴)

﴿دجلہ کے پُل سے گرنے والا شخص ہوا میں معلق ہوگیا﴾

حضرت سلطان ابراہیم بن اَدُھــــــمؒ سلطنت بلخ چھوڑ کر اللہ کی محبت میں دریائے دجلہ کے کنارے اشکبار آنکھوں سے اللہ اللہ کر رہے تھے کہ ایک شخص پُل سے دریا میں جھانکتے ہوئے اچانک گر پڑا۔ دریا میں سیلاب تھا، بظاہر اسکے بچنے کا کوئی سامان نہ تھا کہ اچانک حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم رحمتہ اللہ علیہ کے منہ سے نکل گیا کہ: یا اللہ! اِس کو بچا۔" جانے کس خاص کیفیت کے ساتھ کہا، بس فوراً وہ اللہ کا بندہ پُل اور دریا کے درمیان معلق ہوگیا۔ اللہ کی بے شمار غیر مرئی مخلوق ہے، فرشتوں کی اور جنات کی بے شمار فوج ہے جو ہمیں نظر نہیں آتی۔ جس کو چاہیں حکم دیدیں، لوگوں نے جب دیکھا کہ اللہ کا بندہ عجیب انداز سے ہوا میں معلق کھڑا ہے تو اوپر سے رسی لٹکا کر نکال لیا۔

(فغان رومی از حضرت حکیم اختر صاحب مدظلہ صفحہ ۱۵۱۔۱۵۲)

﴿اللہ کی مدد غیبی کا عجیب واقعہ﴾

اللہ کی مدد غیبی کا ایک اور واقعہ سن لیجئے اور یہ بمبئی کا واقعہ ہے جو حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم نے سنایا۔ کہ ایک مرتبہ حاجیوں کو پہنچانے والا آخری ہوائی جہاز بمبئی سے پرواز کر گیا اور تین حاجی تھوڑی سی تاخیر کے سبب رہ گئے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ فلائٹ نکل گئی تو رونے لگے، حالت احرام میں تھے، بس مصلّی بچھایا اور صلوٰۃ حاجت پڑھکر رونا شروع کر دیا، کیونکہ وہ آخری جہاز تھا۔ اُس جہاز میں حضرت بھی تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ جہاز کو کراچی سے ہوتے ہوئے جدہ جانا تھا اور بمبئی سے کراچی ڈیڑھ گھنٹہ کا راستہ ہے لیکن پندرہ منٹ کے بعد ہی شہر کی عمارتیں نظر آنے لگیں تو سب حیران رہ گئے کہ اتنی جلدی کراچی کیسے آ گیا۔ اتنے میں جہاز کے کپتان نے اعلان کیا کہ ہم دوبارہ بمبئی پہنچ رہے ہیں کیونکہ جہاز میں کچھ فنی خرابی پیدا ہوگئی ہے۔ خیر جیسے ہی جہاز زمین سے لگا تو ایئرپورٹ کے عملے نے رونے والوں سے کہا کہ جلدی سے جا کر اپنی اپنی سیٹ پر بیٹھ جاؤ کیونکہ تمہارے ہی آہ و نالوں نے جہاز میں فنی خرابی پیدا کر دی اور جہاز کا رُخ بدل دیا۔ آہ کو کمزور مت سمجھو، یہ بڑی زبردست چیز ہے، ساتوں آسمان کو عبور کر لیتی ہے ("صفحہ ۱۵۲)

﴿رمضانی! مگساں می آیند ناکسان پیشِ کسان می آیند﴾

اسلئے مولانا رومیؒ اللہ میاں سے کہہ رہے ہیں۔ کہ ہمارے فعل کو نہ دیکھئے، اپنے کرم کو دیکھتے۔ جیسے ایران کے ایک بادشاہ نے اپنے ملازم رمضانی سے کہا تھا کہ: رمضانی! مگساں می آیند۔ یعنی رمضانی! مکھیاں آرہی ہیں تو اُس ظالم نے کیا جواب دیا کہ: حضور! ناکساں پیش کسان می آیند۔ حضور! نالائق لائق کے پاس آرہی ہیں۔ مکھیاں تو نالائق ہیں لیکن آپ تو لائق ہیں۔ اگر نالائق لائق کے پاس نہ آئیں گے تو یہ جائیں گی کہاں۔ اسی طرح مولانا رومی عرض کر رہے ہیں کہ اے اللہ اپنے کرم پر نظر کیجئے، نالائقوں کا ٹھکانہ لائق کے سوا کہاں ہے۔ کردگارا منگر اندر فعلِ ما۔ دستِ ما گیر اے شہِ ہر دو سرا (دونوں جہاں)
("صفحہ ۱۵۵)

﴿مچھلی کے پیٹ میں حضرت یونس علیہ السلام کا قید ہونا﴾

حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی نے نگل لیا اور اُن کو لیکر بھاگی تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اے مچھلی! میرا بندہ یونس تیری خوراک نہیں ہے۔ میں نے تیرے پیٹ کو ان کے لئے قید خانہ بنایا ہے وہ تیرے پاس امانت ہیں انکی حفاظت تیرے ذمے واجب ہے، خبردار ان کو پیسنا مت۔ اور اللہ تعالیٰ نے مچھلی کے معدے کا فعل روک دیا، چنانچہ وہ صحیح سلامت رہا ہے اور سمندر کے تہہ میں جب مچھلی گئی تو سمندر کی

کنکریوں کو حکم کر دیا کہ اے کنکریو! تم پڑھو: لا الٰــہ الّا انتَ الایۃ ۔ تا کہ میرے پیغمبر کو پتہ چل جائے کہ اِس وقت مجھے یہ وظیفہ پڑھنا ہے ۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت قاہرہ ("صفحہ ۱۵۷)

﴿ اَن پڑھ مَوْجُو مَیواتی کی تبلیغ ﴾

ایک آدمی مولانا الیاس رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آیا اُس کا نام مَوْجُو مَیواتی تھا تو مولانا الیاسؒ کو کہنے لگا مولوی گلاس" تو اُس کی تعلیم کا تو آپ خود ہی اندازہ لگالیں ۔ کہا مولوی گلاس! میں کیا ۔ تبلیغ کروں؟ مجھے تو کلمہ بھی نہ آوے، ستر سال میری عمر ہوگئی ۔ انھوں نے فرمایا: تُو تین چلّے لگا، لوگوں کو جا کر کہے، لوگوں میں نے کلمہ بھی نہ سیکھا، ستر سال گذر گئے، تم یہ غلطی نہ کرنا، کلمہ سیکھ لو، اُس کے چار مہینے لگوائے ۔ اُس میاں موجوان پڑھ کے ہاتھ پر پندرہ ہزار لوگ نمازی بنے اور تائب ہو گئے (صفحہ ۶۵)

﴿ حضرت عائشہؓ نے فقیر کو انگور کا ایک دانہ دیا خیراً یَرَہٗ ﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک مرتبہ انگور کھا رہی تھی تو انگور کھاتے کھاتے ایک دانہ رہ گیا، تو باہر سے کسی فقیر کے مانگنے کی آواز آئی تو حضرت عائشہؓ نے اپنی خادمہ سے کہا، یہ انگور اُٹھا کے دیدو ۔ وہ تھوڑی ہچکچائی کہ ایک انگور میں کیسے دوں؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فوراً یہ آیت پڑھی: **فَمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ** ، جو ذرا برابر نیکی کرے گا اُس کو دیکھے گا مطلب یہ ہے کہ چھوٹی سی نیکی ہو، اُس کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے (بیان التفسیر سورۃ فاتحہ از محمد اشرف عثمانی)

﴿ حضرت مدنیؒ کو روضہ اقدس سے سلام کا جواب ملا ﴾

حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب انبیٹھوی مفتی مالیر کوٹلہ نے دہلی میں مجھ سے ایک ملاقات میں فرمایا کہ ایک بار زیارت بیت اللہ سے فراغت کے بعد دربار رسالت میں حاضری ہوئی تو مدینہ طیبہ کے دورانِ قیام مشائخِ وقت سے یہ تذکرہ سُنا کہ اِمسال روضہ اقدس سے عجیب کرامات کا ظہور ہوا۔ ایک ہندی نوجوان نے جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھا تو اسکو "**وَعلیکمُ السَّلام یا وَلَــدِی** " کے پیارے الفاظ سے جواب ملا ۔ اِس واقعہ کو سن کر قلب پر ایک خاص اثر ہوا۔ مزید خوشی کا سبب یہ بھی تھا کہ یہ سعادت ہندی نوجوان کو نصیب ہوئی ۔ دل تڑپ اُٹھا اور اس ہندی نوجوان کی جستجو شروع کر دی تا کہ اُس محبوب بارگاہ رسالت کی زیارت سے مشرف ہوسکوں، اور خود اس واقعہ کی تصدیق کرلوں ۔ تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ وہ ہندی نوجوان مولوی سید حبیب اللہ مہاجر مدنی کا فرزند ارجمند ہے۔ سید صاحب سے پہلے سے ایک گونہ تعارف وتعلق تھا، گھر پہنچا۔ ملاقات کی، اور اپنے دوست کے سعادت مند سپوت کو ساتھ لیکر ایک گوشہ تنہائی میں چلا گیا۔ وہاں اس طلب اور جستجو کا راز بتلایا اور واقعہ کی

تصدیق چاہی۔ ابتداءً تو خاموشی اختیار کی لیکن اصرار کے بعد کہا کہ بیشک جو آپ نے سنا وہ صحیح ہے۔ یہ واقعہ بیان فرمانے کے بعد مولانا (مشتاق احمد) مرحوم نے کہا: سمجھے یہ ہندی نوجوان کون تھا۔ یہ تھے تمہارے استاد مولانا سید حسین احمد مدنیؒ (از حضرت مولانا قاضی سجاد حسین صاحب۔ حضرت مدنیؒ واقعات اور کرامات کی روشنی میں صفحہ ۱۳۲، ۱۳۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل سے ایک اجنبی مسافر کا حق دلوایا

ایک مرتبہ قبیلہ اَراشی کا ایک شخص عمرو بن غوث اپنا ایک اونٹ لیکر مکہ آیا، جس سے ابوجہل نے وہ اونٹ خریدا۔ لیکن قیمت کی ادائیگی کو ٹالتا رہا۔ تنگ آ کر وہ شخص قریش کی ایک محفل میں آ کر کھڑا ہوا۔

اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد (حرام) کے ایک گوشہ میں تشریف رکھتے تھے۔ پس اُس شخص نے یوں کہنا شروع کیا:

"اے جماعت قریش! تم میں سے کون ہے جو ابوالحکم بن ہشام سے میرا حق دلوا دے؟ کہ میں ایک اجنبی مسافر ہوں اور ابوحکم نے میرا حق غصب کر لیا ہے۔" پس اہل مجلس نے اُس سے کہا۔ کیا تو اُس بیٹھے ہوئے شخص کو دیکھ رہا ہے؟ اُن کی مراد اُس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ دراصل اس طرح وہ آپ کا مذاق اُڑا رہے تھے۔ کیونکہ وہ آپ کے اور ابوجہل کے درمیان مخالفت سے واقف تھے۔ پھر اُس سے کہا کہ اُس شخص کے پاس جا۔ وہ اُس (ابوحکم) سے تیرا حق دلوا دے گا۔ یہ سنکر وہ اَراشی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ اے عبداللہ! ابوالحکم بن ہشام نے میرا حق غصب کر لیا ہے جسے پہلے اُس نے تسلیم کر لیا تھا۔ اور میں ایک اجنبی مسافر ہوں۔ میں نے اس جماعت سے کسی ایسی ہستی کو پوچھا جو اُس سے میرا حق دلوا سکے۔ اُنھوں نے آپکو بتایا ہے۔ پس آپ اس سے میرا حق دلوا دیں، اللہ آپ پر مہربانی فرمائے۔"

آپؐ نے فرمایا "اُس کے پاس چلو۔" اور خود اسکے ہمراہ چلنے کو کھڑے ہو گئے۔ جب کفار نے آپؐ کو اُس کے ساتھ کھڑے ہوئے دیکھا تو اپنے ایک آدمی سے کہا کہ تو بھی ان کے پیچھے جا اور جا کر دیکھ کہ یہ کیا کرتے ہیں.......... پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام سے روانہ ہو کر ابوجہل کے مکان تک پہنچے اور دروازہ پر دستک دی۔ اُس نے کہا کون ہے؟ آپ نے فرمایا مُحَمَّدٌ۔ باہر نکلو۔ پس وہ باہر آیا تو اُس کے چہرہ پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں اور اُس کا رنگ فق تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اس شخص کا مطالبہ پورا کر دو۔"

ابوجہل نے کہا "بہت اچھا! آپ ٹھہر جایئے میں ابھی اس کا مطالبہ لاتا ہوں۔" یہ کہہ کر اندر گیا، اُس کا حق لیکر آیا اور سارا اسے ادا کر دیا تب آنحضرتؐ واپس ہوئے اور اَراشی سے فرمایا "جاؤ اپنا کام کرو۔"

اراشی وہاں سے واپس لوٹا اور لوٹتے ہوئے قریش کی اُسی محفل پر ٹھہر کر کہا:-"اللہ اُس ہستی کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ اُس نے میرا حق مجھے دلوا دیا۔" ساتھ ہی وہ شخص بھی واپس آیا جسے اُن لوگوں نے اُس کے پیچھے بھیجا تھا۔ سب نے اُس سے پوچھا" تیرا بُرا ہو جلدی بتا تو نے کیا دیکھا۔"

اُس نے جواب دیا کہ ایک حیرت انگیز و عجیب معاملہ دیکھا۔ واللہ! محمدؐ نے ابوجہل کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ وہ فوراً اس طرح باہر نکلا کہ اُس کی جان میں جان نہ تھی۔ محمدؐ نے اس سے کہا کہ اس شخص کا حق ادا کر دو۔ اُس نے کہا بہت اچھا ٹھہریئے میں ابھی اس کا حق لے کر آتا ہوں۔ چنانچہ اندر گیا اور اُس کا مطالبہ لا کر اُسے دے دیا۔

تھوڑی دیر میں ابوجہل بھی وہاں آ پہنچا۔ اُن سب نے اُس سے کہا کہ تجھ پر افسوس ہے، تجھے کیا ہو گیا؟ (کہ محمدؐ سے اتنا مرعوب ہو گیا) واللہ جیسا تو نے کیا ہے ایسا معاملہ ہم نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔" ابوجہل نے کہا" تمہارا بُرا ہو۔ واللہ جوں ہی محمدؐ نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور میں نے اُس کی آواز سنی تو مجھ پر اُس کا رُعب چھا گیا۔ میں باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اُس کے سر پر ایک بڑا نر اونٹ ہے کہ میں نے ایسا عظیم الجثہ موٹی گردن اور بڑے دانتوں والا اونٹ کبھی نہ دیکھا تھا۔ واللہ اگر میں ادائی حق سے ذرا بھی انکار کرتا تو وہ مجھے کھا جاتا۔

روضہ نبویؐ ہر درخواست کی منظوری

حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب سکھرویؒ نے فرمایا کہ راولپنڈی کے ایک ریٹائرڈ افسر محمد ارشد صاحب اپنے اہل خانہ کے ساتھ مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ رہائش کے انتظام کے لئے ہوٹلوں وغیرہ میں پتہ کیا لیکن جگہ نہ ملی، سوچا دیر ہو جائے گی مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الف الف صلوٰۃ وسلام رات کو بند ہو جائے گی پہلے سلام عرض کر آؤں۔ سلام عرض کرنے کے لئے روضہ اقدس تشریف لے گئے وہاں پر دُعا کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! رہائش کے لئے انتظام نہیں ہو رہا آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ انتظام ہو جائے۔ جب باب عمر کے پاس پہنچے تو ایک عربی ملا اور اُن سے کہنے لگا یا شیخ آپ میرے مہمان ہیں۔ انھوں نے کہا کہ میں آپ کو جانتا نہیں۔ تو عربی نے کہا کہ مجھے حکم دیا ہے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ انھوں نے کہا کہ میرے ساتھ بیوی بھی ہے۔ عربی نے کہا مجھے اس کا بتایا گیا ہے۔ اس لئے میں اپنی بیوی کو بھی ساتھ لے کر آیا ہوں اور آپ ہمارے ساتھ چلیں۔ جب تک مدینہ منورہ میں رہیں گے آپ میرے مہمان ہوں گے۔ نیز فرمایا کہ ایک ثقہ راوی (حضرت والا) سے محمد ارشد صاحب نے بیان کیا کہ جب جنت البقیع کی پرانی تعمیر تھی ابھی نئی تعمیر نہیں ہوئی تھی اُس وقت جب داخل ہوا جنت البقیع میں تو وجداناً ایسا محسوس ہوا کہ ازواج مطہرات مجھے فرماتی ہیں کہ لوگ صلوٰۃ و سلام میں ہمیں یاد نہیں کرتے۔ جب سے میں نے ازواج مطہرات کو بھی شامل کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد میں

نے قدیم جنت البقیع نہیں بلکہ نئی موجودہ تعمیر (خواب میں) دیکھی حالانکہ ابھی اس وقت بنی نہیں تھی۔ میں اُس کے اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ ایک منبر ہے اس پر ٹیلی فون رکھا ہوا ہے اور متواتر گھنٹی بج رہی ہے، کوئی اُٹھا نہیں رہا ہے۔ جب بہت دیر ہوگئی تو میں نے سوچا کہ میں ہی معلوم کرلوں۔ جب میں نے ریسور اُٹھا کر کان سے لگایا تو آواز آئی: تم ارشد ہو؟ میں نے جواب میں عرض کیا جی ہاں۔ پھر دوسری طرف سے ارشاد ہوا کہ: میں عائشہؓ بول رہی ہوں اور تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ تم نے ہمیں صلوٰۃ و سلام میں یاد کیا۔ (ماہنامہ محاسن اسلام ملتان خصوصی شمارہ جنوری وفروری ۲۰۰۱ء صفحہ ۲۷۱)

روضہ نبویؐ پر بھوکے کو روٹی عنایت ہوئی

(حضرت ڈاکٹر صاحب نے) فرمایا کہ ایک شخص مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الف الف صلوٰۃ وسلام میں روضہ اقدس پر حاضر ہو کر کہنے لگا: تین دن سے کچھ نہیں کھایا، شدید بھوک ہے دعا فرما دیجئے کہ کھانا مل جائے۔ اس کو اونگھ (ہلکی سی نیند) آئی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُن کو ایک روٹی عنایت فرمائی، اُنھوں نے نیند میں آدھی روٹی کھالی اور جب بیدار ہوئے تو ہاتھ میں آدھی روٹی پکڑی ہوئی تھی۔ (" صفحہ ۲۷۲)

بعض بزرگوں سے بدتمیزی کا انتقام خدا خود لیتے ہیں

ایک بزرگ تھے اُن کو کسی نے بُرا بھلا کہا وہ اپنے ایک ساتھی سے کہنے لگے کہ فوراً اسکے ایک تھپڑ مار دو۔ اُس نے ذرا دیر کردی تاخیر کردی۔ وہ آدمی وہیں پھسلا اور اسکی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی۔ یہ بزرگ اُس ساتھی سے کہنے لگے کہ تو نے اسکی ٹانگ توڑ دی۔[ب] تو اس کے تھپڑ لگا دیتا تو اسکی ٹانگ نہ ٹوٹتی۔ میں نے اس لئے کہا تھا کہ میرا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ ہے کہ اگر میں کسی کی زیادتی کا بدلہ خود لے لوں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ٹھیک کیا، لیکن اگر میں انتقام نہ لوں تو وہ خود انتقام لے لیتے ہیں .... اور میں کہتا ہوں یہ صرف اس بزرگ میں منحصر نہیں۔ اس معاملہ میں تم سارے بزرگ ہو۔ جو شخص اپنا انتقام نہیں لے سکتا اللہ تبارک وتعالیٰ خود اُسکا انتقام لیتے ہیں۔ اِلاّ یہ کہ تم معاف کردو، اللہ سے کہہ دو کہ ہماری صلح ہوگئی بے مقدمہ داخل کردو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لیتے ہیں تاہم جلد بازی نہیں کرتے بندوں کو مہلت دیتے ہیں کہ نادان ہیں شاید آپس میں معاملہ درست کرلیں (" صفحہ ۳۴۹)

مولانا یحییٰ کاندھلوی اور حضرت مدنیؒ کی گریہ وزاری

ہمارے حضرت شیخ (کاندھلوی) فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے اکابر میں دو بزرگوں کو آخر شب

ب یعنی تو اس کا سبب بنا۔ عارف

میں آواز سے روتے دیکھا ہے ایک اپنے والد ماجد حضرت مولانا یحییٰؒ کو، دوسرے حضرت شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین مدنیؒ کو۔ یہ دونوں بزرگ اس طرح اللہ تعالیٰ کے سامنے روتے اور بلبلاتے جیسے کسی بچے کی پٹائی ہورہی ہو اور وہ رو رہا ہو۔ لیکن دن کے وقت اور لوگوں سے ملتے وقت ہمیشہ مسکراتے رہتے تھے.......... حضرت شیخ کے الفاظ کہ "جس طرح بچے کی پٹائی کی جارہی ہو۔" بڑے عجیب الفاظ ہیں ("صفحہ ۳۵۶)

بھولا خزانہ نماز میں یاد آیا

حضرت امام ابوحنیفہؒ کا لطیفہ مشہور ہے۔ ایک صاحب نے آ کے کہا کہ حضور! میں کسی جگہ خزانہ دبا کر، یا دفن کر کے بھول گیا ہوں، اب مجھے وہ جگہ نہیں مل رہی، حضرت امام صاحبؒ نے فرمایا: اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز کی نیت باندھ لو تمہیں یاد آ جائے گا، لیکن نماز پوری کر لینا، چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا مگر اُس نے ابھی سورہ فاتحہ بھی نہیں پڑھی کہ یاد آ گیا، اور وہ نماز چھوڑ کر بھاگ گیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرماتے ہیں کہ (شیطان) نمازی کو نماز میں ایسی باتیں یاد دلاتا ہے جو اُسکو کبھی یاد نہیں آتی تھیں، نماز کی طرف متوجہ ہونے نہیں دیتا (اصلاحی مواعظ جلد سوم صفحہ ۲۰۸)

الصدقۃ ترد البلاء

سالم بن ابی الجعد کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ صالح علیہ السلام کی قوم میں ایک شخص تھا جو لوگوں کو بہت تکلیف پہنچایا کرتا تھا۔ لوگوں نے حضرت صالح علیہ السلام سے شکایت کی اور درخواست کی کہ آپ اس کے لئے بددعا کریں۔ صالح علیہ السلام نے جواب دیا: جاؤ تم اسکے شر سے محفوظ ہو جاؤ گے۔ وہ شخص روزانہ لکڑی چننے جایا کرتا تھا (خشاك تهولول) چنانچہ وہ اس روز بھی اس ارادہ سے نکلا۔ اُس روز اُس کے ساتھ دو چپاتی تھے اُس نے ایک کو کھالیا اور دوسری کو صدقہ کر دیا غرض وہ گیا اور لکڑی چن کر صحیح و سالم لوٹ آیا اُسے کچھ بھی نہیں ہوا۔ حضرت صالح علیہ السلام کو تعجب ہوا۔ انھوں نے اُس شخص کو بلوایا اور اُس سے دریافت کیا کہ تم نے آج کونسا عمل کیا ہے؟ اُس نے بتایا کہ میں آج لکڑی چننے نکلا تھا اور میرے پاس دو روٹیاں تھیں، میں نے ایک کو صدقہ کر دیا اور دوسری کو کھالیا تھا۔ حضرت صالح نے فرمایا کہ اس لکڑی کے گٹھ (گیلے) کو کھولو۔ لوگوں نے اُسے کھولا تو اُس میں سے ایک سیاہ سانپ (اسود سالخ) کسی درخت کے تنے کے مانند پڑا ہوا تھا اور اپنا دانت لکڑی کے ایک موٹے تنے پر گاڑے ہوئے ہے تو صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے اسی عمل یعنی صدقہ کی وجہ سے اللہ نے تجھے اس سے بچالیا۔ (حیوۃ الحیوان ج صفحہ ۱۲۵)

﴿خوبصورت بیوی اور بدصورت شوہر﴾

امام دمیریؒ فرماتے ہیں کہ امام زمخشریؒ نے آیت کریمہ یَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ' کی تفسیر میں یہ واقعہ نقل فرمایا ہے کہ عمران بن الحطان الخارجی نہایت کالا کلوٹا آدمی تھا لیکن اُسکی عورت نہایت خوبصورت حسین وجمیل تھی۔ ایک دن اُسکی عورت ٹکٹکی باندھ کر اپنے شوہر کو دیکھنے لگی اور الحمد للہ (اللہ کا شکر) پڑھا۔ تو اُس کے شوہر نے کہا کیا بات ہے؟ تو اُس عورت نے کہا کہ تجھے مجھ جیسی خوبصورت عورت مل گئی تو تم نے خدا کا شکر ادا کیا، اور مجھے تجھ جیسا شوہر ملا تو میں نے صبر کیا۔ اور اللہ پاک نے صابرین وشاکرین سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ (تفسیر زمخشریؒ، حیاۃ الحیوان ج صفحہ ۱۵۵)

﴿عورت کی بیوفائی کا عجیب واقعہ﴾

مورخین اور اصحاب سیر نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ السلام کے عہد میں بنی اسرائیل کے ایک شخص کا واقعہ لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے عہد میں ایک اسحاق نامی شخص تھا۔ اُس کی چچازاد بہن حُسن اور خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھی۔ یہ اپنی چچازاد بہن پر عاشق ہوگیا اور اُس سے شادی کر لی۔ چند روز کے بعد اس لڑکی کا انتقال ہوگیا، اس پر جُدائی بہت مشتاق گذری۔ یہ اُس کی قبر سے جا کر چمٹ گیا اور رونے لگا۔ ایک مدت تک ایسا ہی کرتا رہا۔ ایک دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اُدھر سے گذر ہوا تو آپؑ نے کہا کہ اے اسحاق کیوں رو رہا ہے! اُس نے کہا یا روح اللہ یہ میری بیوی کی قبر ہے مجھے اس سے بہت محبت تھی، اس کے فراق نے مجھے ہلاک کر رکھا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ تمہارا ارداہ ہے کہ میں اس کو اللہ کے حکم سے زندہ کر دوں۔ اُس نے اثبات میں جواب دیا۔ تو حضرت عیسیٰؑ قبر کے پاس آئے اور کہا قُم یا صاحِبَ هٰذاا لْقبُر بِاِذْنِ اللّٰه ۔ (اللہ کے حکم سے زندہ ہوجا) چنانچہ قبر شق ہوگئی اُس میں سے حبشی غلام جس کی آنکھ، ناک اور منہ سے آگ نکل رہی تھی لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ عِيسىٰ روحُ اللّٰـه وَكَلِمَتُهٗ وَ عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ کہتا ہوا نکلا۔ اسحاق نے کہا یا نبی اللہ! میری بیوی کی قبر یہ نہیں ہے بلکہ فلاں جگہ ہے۔ اُس نے دوسری قبر کی طرف اشادہ کر کے کہا۔ حضرت عیسیٰؑ نے اُس حبشی سے کہا کہ واپس چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ مردہ ہو کر گر پڑا............ پھر دوسری قبر پر آئے اور کہا کہ اے صاحب قبر اللہ کے حکم سے کھڑا ہوجا۔ چنانچہ ایک عورت اپنے بدن سے مٹی جھاڑتی ہوئی نکلی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا کہ یہی تمہاری بیوی ہے؟ اُس نے اثبات میں جواب دیا۔ تو حضرت عیسیٰؑ نے اُس سے کہا کہ اس کو اپنے ساتھ لیجاؤ۔ چنانچہ وہ اُس کو اپنے ساتھ روانہ کیا۔ (راستے میں) اُس نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں تیرے فراق میں مستقل جاگتا رہا اب سوچتا ہوں کہ تھوڑی دیر آرام کرلوں۔ چنانچہ وہ اُس لڑکی کی ران پر سر رکھ کر سو گیا ... نے کہ دوران اس لڑکی کے پاس سے ایک شہزادہ گذرا۔ جو حُسن و

جمال میں یکتائے روزگار تھا۔لڑکی اسکو دیکھتے ہی عاشق ہوگئی۔ جب اس شخص نے لڑکی کو دیکھا تو وہ بھی اس پر فریفتہ ہوگیا۔لڑکی نے اُس سے کہا کہا مجھ کو اپنے ساتھ لے چلے اُس نے لڑکی کو اپنے پیچھے گھوڑے پر سوار کرلیا اور اُس کو اپنے ساتھ لے گیا اِدھر اسحاق بیدار ہوا تو اپنی بیوی کو نہ پا کر بہت پریشان ہوا اور اُسکی طلب و تلاش میں نکل پڑا، اور گھوڑے کے آثار قدم دیکھ کر اُن کے پیچھے چلتا رہا۔ایک مقام پر پہنچ کر اُن کو پکڑلیا۔اور شہزادے سے کہا کہ میری بیوی میرے حوالے کردو کیونکہ زوجہ ہونے کے ساتھ ساتھ میری چچازاد بہن بھی ہے۔لڑکی نے اِسکا انکار کیا اور کہا کہ میں شہزادے کی باندی ہوں۔ اسحاق نے نہایت تاکید کے ساتھ کہا کہ تو میری بیوی اور میرے چچا کی لڑکی ہے۔لڑکی نے جواب دیا میں تجھ کو نہیں پہچانتی مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ میں شہزادے کی باندی ہوں.........شہزادے نے اسحاق سے مخاطب ہوکر کہا کہ تو میری باندی سے کیوں جھگڑتا ہے؟اس پر اسحاق نے جواب دیا کہ یہ تیری باندی نہیں ہے میری بیوی ہے جس کو روح اللہ نے اللہ کے حکم سے زندہ کیا ہے۔"ان کی گفتگو ہورہی تھی کہ اچانک حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کہ اے اسحاق یہ تیری بیوی وہی ہے جس کو میں نے زندہ کیا تھا؟اسحاق نے جواب دیا کہ ہاں اے اللہ کے نبی یہ وہی ہے۔اُس کی بیوی نے کہا یا روح اللہ یہ جھوٹ بول رہا ہے میں اسکی بیوی ہرگز ہرگز نہیں ہوں بلکہ شہزادے کی باندی ہوں اور شہزادے نے بھی اس کی تائید کی کہ میری باندی ہے۔حضرت عیسیٰ نے لڑکی سے کہا کہ کیا میں نے تجھ کو زندہ نہیں کیا تھا،اُس نے اس بات سے بھی انکار کیا۔حضرت عیسیٰ نے کہا کہ جو میں نے (امانت) تجھے دیا اُس کو واپس کردے۔ یہ سنتے ہی وہ لڑکی مردہ ہوکر گر پڑی۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جو شخص ارادہ کرے کہ میں اُس شخص کو دیکھوں جو کفر کی حالت میں مرا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو زندہ کر کے ایمان کی حالت میں اُٹھایا ہو تو وہ اس حبشی کو دیکھ لے۔اور جو اُسکو دیکھنا چاہے جو بحالت ایمان مرا ہو پھر اُسکو اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا ہو۔پھر اُسکو کفر کی حالت میں اُٹھالیا ہو تو وہ اس لڑکی کو دیکھ لے۔"اس کے بعد اسحاق نے حق تعالیٰ کو حاضر ناظر کر کے عہد کیا کہ وہ کبھی شادی نہیں کرے گا۔**وھٰذہ الحکایۃ اعظم عبرۃ لاولی الالباب۔ نسائی اللہ تعالٰی السلامۃ و حُسن الخاتمہ بجاہ محمد و آلہٖ** (حیواۃ الحیوان ج صفحہ ۶۵۷، ۶۵۹)

﴿مرا ہوا گدھا زندہ ہوگیا﴾

بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ابوسیرۃ النخعی سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص یمن سے آرہا تھا۔راستہ میں اُس کا گدھا مرگیا۔تو اُس نے نے وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کی اور یہ دعا مانگی:۔**اَللّٰھُمَّ اِنِّی جِئْتُ مُجَاھِدًا فِی سَبِیْلِکَ اِبْتِغَاءَ مَرْضَاتِکَ وَاَنَا اَشْھَدُ اَنَّکَ یُحْیِ الْمَوْتٰی وَتَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ۔لَاتَجْعَلْ لِاَحَدٍ عَلَیَّ الْیَوْمَ مِنَّۃً، اَسْئَلُکَ اَن تَبْعَثَ لِی حِمَارِی**

''یا اللہ میں تیری راہ میں جہاد کرنے آیا تھا اور اس سے میرا منشاء آپ کی خوشنودی حاصل کرنا تھی۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے اور اہل قبور کو ایک دن زندہ کر کے اُٹھائے گا۔ آج تو مجھے کسی کا احسان مند نہ کرنا۔ لہٰذا میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ تو میرے گدھے کو زندہ فرمادے۔''

اللہ تعالیٰ نے اسکی دعا قبول فرمائی اور اُس کا گدھا کان ہلاتا ہوا کھڑا ہو گیا۔'' بیہقی کہتے ہیں کہ اسکے اسناد صحیح ہیں۔

علامہ دمیریؒ کہتے ہیں کہ مردوں کا زندہ کرنا صاحب شریعت کے لئے ایک معجزہ ہے۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اُمت محمدیہ میں ایسے نفوس قدسیہ بھی موجود ہیں کہ جن کی دعاؤں سے مردے بھی زندہ ہو جاتے ہیں .... شعبی کہتے ہیں کہ میں نے اُس گدھے کو بازار میں بکتے ہوئے دیکھا ہے۔ لوگوں نے اُس کے مالک سے کہا کہ کیا تو ایسے گدھے کو بیچنے کا ارادہ کر رہا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے تیری خاطر زندہ کر دیا تھا۔ تو مالک نے جواب دیا کہ اگر اسکو فروخت نہ کروں تو کیا کروں (میری مجبوری اور ضرورت ہے) اس پر ایک شخص نے تین اشعار کئے جن میں سے مجھے ایک شعر یاد ہے اور وہ یہ ہے۔

وَمِنَّا الَّذِی اَحْیَا الْالٰہُ حِمَارَہٗ　　وَقَدْ مَاتَ مِنْہُ کُلُّ عُضْوٍ مُفَصَّلٖ

ترجمہ: اور ہم میں سے کچھ ایسے بھی (افراد) ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے اُن کے گدھے میں ایسی جان ڈال دی جیسا کہ ایک نبی کے گدھے میں ڈال دی گئی تھی حالانکہ اُس گدھے کے ایک ایک عضو اور جوڑ سے جان نکل گئی تھی۔'' اس گدھے والے کا نام نباتہ بن یزید النخعی تھا۔ (حیوۃ الحیوان ج صفحہ ۶۹۸)

عبداللہ بن مبارک کا حسن ادب

عبداللہ بن مبارکؒ کی مجلس میں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا، اُسے چھینک آئی۔ اُس نے الحمد للہ نہیں کہا تو ابن مبارکؒ نے کہا کہ اگر کسی کو چھینک آئے تو اُسے کیا پڑھنا چاہئے؟ تو اُس نے جواب دیا الحمد للہ کہنا چاہئے۔ تو آپ نے فرمایا: یرحمک اللہ (اللہ تم پر رحم کرے) یہ سن کر حاضرین مجلس عبداللہ بن مبارک کے حُسن ادب سے متحیر رہ گئے۔ (صفحہ ۱۳۴)

مجنون نمازی کے آگے سے گذرا

حضرت شیخ (مولانا عبدالغفور عباسی) مدنیؒ نے بطور حکایت فرمایا کہ ایک روز ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا کہ اُسکے سامنے سے مجنون گذر گیا۔ فراغت کے بعد وہ شخص مجنون پر بہت غصہ ہوا اور اُسکو ڈانٹا کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور تم میرے سامنے سے گذرے۔ مجنون نے پوچھا کہ نماز کیا ہوتی ہے؟ اُس نے جواب دیا: اپنے معشوق کے ساتھ مشغول تھا۔ مجنون نے پوچھا تمہارا معشوق کون ہے؟ اُس نے کہا کہ

اللہ تعالیٰ ہے۔ مجنون نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ میں تو اپنے معشوق لیلیٰ کے عشق میں ایسا فنا ہوں کہ میں نے نہ آپ کو دیکھا نہ آپکی نماز کو اور تم اپنے معشوق کے کیسے عاشق ہو کہ تم نے مجھ کو دیکھ لیا اور اسکے حضور میں نماز پڑھتے ہو اور اپنے معشوق سے تمہاری توجہ ہٹ گئی۔ لہٰذا تمہارے عشق کا دعویٰ جھوٹ ہے بعض اہل اللہ بارگاہ خداوند قدوس میں اسی عشق کی دعا کرتے تھے۔

حضرت رابعہ فرمایا کرتی تھیں کہ اے اللہ مجھے کوئی نعمت نہیں چاہیے۔ بس مجھے اپنا عشق اور درد نصیب فرما کہ کسی بھی وقت آپ سے توجہ نہ ہٹے اور آپکے عشق کی فنائیت حاصل ہو جائے۔ بغیر آپکی ذات کے کسی اور کے ساتھ تعلق نہ رہے۔ (ترجمان الشریعت والطریقت ملفوظات مولانا عبدالغفور مدنی صفحہ ۸۶)

اہل دل کی بات کا اثر دل پر ہوتا ہے

اہل اللہ کی تقریر میں بھی ایک نور ہوتا ہے جو غیر اللہ کے کلام میں نہیں ہوتا۔ ایک بزرگ مولانا عبدالقدوس گنگوہیؒ) کے صاحبزادے تحصیل علم کے لئے کہیں باہر گئے۔ جب وہ فارغ ہو کر واپس آئے اور پورے عالم ہو گئے تو اپنے والد صاحب کے پاس آئے۔ انھوں نے فرمایا کہ تم وعظ کہو۔ چنانچہ صاحبزادے نے وعظ کہا اور بڑے بڑے عالی مضامین بیان کئے مگر کسی پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ جب وعظ کہہ چکے تو اُن کے والد صاحب ممبر پر تشریف لائے اور وعظ سے پہلے انھوں نے اپنا واقعہ اُسی رات کا بیان فرمایا کہ رات کو ہم نے روزہ کی نیت کی تھی سحری کے لئے کچھ دودھ رکھ دیا تھا مگر بلی آئی اور سارا دودھ پی گئی۔''بس اتنا ہی بیان فرمایا تھا کہ ساری مجلس تڑپنے لگی۔

اس کے بعد ان بزرگ نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ صاحبزادے سننے والے پر قلب کا اثر پڑا کرتا ہے الفاظ کا اثر نہیں ہوتا۔ تم نے اب تک علم الفاظ حاصل کیا ہے اب قلب کے اندر بھی اس علم کو پہنچانا چاہئے۔'' اہل اللہ کے کلام میں یہ ضروری نہیں کہ آنکھوں سے آنسو نکلنے لگیں بلکہ اہل دل کے کلام سے سامعین کے دل آنسوؤں سے بھر جاتے ہیں (آداب تقریر و تصنیف افادات حضرت تھانویؒ صفحہ ۱۰۹ حقوق الزوجین صفحہ ۱۲۱)

علاء الحضرمیؓ کی اکسیر الاثر دُعا

ایک مرتبہ بصرہ میں ایک آدمی کے کان میں مچھر گھس گیا۔ پردے کے قریب پہنچ کر قوت شنوائی تک اثر انداز ہو گیا جسکی وجہ سے رات کی نیند حرام ہو گئی۔ چنانچہ سیدنا حسن بصریؒ کے اصحاب میں سے کسی نے یہ تلقین کی کہ تم العلاء الحضرمی صحابی رسول کی دعا پڑھو جو انھوں نے جنگل اور دریا کی ہولناکی کے وقت پڑھی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں نجات بخشی۔ بصرہ کے آدمی نے کہا کہ وہ آخر کونسی دعا ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ تفصیل یہ ہے کہ مجھے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوا کہ وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ العلاء

الحضرمیؓ کو ایک لشکر دے کر بحرین بھیجا گیا جس میں میں بھی شریک تھا۔ راستہ کو طے کرتے ہوئے ایک جنگل سے گذر ہوا۔ اِسی درمیان ہمیں پیاس کی شدت محسوس ہوئی۔ اتنے میں العلا الحضرمی نے اُتر کر دو رکعت نماز ادا کی اور یہ دعا کی: یا حَلِیْمُ یا عَلِیْمُ یا عَلِیُّ یَا عَظِیْمُ (ہمیں پانی سے سیراب کر دے (اِسْقِنَا)

بس یہ کہنا تھا کہ ایک بادل کا ٹکڑا پرندہ کی بازو کی طرح آیا اور چھا گیا۔ اس کے بعد اس قدر بارش ہوئی کہ ہمارے برتن بھر گئے۔ سواروں کو پلایا اور تھوڑی دیر کے بعد کوچ کیا، یہاں تک کہ خلیج کے پاس پہنچ گئے۔ جس کے اندر اس قدر جوش و تلاطم تھا کہ ہم نے اس سے قبل نہیں دیکھا۔ دریا کو پار کرنے کے لئے کوئی کشتی نہیں تھی۔ پھر علاء حضرمیؓ نے دو رکعت نماز پڑھی اور انہی الفاظ میں دعا مانگی یا حَلِیْمُ یا عَلِیْمُ یا عَلِیُّ یَا عَظِیْمُ (جَاوِزْنَا الْبَحْرَ)۔ پھر علاء حضرمی نے گھوڑے کی لگام پکڑ کر کہا کہ: بھائیو! اللہ کا نام لے کر پار کر جاؤ.......... ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اتنے میں ہم لوگ پانی پر چل پڑے۔ خدا کی قسم نہ پاؤں بھیگے نہ موزے، اور نہ کسی جانور کا کھر۔ لشکر کی تعداد چار ہزار کے قریب تھی۔ چنانچہ اُس بصرہ کے آدمی نے یہ دعا پڑھی۔ تھوڑی دیر کے بعد دو بھنبھناتے ہوئے مچھر نکلے جو دیوار سے ٹکرا گئے اور اُس آدمی کو نجات مل گئی (حیوۃ الحیوان ج صفحہ ۳۹۲، ۳۹۳)

دودھ فروش کی گائے پانی کی نذر

امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ ایک شخص کے پاس ایک گائے تھی وہ دودھ میں پانی ملا کر فروخت کرتا تھا کچھ دنوں کے بعد ایک سیلاب آیا جس میں گائے ڈوب گئی۔ لڑکے نے ابا جان سے کہا کہ ہم جو دودھ میں پانی ملا کر فروخت کرتے تھے وہ پانی روز بروز اکٹھا ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک دن سیلاب بن کر اُس نے گائے کو غرق کر دیا۔ (حیوۃ الحیوان ج ا صفحہ ۴۴۵)

لومڑی کی چالاکی

امام شافعی علیہ الرحمتہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم یمن کا سفر کر رہے تھے تو ہم نے توشہ دان کھانا کھانے کے لئے رکھا۔ اتنے میں مغرب کا وقت قریب آ گیا تو ہم نے سوچا کہ نماز سے فراغت کے بعد کھانا کھائیں گے تو ہم نے دسترخوان اسی حالت میں چھوڑ دیا اور نماز ادا کرنے لگے۔ دسترخوان پر پکی ہوئی دو مرغیاں تھیں۔ اتنے میں ایک لومڑی آئی اور ایک مرغی لے کر چلی گئی۔ جب ہم نماز سے فارغ ہو گئے تو افسوس کرتے ہوئے ہم نے سوچا کہ بس کھا چکے مرغیاں۔ اس حالت میں تھے کہ اچانک لومڑی مرغی جیسی کوئی چیز منہ میں لے کر آئی اور رکھ دیا۔ چنانچہ ہم نے مرغی سمجھ کر لینے کے لئے دوڑے کہ شاید لومڑی واپس کر رہی ہو۔ جیسے ہی لینے کے لئے گئے تو وہ لومڑی دسترخوان کے پاس جا کر دوسری مرغی بھی

لے گئی اور ہم جس کو مرغی سمجھ کر لینے گئے تھے تو معلوم ہوا کہ وہ مرغی جیسی کھجور کی چھال بنا کر لائی تھی (حیٰوۃ الحیوان ج اصفحہ ۵۲۵)

﴿اِنَّمَا اُكِلْتُ يَوْمَ اُكِلَ الثَّوْرُ الْاَبْيَض
میں تو اُسی دن کھالیا گیا جس دن سفید بیل کو لقمہ بنایا گیا﴾

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میری اور حضرت عثمانؓ کی مثال اُن تین بیلوں جیسی ہے جو ایک ہی جھاڑی میں رہتے تھے اور اُن میں سے ایک سفید ایک سرخ اور ایک سیاہ تھا۔ اور اُن کے ساتھ اُس جھاڑی میں ایک شیر بھی رہتا تھا جو اُن کے اتفاق واتحاد اور اکھٹے رہنے کی وجہ سے انھیں کچھ نقصان دینے پر قادر نہیں تھا۔ ایک دن شیر نے سیاہ اور سرخ بیل سے کہا کہ سفید بل کا رنگ چونکہ مشہور (اور دور سے نظر آنے والا) ہے اسلئے (شکاریوں کو) یہ بیل ہمارے اس جھاڑی میں ہونے کا پتہ دیتا ہے اور میرا رنگ تو بس تم دونوں ہی کے رنگ جیسا ہے لہٰذا تم اگر مجھے اسکو کھانے کے لئے چھوڑ دو اور اسکی اجازت دو تو یہ جھاڑی تم ہی دونوں کے لئے ہو جائے گی۔ ان دونوں نے بسر وچشم کہہ دیا کہ جی کھا لیجے ہم آپکے درمیان حائل نہیں ہوں گے۔ چنانچہ اُس نے اسے اپنا لقمہ تر بنالیا۔ ابھی کچھ ہی زمانہ گذرا تھا کہ اُس نے سرخ بیل سے کہا کہ میرا رنگ تو تیرے ہی رنگ جیسا ہے لہٰذا تم ہمیں سیاہ بیل کھانے دو۔ تو اُس نے کہا کہ آپکی جیسی مرضی۔ چنانچہ اُس نے اُسے کھا لیا۔ چند ہی دنوں بعد اُس نے پھر سُرخ بیل سے کہا کہ: اب تو میں تمہیں بالیقین کھاؤں گا۔" تو اُس نے مہلت مانگتے ہوئے عرض کیا کہ آپ مجھے تین بار آواز دینے کا موقعہ عنایت فرمائیں۔ شیر نے مہلت دیتے ہوئے کہا: اچھا کرلو۔ تو اُس نے تین مرتبہ یہ آواز لگائی کہ: اِنَّمَا اُكِلْتُ يَوْمَ اُكِلَ الثَّوْرُ الْاَبْيَض ۔ میں تو اُسی دن کھالیا گیا تھا جس دن سفید بیل کو کھایا گیا۔" اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی آواز بلند کر کے کہا ہم تو اُسی روز کمزور و ذلیل ہو گئے جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل (شہید) کیا گیا۔ (حیوۃ الحیوان ج اصفحہ ۵۴۵، ۵۴۶)

﴿ہبوطِ آدم کے وقت زمین پر ایک گدھ اور مچھلی تھی﴾

علامہ دمیریؒ کہتے ہیں کہ ہم کو باسناد صحیح حضرت سعید بن جُبیرؓ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اُتارا تو اُس وقت زمین پر گدھ (کنجئے مارغہ) اور سمندر میں مچھلی کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ گدھ رات کے وقت مچھلی کے پاس آکر رہا کرتا تھا۔ جب گدھ نے حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا تو مچھلی کے پاس آکر کہا کہ آج زمین پر ایسی چیز اُتری ہے جو اپنے پیروں سے چلتا ہے اور ہاتھوں سے پکڑتا ہے۔ یہ سن کر مچھلی نے کہا اگر تو سچا ہے تو دریا کے اندر مجھ کو اس

سے نجات ملنے والی نہیں اور نہ خشکی میں تجھ کو اس سے خلاصی ملے گی۔ (حیوۃ الحیوان ج ا صفحہ ۷۵۹)

سلیمان علیہ السلام نے حیوانات کی دعوت کی

قشیری نے نقل کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں ایک دن تمام حیوانات کی دعوت کروں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے درخواست منظور فرما کر اجازت مرحمت فرما دی۔ اسکے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعوت کا سامان جمع کرنا شروع کر دیا اور اس کام میں آپکو ایک عرصہ لگ گیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سمندر سے صرف ایک مچھلی دعوت کھانے کے لئے بھیجی۔ اُس مچھلی نے وہ تمام سامان جو آپ نے ایک عرصہ دراز تک اکٹھا کیا تھا صرف ایک ہی دفعہ میں کھالیا، اور جب اس کا پیٹ نہ بھرا تو اُس نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے اور کھانے کو مانگا۔ تو حضرت سلیمان نے کہا کہ میرے پاس اب کچھ نہیں جو تجھ کو اور کھانے کے لئے دوں۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اُس مچھلی سے سوال کیا کہ کیا تو روز اتنا ہی کھاتی ہے؟ تو مچھلی نے جواب دیا کہ میری روزانہ خوراک اس سے تین گنا ہے لیکن آج اللہ تعالیٰ مجھے اس کے علاوہ اور کچھ کھانے کو نہیں دیں گے۔ لہٰذا آپکو دعوت نہیں کرنی چاہئے تھی۔ اور میں آپکی ضیافت کی وجہ سے آج بھوکی رہوں گی۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْمُتَکَفِّلِ بِاَرْزَاقِ خَلْقِہٖ (ایضا صفحہ ۷۶۲)

فرشتوں کی پیدائش

اور حیوان نامی چوتھے آسمان پر ایک نہر بھی ہے اور ہر روز اس نہر میں ایک فرشتہ غوطہ لگاتا ہے اور پھر نکل کر اپنے پروں کو جھاڑتا ہے جن سے ستر ہزار پانی کے قطرے گرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر قطرے سے ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے۔ اس طرح ستر ہزار فرشتے روزانہ وجود میں آتے ہیں پھر ان کو حکم ہوتا ہے کہ بیت المعمور کا طواف کریں۔ چنانچہ جب وہ ایک مرتبہ طواف کر لیتے ہیں تو پھر دوبارہ ان کی باری نہیں آتی۔ پھر ان کا کام صرف یہ ہوتا ہے کہ آسمان اور زمین کے درمیان ٹھہر کر قیامت تک اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہیں۔ (ص۔ ۸۰۷ (حیوۃ الحیوان جلد ا)

استغفار تمام حاجات کے لئے اکسیر ہے

حضرت حسن بصریؒ کی مجلس میں ایک شخص شریک تھا وہ نقل کرتا ہے کہ باہر سے ایک آدمی آیا اور حسن بصریؒ سے کہنے لگا کہ حضرت بہت ہی محتاج اور فقیر ہوں، کچھ بتائیے۔ ایک دوسرا کہنے لگا کہ میری اولاد نرینہ نہیں ہے کچھ وظیفہ بتلائیے۔ تیسرے شخص نے عرض کیا کہ میرے باغات کا پانی خشک ہو گیا

ہے، میوہ بالکل ختم ہوگیا ہے۔ کوئی طریقہ بتلائیے۔ آپؒ نے فرمایا توبہ کرو اور کثرت سے استغفار پڑھو۔ راوی کہتا ہے کہ مجھے خیال گزرا کہ حضرت کو سوائے استغفار کے اور کچھ معلوم ہی نہیں ہے۔ میرا یہ خیال آنا تھا کہ حضرت کو بطور کرامت میرے مافی الضمیر کا علم ہوگیا۔ آپ نے فرمایا کہ تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بزبانِ نوحؑ تمام حاجات کیلئے استغفار بتلایا ہے۔ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ۔ حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام حاجات کیلئے استغفار کو اکسیر بنایا ہے۔ (ترجمان الشریعت والطریقت ص ۵۵)

حضرت جنید بغدادیؒ کا عمل بالسنۃ کا اہتمام

(حضرت شیخ مولانا عبد الغفور مدنیؒ) نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ جنید بغدادیؒ اشراق کی نماز پڑھکر بارادہ سفر نکلے۔ جب ایک میل کے فاصلے پر نکل گئے تو وہاں یاد آیا کہ مسجد سے نکلتے ہوئے تو میں نے دایاں پیر پہلے نکالا تھا۔ تو وہاں سے پھر واپس تشریف لائے اور مسجد میں داخل ہوکر دو رکعت نماز تحیۃ المسجد کی ادا کی اور پھر سنت طریقہ کے مطابق نکلے۔ ("صفحہ ۶۱)

علماء کا ادب اور اہل بیت کا احترام

روایت میں آتا ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کے جنازے کی نماز پڑھ کر روانہ ہوئے تو اُن کی خدمت میں سواری لائی گئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر لگام تھام لی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی ہیں آپ یہ نہ کریں۔ تو انھوں نے فرمایا کہ ہمیں علماء کے ساتھ ایسا ہی کرنے کا حکم ہے۔ تو حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ چوم لئے اور فرمایا کہ ہمیں بھی اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (ترجمان الشریعت والطریقت صفحہ ۱۶۱، ۱۶۲)

اسرائیلی کے حُسنِ نیت کی قدردانی

بنی اسرائیل کے ایک شخص کا واقعہ ہے کہ قحط سالی کے موسم میں اُس کا گذر ایک ٹیلے پر ہوا۔ اُس نے سوچا اور ارادہ کیا کہ اگر یہ ٹیلا اناج کا ہوتا تو میں اسے فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دیتا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُس زمانے کے نبی پر وحی بھیجی کہ اس شخص سے کہو کہ تمہاری خیرات قبول ہوگئی اور تمہیں ایک ٹیلہ اناج خرچ کرنے کا ثواب مل گیا ہے۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ حُسن نیت پر اللہ تعالیٰ کتنا اجر عنایت فرمادیتے ہیں ("صفحہ ۱۷۲)

فضول گوئی جنت سے مانع ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک غزوہ کے موقع پر ایک جوان شہید ہوا۔

اُسکی لاش تلاش کی گئی جب لاش ملی تو دیکھا کہ اُس کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا ہے۔ اُس کی ماں آئی اور فاقہ کی حالت میں شہید ہونے والے بیٹے کے پاس بیٹھی اور کہنے لگی: بیٹا تجھے جنت مبارک ہو۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا معلوم جنت نصیب ہو۔ ممکن ہے کہ بیکار باتوں کا عادی ہو۔"اس سے معلوم ہوا کہ فضول گوئی جنت میں جانے سے مانع ہوگی۔ ("صفحہ ۲۰۹، ۲۱۰)

ایک بے نکاح بزرگ کی نکاح سے رغبت

ایک بزرگ تھے وہ نکاح نہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ سو رہے تھے کہ اچانک چونک پڑے اور کہنے لگے کہ جلدی کوئی لڑکی لاؤ (نکاح کرنا ہے) ایک مخلص مرید حاضر تھا انکی ایک لڑکی کنواری تھی، لاکر فوراً حاضر کی، اُسی وقت نکاح ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بچہ دیا اور وہ مر گیا۔ بیوی سے کہا کہ جو میرا مطلب تھا پورا ہو گیا۔ اب تجھ کو اختیار ہے اگر تجھ کو دُنیا کی خواہش ہے تو میں تجھکو آزاد کر دوں کسی سے نکاح کر لے۔ اور اگر اللہ کی یاد میں اپنی عمر ختم کرنا ہو تو یہاں رہو۔ چونکہ وہ بیوی اُنکے پاس رہ چکی تھی اور صحبت کا اثر اس کے اندر آ گیا تھا اُس نے کہا کہ میں تو اب کہیں نہیں جاؤں گی۔ چنانچہ دونوں میاں بیوی اللہ کی یاد میں رہے۔ اُن کے بعض خاص لوگوں نے پوچھا کہ حضرت یہ کیا ہے (اتنی جلدی شادی کرنے کی وجہ کیا تھی حالانکہ پہلے آپ انکار فرماتے تھے؟) فرمایا کہ بات یہ تھی کہ میں سو رہا تھا میں نے دیکھا کہ میدان محشر قائم ہے اور پُلِ صراط پر لوگ گذر رہے ہیں۔ ایک شخص کو دیکھا کہ اُس سے چلا نہیں جاتا، لڑکھڑاتا ہوا چل رہا ہے، اُسی وقت ایک بچہ آیا اور ہاتھ پکڑ کر آناً فاناً (فوراً) اسکو لے گیا۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ بچہ کون ہے؟ ارشاد ہوا کہ یہ اس کا بچہ ہے جو بچپن میں مر گیا تھا۔ یہاں اِسکا رہبر ہو گیا۔ اِس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ مجھے خیال آیا کہ میں اس فضیلت سے محروم نہ رہوں شاید بچہ ہی میری نجات کا ذریعہ ہو جائے۔ اس لئے میں نے نکاح کیا تھا اور میرا مقصود حاصل ہو گیا۔ (وعظ الدنیا ملحقہ دنیا و آخرت صفحہ ۱۹۸ از حضرت تھانویؒ۔ ماہنامہ الصیانۃ لاہور نومبر ۲۰۰۳)

یاد رکھو جس طرح اولاد ہونا نعمت ہے اسی طرح نہ ہونا بھی نعمت ہے بلکہ جس کے نہ ہوئی یا جس کے ہو کر مر گئی ہو اسکو اور بھی زیادہ شکر کرنا چاہئے۔ صاحبو! آج کل کی تو اولاد عموماً ایسی ہی ہوتی ہے۔ کہ وہ خدا سے غافل رہنے والی ہوتی ہے پس جس کے نہ ہو وہ شکر کرے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے سب بکھیڑوں سے آزاد کیا ہے اسکو چاہئے کہ اطمینان سے اللہ تعالیٰ کو یاد کریں۔ بعض لوگوں کے لئے تو اولاد عذابِ جان ہو جاتی ہے ("صفحہ ۹)

جمعے کی چھٹی فاروق اعظمؓ نے مقرر کی

دینی مدارس میں ہفتہ وار چھٹی جمعہ کو ہوتی ہے۔ اس کا رواج حضرت عمرؓ کے زمانہ سے ہے۔

منقول ہے کہ جب حضرت عمرؓ ملک شام کے سفر سے مہینوں کے بعد واپس ہوئے تو اہل مدینہ اور اُس کے ساتھ چھوٹے چھوٹے بچے استقبال کے لئے شہر سے باہر نکلے۔ یہ جمعرات کا دن تھا۔ سب نے مدینہ کے باہر حضرت عمرؓ کے ساتھ رات بسر کی اور جمعہ کو شہر میں آئے۔ چونکہ سب تھکے ماندے تھے اس لئے حضرت عمرؓ نے آرام کرنے کے لئے جمعہ کو رخصت دیدی۔ اُسی وقت سے اس تعطیل کا رواج ہوا۔ ایوب بن حسن رافعی کا بیان ہے کہ "ہم لوگ ہر جمعہ کو مدینہ کے مکتب کے لڑکوں کے ساتھ باہر نکلتے۔ اور اُحد کے قریب مصعب بن زبیر کے مدرسہ کے لڑکوں کو دیکھتے کہ عربی گھوڑوں پر شہسواری کرتے ابن مجاہد مقری بچوں کو تعلیم دیتے تھے۔ انھوں نے ایک بھاری بھرکم (موٹے) آدمی کو دیکھ کر کہا "هُوَ اَثْقَلُ مِنْ يَوْمِ السَّبْتِ عَلَى الصِّبيَانِ" کہ بچوں پر سنیچر کا دن جس قدر بھاری اور گراں گذرتا ہے یہ شخص اس سے بھی زیادہ ثقیل ہے اور بچوں کو سنیچر کے دن مکتب جانا گراں معلوم ہوتا تھا۔ گویا مدارس نے اِن معاملات میں بھی اسلاف سے اپنا تعلق جوڑے رکھا ہوا ہے۔ (مدارس کا نظام از مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب جامعہ اسلامیہ راولپنڈی الصیانۃ لاہور نومبر ۲۰۰۳ء صفحہ ۳۲)

علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا چہرہ دیکھ کر ہندو مسلمان ہو گیا

امام المحدثین علامہ سیّد محمد انور شاہ کشمیریؒ ایک دفعہ ریل کے ذریعے مظفر گڑھ مولانا محمد انوری کی معیت میں جارہے تھے۔ ملتان چھاؤنی کے اسٹیشن پر فجر کی نماز سے قبل حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ گاڑی کے انتظار میں تشریف فرما تھے، اردگرد خدام کا مجمع تھا۔ ریلوے کے ایک ہندو بابو لیمپ ہاتھ میں لئے جارہے تھے۔ حضرت شاہ صاحب کا منوّر چہرہ دیکھ کر سامنے کھڑے ہوگئے اور زار و قطار رونے لگے۔ اور پھر یہ زیارت ہی اُن کے ایمان کا ذریعہ بن گئی۔ وہ کہتے تھے کہ ان بزرگوں کا روشن چہرہ دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ اسلام سچا دین ہے۔ (ہفت روزہ ترجمان اسلام ۲۷ جون ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۱)

حضرت لاہوریؒ نے حلال اور حرام پھل جدا جدا کر دیئے

مناظر احناف حضرت مولانا امین صفدر صاحب اوکاڑویؒ نے حضرت اقدس مولانا احمد علی لاہوریؒ سے اپنی بیعت کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "ایک دن میں (رسالہ) خدام الدین" میں حضرت لاہوریؒ کی مجلس ذکر کی تقریر پڑھ رہا تھا جس میں آپ کا فرمان تھا کہ جسمانی آنکھیں تو اللہ تعالیٰ نے گدھوں اور کتوں کو بھی دی ہیں آنکھیں تو اصل دل کی ہیں۔ اگر یہ روشن ہو جائیں تو انسان کو حرام حلال کا امتیاز ہو جاتا ہے۔ اور اگر وہ قبر کے پاس سے گذرے تو اُسے پتہ چلتا ہے کہ یہ قبر جنت کا باغ ہے یا دوزخ کا گڑھا۔ میں یہ پڑھ ہی رہا تھا کہ ایک ماسٹر صاحب جن کا نام رشید احمد تھا، وہ ہال کمرے میں داخل ہوئے۔ اُن کے ہاتھ میں پانچ روپے کا نوٹ تھا اور کہتے آرہے تھے کہ کسی نے حرام نوٹ لینا

ہے؟ یہ حرام ہے حرام۔'' میں نے کہا مجھے دیدو۔ وہ مجھ سے پوچھنے لگے تم کیا کرو گے؟ میں نے حضرت لاہوریؒ کی مجلس ذکر کی وہ تقریر سنائی اور کہا لاہور چلتے ہیں اور امتحان لیتے ہیں کہ خود حضرت لاہوریؒ کو حلال حرام کی تمیز ہے یا نہیں؟ اس پر چار پانچ ٹیچر اور تیار ہو گئے۔ ہم سب نے ایک ایک روپیہ اپنے پاس سے کیا۔ ایک روپے کے سیب اپنے روپے سے اور ایک کے حرام روپے سے خریدے۔ اس طرح پانچ پھل ہم نے خرید لئے اور ہر پھل پر کوئی ایک نشانی لگا دی کہ یہ سیب حرام کا ہے اور وہ حلال روپے کا۔ یہ کینو حرام روپے کا ہے وہ حلال کا۔ غرضیکہ ہم پھل لے کر لاہور پہنچ گئے اور حضرت لاہوریؒ کی خدمت میں جا پیش کئے۔ حضرت نے پھلوں کی طرف دیکھا۔ پھر ہماری طرف دیکھا اور فرمایا: ''بھئی یہ کیا لائے ہو میں نے عرض کیا: حضرت زیارت کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ یہ کچھ ہدیہ ہے۔ فرمایا ہدیہ لائے ہو یا میرا امتحان لینے آئے ہو؟ یہ فرما کر آپ نے اُن مختلف پھلوں کو الگ الگ کر دیا اور فرمایا یہ حلال ہیں، یہ حرام ہیں......... اب ہم نے بیعت کی درخواست کی تو حضرت نے سختی سے فرمایا" چلے جاؤ، تم بیعت کے لئے تھوڑا آئے ہو، تم تو امتحان کے لئے آئے تھے۔" اور ہمیں اُٹھا دیا۔ ہم واپس سٹیشن پر آ گئے۔ گاڑی آ گئی، باقی چاروں ساتھی سوار ہو کر گئے مگر میرا دل سوار ہونے کو نہ چاہا۔ میں ٹکٹ واپس کر کے شاہدرہ اپنے ہم زلف (سانڈو) کے ہاں چلا گیا اور اگلے دن فجر کی نماز مسجد شیرانوالا میں حضرت کی اقتداء میں ادا کی۔ نماز کے بعد درس کی جگہ پر حضرت نے درس قرآن ارشاد فرمایا۔ درس کے بعد چند ساتھی بیعت کے لئے بڑھے، میں بھی ساتھ بیٹھ گیا، دیکھ کر مسکرا کر فرمایا: اچھا اب بیعت کے لئے آ گئے ہو؟ میں نے عرض کیا! حضرت! حاضر ہوں۔ حضرت نے بیعت فرمایا اور اسم ذات، استغفار اور درود شریف کی تسبیحات کی تعلیم فرمائی۔'' (خطبات صفدر ج ۱ صفحہ ۲۷ تا ۲۹ مکتبہ مکیہ لاہور)

﴿نوح علیہ السلام کو برتن بنانے اور توڑنے کا حکم ہوا﴾

جب حضرت نوح علیہ السلام (طوفان کے بعد) اطمینان سے رہنے سہنے لگے تو اب اللہ رب العزت کی جانب سے حکم ہوا کہ اے نوح! ہماری عبادت سے جو وقت بچے اُس میں مٹی کے برتن بنایا کرو۔ آپ نے ایسا ہی کیا اور رات دن مٹی کے برتن بنانے میں آپ مصروف ہو گئے۔ جب ایک عرصہ کے بعد وہ برتن بے انتہا تیار ہو گئے تو ایک روز حکم الٰہی آیا کہ اے نوح اِن تمام برتنوں کو توڑ ڈالو۔ آپؑ نے حسبِ حکم فوراً وہ سب کے سب توڑ ڈالے۔ توڑنے کو تو توڑ دئے مگر اب غمگین اور اُداس ہو کر ایک کونے میں بیٹھ گے اور برتنوں کے غم میں آنسو بہاتے ہوئے مولا کی جناب میں عرض کیا کہ حضور! میں نے اتنی مدت تک محنت کی اور نہایت عمدہ عمدہ برتن بنائے، افسوس آج اُن سب کو ٹوٹا ہوا دیکھتا ہوں جس سے مجھے بے حد صدمہ ہے۔ اُسی وقت عرش معلّی سے ایک دل ہلا دینے والی اور انسان کی آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہا دینے والی صدا حضرت نوح علیہ السلام کے کانوں میں آئی۔ نظم

چند مٹی کے پیالوں کے لئے نوح! تیرے اسقدر آنسو بہے
دیکھ ہم کو ہم نے تیرے واسطے کردئے بندے فنا کُل دہر کے
کس طرح ہم کو ہوئی ہو گی بہار آخرش اُن کے تھے ہم پروردگار
کر دیا تیری دعا سے بس ہلاک جا چھپے وہ سب کے سب زیرِ خاک

لہٰذا اے نوح تجھے مٹی کے برتنوں پر افسوس کرتے دیکھ کر میں بھی اپنی عزت وجلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اب آئندہ اپنے بندوں کو طوفان کے عذاب میں کبھی ہلاک نہیں کروں گا۔ یہ سُن کر حضرت نوحؑ بھی زار زار رونے لگے اور ایک بھری مخلوق کے فنا ہو جانے پر ملائکہ کے بھی آنسو بھر آئے۔اور یہ آخری سبق حضرت نوحؑ کو عجیب عبرت انگیز دیا گیا۔جس سے آپ ملک الموت کی ملاقات (یعنی مرتے دم تک) روتے ہی رہے اور کبھی آپ نے ہنس کر بات نہیں کی (طوفان نوح صفحہ ۳۷،۳۸)

دنیاوی زندگی حضرت نوحؑ کی نظر میں

موت سے پہلے حضرت عزرائیل نے حضرت نوح علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اے نوح! اور اے سب سے بڑی عمر پانے والے پیغمبر! آپ نے اپنے خیال میں دنیا کو کتنا وسیع اور کتنا طویل پایا؟ اُس وقت حضرت نوحؑ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا کہ اے ملک الموت! گومیری عمر اتنی دراز ہوئی ہے لیکن واللہ اِس وقت مجھے یہ معلوم ہوتا کہ دنیا ایک ایسے سرائے کے مانند ہے جس کے دو دروازے ہیں میں اُس سرائے میں داخل ہوا ہوں اور ہنوز دوسرے دروازے پر نہیں پہنچا ہوں کہ تم نے آکر مجھے پیغام موت سُنا دیا۔ پس پھر ملک الموت نے اپنا ہاتھ دراز کیا اور حضرت نوح علیہ السلام کی روح قبض کر لی۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ راجعون۔(''صفحہ ۴۱)

ابوالحسن نوریؒ نے شراب کے ۹ مٹکے توڑ دیئے اور ایک باقی چھوڑا

حضرت ابوالحسن نوریؒ کی حکایت ہے کہ ایک بار ایک موقع پر چلے جارہے تھے چلتے چلتے دریا کے کنارے پر پہنچے۔ دیکھا کہ شراب کے مٹکے کشتیوں سے اُتر رہے ہیں۔ پوچھا کہ اِن میں کیا ہے؟ کشتی والے نے کہا کہ شراب ہے خلیفہ وقت معتضِد باللہ کیلئے ہے اور وہ دس مٹکے تھے۔ شیخ کو غصہ آ گیا اور کشتی والے کی لکڑی مانگ کر نو مٹکے یکے بعد دیگرے توڑ ڈالے۔اور ایک مٹکا چھوڑ دیا۔ چونکہ یہ شراب خلیفہ کے لئے لائی گئی تھی اس لئے اُن کا براہ راست خلیفہ کے یہاں چالان کر دیا گیا۔ معتضد نہایت ہیبت ناک صورت (شکل) میں بیٹھ کر اجلاس کیا کرتا تھا، لوہے کی ٹوپی اوڑھتا تھا اور لوہے کی زرہ اور لوہے کا گرز ہاتھ میں ہوتا تھا اور لوہے کی کرسی پر بیٹھتا تھا۔ معتضد نے نہایت کڑی اور ہولناک آواز سے پوچھا کہ تم نے یہ کیا کیا ہے؟ حضرت شیخ نے فرمایا کہ جو کچھ میں نے کیا ہے آپکو بھی معلوم ہے دریافت

کرنے کی ضرورت نہیں، ورنہ میں یہاں تک نہ لایا جاتا۔ معتضد یہ جواب سنکر برہم ہوا اور پوچھا کہ تم نے یہ حرکت کیوں کی؟ کیا تم محتسب (یعنی نگراں) ہو؟ شیخ نے فرمایا کہ ہاں محتسب ہوں......... خلیفہ نے پوچھا کہ تم کو کس نے محتسب بنایا ہے؟ فرمایا کہ جس نے تجھکو خلیفہ بنایا ہے۔ خلیفہ نے پوچھا کہ کوئی دلیل ہے؟ فرمایا یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ......... علٰی ما اَصَابَکَ۔

ترجمہ: قائم کرو نماز کو، اور حکم کر نیک باتوں کا اور لوگوں کو بُری باتوں سے روکو اور اس سے تجھکو جو تکلیف پہنچے اُس پر صبر کر معتضد یہ بیبا کی کی باتیں سن کر متاثر ہوا اور کہا کہ ہم نے تم کو آج سے محتسب (نگران) بنایا۔ مگر ایک بات بتا کہ ایک مٹکہ تم نے کیوں چھوڑ دیا؟ فرمایا کہ جب میں نے نو مٹکے توڑ ڈالے تو نفس میں خیال آیا کہ اے ابو الحسن تو نے تو بڑی ہمت کا کام کیا کہ خلیفہ وقت سے بھی نہ ڈرا۔ (بڑے بہادر اور دلیر ہو۔) میں نے اُسی وقت ہاتھ روک لیا کیونکہ اس سے پہلے تو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لئے توڑے تھے۔ اگر اب توڑ دوں گا تو وہ نفس کے لئے ہوگا۔ اسلئے دسواں مٹکہ چھوڑ دیا۔ (حضرت تھانویؒ۔ وعظ ذم ہوی۔ بحوالہ دعوت وتبلیغ کے اصول واحکام صفحہ ۲۵۸)

مجنون نے لیلیٰ کی محبت سے توبہ کرنے سے انکار کردیا

مجنون کا قصہ سُنو! لیلیٰ کی محبت میں اس کا حال اتنا شکستہ ہوگیا تھا کہ دیکھنے والوں کو ترس آتا تھا مگر اُس نے کبھی ایک لحظہ کیلئے بھی یہ خواہش نہیں کی کہ لیلیٰ کی محبت اس کے دل سے نکل جائے جس نے اسکو تکلفیوں کا تختہ مشق بنائے رکھا تھا۔ اُس کے باپ نے مرض کو لا علاج پا کر آخری تدبیر یہ کی کہ اپنے ساتھ حج کو لایا اور بیت اللہ کا دامن پکڑ کر اُس نے کہا کہ دعا مانگ یا اللہ میری خطاؤں کو معاف فرما اور لیلیٰ کی محبت میرے دل سے نکال لے۔ مگر وہ دعا مانگتا ہے:

اِلٰھی تُبْتُ مِنْ کُلِّ الْمَعَاصِی　　اِلَیْکَ فَقَدْ تَکَثَّرَتِ الذُّنُوبُ
وَاَمَّا مِنْ ھَوٰی لیلٰی وَتَرْکِی　　زِیَارَتَھَا فَاِنِّی لَا اَتُوبُ

یا اللہ سارے گناہوں سے توبہ کرتا ہوں مگر لیلیٰ اور اسکی زیارت کے شوق سے توبہ نہیں کرتا۔
(تذکرۃ الخلیل صفحہ ۳۸۳)

مغرور عابد اور متواضع گنہگار کا واقعہ

ایک عابد نے عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا اور اُن کے ساتھ ہولیا۔ اور ایک گنہگار فاسق فاجر اپنے دروازے پر کھڑا رہا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر بہت جی چاہتا تھا کہ اُن سے ملے مگر اپنی بدکاری پر نظر کرتے ہوئے ہمت نہ پڑتی تھی کہ آپکے پاس آئے۔ اپنے آپ کو بہت روکا، آخر نہ رہا گیا اور وہ بھی ہولیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو اخلاق سے پیش آئے اور اُس جاہل عابد کمبخت نے اُسکو بہت لتاڑا کہ تو

ہمارے ساتھ کیسے ہو گیا۔ اور دعا کی کہ اے اللہ مجھ کو آخرت میں بھی اسکے ساتھ جمع نہ فرمائیو۔ اور اُس گنہگار نے اپنی مغفرت کی دعا کی۔ فوراً وحی آئی کہ دونوں کی دعا قبول ہوئی اُس (گنہگار) نے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِی کہا تھا اُسکو ہم نے جنتی بنا دیا اور عابد نے یہ دعا کی تھی کہ میرا اور اِس کا آخرت میں ساتھ نہ ہو۔ ہم نے اسکی بھی دعا قبول کی، کہ دوزخ میں جائے گا، تا کہ اسکا ساتھ نہ ہو (وعظ الاتمام لنعمۃ الاسلام حضرت تھانویؒ۔ دینی دعوت وتبلیغ کے اصول واحکام صفحہ ۲۷۴)

بچے نے مکتب میں بسم اللہ پڑھی تو قبر میں باپ سے عذاب اُٹھالیا گیا

حضرت امام رازی رحمتہ اللہ علیہ (م ۶۰۶ ھ) رقم طراز ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عیسیٰ السلام کا ایک قبر سے گذر ہوا۔ آپ نے (بطور کشف) دیکھا کہ عذاب قبر کے فرشتے میت کو عذاب دے رہے ہیں، آپ آگے چلے گئے، اپنے کام سے فارغ ہو کر جب دوبارہ وہاں سے گذرے تو اُس قبر پر رحمت کے فرشتے دیکھے جن کے ساتھ نور کے طبق ہیں۔ آپ کو اس پر تعجب ہوا، آپ نے نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی اے عیسیٰ (علیہ السلام) یہ بندہ گنہگار تھا اور جب سے مرا تھا عذاب میں گرفتار تھا۔ مرتے وقت اسنے بیوی چھوڑی تھی جو حاملہ تھی۔ اُس سے ایک فرزند (لڑکا) پیدا ہوا۔ اسکی پرورش کی، یہاں تک کہ وہ بڑا ہوا۔ اس کے بعد اُس عورت نے اس فرزند کو مکتب پڑھنے بھیجا۔ اُس نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی۔ پس مجھے اپنے بندے سے حیاء آئی کہ اسے آگ کا عذاب دوں زمین کے اندر، اور اسکا فرزند میرا نام لیتا ہے زمین کے اوپر (تفسیر کبیر بحوالہ کتاب راہ نجات حصہ ۳ صفحہ ۱۴۰ مکاتب دینیہ کی اہمیت صفحہ ۱۳،۱۴ از مولانا محمد طلحہ کاندھلوی)

ہندو سیٹھ نے برات والوں کو عمدہ کھانا بھی دیا اور ایک ایک اشرفی بھی۔ لیکن؟

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک ہندو بنئے کا قصہ لکھا ہے جو بڑا سیٹھ اور مالدار تھا۔ اُس نے اپنے بچے کی شادی کی، بڑی برات بُلائی، بڑے اچھے اچھے کھانے کھلائے اور ایک ایک اشرفی بطور انعام کے ہر براتی کو دی، اور مہمانوں کا بڑا اکرام کیا۔ اور راستے میں چھپ کر بیٹھ گیا جہاں سے براتیوں کی بیل گاڑیاں گذر رہی تھیں کہ لوگ میرا تذکرہ کرتے ہوں گے۔ ساری گاڑیاں گذر گئیں، کسی نے تذکرہ نہیں کیا۔ البتہ ایک گاڑی گذری اُس میں لالہ جی کا ذکر ہو رہا تھا، ایک نے کہا بھائی! لالہ جی نے تو کمال کر دیا کہ جاتے ہوئے ایک ایک اشرفی بھی دی۔ دوسرا بولا" کیا کمال کر دیا، اُس سُسرے کے پاس تھوڑی دولت تھی اگر پانچ پانچ اشرفیاں نے دے دیتا تو مر جاتا، ایک ایک دے کر ٹرخا دیا۔" دیکھئے لالہ جی کے پلے میں یہ چیز پڑی۔ (کہ بہت مال بھی خرچ کیا اور تعریف کی بجائے لوگوں نے اُس کی مذمت کی (مومن عورت از حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ صفحہ ۷۵)

﴿قاری محمد طیب صاحبؒ کی مریدنی کو موت کے وقت قاری صاحبؒ دکھائی دیئے﴾

قاری محمد طیب صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مواعظ میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ ایک عورت اُن سے بیعت ہوئی اسکے بعد اُس کا حضرت سے رابطہ بھی نہ رہا۔ البتہ وہ اُن کے بتائے ہوئے معمولات پر حتی المقدور عمل کرتی رہی۔ بیس سال کے بعد اُس پر سکراتِ موت کی کیفیت طاری ہوئی تو اچانک کہنے لگی: وہ دیکھو حضرت آرہے ہیں۔ پھر کہنے لگی وہ دیکھو حضرت میرے پاس آ گئے۔ پھر کہنے لگی: حضرت مجھے کلمہ پڑھا رہے ہیں۔ اُس نے خود ہی پوچھا حضرت! آپ مجھے کلمہ پڑھا رہے ہیں؟ پھر کہنے لگی، اچھا، میں پڑھتی ہوں۔ چنانچہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ۔ اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔''

اندازہ کیجئے کہ بیس سال پہلے بیعت ہوئی تھی۔ اس دوران میں کوئی رابطہ نہیں ہوا مگر اس کے دل میں محبت تھی۔ ظاہر کے رابطے میں تو رکاوٹیں ہو سکتی ہیں مگر دل کے رابطے میں تو دُنیا رکاوٹیں پیدا نہیں کر سکتی۔ بیس سال کے بعد موت کے وقت اللہ تعالیٰ نے اسکو ایک منظر دکھایا۔ شیخ کی نسبت ظاہر فرمادی۔ اُس نے اپنے شیخ کے کسی لطیفہ کو دیکھا ہو گا یا اللہ تعالیٰ نے اپنے رجال غیب میں سے کسی بندے کو اس شکل میں کھڑا کر دیا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے نسبت کی برکت سے اس عورت کے ایمان کی حفاظت فرما دی۔ (رہے سلامت تمہاری نسبت صفحہ ۶۹)

﴿امام رازیؒ نے موت کے وقت شیطان کے سامنے ۱۰۰ دلائل توحید پیش کیئے﴾

امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ بہت بڑے اللہ والے گذرے ہیں۔ آپ شیخ نجم الدین کبریٰؒ سے بیعت تھے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے بارے میں سو دلائل جمع کیئے۔

جب امام رازیؒ کی وفات کا وقت قریب آیا تو شیطان آپ کو پھسلانے کے لئے آپ کے پاس آیا۔ نزع کے وقت شیطان انسان کو گمراہ کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے تاکہ مرتے وقت وہ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ شیطان نے آ کر امام رازی رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا کہ تم نے ساری زندگی اللہ کی عبادت میں گذار دی کیا تم نے اللہ کو پہنچانا بھی ہے؟ آپ نے فرمایا: بے شک اللہ ایک ہے۔'' شیطان کہنے لگا کوئی دلیل دو۔ آپ نے توحید باری تعالیٰ کے بارے میں ایک دلیل دی۔ شیطان نے چونکہ انسانیت کو گمراہ کرنے کی قسمیں کھائی ہوئی ہیں اُس نے آپ کی بتائی ہوئی دلیل توڑ دی۔ یہاں تک کہ امام رازی رحمتہ اللہ علیہ نے سو دلائل دیئے مگر اُس نے سب دلائل رد کر دیئے۔ اب امام رازی رحمتہ اللہ علیہ بہت پریشان ہوئے اُس وقت آپ کے پیر و مرشد شیخ نجم الدین کُبریٰ رحمتہ اللہ علیہ دور دراز کسی جگہ پر وضو فرما رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں امام رازی رحمتہ اللہ علیہ کی پریشانی کے بارے

میں کشفاً مطلع فرما دیا۔ انھوں نے غصہ میں آ کر وہ لوٹا جس سے وضو فرما رہے تھے دیوار پر مارا (دیوال لہ ئے راؤ بغولہ) اور امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کو پکار کر کہا کہ تو یہ کیوں نہیں کہہ دیتا کہ میں اللہ تعالیٰ کو بغیر دلیل کے ایک مانتا ہوں۔ اُس وقت شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کا غصہ سے بھرا چہرہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کے بالکل سامنے تھا۔

سبحان اللہ! نسبت کی برکت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے امام رازی رحمۃ اللہ کے ایمان کی حفاظت فرمائی ("صفحہ ۷۰،۷۱)

اللہ دیکھ رہا ہے

ایک شخص اپنے بیٹے کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ جب وہ انگوروں کے ایک باغ کے قریب سے گذرے تو باپ کا دل للچایا اور اس نے چاہا کہ کچھ انگور کھاؤں۔ چنانچہ اُس نے اپنے بیٹے کو ایک جگہ کھڑا کیا اور کہا بیٹا! تم یہاں کھڑے ہو کر ادھر اُدھر جھانکنا تاکہ کوئی آنے لگے تو پتہ چل جائے۔ جب وہ انگور توڑنے کے لئے گیا تو وہ ابھی درخت کے قریب ہی پہنچا تھا کہ بچے نے شور مچا دیا کہنے لگا: یَا اَبِی یَا اَبِی! اَحَدٌ یَرانَا۔ اے ابا جان۔ اے ابا جان ایک ہمیں دیکھ رہا ہے جب اُس نے یہ کہا تو باپ ڈر کر پیچھے کی طرف بھاگا۔ اُس نے بچے کے پاس آ کر دیکھا تو کوئی بھی نہیں تھا۔ وہ کہنے لگا، کون دیکھ رہا ہے بیٹے نے کہا ابا جان اگر کوئی بندہ نہیں دیکھ رہا تو بندوں کا پروردگار تو دیکھ رہا ہے ("صفحہ ۸۲)

حضرت زکریا ملتانیؒ کا روحانی امتحان

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ بیعت ہوئے۔ شیخ نے تیسرے دن انھیں خلافت دیدی۔ جب اُن کو تیسرے دن خلافت ملی تو وہاں کے مقیم لوگ کہنے لگے، حضرت! یہ دور سے آیا ہے اور تین دنوں میں اسکو یہ نعمت مل گئی مگر ہم لوگ بھی تو مدتوں سے آپکی خدمت میں پڑے ہیں، ہم پر بھی نظر کرم فرما دیں۔ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے فرمایا، اچھا آپ کو سمجھائیں گے۔

دوسرے دن انھوں نے بہت ساری مرغیاں منگوائیں اور اُن تمام لوگوں کو دیں جنھوں نے اعتراض کیا تھا۔ اور ایک بہاؤ الدین زکریا ملتانی کو بھی دی اور سب سے فرمایا کہ اس مرغی کو ایسی جگہ پر ذبح کر کے لاؤ جہاں کوئی نہ دیکھتا ہو۔ (چـه هـخـيـوك دَ رتـه نـه گـوري) چنانچہ کوئی درخت کے اوٹ میں ذبح کر کے لایا کوئی کمرے میں ذبح کر کے لایا، اور کوئی دیوار کے پیچھے ذبح کر کے لایا۔ سب نے مرغیاں ذبح کر کے لا دیں اور حضرت کو دکھائیں۔ مگر بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ تھوڑی دیر کے بعد آئے اور رونا شروع کر دیا۔ حضرت نے پوچھا، بھئی! تم کیوں رو رہے ہو؟ کہنے لگے، حضرت!

آپ نے فرمایا تھا کہ کسی ایسی جگہ پر ذبح کرنا جہاں کوئی نہ دیکھ رہا ہو، مگر میں جہاں بھی گیا، وہاں میرا پروردگار مجھے دیکھ رہا تھا، جس کی وجہ سے ذبح نہ کرسکا اور یوں آپ کے حکم پر عمل نہیں ہوسکا............ اُس وقت حضرت نے اپنے دوسرے مریدوں کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا دیکھو! میں نے اس کی اس کیفیت کی وجہ سے اسے یہ نعمت جلدی دیدی ہے۔ (رہے سلامت تمہاری نسبت صفحہ ۸۳)

شیخ الہندؒ کا حضرت گنگوہیؒ کے ساتھ والہانہ عقیدت

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے پاس ایک اُگال دان پڑا ہوتا تھا جس میں وہ کبھی اپنا تھوک بلغم وغیرہ ڈالا کرتے تھے۔ اور وہ پڑا پڑا سوکھ بھی جاتا تھا۔ حضرت شیخ الہندؒ نے ایک مرتبہ چپکے سے سب کی نظر بچا کر اُسے اُٹھایا اور باہر لیجا کر اسے دھو پی لیا تو یہ محبت و عشق کی باتیں ہیں عقل اِن کا کہاں تک احاطہ کرسکتی ہے ("صفحہ ۱۸۰)

کفار سے محبت شقاوت کا سبب

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ایک خادم تھے۔ اُن کا بھائی قریب المرگ تھا حضرت مجدد الف ثانیؒ نے پوری قوت کے ساتھ توجہ ڈالی مگر اثرات ظاہر نہیں ہوئے۔ حضرت مجدد الف ثانی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے کہ کیا بات ہے اِن پر اثرات کیوں نہیں ہوتے؟ الہام ہوا کہ یہ شخص کفار سے محبت رکھتا ہے۔ اگر گنہگار ہوتا تو ہم تمہاری توجہ کی وجہ سے اس پر مہربانی فرمادیتے مگر کفار کی محبت کی نحوست کو تو جہنم کی آگ ہی دور کرے گی۔ ("صفحہ ۱۹۰)

پدی نے زمین تولنے کی جسارت کی

دُنیا میں کوئی چپ نہ ہوگا۔ ایک پدی (چتے) زمین پر بیٹھا تھا گھاس میں اسکی ٹانگیں دھاگے کے ساتھ پھنس گئے پھڑ پھڑانے لگا، کسی نے پوچھا کیا کرتے ہو؟ پدی نے جواب دیا کہ میں زمین تولتا ہوں۔ (درس دورہ تفسیر از مولانا سرفراز خان صاحب صفدر قلمی صفحہ ۴۵)

اللہ میڈا اے دو عاشقانِ الٰہی کا جھگڑا

مقامات زواریہ میں ایک عجیب بات لکھی ہے کہ ایک مرتبہ خانقاہ فصلیہ میں دو بوڑھے آدمی آپس میں اُلجھنا شروع ہوگئے۔ دیکھنے والے بڑے حیران ہوئے کہ یہ دونوں ظاہر میں بڑے نیک اور متقی نظر آتے ہیں، اتباع سنت بھی انکے جسم پر بالکل ظاہر ہے مگر ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں۔ ایک اس کو تھپڑ لگاتا ہے اور دوسرا اسکو لگاتا ہے۔ وہ اس کو کھینچتا ہے اور یہ اس کو کھینچتا ہے اور کچھ باتیں بھی کر

رہے ہیں۔ ایک صاحب قریب ہوئے کہ آخر بات کیا ہے۔ جب قریب ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ دونوں محبت الٰہی میں اتنے مستغرق تھے کہ آپس میں بیٹھے ہوئے اُن میں سے ایک نے کہہ دیا "اللہ میڈا اے" یعنی اللہ میرا ہے۔ جب وہ دوسرے نے سنا تو وہ الجھنے لگا کہ نہیں اللہ میڈا اے۔ وہ اسے مارتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ میڈا اے۔ محبت کا کتنا غلبہ تھا کہ دونوں اس بات پر الجھ رہے تھے۔ اللہ اکبر ("صفحہ ۴۴ از کتاب محبت الٰہی از مولانا حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہٗ)

﴿حضرت شبلیؒ اور نام خداوندی کی قدردانی﴾

حضرت شبلیؒ کے بارے میں سنا ہے کہ جب آپ کے سامنے کوئی اللہ کا نام لیتا تھا تو آپ اپنی جیب میں ہاتھ ڈالتے، شیرینی نکالتے اور اس بندے کے منہ میں ڈالتے اور فرماتے کہ جس منہ سے میرے محبوب کا نام نکلے میں اُس منہ کو شیرینی سے کیوں نہ بھر دوں۔ ("صفحہ ۴۴)

﴿ایک بزرگ کھوٹے سکے وصول کر کے اپنے پاس جمع کرتے تھے﴾

حضرت عثمان خیر آبادیؒ ایک بزرگ گذرے ہیں ان کی ایک دکان تھی۔ اُن کی عادت تھی کہ جب کوئی گاہک آتا اور اُسکے پاس کبھی کھوٹہ سکہ ہوتا تو وہ پہچان تو لیتے تھے مگر پھر بھی وہ رکھ لیتے اور سودا دے دیتے۔ اُس دور میں چاندی کے بنے ہوئے سکے ہوتے تھے وہ سکے گھسنے کی وجہ سے کھوٹے کہلاتے تھے۔ وہ کھوٹے سکے جمع کرتے رہتے۔ ساری زندگی یہی معمول رہا۔ جب موت کا وقت قریب آیا تو آخری وقت انھوں نے پہچان لیا۔ اُس وقت اللہ رب العزت کے حضور ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنے لگے کہ اے اللہ! میں ساری زندگی تیرے بندوں کے کھوٹے سکے وصول کرتا رہا، تو بھی میرے کھوٹے عملوں کو قبول فرمالے۔ سبحان اللہ۔ محبت الٰہی کے رنگ میں ایسے رنگے ہوئے تھے ("صفحہ ۸۷)

﴿ایک بزرگ نے زمین کا فیصلہ زمین سے کرایا﴾

ایک بزرگ کے پاس دو آدمی کھیت کا جھگڑا لیکر گئے اور فیصلہ چاہا۔ بزرگ صاحب نے کہا کہ میرا فیصلہ چاہتے ہو یا یہ زمین ہی فیصلہ کر دے؟ انھوں نے کہا کہ اس سے اور کیا اچھا ہوگا کہ یہ زمین خود ہی فیصلہ کر دے۔ بزرگ نے فیصلہ کے طور پر زمین سے پوچھا کہ زمین! تو کس کی ہے؟ زمین نے کہا کہ نہ میں اسکی نہ میں اُسکی۔ یہ دونوں میرے ہیں۔ اب تھوڑے دنوں میں مر کر دونوں میرے اندر آجائیں گے۔ (معارف مسیح الامت ماہنامہ الصیانۃ اگست ۲۰۰۴ء صفحہ ۲۴)

﴿تین خوش نصیب بزرگوں کو سلام نبویؐ﴾

جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد کے متعلم مولوی محمد ابوبکر بن فضل حق راوی ہیں کہ شیخ الحدیث

مولانا نذیر احمد صاحب (بانی جامعہ امدادیہ) ایک دفعہ اعتکاف فرما رہے تھے کہ ایک آدمی جو حضرت کو پہلے نہیں جانتا تھا اور وہ مدینہ منورہ سے حج کر کے آیا تھا اُس نے اپنا خواب حضرت سے بیان کیا کہ میں حج سے واپس آنے والا تھا کہ مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ آپؐ کے نزدیک حدیث کا حلقہ لگا ہوا تھا اُس میں ایک شخص صحیح بخاری کا درس دے رہا تھا، تو میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! میری پاکستان روانگی ہے کوئی پیغام ہو؟ (تو لے جاؤں)۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین آدمیوں کی طرف اشارہ کیا، اُن میں ایک وہ صاحب جو صحیح بخاری کا درس دے رہا تھا اور دو (اشخاص) آپ ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اِن حضرات کو میرا سلام کہہ دینا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کون ہیں، اور میں اِن کو کیسے جانوں گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ (ایک) مفتی رشید احمد کراچی میں ہیں اور یہ (دوسرے) حاجی عبدالوہاب، رائیونڈ میں ہیں، اور وہ جو بخاری کا درس دے رہا ہے یہ شیخ نذیر احمد فیصل آباد میں ہیں، اور آپ ﷺ نے آپ کی طرف ہی اشارہ کیا تھا۔" حضرت شیخ الحدیث صاحب نے صحیح بخاری کا درس تقریباً ۳۷ سال اور مشکوٰۃ المصابیح کا درس تقریباً ۴۵ سے ۵۰ سال تک دیا۔ آپکے شاگردوں میں انسانوں کے علاوہ جنات بھی شامل ہیں انتظام و استقلال کا یہ حال تھا کہ آپکے فرزند مفتی مجاہد شہید کی شہادت کے دن میں بھی جامعہ میں تمام اسباق، تکرار و مطالعہ باقاعدہ طور پر ہوئے اور ان میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔ یہی حال حضرت الشیخ کی وفات کے دن تھا کہ جب صبح کے تمام اسباق پڑھائے گئے تو لوگوں کی حیرانگی قابل دید تھی (ماہنامہ الصیانۃ لاہور۔ اگست ۲۰۰۴ صفحہ ۵۱، ۵۲)

حضرت خلیل اللہ کا مرنے میں تردّد

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی روح لینے کے لئے ملک الموت آئے انھوں نے فرمایا: هَلْ رَاَيْتَ خَلِيْلًا يَقْبِضُ رُوْحَ خَلِيْلِهٖ! کیا آپ نے کسی ایسے دوست کو دیکھا ہے جو اپنے خلیل کی روح کو قبض کر رہا ہو؟ انھوں نے عرض کیا کہ اچھا اللہ تعالیٰ سے پوچھتا ہوں۔ ملک الموت نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جاؤ میرے خلیل کو پیغام دیدو: هَلْ رَاَيْتَ خَلِيْلًا يَكْرَهُ لِقَاءَ خَلِيْلِهٖ ؟ کیا تم نے کسی دوست کو دیکھا کہ اپنے دوست کی ملاقات سے انکار کر رہا ہو؟ تو جیسے ہی انکو یہ پتہ چلا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا طریقہ ہے تو کہنے لگے ملک الموت: عَجِّلْ عَجِّلْ۔ جلدی کر جلدی کر، روح قبض کر لے، مجھے اپنے مالک سے واصل کر دے۔ (کتاب تمنائے دل ارشادات حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب صفحہ ۲۳۹)

ایک دن میں سات بیٹوں کے جنازوں پر صبر

ایک عزیز بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کے سات لڑکے تھے اور ساتوں حافظ تھے تجارت کرتے

تھے۔ رمضان شریف میں ایک قرآن سناتا تھا اور سب باپ بیٹے اُسکے پیچھے سنتے تھے۔ ایک سال طاعون بہت شدت سے تھا، سننے والوں میں سے ایک لڑکے نے کہا کہ ابا متلی ہوتی ہے۔ کہا بیٹا گھر میں آرام کرو۔ تھوڑی دیر کے بعد دوسرے نے پھر تیسرے نے غرض سب نے متلی کی شکایت کر کے باپ سے گھر آنے کی اجازت لی۔ جب تراویح ختم ہوئی تو امام نے بھی یہی شکایت کی۔ اُسے بھی گھر لائے۔ اُن سب کو ایسا طاعون ہوا کہ صبح تک سب ختم ہوگئے۔ اور باپ نے نہایت شکر کے ساتھ تجہیز و تکفین کا انتظام کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک ہی گھر سے اکٹھے سات جنازے نکلے۔ مگر باپ نہایت خاموشی کے ساتھ جنازوں کے ہمراہ تھے۔ آہ و بُکا اور گریہ وازری کچھ نہ تھی .... ایک شخص نے کہا کیسا سنگدل باپ ہے کہ اُسکی آنکھ سے ایک آنسو تک نہیں نکلتا .... اتفاق سے اُن مرد خدا نے بھی یہ جملہ سن لیا۔ اُسی وقت کھنکار کے تھوکا تو کھنکار میں جما ہوا خون نکلا اور کہا رونے سے کیا فائدہ! میرا تو کلیجہ کٹ کٹ کر نکل رہا ہے۔ اے تراخارے بپا نہ شکستہ کے دانی کے چیست۔ حال شیرانے کہ شمشیر بلا برسر خورند......... جب تجہیز و تکفین سے فارغ ہوکر گھر پہنچے تو کلیجہ پھٹ گیا اور خود بھی اجل کو لبیک کہا۔ اللہ اکبر! کتنا بڑا واقعہ ہے۔ (حضرت تھانوی وعظ الامتحان ملحقہ مجموعہ فضائل صبر و شکر صفحہ ۲۲۳، ۲۲۴)

قصائی کا میراث خور رشتہ دار

مگر آج یہ حالت ہے کہ محبت اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا جوش اُٹھا تو سال بھر کے بعد کچھ غزلیں پڑھ لیتے ہیں اور مٹھائی بانٹ دیتے ہیں جس میں سراسر اپنا ہی حظِ نفس ہے۔ دین کے لئے جان دینا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام بجالانا آجکل کی محبت میں داخل ہی نہیں۔ ان لوگوں کی حالت بالکل ایسی ہے جیسے مشہور ہے کہ ایک قصائی کا انتقال ہوا تو اُسکی کی بیوی اپنی برداری کے لوگوں میں بیٹھی رو رہی تھی کہ ہائے یہ تو مر گیا اب اسکی چھریاں کون لے گا؟ ایک (رشتہ دار) بولا میں لوں گا میں۔" .... پھر وہ رو کر کہنے لگی۔ ہائے اس کے کپڑے کون لے گا؟ وہ بولا میں لوں گا میں .... آخر میں اُس نے یہ کہا ہائے اس کا قرض کون ادا کرے گا؟ آپ کہتے ہیں: بولو بھئی کس کی باری ہے، اب تک تو میں بولتا رہا۔" .... لینے کے لئے تو یہ اور دینے کے لئے کوئی اور .... یہی ہماری حالت ہے کہ غزل اور نعت اور مٹھائی کے وقت تو ہم عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم بن جاتے ہیں اور احکام کی اطاعت اور شریعت کی پابندی اور بدعت سے اجتناب کے موقع پر کہتے ہیں: بولو بھائی کس کی باری ہے۔ ("صفحہ ۵۲۵)

ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کا نام لینے والے کو ساری بکریاں پیش کر دیں

حضرت ابراہیم علیہ السلام بکریاں چرا رہے ہیں ایک آدمی قریب سے گذرا اور کہنے لگا (سُبحَانَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوت سُبحَانَ ذِی الْعِزَّۃِ وَالْھَیْبَۃِ وَالْقُدْرَۃِ وَالْکِبْرِیَاء

وَالْجَبَرُوتِ) جب اُس نے اتنے اچھے انداز سے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی تو ابراہیم علیہ السلام کا دل مچل اُٹھا، رُک گئے اور کہنے لگے اے بھائی ذرا یہ الفاظ ایک مرتبہ پھر کہنا۔ اُس نے کہا کہ اسکے بدلے کیا دیں گے؟ فرمانے لگے کہ آدھی بکریاں آپکو دیدوں گا، یہ الفاظ پھر کہہ دو۔ چنانچہ اُس نے پھر کہدیئے۔

سو بار صدقے ہو کے بھی یہ چاہتا ہے دل　　سو بار اور آپ پہ قربان جائے

پھر جب اللہ تعالیٰ کی تعریف سُنی تو دل مچل اُٹھا، فرمانے لگے اے بھائی ایک مرتبہ پھر کہہ دو۔ کہنے لگا اب کیا دو گے؟ فرمایا بقیہ آدھی بکریاں بھی آپ کو دیتا ہوں۔ پھر اُس نے الفاظ کہے۔ پھر دل مچل اُٹھا، کانوں میں رس گھل گیا...... پھر کہا بھائی ایک دفعہ اور کہدو۔ اُس نے کہا جناب اب تو آپکے پاس بکریاں بھی نہیں رہیں، اب کیا دوگے، تو فرمانے لگے اے دوست! تجھے بکری چرانے والے کی بھی ضرورت ہوگی میں تمہاری بکریاں چرادیا کردوں گا، تم اللہ کا نام پھر لے دو۔ اُس نے کہا ابراہیم علیہ السلام! مبارک ہو میں تو اللہ تعالیٰ کا فرشتہ ہوں پروردگار عالم نے مجھے بھیجا کہ جاو! میرے خلیل کے سامنے جاکر میرا نام لو اور دیکھو کہ میرے نام کے وہ کیا دام لگاتا ہے۔ تو جن کو اللہ سے محبت ہوتی ہے وہ اللہ کے نام پر قربان ہو جاتے ہیں۔ (کتاب تمنائے دل صفحہ ۵۰ از مولانا حافظ ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی)

﴿دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے﴾

شاہ عبدالقدوس گنگوہیؒ کا واقعہ حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ اُنکے بیٹے شاہ رکن الدین (علم) پڑھ کر آئے تو حضرت نے فرمایا کہ محفل میں کچھ وعظ کرو۔ انھوں نے بڑا معارف بھرا وعظ کیا لیکن مجمع پر کوئی اثر نہ ہوا۔ جب انھوں نے وعظ کرلیا تو حضرت لوگوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ: رات ہم نے روزہ رکھنے کے لئے دودھ رکھا تھا، بلّی آئی اور دودھ پی گئی۔" جب حضرت نے یہ جملہ کہا تو سارے مجمع نے رونا شروع کردیا۔ ان الفاظ کے اندر اتنا غم تھا کہ لوگوں کے آنکھوں میں آنسو آئے۔ پھر حضرت نے بیٹے سے تنہائی میں جاکر پوچھا کہ بیٹے تونے اتنا معرفت بھرا خطبہ دیا کوئی ٹس سے مس نہ ہوا۔ میں نے سادہ سی بات کردی تو لوگوں کے دل تڑپ اُٹھے۔ بیٹے نے کہا اباجی یہ بات میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ فرماتے تھے بیٹے تم نے فقط قال اُنکے سامنے پیش کیا تھا، میں نے سادہ الفاظ میں حال اُسکے سامنے پیش کردیا۔ میں نے دل سے توجہ ڈالی تھی، سادہ سی بات نے اُنکے دل کے اندر رقت پیدا کردی۔ اللہ والوں کی باتوں میں تاثیر ہوتی ہے، اللہ والوں کی نگاہوں میں بھی تاثیر ہوتی ہے اُنکی نگاہوں سے فیض ملتا ہے............اللہ کرے کسی اللہ والے کی ہمیں بھی نظر لگ جائے" صفحہ ۱۲۱)

﴿شاہ عبدالقادر کی نظر ایک کتے پر﴾

حضرت تھانویؒ نے ایک دفعہ لکھا ہے فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے اٹھارہ سال مسجد

میں اعتکاف کیا مسجد فتح پوری میں اور قرآن پاک کا اردو میں ترجمہ لکھا۔ فرماتے ہیں کہ جب باہر نکلے تو سامنے ایک کتا تھا، اُس کتے پر اُنکی نظر پڑ گئی، کتے پر ایسی حالت طاری ہوگئی کہ وہ جہاں جا کر بیٹھتا تھا دوسرے کتے اسکے گرد گھیرا ڈال کر بیٹھ جایا کرتے تھے۔ تو فرماتے ہیں کہ جانوروں پر نظر پڑے تو اُن میں بھی تاثیر آجاتی ہے، انسان تو پھر انسان ہے......... یہ ہے اللہ والوں کی نظر اس سے دلوں میں محبت الٰہی پیدا ہوتی ہے اسلئے ان کے اعمال میں بھی تاثیر ہوتی ہے۔ ("صفحہ ۱۲۲)

﴿قال رسول اللہ سننے پر ایک دیہاتی کا برہم ہونا﴾

ایک مولانا پڑھ کر آئے، انکو حدثیں بھی کافی یاد تھیں۔ جب بھی وہ بیان کرتے تو قال رسول اللہ پڑھتے۔ ایک دیہاتی تھا اُس بیچارے کو عربی تو آتی نہیں تھی اب وہ روز بیٹھ کر یہ سنتا چند دن تو صبر کرتا رہا۔ اب اسکو قال رسول اللہ کا معنی ہی معلوم نہ تھا وہ قال رسول اللہ کو کالا رسول اللہ سمجھا۔ کہنے لگا کہ یہ مولانا کیسا ہے؟ جو رسول کو کالا کہتا ہے۔ چنانچہ ایک دن جب انھوں نے درس دیا تو درس کے بعد دیہاتی نے مولانا کا گریبان پکڑ کر کہنے لگا او مولوی صاحب! تو کالا، تیرا باپ کالا۔ میرا رسول تو گورا چٹا ہے۔

یہ شعائر اللہ سے محبت کی بات ہے (صفحہ ۱۹۶)

﴿حضرت قاری طیبؒ کا پُر انوار چہرہ﴾

ہمارے حضرت (مولانا غلام حبیب نقشبندیؒ) نے ایک عجیب واقعہ سنایا۔ فرمانے لگے کہ جب میری حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ سے حرم شریف میں ملاقات ہوئی تو میں نے اُن کا پُر انوار چہرہ دیکھا جس پر علم کا نور، عمل کا نور، نسبت کا نور۔ اور اللہ تعالیٰ نے ویسے بھی انکو بدنی طور پر بہت خوبصورت بنایا تھا۔ تو ملاقات کے بعد میں نے اُن سے پوچھا کہ حضرت آپ نے یہ چہرہ کیسے بنایا؟ تو قاری صاحب فرمانے لگے یہ میں نے نہیں بنایا یہ میرے شیخ نے بنایا ہے۔ ("صفحہ ۲۲۴)

﴿ابو عبداللہؒ کو بارگاہِ رسالت سے روٹی عنایت ہوئی﴾

ابو عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سال میں بہت مفلس فاقہ زدہ تھا۔ اتفاقاً مدینہ طیبہ کی حاضری نصیب ہوئی۔ میں روضۂ اقدس کے سامنے حاضر ہوا، سلام کے بعد میں نے عرض کیا کہ میں فاقہ رسیدہ ہوں اور آج آپ کا مہمان ہوں۔ یہاں سے فارغ ہو کر آیا تو رات کو سو گیا۔ خواب میں جمال مبارک کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے دست مبارک سے مجھے روٹی عطا فرمائی۔ میں نے خواب ہی میں کھانا شروع کر دیا۔ کچھ حصہ کھایا تھا کہ آنکھ کھل گئی، دیکھتا ہوں کہ بچی ہوئی روٹی میرے ہاتھ میں ہے۔ (فیض الجود علیٰ حدیث شیبتنی ہود از عدلیہ عبدالعزیز مکی ۹۰۰ھ بحوالہ کشکول

مصنفہ حضرت مفتی محمد شفیعؒ)

﴿ابوہریرہؓ کا توشہ دان﴾

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسلام میں مجھ پر تین ایسی بڑی مصیبتیں آئی ہیں کہ ویسی کبھی بھی مجھ پر نہیں آئیں۔ ایک تو حضور ﷺ کے وصال کا حادثہ، کیونکہ میں آپ ﷺ کا ہمیشہ ساتھ رہنے والا معمولی سا ساتھی تھا۔ دوسرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا حادثہ تیسرے توشہ دان کا حادثہ۔ لوگوں نے پوچھا: اے ابوہریرہ! توشہ دان کے حادثے کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا: ہم ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپؐ نے فرمایا: اے ابوہریرہ! تمہارے پاس کچھ ہے! میں نے کہا توشہ دان میں کچھ کھجوریں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: لے آؤ میں نے کھجوریں نکال کر۔ آپؐ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ آپؐ نے اُن پر ہاتھ پھیرا اور برکت کے لئے دعا فرمائی۔ پھر فرمایا دس آدمیوں کو بُلا لاؤ۔ میں دس آدمیوں کو بُلا لایا۔ انھوں نے پیٹ بھر کھجوریں کھائیں، پھر اسی طرح دس دس آدمی آ کر کھاتے رہے یہاں تک کہ سارے لشکر نے کھا لیا اور توشہ دان میں پھر بھی کھجوریں بچ رہیں۔ آپؐ نے فرمایا اے ابوہریرہ جب تم اس توشہ دان میں سے کھجوریں نکالنا چاہو تو اس میں ہاتھ ڈال کر نکالنا اور اسے اُلٹانا نہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں میں حضور ﷺ کی زندگی میں اُسمیں سے نکال کر کھاتا رہا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ کی ساری زندگی میں اس میں سے کھاتا رہا۔ پھر حضرت عمرؓ کی ساری زندگی میں اُس میں سے کھاتا رہا پھر حضرت عثمانؓ کی ساری زندگی میں اس میں سے کھاتا رہا۔ پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو میرا سامان بھی لُٹ گیا۔ اور توشہ دان بھی لُٹ گیا۔ کیا میں آپ لوگوں کو بتا نہ دوں کہ میں نے اس میں سے کتنی کھجوریں کھائی ہیں؟ میں نے اس میں سے دو سو وسق یعنی ایک ہزار پچاس من سے بھی زیادہ کھجوریں کھائی ہیں (بکھرے موتی صفحہ ۴۳، بحوالہ حیات صحابہ ج، صفحہ ۱۱۷)

لِلنَّاسِ هَمٌّ وَلِيَ الْيَوْمَ هَمَّانِ　　　فَقْدُ الْجِرَابِ وَقَتْلُ الشَّيْخِ عُثْمَانِ

(نوٹ حضرت ابوہریرہؓ اس بارے میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے)

﴿منکر نکیر کو جوابات فاروق اعظمؓ﴾

ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اُس ذات کی قسم جس نے مجھے حق دیکر بھیجا ہے مجھے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا ہے کہ منکر نکیر قبر میں تمہارے پاس آئیں گے اور تم سے سوال کریں گے مَنْ رَبُّكَ؟ اے عمر تیرا رب کون ہے؟ تو تم جواب میں کہو گے میرا رب اللہ ہے۔ تم بتاؤ تم دونوں کا رب کون ہے؟ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے نبی ہیں، تم دونوں کے نبی کون ہیں؟ اور اسلام میرا دین ہے۔ تم دونوں کا دین کیا ہے؟ اِس پر وہ دونوں کہیں کہے گے کیا عجیب بات ہے ہمیں پتہ

نہیں چل رہا ہے کہ ہمیں تمہارے پاس بھیجا گیا ہے یا تمہیں ہمارے پاس بھیجا گیا ہے (حیاۃ الصحابہ ج ۳ صفحہ ۹۹ بکھرے موتی صفحہ ۹۶)

﴿ایک نیکی پر جنت میں داخلہ ملا﴾

قیامت کے دن ایسا ایک شخص کو حاضر کیا جائے گا جسکے میزان کے دونوں پلڑے نیکی بدی برابر ہوں گے اور ایسی کوئی نیکی نہیں ہوگی جس سے نیکی کا پلڑا جھک جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے فرمائیں گے کہ لوگوں میں جا کر تلاش کرو کہ تمہیں کوئی نیکی مل جائے جس سے تمکو جنت میں پہنچاؤں۔ پس وہ شخص بہت حیران و پریشان لوگوں میں تلاش کرتا رہے گا لیکن ہر شخص یہی کہے گا کہ مجھے اپنے بارے میں ڈر ہے کہ میری نیکی کا پلڑا ہلکا نہ ہو جائے، اور میں تجھ سے زیادہ نیکی کا محتاج ہوں۔ پس وہ شخص بہت مایوس ہوگا، اتنے میں ایک شخص پوچھے گا تجھے کیا چاہئے؟ وہ کہے گا مجھے ایک نیکی چاہئے اور میں بہت لوگوں سے مل چکا جن کی ہزاروں نیکیاں ہیں لیکن ہر ایک نے مجھ سے بخیلی کی ہے۔ پس وہ شخص کہے گا کہ میں نے بھی اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تھی اور میرے صحیفہ میں صرف ایک ہی نیکی ہے اور مجھے یہ گمان ہے کہ اِس سے میرا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ لہٰذا تو ہی اسکو میری طرف سے ہدیہ لیجا۔ (اور اپنی جان بچا) وہ شخص اُس نیکی کو لیکر بہت مسرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملے گا، اللہ تعالیٰ اپنے علم کے باوجود اُس سے پوچھیں گے کہ تیری کیا خبر ہے؟ وہ کہے گا اے میرے رب میں نے اپنا کام اس طریقے سے پورا کیا (وہ شخص اپنی پوری حالت وہاں بیان کرے گا) پھر اللہ تعالیٰ اُس شخص کو حاضر کرے گا جس نے اسکو نیکی دی تھی اور اُس سے اللہ تعالیٰ کہے گا: آج کے دن میری سخاوت تیری سخاوت سے کہیں زیادہ ہے لہٰذا اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑو اور تم دونوں جنت میں چلے جاؤ۔ (التذکرہ جلد نمبر ا صفحہ ۳۱۰، زرقانی ج ۱۲ صفحہ ۳۲۰۔ بکھرے موتی صفحہ ۲۱۲، ۲۱۷)

﴿ماں باپ کو اُف کہنا بھی گناہوں کے پلڑے میں﴾

ایسا ہی ایک دوسرا واقعہ ہے کہ ایک شخص کے دونوں میزان کے پلڑے برابر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اُن سے فرمائیں گے تو نہ جنتی ہے اور نہ جہنمی ہے۔ اتنے میں فرشتہ ایک صحیفہ لا کر اُس کے میزان کے ایک پلڑے میں رکھے گا جس میں اُف (والدین کی تکلیف وصدمہ کی آواز) لکھا ہوا ہوگا جو بدی کے پلڑے کو وزنی کر دے گا۔ اسلئے کہ وہ (اُف) ایسا کلمہ ہے جو دنیا کے پہاڑوں کے مقابلہ میں بھاری ہے۔ چنانچہ اُس کے لئے جہنم کا فیصلہ ہوگا۔ وہ شخص اللہ تعالیٰ سے جہنم سے نجات پانے کی درخواست کرے گا تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے اس کو واپس لاؤ۔ پھر اللہ تعالیٰ اُسے کہے گے اے ماں باپ کے نافرمان تو کس بنا پر جہنم سے چھٹکارے کی درخواست کرتا ہے؟ وہ شخص کہے گا اے رب! میں

جہنم میں جانے والا ہوں مجھے وہاں سے چھٹکارا نہیں کیونکہ میں والدین کا نافرمان تھا اور میں ابھی دیکھ رہا ہوں کہ میرا باپ بھی میری طرح جہنم میں جانے والا ہے لہٰذا میرے باپ کے بدلہ میں میرا عذاب دو گنا کر دیا جائے اور اسکو جہنم سے چھٹکارا دیا جائے۔ یہ بات سن کر اللہ تعالیٰ ہنس پڑیں گے اور فرمائیں گے (دنیا میں تو اسکا نافرمان تھا اور آخرت میں اسکو بچا دیا پکڑ و اپنے باپ کا ہاتھ اور دونوں جنت میں چلے جاؤ)۔ التذکرہ صفحہ ۳۱۹ للسیوطی جلد اول۔ زرقانی ج ۱۲ صفحہ ۳۱۹، بکھرے موتی صفحہ ۲۱۷)

امام اعظمؒ کے ساتھ ایک شخص کی بدتمیزی اور انجام

ایک مرتبہ ایک شخص حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو ذہنی اذیت دینے کے لئے مجمع میں کہنے لگا، آپ کی والدہ بیوہ ہیں آپ ان کا میرے ساتھ نکاح کر دیں۔ اب یہ کتنا غصہ دلانے والی بات تھی کہ بوڑھی والدہ کے لئے نکاح کا پیغام بھیج رہا ہے۔ آپ نے بڑی نرمی سے جواب دیا: میری والدہ عاقلہ بالغہ ہیں، اُن سے پوچھ کر فیصلہ کیا جائے گا۔ وہ شخص وہاں سے رخصت ہو کر آگے جا کر گر پڑا، گردن ٹوٹ گئی اور وہیں مر گیا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ ابو حنیفہ کے صبر نے ایک آدمی کی جان لے لی۔ (خطبات فقیر ج ۱۰ صفحہ ۲۳۸)

ایک بزرگ نے نحو میر پڑھنے سے انکار کر دیا

درویشی تو نام تقویٰ و طہارت کا ہے

حضرت شیخ عبدالحق رودلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بھائی عالم تھے۔ حضرت شیخ کو نحو میر شروع کرائی اُس میں مثال آئی: ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا ۔ یعنی مارا زید نے عمرو کو۔ استاد سے پوچھا کہ زید نے عمرو کو کیوں مارا؟ اُستاد نے کہا کہ مارا نہیں، محض فرضی مثال ہے۔ فرمایا کہ میں ایسی کتاب نہیں پڑھتا جس میں اوّل سے ہی کذب کی تعلیم ہو.......... ہمارے اکابر کی تو یہ حالت تھی کہ شاید کذب سے بھی وحشت ہوئی (وعظ الصمر حضرت تھانویؒ)

صدیق اکبرؓ کی آہ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نسبت حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ابوبکرؓ کثرت صلوۃ صیام سے نہیں بڑھے بلکہ ان کے قلب میں ایک شے ہے جسکی وجہ سے ان کو فضیلت ہے۔ ایک عالم تاریخ سے نقل کرتے تھے کہ اُن کی بیوی سے پوچھا گیا کہ حضرت ابوبکرؓ گھر میں کیا کرتے تھے؟ کہا کچھ نہیں، اتنی بات تھی کہ شب کو مراقب بیٹھ جاتے تھے اور تھوڑی دیر سے ایک آہ کرتے تھے جس میں جلے ہوئے گوشت کی بو آتی تھی، غرض حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کوئی ظاہری وضع یا حالت ممتاز نہ تھی۔ اس

طرح کاملین عوام سے کم ممتاز ہوتے ہیں۔ اور عوام ہی کی طرح دوا دارو بھی کرتے ہیں۔ پس تدبیر کرنا اور مرض میں دوا دارو کرنا توکل اور صبر اور درویشی کے کسی طرح منافی نہیں۔ ("صفحہ ۳۸)

﴿شاہ عبدالعزیزؒ نے ننگے شخص کا عجیب علاج کیا﴾

آجکل بہت لوگ اسی مذاق کے ہیں کہ ننگ دھڑنگ آدمی کے جلدی معتقد ہو جاتے ہیں اور وہ انھیں گالیاں بھی دے تو راضی رہتے ہیں بلکہ اگر کفر بھی بکے جب بھی معتقد رہتے ہیں۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس اللہ سرہٗ کہیں چلے جاتے تھے راستہ میں ایک مجمع دیکھا، معلوم ہوا کہ بیچ میں ایک ننگ دھڑنگ آدمی بیٹھا ہوا کم بخت کفر بک رہا ہے۔ نالائق اپنے عضو کو ہلا ہلا کر کہتا ہے کہ توبہ توبہ یہ تو اللہ کا الف ہے (نقل کفر کفر نہ باشد) اور بہت سے لوگ اس کے معتقد ہو رہے ہیں شاہ صاحب نے اپنے ایک ہمراہی شاگرد سے فرمایا کہ اس شخص کی کمر میں ایک لات مارو اور یہ کہو کہ نامعقول! بے پیرا معلوم ہوتا ہے، بھلا کہیں الف کے نیچے دو نقطے بھی ہوتے ہیں؟ شاہ صاحب جامع فنون تھے ننگوں کا جواب انھی کے مذاق میں دیا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور سارے معتقدین ہیں فَفِرُّوا ہو گئے۔ اس طرح فتنہ فرو ہوا۔ (وعظ اما علیہ الصبر حضرت تھانویؒ مندرج مجموعہ فضائل صبر و شکر صفحہ ۱۸۵)

﴿زمانہ جاہلیت کے ایک حلیم کی حکایت﴾

حضرت (شیخ الہند) مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے زمانہ جاہلیت کے ایک حلیم (بردبار) کی حکایت بیان فرمائی تھی کہ اُس کے بھتیجے نے اُس کے بیٹے کو قتل کر دیا لوگ قاتل کو پکڑ کر اُس کے پاس لے گئے۔ تو غایت حلم یہ تھا کہ اُس نے اپنی نشست بھی نہیں بدلی، جس طرح بیٹھا تھا اُسی طرح بیٹھا رہا اور یہ کہا:

اِحْدٰی یَدِیْ قَطَعَتِ الْاُخْرٰی میرے ایک ہاتھ نے دوسرے ہاتھ کو کاٹ دیا۔ اب یہ حماقت ہے کہ میں دوسرے ہاتھ کو بھی کاٹ دوں۔ ثُمَّ قَالَ وَلٰـکِنْ اَدُّوْا اِلٰی اِمْرَاَتِیْ دِیَةَ اِبْنِهَا مِنْ اِبِلِیْ فَاِنَّهَا لَاتَرْضٰی بِدُوْنِهَا۔ پھر کہا میری بیوی کو میرے اونٹوں میں سے اُس کے بیٹے کی دیت دیدو کیونکہ وہ بغیر دیت کے راضی نہ ہوگی۔" دیکھئے یہ ایک کافر تھا جس نے غیر اختیاری ضرر سے پریشان ہو کر اختیاری ضرر کو گوارا نہ کیا تو ہم کو مسلمان ہو کر ایسا نہ ہونا چاہئے۔ پس یہ بڑی حماقت ہے کہ ہم مصائب غیر اختیاریہ کی وجہ سے اپنے معمولات کو تباہ کر کے اختیاری ضرر میں مبتلا ہوں۔ اُس وقت اعمال پر جمے رہنا یہی صبر ہے۔ (صفحہ ۱۸۶، ۱۸۷)

﴿غصے کا نبویؐ علاج﴾

ابن عساکر میں ہے کہ جب حضرت عائشہؓ غضبناک ہو جائیں تو آپؐ اُنکی ناک پکڑ لیتے اور

فرماتے: اے عویش! یہ دعا کرو: اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ اِغْفِرْ ذَنْبِیْ وَ اَذْھِبْ غَیْظَ قَلْبِیْ (میرے دل کا غصہ دور کر) وَ اَجِرْنِیْ (بچالے) مِنْ مُضِلَّاتِ الْفِتَنِ۔ (گمراہ کن فتنے) (ابن کثیر ج۲ صفحہ ۳۲۹)

شکر کی پٹی بھی ہونی چاہیے

ع: خوشی کے ساتھ دنیا میں ہزاروں غم بھی ہوتے ہیں
جہاں بجتی ہے شہنائیاں وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں

رابعہ بصریہؒ ایک مرتبہ کہیں کھڑی تھیں۔ اچانک قریب سے ایک نوجوان گذرا اُس نے اپنے سر پر پٹی باندھی ہوئی تھی۔ انھوں نے پوچھا، بیٹا! کیا ہوا؟ اُس نے کہا اماں! میرے سر میں درد ہے، جس کی وجہ سے پٹی باندھی ہوئی ہے، پہلے تو کبھی درد نہیں ہوا۔ انھوں نے پوچھا بیٹا! آپکی عمر کتنی ہے؟ وہ کہنے لگا جی میری عمر تیس سال ہے۔ یہ سن کر وہ فرمانے لگیں: بیٹا! تیرے سر میں تیس سال تک درد نہیں ہوا تو نے شکر کی پٹی تو کبھی نہ باندھی، تجھے پہلی دفعہ درد ہوا ہے تو تو نے شکایت کی پٹی فوراً باندھ لی ہے۔'' ہمارا حال بھی یہی ہے کہ ہم سالہا سال اُس کی نعمتیں اور سکون کی زندگی گذارتے ہیں ہم اس کا تو شکر ادا نہیں کرتے اور جب ذرا سی تکلیف پہنچتی ہے تو فوراً شکوے کرنا شروع کر دیتے ہیں (خطبات فقیر ج۸ صفحہ ۴۶)

شیخ سعدیؒ نے بچپن میں ٹھگ سے دھوکہ کھایا

شیخ سعدیؒ نے ایک حکایت لکھی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب میں چھوٹا سا تھا تو میری والدہ نے مجھے سونے کی انگوٹھی بنوا کر دی۔ میں انگوٹھی پہن کر باہر نکلا تو مجھے ایک ٹھگ مل گیا، اُس کے پاس گُڑ کی ڈلی تھی۔ اُس نے مجھے بلایا اور کہا کہ یہ چکھو، میں نے گڑ چکھا تو میٹھا لگا۔ پھر وہ کہنے لگا کہ اب اپنی انگوٹھی کو چکھو۔ جب میں نے اپنی انگوٹھی چکھا تو لذت محسوس نہ ہوئی۔ وہ مجھے کہنے لگا کہ یہ بے لذت چیز دیدو اور لذت والی چیز لے لو۔ میں نے اس کی باتوں میں آکر اسے سونے کی انگوٹھی دیدی اور گڑ کی ڈلی لے لی (۱۲۲)

سیّدہ زنیرہ کو دوبارہ بینائی مل گئی

سیدہ زنیرہؓ کو بڑھاپے کی حالت میں اتنا مارا گیا کہ ان کی بینائی چلی گئی۔ ابوجہل نے کہا، دیکھا! لات اور منات نے تمہاری بینائی کو چھین لیا۔ سیدہ زنیرہؓ نے پہلے تو اس تکلیف کو برداشت کر لیا تھا لیکن جب ابوجہل نے کہا کہ لات نے تمہاری بینائی کو چھین لیا تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگ گئیں۔ وہ روتے روتے کمرے میں چلی گئیں اور سجدے میں سر ڈال کر پروردگار عالم سے فریاد کرنے لگیں کہ پروردگار!

انھوں نے مجھے اتنا مارا کہ میری بینائی زائل ہوگئی میں نے آپکی خاطر ہر تکلیف کو برداشت کرلیا، اب یہ مجھے طعنے دے رہے ہیں کہ لات نے تیری بینائی کو زائل کر دیا ہے۔ اے مالک جب بینائی نہیں تھی تب بھی آپ نے ہی دی تھی اور جب تھی تو آپ نے ہی واپس لی تھی میرے مولا میری بینائی واپس عطا فرما دیجئے۔ ابھی انھوں نے سجدے سے سر نہیں اٹھایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بینائی دوبارہ عطا فرما دی۔ سبحان اللہ
(خطبات فقیر ج۸ صفحہ ۱۶۸)

﴿مشاطہ فرعون کے قبر کی خوشبو﴾

حدیث پاک میں آیا ہے کہ معراج کے وقت جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام، بیت المقدس کی طرف سفر کر رہے تھے تو راستے میں ایک وادی میں سے خوشبو آئی۔ آپ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا جبرئیل! جو خوشبو میں یہاں سے سونگھ رہا ہوں وہ تو بڑی انوکھی خوشبو ہے یہ خوشبو کہاں سے آرہی ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم فرعون کے محل میں ''مشاطہ'' نامی جو ایک نوکرانی تھی یہاں اُس کی قبر ہے یہ خوشبو اُسکی قبر سے آرہی ہے اور آپکو محسوس ہورہی ہے۔ سبحان اللہ (" صفحہ ۲۰۶)

﴿پڑوس کی قیمت﴾

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا۔ اُسے مکان بیچنے کی ضرورت پیش آئی۔ ایک آدمی خریدنے کے لئے آیا تو اُس نے پوچھا کہ آپ یہ مکان کتنے کا دیں گے؟ وہ یہودی کہنے لگا دو ہزار دینار کا۔ اُس نے کہا جی اِس جیسا مکان تو یہاں ایک ہزار دینار کا ملتا ہے۔ یہودی اس کے جواب میں کہنے لگا کہ واقعی ایک ہزار دینار تو اس مکان کی قیمت ہے اور دوسرا ہزار دینار عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ کے پڑوس کی قیمت ہے۔ سبحان اللہ (" صفحہ ۲۴۴)

﴿بے موقع بسم اللہ کہنا بھی درست نہیں﴾

ضلع اعظم گڑھ میں ایک شخص نے جماعت کے وقت بسم اللہ پڑھکر نماز کی اقامت کی، میں نے پوچھا کہ تم نے بسم اللہ کیوں پڑھی! کہنے لگا کہ بسم اللہ پڑھنا تو اچھا ہی ہے، میں نے کہا کہ بے شک بسم اللہ پڑھنا اچھا ہے لیکن یہ اس کا موقع نہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حکایت ہے کہ اُن کی مجلس میں کسی شخص کو چھینک آئی اُس نے کہا اَلسَّلَامُ علیکم ۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **علیك وعَلیٰ اُمِّكَ السَّلَام**، اُس کو ماں کا ذکر کرنا ناگوار ہوا اور بُرا مانا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میاں سلام کرنا بہت اچھی شے ہے

لیکن ہم کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر یہ تعلیم فرمایا ہے کہ ہم الحمد للہ کہا کریں۔ (حضرت تھانویؒ وعظ التصدی للغیر۔ الصیانۃ مئی ۲۰۰۵ صفحہ ۲۵)

حضرت علیؓ نے بازار میں دینار پایا۔ اُسے اُٹھا کر کھانا تیار کرایا

ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سیدہ فاطمہ الزہراءؓ کے پاس آئے تو دیکھا کہ سیدنا حسنؓ اور حسینؓ رو رہے ہیں۔ وجہ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ بھوک کے باعث رو رہے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر تشریف لے گئے اور بازار میں ایک دینار (پڑا ہوا) پایا۔ جس کو سیدہ فاطمہؓ کے پاس لائے اور حال بیان کیا۔ پس سیدہ فاطمہؓ نے آٹا لانے کو کہا۔ جب آپؓ آٹا لانے کے لئے (یہودی کے پاس) گئے تو اُس (یہودی) نے کہا کہ: تم اُس شخص کے داماد ہو جو اپنے کو پیغمبر کہتے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''ہاں''۔ تو اُس یہودی نے کہا کہ آٹا بھی لے جاؤ اور دینار بھی لیجاؤ۔ اسکے بعد قصاب کے پاس گوشت لینے کے لئے گئے اور گوشت خرید کر لے آئے۔ سیدۃ النساءؓ نے گوشت پکایا اور آنحضرت ﷺ کو بلوا بھیجا اور پورا ماجرا کہہ سنایا، پھر کہا کہ اگر یہ حلال ہے تو ہم کھائیں؟ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ چنانچہ وہ حضرات کھانے لگے۔ اسی اثناء میں ایک غلام اللہ تعالیٰ اور اسلام کا واسطہ دیکر دینار دینار پکارتا ہوا آیا (کہ مجھ سے دینار گم ہوا ہے) پس رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے آدمی بھیج کر اُس غلام کو بلوایا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم قصاب سے کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھے کہتے ہیں کہ دینار مجھے بھیج دو اور تیرا دینار مجھ پر قرض ہے۔ پس اُس قصاب نے دینار بھیج دیا جسے آپؐ نے غلام کو دیدیا۔ اس روایت کو عبدالرزاق، اسحاق، بزار، ابویعلیٰ نے بھی نقل کیا ہے۔ (اشرف الہدایہ جلد ہفتم صفحہ ۵۶۳ کتاب اللقطہ، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

حضرت نانوتویؒ کا ایک دلچسپ واقعہ

جنگ آزادی میں مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ پیش پیش تھے انگریزوں نے اُن کی گرفتاری کے لئے سرتوڑ کوشش کی۔ ایک مخبر نے بتایا کہ مولانا صاحب جو باغیوں کے سپہ سالار ہیں فلاں مسجد میں بیٹھے ہیں، چنانچہ انگریزی فوج نے مسجد کا محاصرہ کرلیا۔ مولانا نے جب پولیس اور فوج کو دیکھا تو مصلے سے اُٹھ کر باہر دروازہ پر آگئے۔ انگریزوں نے اُس نے پوچھا کہ ابھی مسجد میں مولانا محمد قاسم صاحب تھے، وہ کدھر گئے ہیں؟ انگریز اُن کے پھٹے پرانے کپڑے دیکھ کر یہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ یہ ملنگ تمام ہندوستانی باغیوں کی کمان کر رہا ہے۔ انگریزوں کا خیال تھا کہ مولانا محمد قاسم ابھی تو اس مسجد میں تھے، دیکھ لو، کہیں ہونگے۔ پولیس اور فوج اندر گئی اور مولانا دروازے سے باہر نکل کر روپوش

ہو گئے۔ بعد میں تو فوج کو بھی پتہ چل گیا کہ وہی مولانا محمد قاسم تھے مگر اب کیا کر سکتے تھے۔ (استعظام الصغائر للشیخ مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی صفحہ ۳۰)

﴿مزاح نبویؐ﴾

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح سے متعلق احادیث میں سے ایک حدیث ہے کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری کے لئے اونٹ مانگنے آیا تو حضور ﷺ نے ازروئے مزاح فرمایا ''اِنِّی حَامِلُكَ علٰی ولدِ النَّاقَة یعنی میں تو تمہیں اونٹنی کا بچہ دوں گا۔'' وہ رو کر کہنے لگا یا رسولَ اللّٰہ ما اَصْنَعُ عَلٰی ولدِ النَّاقَة یعنی اے اللہ کے رسول! اونٹنی کے بچے کو میں کیا کروں گا (مجھے تو بڑا اونٹ چاہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَهَلْ تَلِدُ الْاِبلَ اِلَّا النُّوقُ یعنی بڑا اونٹ بھی تو اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے (میں نے اونٹنی کا بچہ کہا ہے چھوٹا بچہ تو نہیں کہا)۔'' (والمطلق یجری علٰی اطلاقہ۔ عارف)

﴿شہد کے ایک قطرے سے دو گاؤں والے قتل ہوئے﴾

ایک کتاب میں ایک عجیب حکایت میری نظر سے گذری ہے کہ شہد کے ایک قطرے سے دو گاؤں والے سارے کے سارے لوگ قتل ہو گئے۔ وہ اسطرح کہ ایک شخص شہد کا ایک مشکیزہ فروخت کرنے کی غرض سے کسی دوکاندار کے پاس لے گیا۔ دوکاندار کو شہد دکھانے لگا تو شہد کا ایک قطرہ زمین پر ٹپک پڑا۔ ایک زنبور (ڈنبرہ 'بھڑ) اُڑ کر شہد کے قطرے پر بیٹھ گئی۔ اُدھر سے ایک بلّی بھڑ کو پکڑنے کے لئے بھاگی۔ دوسری طرف ایک کتا کھڑا تھا، وہ بلّی پر حملہ آور ہوا اور اُسے مار دیا کتا شہد والے کا تھا اور بلی دکاندار کی تھی۔ دوکاندار نے جب دیکھا کہ بلی مرگئی ہے تو اُس نے ایک ڈنڈا (ڈنکے) اٹھا کر کتے کو اتنا مارا کہ وہ بھی مرگیا۔ شہد والے کو اپنے کتے کے مرجانے کا بڑا صدمہ ہوا۔ اُس نے طیش میں آکر دوکاندار کو قتل کردیا۔

اب اس وقعہ کا جب دوکاندار کے لڑکے کو علم ہوا تو اُس نے تلوار اُٹھائی اور آکر شہد بیچنے والے کو قتل کرڈالا۔ جب اس بات کا علم شہد فروخت کرنے والے شخص کی بستی والوں کو ہوا تو وہ سب مسلح ہو کر آئے۔ ادھر اُس بستی والے بھی اُن کی آمد کی خبر سن کر لڑائی کیلئے تیار ہو گئے۔ چنانچہ ان دونوں بستیوں کی آپس میں جنگ شروع ہوگئی اور کئی دن تک جاری رہی۔ نتیجتاً دونوں بستیاں تباہ و برباد ہوگئیں اور کُشتوں کے پُشتے[1] پڑ گئے۔ سب اس خونریزی کا صرف ایک قطرہ شہد تھا۔ (استعظام الصغائر صفحہ ۳۷)

﴿جنگ بَسوس کا سبب﴾

جنگ بَسوس ظہور اسلام سے قبل پانچویں صدی عیسوی کے آخر اور چھٹی صدی کے شروع میں

---

[1] لاشوں کے ڈھیر بن گئے۔ ۱۲

لڑی گئی تھی۔ ایک طرف قبیلہ شیبان دبکر تھا دوسری طرف قبیلہ تغلب تھا۔ (جسکی تفصیل یہ ہے کہ) بنو شیبان میں جَساس بن مرّہ کی بَسُوس نامی خالہ کی ایک اونٹنی تھی اُس اونٹنی کا نام سراب تھا، کُلیب قبیلہ ربیعہ یعنی بنوتغلب اور بنوشیبان کا سردار تھا، نسلاً تغلبی تھا اور بڑا سرکش تھا۔ اُس کا اپنا چراگاہ تھا جس میں قُنبرہ پرندے کا آشیانہ تھا۔ ایک بار کُلیب نے سراب اونٹنی کو دیکھا کہ اُس نے آشیانہ خراب کر کے قُنبرہ کے انڈوں کو توڑ دیا ہے تو اُس نے غصے میں آکر اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ اس اونٹنی کا بچہ قتل کر دو اور اس کے تھنوں پر تیر مارو۔ (چنانچہ) تیر لگنے سے اونٹنی کا خون کا دودھ بہنے لگا.........اونٹنی چیختی چلاتی ہوئی جب واپس اپنے گھر پہنچی تو اُس کی مالکن (عورت) نے شور برپا کر دیا۔ اُس کے بھانجے جَساس نے دوسرے دن کُلیب کو جو اُس کا بہنوئی بھی تھا، قتل کر ڈالا۔ چنانچہ دونوں قبیلوں میں جنگ چھڑ گئی۔ اس طرح چالیس یا بیالیس برس تک اُن کی آپس میں لڑائی ہوتی رہی۔ کتاب ''ایام العرب'' میں اس جنگ کی تفصیل مذکور ہے۔ (''صفحہ ۳۸،۳۹)

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی فکر آخرت

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ملک شام میں احادیث لکھنے کے لئے ایک قلم استعارۃً (مانگ کر) کسی سے لیا۔ پھر غلطی سے وہ قلم انھوں نے اپنے قلمدان میں رکھ دیا اور شہر مَرو چلے گئے وہاں جاکر قلمدان کھولا تو وہ قلم دیکھ کر بہت افسوس ہوا۔ پھر صرف قلم واپس کرنے کے لئے عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ نے مرو سے ملک شام تک سفر کیا (صفحہ ۴۵)

دمشق کا مسخ شدہ محدّث

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ دمشق میں ایک بہت بڑے محدث تھے اُس کے پاس ہزاروں طلبہ حدیث پڑھنے آتے تھے مگر اُن کا چہرہ ہمیشہ ڈھکا ہوا ہوتا تھا۔ ایک شاگرد کہتا ہے کہ کئی سال اُن کے پاس پڑھنے کے بعد ایک دن میرے بار بار پوچھنے پر انھوں نے مجھے اپنا چہرہ دکھایا۔ میں نے دیکھا کہ ان کا چہرہ بالکل گدھے جیسا تھا اُستاد نے فرمایا: اے بیٹے! احادیث نبوی کی تحقیر کبھی نہ کرنا کیونکہ مجھے ایک بار اس حدیث میں شک گذرا کہ: تم میں سے کوئی رکوع میں جانے اور رکوع سے سر اُٹھانے میں امام سے پہل نہ کرے ورنہ اللہ تعالیٰ اُسکے سر کو گدھے کے سَر کی مانند کر دیں گے۔'' میں نے اس بات کے وقوع میں شک کیا اور (بطور تجربہ) امام سے سبقت کی۔ پس (اس عمل کی پاداش میں) میرے چہرے کی یہ حالت ہوگئی جو تم دیکھ رہے ہو۔ (استعظام الصغائر صفحہ ۴۶،۴۷)

بغیر وضو نماز پڑھنے کی سزا

کسی آدمی نے ایک فوت شدہ شخص کو خواب میں دیکھا، اُس نے حال دریافت کیا اور پوچھا کہ

موت کے بعد اللہ تعالیٰ نے کیا برتاؤ کیا اُس نے جواب دیا: صلّیتُ یوماً بلاوضوءٍ فوُکّلَ علیّ ذِئبٌ یروعُنی فی قبری فحَالِی معهٗ اَسوءُ حالٍ۔ یعنی میں نے ایک دن بغیر وضو ایک نماز پڑھی جس کی پاداش میں مجھ پر ایک بھیڑیا مسلط کر دیا گیا ہے جو مجھے ہر وقت قبر میں ڈراتا رہتا ہے۔ اس خوفناک صورت حال کی وجہ سے میں بہت بُری حالت میں ہوں۔ ("صفحہ ۵۷)

﴿قبر والے کی نصیحت﴾

ایک روایت ہے کہ ایک شخص ایک قبر کے پاس دو رکعت نماز پڑھ کر سو گیا۔ خواب میں صاحب قبر دیکھا۔ صاحب قبر نے اس سے کہا: یَا هٰذا انّکم تعملون وَ لَا تَعْلَمُوْنَ و نحنُ نَعلمُ و لا نَعملُ و لَاَنْ تکونَ رکعتاكَ فی صحیفتی اَحبُّ اِلیَّ من الدنیا و مافیها۔ یعنی "تم زندہ لوگ عمل کر سکتے ہو مگر تم جانتے کچھ نہیں (یعنی اس عمل کی جزا و سزا کے بارے میں تمہیں کچھ پتہ نہیں) اور ہم جانتے ہیں مگر عمل کے مجاز نہیں ہیں۔ اور تیری ان دو رکعتوں کا اضافہ اگر میرے اعمال نامہ میں کر دیا جائے تو یہ میرے لئے دنیا و مافیھا سے بہتر ہے۔ ("صفحہ ۶۰)

ان اللّٰه تبارك و تعالیٰ اذا راد بعبد خیرًا عَجَّلَ لهٗ عقوبتهٗ فی الدنیا۔ الحدیث ("صفحہ ۶۵) جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں تو اسکے گناہ کی سزا اُسے دنیا ہی میں دے دیتے ہیں۔

﴿امام مالکؒ کی دعا﴾

بعض بزرگوں نے امام مالک رحمتہ اللہ تعالیٰ کو موت کے بعد خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپکے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے؟ آپؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔ پوچھنے والے نے پوچھا کہ کس عمل کی بدولت؟ آپ نے فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک دعا مجھے پہنچی تھی جو کہ وہ کسی میت کو دیکھ کر پڑھا کرتے تھے (وہ دعا یہ ہے) لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ سُبْحَانَ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ۔ میں بھی اس دعا پڑھا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے مجھے جنت میں داخل فرمایا۔" ("صفحہ ۶۶)

﴿احترام قبلہ کی برکت﴾

حکایت ہے کہ ایک شخص نے اپنے دو بیٹوں کو اکٹھا ایک دن قرآن یاد کرانا شروع کیا۔ ایک بیٹا حفظ قرآن پاک کے وقت رُو بہ قبلہ بیٹھتا تھا اور دوسرا اس کا التزام نہیں کرتا تھا، چنانچہ اول الذکر لڑکے نے اپنے دوسرے بھائی سے ایک سال پہلے قرآن مجید حفظ کر لیا۔

بعض بزرگوں کا قول ہے کہ: ما فتح اللّٰہُ عَلیٰ وَلِیٍّ اِلّا و ھو مستقبلُ القَبلةَ یعنی کسی ولی اور بزرگ پر اللہ تعالیٰ معرفت کے دروازے اُس وقت کھولتے ہیں جب وہ رُو بہ قبلہ ہو۔" ("صفحہ ۳۷)

ایک مرفوع حدیث ہے اکرم المجالس مَا استقبل بِہِ القِبلة۔ یعنی (ذکر و بھلائی کی) وہ مجلس جس میں استقبال قبلہ کو ملحوظ رکھا گیا ہو وہ سب مجالس سے بہتر ہے۔ نیز حدیث مرفوع ہے اِنّ لِکُلّ شَیءٍ سیّدًا وَ اِنّ سیّدَ المجالس القبلة۔ یعنی ہر شے (عمل) کا ایک اعلیٰ مقام ہوتا ہے اور مجلس کا اعلیٰ مقام استقبال قبلہ ہے۔

ایک اور مرفوع حدیث ہے اِنّ لِکل شَیءٍ شرفًا و زِیْنَةً و زنته المجالسِ استقبال القبلة" یعنی ہر چیز (عمل) کی شرافت و زینت ہوتی ہے اور مجالس کی زینت و شرافت استقبال قبلہ (قبلہ کی طرف منہ کرنا) ہے۔" ("صفحہ ۳۷)

﴿ہر مصیبت سے محفوظ رہنے کی دعا﴾

حضرت ابان بن عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مبارک روایت کرتے ہیں کہ جو شخص صبح و شام تین تین مرتبہ یہ دعا پڑھے۔ بسم اللہ الذی لا یضر مع (اسمہ شیٔ) تو اُسے کسی قسم کا کوئی ضرر و نقصان نہیں پہنچے گا۔

اس حدیث کے راوی حضرت ابان بن عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ کو مرض فالج لاحق ہو گیا تھا۔ آپ نے جب یہ حدیث روایت کی تو اُسی مجلس میں ایک شخص اُن کی طرف بطور سوال و تعجب دیکھنے لگا۔ حضرت ابان رحمہ اللہ تعالیٰ اُس شخص کی تجسس بھری نگاہوں کو دیکھ کر یہ سمجھ گئے کہ اس کے ذہن میں سوال ہے۔ چنانچہ آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ مجھے تعجب اور شک کی نگاہ سے کیوں دیکھ رہے ہو۔ اس حدیث شریف میں یقیناً کوئی شک وشبہ نہیں ہے لیکن بات دراصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تقدیر مجھ پر جاری و نافذ کرنا تھی لہٰذا جس دن مجھے فالج ہوا اُس دن میں یہ دعا پڑھنا بھول گیا تھا۔ رواہ ابو داؤد والنسائی (صفحہ ۱۰۸)

﴿حجاج بن یوسف کا عبرتناک انجام﴾

حضرت سعید بن جُبیر رحمہ اللہ مشہور تابعی تھے جب حجاج بن یوسف نے انھیں انتہائی بے دردی سے شہید کر دیا تو اسکے تھوڑے عرصہ کے بعد وہ ایک خاص قسم کے جنون میں مبتلا ہو گیا۔ سوتا تھا تو خواب میں اُسے حضرت سعید رحمہ اللہ نظر آتے اور کہتے: او ظالم! تو نے کس جرم میں مجھے قتل کیا ہے؟ آنکھ کھلتی تو اُس وقت بھی آپ کو اپنے سامنے کھڑا پاتا۔ اسی دوران حجاج کی پیٹ میں سرطانی (دانہ) پھوڑا نکل آیا

جس کا زہر بدن میں دن بدن بڑھتا جاتا تھا۔ اس مرض کی وجہ سے وہ ایک اور بیماری میں مبتلا ہو گیا جس کا نام ''زمہریر'' ہے۔ اس بیماری میں اسکو ایسی سردی محسوس ہوتی کہ دہکتے ہوئے انگاروں کی ہزار انگیٹھیاں بھی اس کے جسم کے قریب لائی جاتیں تب بھی اسکو افاقہ نہ ہوتا تھا۔ اس کے جسم سے انگیٹھیوں کو اس قدر قریب کر دیا جاتا کہ کھال جلنے لگتی مگر اس کی سردی کم نہ ہوتی تھی۔ حکیموں نے جب یہ تجویز کیا کہ اس کے پیٹ میں پھوڑا ہے تو جانچنے کے لئے روٹی کے ٹکڑے کو تاگے میں باندھ کر حجاج کو نگلوایا۔ جب اُس نے ٹکڑا نگل لیا تو تاگے کو باہر کھینچا گیا اور روٹی کا جو ٹکڑا اس سے بندھا ہوا تھا وہ کیڑوں سے بھرا نکلا۔ بالآخر اطباء نے اس بیماری کو لا علاج قرار دیدیا۔ حجاج بن یوسف نے حضرت بصری رحمتہ اللہ کو بُلایا اور رونے لگا، آپ کی خدمت میں گڑگڑا کر التجا کی کہ میرے لئے دعا فرمایئے۔ آپ نے فرمایا: دیکھ حجاج! میں نہ کہتا تھا کہ اللہ والوں سے مت اُلجھ، انھیں مت ستا، مگر تو نے میری ایک نہ مانی۔ اب تو روتا ہے مگر اب رونے سے کیا فائدہ؟ سعید بن جُبیر کے ساتھ تو نے جو کچھ کیا تھا یہ سب اس کا خمیازہ ہے۔ (ماہنامہ بصیرت کراچی جنوری ۲۰۰۵ صفحہ ۵۲ زیر سرپرستی حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب مدظلہ)

حضرت حسن بصریؒ کی نصیحتیں

حضرت سعید بن جبیرؒ نے ایک مرتبہ حضرت حسن بصریؒ سے عرض کیا کہ حضرت مجھے کچھ نصیحتیں فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں تین چیزوں سے روکتا ہوں۔ اول یہ کہ بادشاہوں سے میل جول نہ بڑھانا، اُن کی عِنایات پر بھروسہ نہ کرنا کیونکہ انھیں آنکھیں پھرتے دیر نہیں لگتی۔ دوسرے یہ کہ کسی نا محرم عورت کے ساتھ خلوت میں نہ بیٹھنا چاہے تم قرآن کریم کی ہی تعلیم کیوں نہ دو۔ تیسرے یہ کہ دُنیا کے کسی راگ رنگ میں نہ پڑنا۔ جس نے اِن باتوں پر عمل کیا اُس نے ہدایت کی راہ پالی۔ ('' صفحہ ۵۳)

حضرت بنوریؒ کا دینی جذبہ

(حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے دل میں) دین کی خدمت کا جذبہ اتنا تھا فرماتے کہ میں کبھی سوچتا ہوں کہ خدانخواستہ اگر ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ مجھ پر دین کے سارے دروازے بند ہو جائیں تو میں کیا کروں گا؟ میں ایسا گاؤں تلاش کروں گا جہاں کی مسجد غیر آباد ہو اور لوگ نماز نہ پڑھتے ہوں۔ وہاں جا کر میں اپنے پیسوں سے ایک جھاڑو خریدوں گا اور مسجد صاف کروں گا۔ پھر خود اذان دوں گا اور لوگوں کو نماز کی دعوت دوں گا، جب وہ مسجد آباد ہو جائے گی تو پھر دوسری مسجد کو تلاش کروں گا اور وہاں بھی ایسا کروں گا۔ (صفحہ ۱۴۵، بحوالہ خصوصی نمبر۔ صفحہ ۱۴۵) جو کچھ (دینی خدمت) کرو اللہ کے لئے کرو، شہرت کے لئے نہ کرو (خصوصی نمبر صفحہ ۱۴۵)

﴿بچہ میں بچہ پن ہونا چاہیے﴾

حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ نے ایک مرید سے فرمایا کہ: تم اپنے بچوں کو ہمارے پاس نہیں لاتے۔" وہ بیچارہ کچھ بہانے کر دیتا۔ کیونکہ اُسے اندیشہ تھا کہ مرزا صاحب بہت نازک مزاج ہیں اور بچے شوخ مزاج ہوتے ہیں ایسا نہ ہو کہ اُن کی کسی حرکت سے آپکو تکلیف پہنچے۔ جب آپ نے کئی بار تقاضا کیا تو دو چار دن ٹال کر وہ اپنے بچوں کو لائے اور اس مدت میں انکو خوب تعلیم دی کہ اس طرح سر جھکا کر بیٹھنا، یوں ادب کرنا، مجلس میں ادھر اُدھر نہ دیکھنا۔ بچوں نے اسی طرح کیا کہ سلام کر کے بتوں کی طرح خاموش بیٹھ گئے۔ نہ نگاہ اوپر اُٹھائی نہ کوئی بات کی۔ اب مرزا صاحب اُن کو کھولنا چاہتے ہیں تو کھلتے نہیں۔ مرزا صاحب نے مرید سے فرمایا کہ میاں! تم آج بھی بچوں کو نہ لائے۔ اُس نے عرض کیا حضرت! یہ حاضر تو ہیں۔ فرمایا یہ بچے ہیں؟ یہ تو تمہارے بھی ابا ہیں۔ بچے تو کھیلتے ہیں، کودتے ہیں، شوخیاں کرتے ہیں۔ کوئی ہماری ٹوپی اُتارتا، کوئی کمر پر سوار ہوتا، بچے تو ایسے ہوتے ہیں۔ اور یہ تو تمہارے ابا بن کر بیٹھ گئے۔ (حضرت تھانویؒ) (ماہنامہ الصیانۃ لاہور جولائی ۲۰۰۵۔ بحوالہ اصلاح خواتین)

﴿بیماری اور تکلیف میں لذت﴾

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ ایک مرتبہ سخت بیمار ہو گئے، خدام نے ایک دن خلوت میں قہقہہ کی آواز سنی، انھیں تعجب ہوا کہ آپ تو سخت علیل ہیں، آخر تنہائی میں کونسی بات آپ نے دیکھ لی جس پر آپ کو ہنسی آ رہی ہے۔ کچھ دنوں بعد افاقہ ہوا، مزاج بھی ٹھیک تھا، خدام نے دریافت کیا، حضرت فلاں دن کیا معاملہ پیش آیا تھا جس پر آپ بیماری کے باوجود ہنس رہے تھے؟ فرمایا: اُس وقت مرض میں ایسی لذت آئی کہ بے اختیار ہنسی آ گئی.......... بیماری اور لذت ہمارے لئے یقیناً تعجب انگیز بات ہے مگر جو محبت گزیدہ اور عشق چشیدہ لوگ ہوتے ہیں انھیں واقعی زخموں میں بھی لذت محسوس ہوتی ہے..........

دین پور شریف کے حافظ محمد صدیق رحمتہ اللہ علیہ درد گردہ میں مبتلا تھے یہ درد کبھی اس شدت سے اُٹھتا کہ اللہ کی پناہ! دیکھنے والوں کا کلیجہ منہ کو آتا تھا، بیماری کا علاج کروانا اگرچہ توکل کے خلاف نہیں ہے لیکن حافظ صاحب پر تفویض و توکل اور راضی برضا کا ایسا غلبہ تھا کہ اُس تکلیف دہ مرض کا کبھی علاج نہ کرایا بلکہ جب بھی درد کا دورہ پڑتا حجرہ مبارک میں ٹھنڈی ریت ڈلوا کر اندر سے دروازہ بند کر لیتے اور گھنٹوں ریت پر لوٹتے پوٹتے رہتے زبان پر یہ شعر جاری رہتا۔

لطفِ سجن دم بدم قہرِ سجن گاہ گاہ ایں وی سجن واہ واہ تے اوی وی سجن واہ واہ

یعنی محبوب حقیقی کی جانب سے لطف و کرم تو ہر دم رہتا ہے مگر اُس کی طرف سے درد و الم کبھی کبھار ہوتا ہے مگر ہم ہر حال میں اس کا شکریہ ادا کرتے اور واہ واہ کہتے ہیں (ناقل: مولانا محمد اسلم صاحب شیخوپوری

مدظلہٗ۔ضرب مومن ۵ تا ۱۱ مئی ۲۰۰۶ صفحہ آخری)
تکلیفیں اور مصیبتیں رفع درجات اور کفارہ سیآت کا ذریعہ بنتی ہیں ارشاد نبویؐ ہے کہ جس کسی کو مرض وغیرہ کے ذریعہ کوئی تکلیف پہنچ جائے تو اسکی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو گرا دیتے ہیں جیسے درخت اپنے پتے گراتا ہے۔

﴿ابلیس کا بوڑھا پڑپوتا﴾

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدّث کومفسر دہلویؒ نے اپنی تفسیر فتح العزیز میں بہت سے واقعات صحابہ کرام اور محدّثین سے جنات کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر ایمان لانے کے نقل فرمائے ہیں۔ان روایات میں ایک عجیب وغریب روایت جو ابلیس کے پڑپوتے کی ہے وہ یہاں نقل کی جاتی ہے: حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ " عقیلی اور بیہقی اور ابونعیم نے حضرت امیرالمومنین عمر فاروقؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک روز ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہامہ کے ایک پہاڑ پر بیٹھے تھے کہ یکا یک ایک پیر (بوڑھا) مرد ہاتھ میں عصا لئے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر حاضر ہوا اور آپ کو سلام کیا۔آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ اسکی آواز جن کی سی ہے۔پھر آپ نے اُس سے پوچھا کہ تُو کون ہے؟ اُس نے عرض کیا کہ میرا نام ھامہ ہے، میں ھیم کا بیٹا ہوں اور ھیم لاقیس کا بیٹا ہے اور لاقیس ابلیس کا بیٹا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ابلیس اور تیرے درمیان میں دو ہی پشتیں ہیں، بتلا تو کہ تیری عمر کتنی ہوگی؟ اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ جتنی دنیا کی عمر ہے اس سے کچھ تھوڑی ہی سی میری عمر کم ہے اس واسطے کہ جن دنوں میں قابیل نے ہابیل کو مارا تھا اُس وقت میں بچہ تھا کئی برس کا، لیکن بات سمجھتا تھا اور پہاڑوں پر دوڑتا پھرتا تھا اور لوگوں کا غلہ اور کھانا چرالاتا تھا اور لوگوں کے دلوں میں اپنے خویش واقرباء سے بدسلوکی کرنے کو وسوسے ڈالا کرتا تھا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا کہ تیرے بڑھاپے کے عمل تو ایسے ہیں اور جوانی اور بچپن کے کام ویسے، تو بہت بُرا شخص ہے۔اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ! اب مجھ کو کچھ ملامت نہ کیجئے اس واسطے کہ میں اب توبہ کرنے کو آیا ہوں، اور میں نے حضرت نوح علیہ السلام سے ملاقات کی ہے اور اُن کی مسجد میں اُن کی صحبت میں رہا ہوں، پہلے میں نے اُن کے ہاتھ پر توبہ کی تھی اور ایک سال اُن کی مسجد میں رہا ہوں۔اور حضرت ہود، اور حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہم السلام کی صحبتوں میں رہا ہوں۔حضرت موسیٰ علیہ السلام سے میں نے ملاقات کی ہے اور اُن سے تورات سیکھی تھی اور اُن کا سلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہنچایا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی ملاقات کی تھی، انھوں نے فرمایا تھا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرو تو میرا اسلام اُن کو پہنچانا۔سو اب اس امانت کے بار کے ادا کرنے کے واسطے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، اور یہ بھی میری

آرزو ہے کہ آپ اپنی زبان فیض ترجمان سے مجھ کو کچھ قرآن شریف تعلیم فرمائیے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی سورتیں جیسے **سورۃ واقعہ** اور **سورہ مرسلات** اور، **عمّ یتساء لون** اور **اذا الشمس کورت** اور **قل ھو اللّٰہ احد** اور **قل اعوذ برب الفلق** اور **قل اعوذ بربّ الناس** اس کو تعلیم فرمائیں اور یہ بھی آپؐ نے اُس سے ارشاد فرمایا کہ اے ہامہ! جس وقت تجھ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو میرے پاس آنا اور ہم سے ملاقات نہ چھوڑنا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو وفات پائی اور اس کی موت کی خبر ہم کو نہیں دی۔ اب معلوم نہیں کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا (درس قرآن جلد نمبر ۱۱ صفحہ ۲۸۲ تا ۲۸۴ تفسیر جن)

حضرت عمرو بن العاصؓ کا واقعہ

مسند احمد میں ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ذات السلاسل والے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے لئے بھیجا تھا آپ فرماتے ہیں مجھے ایک رات احتلام ہو گیا، سردی بہت سخت تھی، یہاں تک کہ مجھے نہانے میں اپنی جان کا خطرہ ہو گیا تو میں نے تیمّم کر کے اپنی جماعت کو صبح کی نماز پڑھائی جب وہاں سے ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس حاضر ہوئے تو میں نے واقعہ کہہ سنایا۔ آپؐ نے فرمایا کیا تو نے اپنے ساتھیوں کو جنبی ہونے کی حالت میں نماز پڑھا دی؟ میں نے کہا حضور! جاڑا سخت تھا اور مجھے اپنی جان کا اندیشہ تھا، تو مجھے یاد پڑا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اپنے آپکو ہلاک نہ کرو، اللہ تعالیٰ تم پر بہت رحم کرنے والا ہے۔ پس میں نے تیمّم کر کے صبح کی نماز پڑھادی۔ تو آپ ہنس دیئے اور مجھ کو کچھ نہ فرمایا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ا صفحہ ۵۵۸ و **لا تقتلوا انفسکم** الایۃ مکتبہ قدوسیہ لاہور)

صحابیؓ نے بیمار رہنے کی دعا مانگی

ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہماری اِن بیماریوں میں ہمیں کیا ملتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا یہ تمہارے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہیں، اسے سن کر حضرت کعب بن عجرہؓ نے دعا کہ یا اللہ مرتے دم تک مجھ سے بخار جدا نہ ہو، لیکن حج و عمرہ جہاد اور نماز با جماعت سے محروم نہ ہوں۔ اُن کی یہ دعا قبول ہوئی۔ جب اُن کے جسم پر ہاتھ لگایا جاتا تو بخار چڑھا رہتا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مسند احمد بحوالہ تفسیر ابن کثیر ج ا صفحہ ۶۵۱ (**من یعمل سوء یُجزَ بِہٖ**)

خلیل اللہ کا لقب

حضرت معاذؓ نے یمن میں صبح کی نماز میں جب یہ آیت پڑھی **واتخذ اللّٰہ ابراھیم خلیلا** تو ایک شخص نے کہا **لقد قرّت عینُ اُمِّ ابراھیم** یعنی ابراہیم کی ماں کی آنکھیں ٹھنڈی

ہوئیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ خلیل اللہ کی لقب کی یہ وجہ ہوئی کہ ایک مرتبہ قحط سالی کے موقع پر آپ اپنے ایک دوست کے پاس مصر میں یا موصل میں گئے تاکہ وہاں سے کچھ اناج غلہ لے آئیں، وہاں کچھ نہ ملا، خالی ہاتھ لوٹے، جب اپنی بستی کے قریب پہنچے تو خیال آیا آؤ اس ریت کے تودے میں سے اپنی بوریاں بھر کر لے چلو تاکہ گھر والوں کو قدرے تسکین ہو جائے (خالی بوریاں دیکھ کر دل شکستہ نہ ہو جائیں۔ عارف) چنانچہ بوریاں بھرلیں اور جانوروں پر لاد کے لے چلے، اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ ریت سچ مچ آٹا بن گئی آپ تو گھر پہنچ کر لیٹ رہے، تھکے ہارے تو تھے ہی، آنکھ لگ گئی، گھر والوں نے بوریاں کھولیں اور انھیں بہترین آٹے سے بھرا ہوا پایا۔ آٹا گوندھا اور روٹیاں پکائیں جب آپ جاگے اور گھر میں روٹیاں تیار دیکھیں تو تعجب سے پوچھنے لگے: آٹا کہاں سے آیا جو تم نے روٹیاں پکائیں؟ انھوں نے کہا آپ ہی تو اپنے دوست کے ہاں سے لائے ہیں۔ اب آپ سمجھ گئے اور فرمایا ہاں یہ میں اپنے دوست اللہ عزوجل سے لایا ہوں۔ پس اللہ نے بھی آپکو اپنا دوست بنالیا اور خلیل اللہ کا نام رکھ لیا۔ لیکن اس کی صحت اور اس واقعہ میں ذرا تامل ہے: زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کی روایت ہو جسے ہم سچا نہیں کہہ سکتے، گو جھٹلا بھی نہیں سکتے (تفسیر ابن کثیر ج اصفحہ ۶۵۳) حضورؐ نے فرمایا تمہارے ساتھی اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔ (بخاری مسلم)

پڑوسی کے خلاف انوکھا احتجاج

ابوداؤد وغیرہ میں ہے "ایک شخص سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے کہ یارسول اللہؐ! مجھے پڑوسی بہت ایذا پہنچاتا ہے۔ آپ نے فرمایا ایک کام کرو، اپنا سارا اسباب (احتجاجاً) گھر سے نکال کر باہر رکھدو۔ اُس نے ایسا ہی کیا، راستے پر اسباب ڈال کر وہیں بیٹھ گیا۔ اب جو گذرتا ہے وہ پوچھتا ہے کیا بات ہے؟ یہ کہتا میرا پڑوسی مجھے ستاتا ہے میں تنگ آگیا ہوں۔ راہگذر اُسے برا بھلا کہتا کوئی کہتا رب کی مار اس پڑوسی پر، کوئی کہتا اللہ غارت کرے اِس پڑوسی کو جب پڑوسی کو اپنی اس طرح کی رسوائی کا حال معلوم ہوا تو اُس کے پاس آیا، منتیں کر کے کہا: "اپنے گھر چلو اللہ کی قسم اب مرتے دم تک تم کو کسی طرح نہ ستاؤں گا۔" (تفسیر ابن کثیر ج صفحہ ۶۶۹ پارہ نمبر ۶ صفحہ ۱)

چور کو بد دعا کرنا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا کی کوئی چیز چور لے گئے تو آپ اُن پر بد دعا کرنے لگیں۔ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کیوں اس کا بوجھ ہلکا کر رہی ہو؟ (ایضاً)

حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ فرماتے ہیں چور کو بد دعا نہ کرنی چاہیے بلکہ یہ دعا کرنی چاہیے: اَللّٰھُمَّ اَعِنِّی عَلَیْہِ وَاسْتَخْرِجْ حقی مِنْہُ یا اللہ اس چور پر تو میری مدد کر اور اس سے میرا حق

دلوادے۔(")

ایک روایت میں ہے کہ عرش کو اٹھانے والے فرشتے اللہ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ بعض تو کہتے ہیں سُبْحَانَكَ عَلٰی حِلْمِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ۔ تیری ذات پاک ہے کہ تو باوجود جاننے کے پھر بھی بُردباری اور ختم پوشی کرتا ہے۔ بعض فرشتے کہتے ہیں سبحانك علی عفوك بَعْدَ قُدْرَتِكَ۔ اے قدرت کے باوجود درگذر کرنے والے اللہ تمام پاکیاں تیری ذات کے لئے مختص ہیں ("ابن کثیر ج ۱،۷۰۱)

دشمنوں سے مستور رہنے کا ایک عمل

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مشرکین کی آنکھوں سے مستور ہونا چاہتے تو قرآن کی تین آتیں پڑھ لیتے تھے، اس کے اثر سے کفار آپ کو دیکھ نہ سکتے تھے وہ تین آیتیں ہیں۔ ایک آیت سورت کھف میں ہے یعنی
اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَ فِيْ اٰذَانِهِمْ وَ قْرًا ۝ دوسری آیت سورہ نحل میں ہے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۝ اور تیسری آیت سورۃ جاثیہ میں ہے اَفَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوَاهُ .... تا غشاوۃ ۝ حضرت کعب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معاملہ میں نے ملک شام کے ایک شخص سے بیان کیا، اُسکو کسی ضرورت سے رومیوں کے ملک میں جانا تھا وہاں گیا اور ایک زمانہ تک وہاں مقیم رہا پھر رومی کفار نے اسکو ستایا تو وہاں سے بھاگ نکلا ان لوگوں نے اس کا تعاقب کیا، اس شخص کو وہ روایت یاد آ گئی اور مذکورہ تین آیتیں پڑھیں، قدرت نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈالا کہ جس راستہ پر یہ چل رہے تھے اسی راستہ پر دشمن گذر رہے تھے مگر وہ ان کو نہ دیکھ سکتے تھے ....

امام قرطبیؒ کہتے ہیں کہ اِن تینوں آیات کے ساتھ وہ آیات سورۃ یٰسین کی بھی ملائی جائیں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے وقت پڑھا تھا جبکہ مشرکین مکہ نے آپکے مکان کا محاصرہ کر رکھا تھا آپ نے یہ آیات پڑھیں اور انکے درمیان سے نکلتے ہوئے چلے گئے بلکہ اُن کے کے سروں پر مٹی ڈالتے ہوئے گئے۔ اُن میں سے کسی کو خبر نہیں ہوتی وہ آیات سورۃ یسین کی یہ ہیں۔

يٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ تا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۔ امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے خود اپنے ملک اندلیش میں قرطبہ کے قریب قلعہ منشور میں یہ واقعہ پیش آیا کہ میں دشمن کے سامنے بھاگا اور ایک گوشہ میں بیٹھ گیا۔ دشمن نے دو گھوڑے سوار میرے تعاقب میں بھیجے اور میں بالکل کھلے میدان میں تھا، کوئی چیز پردہ کرنے والی نہ تھی مگر میں سورۃ یٰسین کی یہ آتیں پڑھ رہا تھا،

یہ دونوں سوار میری برابر سے گذرے، پھر جہاں سے آئے تھے یہ کہتے ہوئے لوٹ گئے کہ یہ شخص کوئی شیطان ہے، کیونکہ وہ مجھے دیکھ نہ سکے اللہ تعالیٰ نے انکو مجھ سے اندھا کردیا (قرطبی ۔ معارف القرآن ج ۵ صفحہ ۴۹۲، ۴۹۱)

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کلمے کی انگلی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اس انگلی کو کوئی سمندر میں ڈبو کر نکالے، اس پر جتنا پانی سمندر کے مقابلے میں ہے اُتنا ہی مقابلہ دنیا کا آخرت سے ہے۔ (ابن کثیر ج ۲ صفحہ ۳۵۲)

مال غنیمت میں خیانت شدہ مال کی تقسیم کا عجیب طریقہ

ابن عساکر میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مسلمانوں نے جہاد کیا جس میں حضرت عبدالرحمٰن بن خالد امیر لشکر تھے، مسلمانوں میں سے ایک شخص نے مال غنیمت میں سے ایک سَو رومی دینار چُرا لئے، جب لشکر وہاں سے لوٹ کر واپس آ گیا تو اُسے سخت ندامت ہوئی، وہ ان دیناروں کو لیکر امیر لشکر کے پاس آیا لیکن انھوں نے ان کے لینے سے انکار کر دیا کہ میں اب لیکر کیا کروں؟ لشکر تو متفرق ہو گیا، کیسے بانٹ سکتا ہوں؟ اب تو تو اسے اپنے پاس ہی رہنے دے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس ہی لانا۔ اُس نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے پوچھنا شروع کیا لیکن ہر ایک یہی جواب دیتا رہا۔ یہ مسکین اُن دیناروں کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس لایا اور ہر چند کہا کہ آپ انھیں لیجئے لیکن آپ نے بھی نہ لئے۔ اب تو یہ روتا پیٹتا وہاں سے نکلا، راستے میں اسے حضرت عبداللہ بن شاعر سکسکی رحمتہ اللہ علیہ ملے، یہ مشہور دمشقی ہیں اور اصل میں حمص کے ہیں، یہ بہت بڑے فقیہ تھے، انھوں نے پوچھا کہ کیوں رو رہے ہو؟ اُس شخص نے اپنا تمام واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: جو میں کہوں گا وہ کرو گے بھی؟ اُس نے کہا یقیناً، آپ نے فرمایا جاؤ اور خمس تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دے آؤ۔ یعنی بیس دینار، اور باقی کے اَسّی دینار اللہ کی راہ میں اس پورے لشکر کی طرف سے خیرات کر دو، اللہ تعالیٰ اُن سب کے نام اور مکان جانتا ہے اور وہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے، اُس شخص نے یہی کیا...... حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا واللہ مجھے اگر یہ مسئلہ سوجھ جاتا (ذہن میں آتا) اور میں اسے یہ فتویٰ دے دیتا تو مجھے اپنی ساری سلطنت اور ملکیت سے زیادہ محبوب تھا، اس نے نہایت اچھا فتویٰ دیا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ صفحہ ۳۹۴، ۳۹۳ حدیبیہ پبلیکشنز لاہور)

تحت قوله تعالیٰ الم یعلمون اللہ هو یقبل التوبة عن عبادہ الایة

گستاخ اعرابی کے ساتھ نبوی برتاؤ

ایک اعرابی رسول اللہ صلی علیہ سلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور خون بہا ادا کرنے کے لئے آپ

سے امداد طلب کی۔ آپ ؐ سے اُسے بہت کچھ دیا۔ پھر پوچھا کیوں صاحب! میں نے تم سے سلوک کیا؟ اَحْسَنْتُ اِلَیْکَ اُس نے کہا کچھ بھی نہیں۔ اس سے کیا ہوگا؟ صحابہؓ بہت بگڑے، قریب تھا کہ اُسے لپٹ جائیں کہ اتنا لینے پر ناشکری کرتا ہے اور حضور ؐ کے سوال کا ایسا غلط اور گستاخانہ جواب دیتا ہے، لیکن آپ ؐ نے انھیں روک دیا، گھر پر تشریف لے گئے، وہیں اُسے بلوالیا اور اُسے کہا کہ تم ہمارے پاس مانگنے آئے تھے ہم نے تمہیں دیدیا لیکن تم نے ایسی ایسی بات کی (اِنَّمَا جِئْتَنَا تَسْأَلُنَا فَاَعْطَیْنَاکَ فَقُلْتَ مَا قُلْتَ) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے مزید بہت کچھ دیا اور اُس سے پوچھا کہو اب تو خوش ہو؟ اُس نے کہا ہاں اب دل سے راضی ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے اہل وعیال میں ہم سب کی طرف سے نیک بدلہ دے۔ آپ ؐ نے فرمایا سنو! تم آئے، تم نے مجھ سے مانگا، میں نے دیا، پھر میں نے تجھ سے پوچھا کہ خوش ہو! تو تم نے اُلٹا پُلٹا جواب دیا جس سے میرے صحابی تم سے نالاں (ناراض) ہیں۔ اب میں نے پھر دے دلا کر تمہیں راضی کرلیا ہے اب تم اُن کے سامنے بھی اسی طرح اپنی رضامندی ظاہر کرنا جیسے اب تم نے میرے سامنے کی ہے تاکہ اُن کا رنج بھی دور ہو جائے۔ اُس نے کہا بہت اچھا۔ چنانچہ وہ صحابہؓ کے مجمع میں آپ ؐ کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا دیکھو یہ شخص آیا تھا اس نے مجھ سے مانگا تھا میں نے اسے دیدیا، پھر اس سے پوچھا تھا تو اِس نے ایسا جواب دیا تھا جو تمہیں ناگوار گذرا۔ میں نے اسے گھر بلوایا اور زیادہ دیا تو یہ خوش ہوگیا۔ کیوں بھئی اعرابی یہی بات ہے؟ اُس نے کہا ہاں یا رسول اللہ، اللہ تعالیٰ آپ کو ہمارے اہل وعیال اور قبیلے کی طرف سے بہترین بدلہ عنایت فرمائے آپ نے مجھ سے بہت اچھا سلوک کیا: جزاك الله۔

اُس وقت آپ ؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ میری اور اس اعرابی کی مثال سنو۔ جیسے ایک شخص کی اونٹنی بھاگ گئی اس کے پکڑنے کو دوڑے، لیکن وہ اُن سے بدک کر اور بھاگنے لگی۔ آخر اونٹنی والے نے کہا لوگو! تم ایک طرف ہٹ جاؤ مجھے اور میری اونٹنی کو چھوڑ دو، اس کی خوخصلت سے میں واقف ہوں اور یہ میری ہی ہے۔ چنانچہ اُس نے نرمی سے اُسے بلانا شروع کیا، زمین سے گھاس پھونس توڑ کر اپنی مٹھی میں لیکر اُسے دکھایا اور اپنی طرف بلایا، تو وہ آگئی۔ اُس نے اس کی نکیل (بیز وان) تھام لی اور پالان، کجاوہ ڈال دیا۔ سنو! اِس کے پہلی دفعہ بگڑنے پر اگر میں بھی تمہارا ساتھ دیتا تو یہ جہنمی بن جاتا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ صفحہ ۴۱۷) رواہ البزار (آخری آیت سورت توبہ)

حضرت عاصیؓ حکم نبوی سن کر فوراً بیٹھ گئے

ایک دفعہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے، صحابہ کرامؓ سے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ حضرت عاصی بن اسودؓ مسجد آرہے تھے، ابھی اندر نہیں پہنچ پائے تھے کہ حضور ؐ کی آواز کان میں پڑی: ''اِجْلِسُوْا'' بیٹھ جاؤ۔ عاصی بن اسود جہاں تھے وہیں بیٹھ گئے، جب آپ فارغ ہوئے تو عاصی حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے حضورؐ نے پوچھا: عاصی! تم خطبہ میں نظر نہیں آئے؟ کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں آرہا تھا، سُنا آپ فرمارہے ہیں: ''اِجْلِسُوْا'' بیٹھ جاؤ، اُس وقت جہاں تک میں پہنچا تھا وہیں بیٹھ گیا، سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم عاصی و نافرمان نہیں ہو تم تو مطیع وفرمانبردار ہو، بس اُسی دن سے ''مطیع'' نام سے مشہور ہو گئے۔ (مسجد نبوی کے پاس صحابہؓ کے مکانات۔ از ڈاکٹر محمد الیاس عبد الغنی مطبوعہ سعودی عرب صفحہ ۱۱۴ بحوالہ الاصابہ ۳/۴۰۵)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے مقدادؓ کو ایک ایسی بات کہتے ہوئے سنا ہے کہ میری تمنا کہ مجھے وہ بات کرنے کی سعادت نصیب ہوتی تو وہ میرے لئے پوری کائنات سے زیادہ محبوب تھی، انھوں نے غزوہ بدر کے موقعہ پر سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا: اے اللہ کے رسولؐ! بخدا ہم وہ بات نہ کہیں گے جو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے اُن سے کہی تھی (اِذْهَبْ انت وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَا الخ) آپ اور آپ کے پروردگار جائیں لڑیں، ہم یہیں بیٹھے ہیں) بلکہ ہم تو آپ کے آگے سے لڑیں گے آپ کے پیچھے سے لڑیں گے آپ کے دائیں اور بائیں لڑیں گے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مقدادؓ کی اس ایمانی ہمت و جرأت کو دیکھ کر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ کھل اُٹھا۔ آپ نے ستر سال کی عمر میں وفات پائی حضرت عثمان نے جنازہ پڑھایا اور جنت البقیع میں سپرد خاک کئے گئے۔ (''صفحہ ۱۲۰ بحوالہ الاصابہ / ۴/ ۴۳۴)

مسلمان کا ارتداد اور سکھ کی شہادت

میاں خدا بخش صاحب رامپوری کہتے ہیں ضلع اُجوری کا ایک شخص پہنچتار سے حضرت سید احمد شہیدؒ کے لشکر میں شریک ہوا تھا، اُس کا نام معلوم نہیں کیا تھا مگر راجہ کے نام سے مشہور تھا۔ جب اُس نے شیر سنگھ کا لشکر دیکھا کہ سامنے پڑا ہے، خدا معلوم اُس کے دل میں کیا آیا کہ یکبارگی اپنے ہتھیار لیکر مجاہدین سے نکل کر شیر سنگھ کے لشکر میں چلا گیا اور اُن میں شریک ہو گیا۔ تقدیر الٰہی سے اُس کے جانے کے بعد شیر سنگھ کے لشکر کا ایک سکھ حضرت کے پاس آ کر مسلمان ہوا اور غازیوں میں شریک ہوا۔ حضرت نے اُس کا نام عبد اللہ رکھا۔ جس دن بالا کوٹ میں لڑائی شروع ہوگئی اور سکھوں نے غازیوں پر یورشش کی (حملہ کیا) تو وہ شخص جو راجہ کے نام سے مشہور تھا ہتھیار باندھے سب سکھوں کے آگے تھا۔ ادھر غازیوں کی گولی اُس کو لگی اور وہ وہیں مردار ہوا۔ اس کے بعد سکھوں کی طرف کی ایک گولی اُس نو مسلم سکھ کو لگی اور وہ اسی جگہ شہید ہو گیا (علماء دیو بند کے آخری لمحات صفحہ ۳۳۷، ۳۳۸)

بالاکوٹ کے غازی کو حُور نظر آئی

الٰہی بخش رامپوری کہتے ہیں کہ ہماری جماعت (مجاہدین) میں ضلع پٹیالہ کے ایک سید چراغ علی تھے، وہ کھیر پکا رہے تھے اور قرابین اُن کے کندھے پر پڑی ہوئی تھی۔ سکھ مٹی کوٹ سے نیچے اُتر رہے تھے، وہ اپنی کھیر میں بھی چمچہ چلاتے جاتے تھے اور سکھوں کی طرف بھی دیکھتے تھے۔ اُس وقت اُن پر ایک اور ہی حالت واقع تھی، یکبارگی آسمان کی طرف دیکھ کر بولے کہ: وہ دیکھو، ایک حور کپڑے پہنے ہوئے چلی آتی ہے۔ کچھ دیر کے بعد کہنے لگے کہ یہ دیکھو ایک پوشاک پہنے ہوئے چلی آتی ہے یہ کہہ کر کہ وہ چمچہ دیگچی پر مارا اور یہ کہتے ہوئے کہ: اب تمہارے ہی ہاتھ کا کھائیں گے۔" سکھوں کی طرف روانہ ہوئے، کتنا ہی لوگ کہتے رہے کہ میر صاحب ٹھہر جاؤ، ہم بھی چلیں گے، انھوں نے کسی کے کہنے کا کچھ خیال نہ کیا اور جاتے ہی سکھوں کے مجمع میں گھس گئے اور دادِ جوانمردی دے کر شہید ہو گئے۔ ("صفحہ ۳۳۷)

قائد سپاہ صحابہ مولانا فاروقیؒ کے آخری الفاظ

بم دھماکے کے بعد ان کی جسموں کے چیتھڑے اُڑ گئے، جس سے موقع پر موجود لوگ برہنہ جسموں پر اخبارات کے کاغذ دیگر ڈھانپتے رہے، ہر جگہ خون ہی خون تھا، مرنے والوں کے سارے جسم جل گئے تھے، بعض پولیس اہل کاروں کی ٹوپیاں اور انسانی اعضاء قریب ہی درختوں کی ٹہنیوں میں اٹک گئے۔ دفعتاً اللہ اللہ کی آواز بلند ہوئی۔ یہ آواز مولانا ضیاالرحمٰن فاروقی صاحبؒ کی تھی، زخمی کارکنوں کی توجہ اُس آواز کی طرف ہوئی تو فاروقی صاحبؒ بڑی کوششوں کے بعد اُٹھ کر بیٹھ گئے، ان کی دونوں ٹانگیں پھیلی ہوئی تھیں تب انھوں نے اپنے دونوں ہاتھ خداوند کریم کے حضور پھیلا دئے اور بلند آواز سے کہا: ''یا اللہ مجھے تیرا فیصلہ منظور ہے، یا اللہ میں تیری رضا پہ راضی ہوں۔ میری قربانی قبول فرما۔'' یہ آخری الفاظ تھے جو قائد سپاہ صحابہؒ نے ادا کئے اور لیٹ گئے اُسی لمحے ان کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ ("صفحہ ۳۸۱)

حضرت لدھیانوی شہیدؒ کے آخری لمحات

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ جب گھر سے نکلے تو "لا الٰہ الا اللّٰہ" کی تسبیح پڑھ رہے تھے، ڈرائیور عبدالرحمٰن شہید ہوا تو آپ کے لب مبارک کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے نظر آئے، آپ کو چار گولیاں لگیں تب بھی آپ کے ورد میں کوئی فرق نہ آیا، نہ آہ نکلی نہ ہی چیخ اور نہ ہی آپ کے پُرسکون چہرہ میں تغیر یا رد و بدل ہوا، حدیث شریف کے مطابق آپ کی روح فرشتوں نے بہت ہی پیار اور عقیدت سے نکالی اور آپ کو گولیوں کی تکلیف کے احساس سے عاری کر دیا۔

حضرت مفتی محمد حسن امرتسریؒ کے بارے میں سنا تھا کہ ٹانگ کا اپریشن کراتے وقت آپ نے

بیہوشی کا انجکشن لگوانے سے انکار کر دیا اور جب ڈاکٹروں نے نشتر لگانے شروع کئے تو آپ نے اللہ کا ذکر شروع کر دیا جس کے جذب و سرکار کی وجہ سے آپ کو نشہ کے کاٹنے کا احساس تک نہ رہا حضرت مفتی صاحبؒ کے متعلق صرف سنا ہی تھا مگر اپنے حضرت کی حالت کا مشاہدہ خود کیا کہ مسلسل گولیاں لگ رہی ہیں لیکن زبان سے کلمہ طیبہ کا ورد جاری ہے اور تکلیف کا احساس تک نہیں ہو رہا تھا......... محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف نبوریؒ کے گلشن علم جامعہ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں نماز جنازہ ادا کی گئی اخباری اطلاع کے مطابق سات لاکھ سے زائد مجمع تھا...... ایشیا کی تاریخ میں اتنا بڑا جنازہ آج تک نہیں ہوا۔ امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ ہماری عنداللہ مقبولیت کا اندازہ ہمارے جنازوں سے ہوتا ہے...... آپ کا مسکراتا چہرہ، لہو سے رنگین داڑھی دیکھ کر ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر کی زبان سے بے ساختہ نکلا: آپ خدا تعالیٰ کے دربار میں سُرخ رو ہو کر جارہے ہیں۔''

حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کی پوری زندگی ہی اسلام کی سربلندی کے لئے وقف تھی، اسلئے وہ ایک شعبہ کی طرف متوجہ نہیں ہوئے بلکہ اُن کی خدمات دین کے تمام شعبوں پر محیط ہیں...... آپ کی ان خدمات کی وجہ سے آپ کو ترجمان علماء اہل حق کا خطاب بھی دیا گیا، مولانا بنوریؒ آپ کو ''اپنا ہم نام وہم کام'' کہا کرتے تھے اور اپنے مدرسے کا مدار قرار دیتے (صفحہ ۳۹۳، تا ۳۹۵)

زمانہ جاہلیت کے ایک حلیم کی حکایت

حضرت مولانا محمود حسن (شیخ الہند) رحمتہ اللہ علیہ نے زمانہ جاہلیت کے ایک حلیم (بُردبار) کی حکایت بیان فرمائی تھی کہ اُس کے بھتیجے نے اسکے بیٹے کو قتل کر دیا لوگ قاتل کو پکڑ کر اس کے پاس لے گئے، تو عنایتِ حلیم یہ تھا کہ اُس نے اپنی نشست بھی نہیں بدلی جس طرح بیٹھا تھا اسی طرح بیٹھا رہا اور یہ کہا: اِحدٰیَ یَدِی قَطَعَتِ الْاُخریٰ ۔'' میرے ایک ہاتھ نے دوسرے ہاتھ کو کاٹ دیا ہے، اب یہ حماقت ہے کہ میں دوسرے ہاتھ کو بھی کاٹ دوں۔ ثم قالوا لٰکن اَدُّوْا اِلٰی اِمْرَاَتی دِیَةَ اِبْنِهَا مِن اِبِلِی فَاِنّها لا تَرضٰی بِدونها۔'' پھر کہا لیکن میری بیوی کو میرے اونٹوں میں سے اُس کے بیٹے کی دیت دے دو کیونکہ وہ بغیر دیت کے راضی نہ ہوگی۔ دیکھئے یہ ایک کافر تھا جس نے غیر اختیاری ضرر سے پریشان ہو کر اختیاری ضرر کو گوارا نہ کیا تو ہم کو مسلمان ہو کر ایسا نہ ہونا چاہئے۔ پس یہ بڑی حماقت ہے کہ ہم مصائب غیر اختیاریہ کی وجہ سے اپنے معمولات کو تباہ کر کے اختیاری ضرر میں مبتلا ہوں، اُس وقت اعمال پر جمے رہنا یہی صبر ہے (حضرت تھانویؒ وعظ ماعلیہ الصبر صفحہ ۱۸۶)

وسوسے کا علاج

ایک دفعہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو وضو کے بعد شبہ ہو گیا کہ شاید خُفین

(موزوں) پر مسح نہیں کیا، حضرت نے دوبارہ پھر مسح کرلیا، بس دوبارہ مسح کرنا غضب ہوگیا، فرماتے تھے کہ پھر تو یہ حالت ہوئی کہ ہر دفعہ وضو کر کے جب نماز شروع کر دی یہی وسوسہ آوے کہ مسح نہیں کیا، مہینہ بھر تک پریشان رہا۔ ایک مہینے کے بعد جو مولانا مصلے پر نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے پھر وہی وسوسہ آیا۔ مولانا نے دوبارہ اعادۂ مسح نہیں کیا اور نماز کی نیت باندھ لی، شیطان نے کہا بے وضو نماز پڑھ کر کافر ہو جاؤ گے کیونکہ تم عملاً ایسا کر رہے ہو، مولانا نے کہا کہ تیری بلا سے، تُو بڑا آدمیوں کو کافر ہونے سے بچانے والا نکلا ہے، اتنی دُنیا کو تو کافر بنا رکھا ہے تجھے اُن کی فکر نہ ہوئی سب سے زیادہ میرے ہی کفر کی فکر ہوئی، جا چاہئے نماز ہو یا نہ ہو، وضو سے ہو یا بے وضو ہو میں تو اب مسح کرتا نہیں۔ فرماتے تھے کہ بس اُس دن کے بعد شیطان نے پھر یہ وسوسہ نہیں ڈالا۔ یہ بڑا ہوشیار ہے بعض دفعہ خیر خواہ بن کر دھوکہ دیتا ہے (اس ضمن میں شیطان کا حضرت معاویہ کو تہجد جگانے کا واقعہ بیان فرمایا) (صفحہ ۱۹۰)

اللہ کی عظمت پر فدا ہونے والا بچہ

کتاب التفکر والاعتبار میں امام ابوبکر ابن ابی الدنیا ایک حدیث لائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عموماً اس حدیث کو بیان فرمایا کرتے تھے کہ "جاہلیت کے زمانے میں ایک عورت پہاڑ کی چوٹی پر اپنی بکریاں چرایا کرتی تھی، اُس کے ساتھ اس کا لڑکا بھی تھا، ایک مرتبہ اُس نے اپنی ماں سے دریافت کیا کہ اماں جان! تمہیں کس نے پیدا کیا؟ اُس نے کہا اللہ نے، کہا میرے والد کو کس نے پیدا کیا؟ اُس نے کہا اللہ نے، بچہ نے پوچھا اور ان آسمانوں کو؟ اُس نے کہا اللہ نے۔ پوچھا اور زمین کو؟ اُس نے جواب دیا اللہ نے، پوچھا اور ان پہاڑوں کو اماں کس نے بنایا ہے؟ ماں نے جواب دیا ان کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ پوچھا اور ان ہماری بکریوں کا خالق کون ہے؟ ماں نے کہا اللہ ہی ہے............ اُس نے کہا سبحان اللہ...... اللہ کی اتنی بڑی شان ہے؟ بس اس قدر عظمت اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی سما گئی کہ وہ تھر تھر کانپنے لگا اور پہاڑ سے گر پڑا اور جان اللہ کے سپرد کر دی۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ صفحہ ۵۰۳ سورۃ مومنون آیت نمبر ۸۹)

عشق مجازی کے ذریعے علاج کرانا

بعض دفعہ شیخ (مرشد) سالک کو عشق مجازی میں مبتلا کرتے ہیں کیونکہ وہ دیکھتے ہیں کہ اس کا دل علائقِ مختلفہ میں پھنسا ہوا ہے تو عشق مجازی میں مبتلا کر کے وہ ان سب تعلقات کو قطع کرنا چاہتے ہیں، پھر صرف ایک تعلق کا قطع کرنا باقی رہ جاتا ہے اس کا قطع کرنا سہل ہے......اور عشق مجازی بھی وہ ایسا تجویز کرتے ہیں جو حرام نہ ہو یعنی اَمْرَد (بے ریش لڑکے) یا عورت اجنبیہ کا عشق تجویز نہیں کرتے بلکہ حلال محبت تجویز کرتے ہیں چنانچہ ایک بزرگ نے اپنے ایک مرید سے پوچھا کہ تجھے کسی چیز سے محبت بھی

ہے۔ کہا جی ہاں! میرے ایک بھینس ہے مجھے اُس سے بہت محبت ہے فرمایا اچھا! تم بھینس کا مراقبہ کرو۔ چالیس دن کے بعد شیخ نے اُس کو حجرہ سے باہر آنے کا حکم دیا تو وہ کہتا ہے، کیسے آؤں سینگ دروازہ سے اٹکتے ہیں (بسکرونہ ئے دروازہ کنبے انخلي)......... شیخ اس حالت کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور ہاتھ پکڑ کر اُسے باہر نکالا اور کہا اب سینگ نہیں اٹکتے تو باہر آ۔ تیرا مراقبہ کامیاب ہو گیا۔ سب علائق قطع ہو گئے، اب صرف بھینس کا تعلق قطع کرنا باقی رہا، تو یہ کچھ مشکل نہیں۔"

بتلایئے اس عشق مجازی میں کیا خرابی تھی اور اس کا نفع کس قدر رہوا کہ جو شخص پہلے یکسوئی کا عادی نہ تھا اب پوری طرح یکسو ہو گیا، جس کا دل ہزار چیزوں میں متعلق تھا اب صرف ایک چیز سے وابستہ ہو گیا۔ اس قصہ کو دل لگی نہ سمجھئے بلکہ حقیقت میں یہ بڑا فلسفہ تھا۔ (وعظ الصبر والصلوٰۃ صفحہ ۲۰۸، ۲۰۹)

ایک میانجی کا واقعہ

اس لئے چند معتقدوں کی تعریف سے مغرور ہونا بڑی حماقت ہے، مگر باوجود اس کے اکثر عقلاء بلکہ بعضے علماء و مشائخ بھی اس مرض میں مبتلا ہیں کہ جہاں کسی نے اُن کے ہاتھ چومے اور وہ سمجھے کہ ہم چون من دیگرے نیست (میرا جیسا دوسرا کوئی نہیں ہے) یہ سراسر حماقت ہے اور بے وقوفی ہے، جو اس سے دھوکا میں آتا ہے جیسے ایک میانجی سے لڑکوں نے چھٹی لینا چاہی تو سب نے اتفاق کر لیا کہ آج میانجی کو بیمار بناؤ، جب وہ مکتب میں آئیں ہر شخص یکے بعد دیگرے اُن کی مزاج پرسی کرے کہ آج کیسی طبیعت ہے کچھ چہرہ اُترا ہوا ہے، منہ پر زردی چھا رہی ہے، چنانچہ ایسا ہی کیا تو اُن کو بھی وہم ہو گیا اور وہ اچھے خاصے بیمار بن کر چلے گئے اور مکتب بند کر کے لڑکوں کو چھٹی دیدی۔ حکایت تو ہنسی کی ہے مگر یہ بات سچی ہے کہ جہاں چند آدمیوں نے کچھ کہنا شروع کیا اس سے مخاطب کو وہم ہو جاتا ہے کہ ہاں ایسا ہی ہوں چنانچہ جہاں چار آدمیوں نے ہاتھ پیر چومنا، حضور حضرت کہنا شروع کیا اب آپ سمجھے کہ میں بھی کچھ ہوں، جبھی تو یہ سب مجھے حضرت حضرت کہتے ہیں۔ مجھے یہ حضرت کا لفظ اپنے لئے بہت ہی گراں معلوم ہوتا ہے ایک مرتبہ میں نے اپنے احباب کو اس سے منع کیا اور کہہ دیا کہ ایسا ہی تعظیم کو دل چاہتا ہے تو مولوی مولانا کہہ دیا کرو، یہ حضرت کیا نکالا ہے۔ پھر میں نے بھی کہہ دیا کہ اگر حقیقت کی رعایت ضروری نہیں تب بھی اس لفظ کا ایک وقت ہے اُسے آنے دو، یعنی بال سفید ہونے دو، پھر حضرت کہہ لینا (۲۱۶، ۲۱۷)

چیونٹی بارش کے لئے دعا مانگ رہی تھی

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام استسقاء کے لئے نکلے تو دیکھا کہ ایک چیونٹی اُلٹی لیٹی ہوئی اپنے پاؤں آسمان کی طرف اُٹھائے ہوئے دعا کر رہی ہے کہ اے اللہ ہم بھی

تیری مخلوق ہیں، پانی برسنے کی محتاجی ہمیں بھی ہے، اگر پانی نہ برسا تو ہم ہلاک ہو جائیں گے۔ چیونٹی کی یہ دُعا سُن کر آپؑ نے لوگوں میں اعلان کیا کہ لوٹ چلو کسی اور ہی کی دُعا سے تم پانی پلا دیئے گئے۔"

﴿ایک پیغمبر نے چیونٹی کے کاٹنے پر سوراخ میں آگ جلائی جس پر عتاب ہوا﴾

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نبیوں میں سے کسی نبی کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا، انھوں نے چیونٹیوں کے سوراخ میں آگ لگانے کا حکم دے دیا۔ اُسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ اے پیغمبر! محض ایک چیونٹی کے کاٹنے پر تو نے ایک گروہ کے گروہ کو جو ہمارا تسبیح خوان تھا ہلاک کر دیا، تجھے بدلہ لینا تھا تو اُسی (کاٹنے والی) سے لیتا (تفسیر ابن کثیر ج ۴ صفحہ ۶۹ النمل آیت صفحہ ۱۹)

﴿حضرت حیوہ بن شریحؒ کی کرامت﴾

مروی ہے کہ حضرت حیوہ بن شُریح مصریؒ سے ایک مرتبہ کسی سائل نے سوال کیا اور آپکے پاس کچھ نہ تھا اور اس کی حاجت مندی اور ضرورت کو دیکھ کر آپ دل میں بہت آزردہ ہو رہے تھے۔ آخر آپ نے ایک کنکر زمین سے اُٹھالیا اور کچھ دیر اپنے ہاتھوں میں اُلٹ پلٹ کر کے فقیر کی جھولی میں ڈال دیا تو وہ سونے کا ڈلا بن گیا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ صفحہ ۱۳۰)

﴿خوبصورت لمبا چوڑا مغرور نوجوان حقیر بونا بن گیا﴾

کتاب العجائب میں نوفل بن ماحق کہتے ہیں کہ نجران کی مسجد میں میں نے ایک نوجوان کو دیکھا بڑا لمبا چوڑا، بھر پور جوانی کے نشہ میں چور، گھٹے ہوئے بدن والا، بانکا ترچھا خوبصورت، شکیل۔ میں نگاہیں جما کر اسکے جمال و کمال کو دیکھنے لگا، تو اس نے کہا: کیا دیکھ رہا ہے؟ میں نے کہا آپ کے حسن و جمال کا مشاہدہ کر رہا ہوں اور تعجب معلوم ہو رہا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ تو ہی کیا خود اللہ تعالیٰ کو بھی تعجب ہے۔" نوفل کہتے ہیں کہ اِس کلمہ کے کہتے ہی وہ گھٹنے لگا اور اس کا رنگ روپ اُڑنے لگا اور قد پست ہونے لگا یہاں تک کہ بقدر ایک بالشت کے رہ گیا، آخر کار اُس کا کوئی قریبی رشتہ دار اپنی آستین میں ڈال کر لے گیا۔ ("آیت نمبر ۸۱)

﴿بوڑھے دیہاتی نے دہری دانشور کو اسکی زبان میں لاجواب کر دیا﴾

کہتے ہیں کہ کسی گاؤں کے چوپال پر ایک دانشور دہری آیا، اُس نے السلام علیکم کی بجائے ہیلو ہیلو کر کے اپنے ترقی پسند ہونے کا ثبوت دیا، اور پھر وہاں موجود لوگوں سے کہنے لگا کہ لوگو! تمہارے سامنے جو بلند و بالا پہاڑ ہے کیا تم اسے دیکھ سکتے ہو؟ لوگوں نے کہا ہاں، پھر اُس نے پوچھا کہ کیا تم پہاڑ

کے پہلو میں بہتے ہوئے دریا کو دیکھ سکتے ہو؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ دانشور سینہ تان کر بولا: یہ تمام چیزیں اسلئے دکھائی دے رہی ہیں کہ اِن کا وجود ہے لیکن تمہیں خدا بھی دکھائی دیتا ہے جس کی تم بغیر دیکھے عبادت کرتے ہو؟ اس پر چوپال میں موجود تمام لوگوں پر سناٹا چھا گیا۔ یکایک لوگوں کے مجمع میں سے ایک بوڑھا شخص اُٹھا اور لوگوں سے یوں مخاطب ہوا: لوگو! کیا تمہیں یہ دانشور دکھائی دیتا ہے؟ سب نے کہا ہاں، بوڑھا پھر بولا کیا تمہیں اس کے ہاتھ، کان، ناک، اور سر دکھائی دے رہے ہیں؟ سب نے کہا ہاں سب کچھ ہم دیکھ رہے ہیں۔ پھر بوڑھا بڑا اعتماد سے بولا۔ لوگو! سچ بتاؤ کیا تمہیں اس (مسٹر) کی عقل دکھائی دیتی ہے؟ سب نے کہا نہیں۔ تو بوڑھے نے کہا کہ اسکی عقل اسلئے دکھائی نہیں دیتی کہ اُس کا کوئی وجود نہیں ہے۔ یہ سن کر دانشوار جھنجلا اُٹھا اور چوپال چھوڑ کر نامعلوم منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔ جبکہ دیہاتیوں کے قہقہے دور تک اُس کا پیچھا کرتے رہے۔ (وجود باری تعالی از محمد وسیم اکبر شیخ لیکچرر گومل یونیورسٹی صفحہ ۱۲۸)

﴿ملاوٹ والے کی قبر میں سانپ﴾

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک شخص کا انتقال ہوا اُس کے ورثاء نے اس کو دفن کرنے کے لئے قبر کھودی تو اُس میں ایک کالا سانپ نکلا، اُس کو چھوڑ کر دوسری قبر کھودنا شروع کیا تو اُس میں بھی نکلا، تیسری قبر کھودی گئی اُس میں سے بھی نکلا، سب لوگ پریشان ہوئے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوری صورت حال عرض کر کے دریافت کیا کہ کیا کرنا چاہئے؟ آپ نے فرمایا کہ ان تینوں قبروں میں سے کسی ایک میں دفن کر دو، جتنی کھودو گے سب میں نکلے گا کیونکہ یہ اللہ تعالی کی جانب سے مسلط کیا ہوا ہے، اور یہ اس کے کسی عملِ بد کی سزا ہے، چنانچہ اُس کو دفن کر دیا گیا، واپسی پر لوگوں نے اسکی بیوی سے پوچھا کہ یہ کونسی حرکت کرتے تھے جسکی یہ سزا اس کو ملی ہے، بیوی نے کہا اور تو مجھے کچھ نہیں معلوم بس اتنی بات مجھے یاد ہے کہ غلہ کی تجارت کرتے تھے جب غلہ بیچتے تو اس میں سے اپنے کھانے کے لئے تھوڑا نکال لیتے اور اس کے بدلے میں کنکر، کوڑا کرکٹ ملا دیتے تھے، ہوسکتا ہے کہ یہ اسی عمل کی سزا ہو۔ (اصلاح نفس واصلاح معاشرہ صفحہ ۲۰۵ از حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحبؒ)

﴿ابو طالب کو قریش کی عجیب پیشکش اور حضورؐ کا دندان شکن جواب﴾

ایک مرتبہ قریش کے لوگ اپنے ایک نوجوان کو ابو طالب کے پاس لائے اور کہا: اِسے ہم آپ کے حوالے کرتے ہیں تاکہ اِسکی مدد اور میراث آپ کے لئے ہو، آپ اپنے بھتیجے (محمدؐ) کو ہمارے حوالے کرو تاکہ ہم اسکو قتل کر دیں۔ ابو طالب نے کہا: ''تم اپنا بیٹا تو مجھے پرورش کے لئے دیتے ہو اور اسکے بدلے میں اپنا بھتیجا تمہیں قتل کرنے کے لئے دیدوں''! واللہ یہ تو انصاف نہ ہوا۔ تب انھوں نے کہا

''اچھا محمد کو بلاؤ ہم فیصلہ وانصاف اس کے سپرد کر دیتے ہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، ابو طالب نے کہا کہ ''یہ قوم کے شرفاء ہیں اور تم سے فیصلہ چاہتے ہیں۔'' آپؐ نے فرمایا! ''تم لوگ کہو، میں سُنوں گا۔'' انھوں نے کہا: آپ ہمارے معبودوں کو چھوڑ دیجئے اور ہم آپ کے معبود کو چھوڑ دیں۔'' ابو طالب نے کہا: قوم نے انصاف کی بات کہی ہے، لہٰذا تم ان کے فیصلے کو قبول کرلو۔'' رسول اللہ نے فرمایا: اگر میں تمہیں یہ قول دیدوں، تو کیا تم بھی ایک ایسے کلمے کا قول دو گے جس کی وجہ سے تم سارے عرب کے مالک ہو جاؤ، اور عجم بھی تمہارے ہی دین کا تابع ہو جائے؟ ابو جہل نے کہا: ایسا کلمہ تو بہت ہی نفع بخش ہوگا، آپ کے والد کی قسم، ہم وہ ایک کلمہ ہی کیا اُس کے سے دس کلمے کہنے کو تیار ہوں گے۔'' آپؐ نے فرمایا: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه'' کہو۔ اس پر وہ لوگ سخت ناخوش ہوئے اور یہ کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے کہ اپنے معبوددوں پر ہی سختی سے جمے رہو۔'' (سیارہ ڈائجسٹ رسول نمبر ج ۲ صفحہ ۳۷ بحوالہ ابن سعد)

حکیم الامت حضرت تھانویؒ دربار رسالت میں

مولانا انوار الحسن کاکوروی بیان کرتے ہیں کہ "میں نے سفر حج میں بمقام مدینہ طیبہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے بارے میں ایک خواب دیکھا، اُس زمانے میں مجھے مولانا تھانویؒ سے کوئی خاص محبت اور عقیدت نہیں تھی البتہ میں انھیں ایک جید عالم ضرور مانتا تھا، الغرض قیام مدینہ میں مجھے حضرت کا بعید سے بعید بھی کوئی خیال نہیں تھا۔ ایک شب خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک چارپائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور بیمار ہیں اور مولانا اشرف علی تھانویؒ تیمارداری فرمارہے ہیں مولانا کے علاوہ ایک اور بزرگ دور بیٹھے دکھائی دے رہے' اُن کی نسبت خواب میں یہ احساس ہورہا تھا کہ طبیب ہیں۔'' آنکھ کھلنے پر ذہن میں یہ تعبیر آئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو کیا بیمار ہیں دراصل آنحضورؐ کی اُمت بیمار ہے اور مولانا (تھانوی) تیمارداری کررہے ہیں، اس کا مفہوم یہ ہے کہ امت کی اصلاح کے لئے کوشاں ہیں۔ لیکن اُن بزرگ کے متعلق جو دور بیٹھے ہوئے ہیں کچھ معلوم نہ ہوسکا کہ کون ہیں اور کیا کررہے ہیں۔ واپسی پر میں نے یہ خواب لکھ کر مولانا کو روانہ کی اور اسکے ساتھ وہ تعبیر بھی لکھ دی جو میرے ذہن میں آئی تھی اور یہ بھی تحریر کیا کہ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ وہ بزرگ کون ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے جواب دیا: وہ بزرگ طبیب امام المہدی ہیں اور چونکہ ابھی زماناً بعید ہیں لہٰذا خواب میں مکاناً بعید دکھائی دیتے ہیں۔'' (ایضاً صفحہ ۴۳۰ بحوالہ بیس بڑے مسلمان صفحہ ۳۲۲)

اساف اور نائلہ کی حقیقت

اساف اور نائلہ (بتوں) کی حقیقت یوں مشہور ہے کہ وہ مرد اور عورت تھے۔ اساف بیٹا تھا بقا کا اور نائلہ

بیٹی تھی ذئب کی، اور اُس کو بنت سہل بھی کہتے تھے اور یہ دونوں قبیلہ جُرہم سے تھے، اور انھوں نے کعبہ کے اندر زنا کیا تھا۔ سواللہ تعالیٰ نے انکو مسخ کر کے پتھر کر دیا تھا اور یہ کعبہ کے پاس گاڑ دئے گئے تھے یا صفاو مروہ پر کہ لوگ اُن کو دیکھ کر عبرت پکڑیں........ (شرح صحیح مسلم اردو ج ۲ کتاب الحج صفحہ ۳۳۹ تاج کمپنی) لیکن شیطان نے چند روز میں یہ غرض بُھلا کر اپنا مطلب نکالا کہ اُن کی عبادت کروائی اور خلق کو شرک میں ڈال دیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو توڑ ڈالا کہ شرک کی برائی اور مشرکوں کی اہانت ظاہر ہو جائے۔

خدیجۃ الکبریٰؓ کو تسلی نبویؐ

زبیر بن عوام بن خویلدؓ راوی ہیں کہ بعثت کے بعد حضرت قاسم کا شیر خواری میں انتقال ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے تو دیکھا کہ آپ رو رہی ہیں، پوچھنے پر عرض کیا کہ دودھ اُتر آیا ہے قاسم زندہ ہوتے تو دودھ پلاتی حتی کہ مدت رضاعت گذر جاتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قاسم کے لئے جنت میں دایہ ہے جو مدت رضاعت پوری کرائے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سن کر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ اگر مجھے یہ معلوم ہو جاتا تو دل کو تسلی ہو جاتی۔ آپؐ نے فرمایا تم چاہو تو جنت میں اُن کی آواز تم کو سنا دوں۔ حضرت خدیجہ نے عرض کیا اسکی ضرورت نہیں میں اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر یقین کرتی ہوں (ازواج الانبیاء کتب خانہ شان اسلام لاہور صفحہ ۲۳۳)

بھولو پہلوان کا زوال

یہ جو بھولو پہلوان تھاناں۔ یہ رائے ونڈ آیا...... میں رائے ونڈ میں پڑھتا تھا...... تو یہ وہ شخص تھا جس نے سارا عالم کو چیلنج کیا تھا۔ اور کوئی دُنیا کا پہلوان اُسے گرا نہ سکا...... تو میں نے جب اُسے دیکھا تو یہ بغیر سہارے کے نہ بیٹھ سکتا تھا۔ نہ اُٹھ سکتا تھا۔ تو جس نے پورے عالم کو چیلنج کیا۔ اور کوئی اُسے نہ گرا سکا اُس کے یہاں موت کا رقص جاری ہے۔ یہاں ہر قدم پر زندگی شکست کھا رہی ہے اور مسلسل شکست کھا رہی ہے۔ (مولانا طارق جمیل صاحب وعظ دُنیا کی بے ثباتی مندرجہ مجموعہ مواعظ اللہ کو اپنا بنالو صفحہ ۲۰۹)

رابعہ بصریؒ کا مرتبہ

حضرت رابعہ بصریہ رحمتہ اللہ علیہا کا انتقال ہوا تو خواب میں اپنی خادمہ کو ملیں۔ انھوں نے کہا اماں آپ کے ساتھ کیا ہوا؟ کہا کہ میرے پاس منکر و نکیر آئے مجھ سے کہنے لگے مَنْ رَّبُّكَ تیرا رب کون

ہے؟ تو میں نے اُن سے کہا کہ ساری زندگی جس رب کو نہ بھولی۔ چار ہاتھ نیچے زمین پر آ کر اس کو بھول جاؤں گی؟ یہ نہیں کہا کہ رَبِّیَ اللّٰہ کہا کہ جس رب کو ساری زندگی نہیں بھولی اُس کو چار ہاتھ زمین کے نیچے آ کر بھول جاؤں گی۔ انھوں نے کہا چھوڑ واس کا کیا حساب لینا...... خادمہ نے پوچھا کہ آپ کی گدڑی کیا ہوا؟ گدڑی ہوتی ہے ایک لمبا سا جبّہ جو عرب پہنتے ہیں۔ ہمارے ہاں اس کا کوئی دستور نہیں۔ تو حضرت رابعہؒ نے کہا تھا کہ مجھ کو کفن میری گدڑی میں ہی دیدینا۔ میرے لئے نیا کپڑا نہ لانا۔ لیکن اُن کی خادمہ نے دیکھا کہ بہت عالی شان پوشاک پہنی ہوئی ہیں کہنے لگی کہ وہ گدڑی کہاں گئی؟ کہا کہ اللہ نے سنبھال کے رکھ دی ہے کہ قیامت کے دن میری نیکیوں میں اس کو بھی تولے گا، اس کا بھی وزن کرے گا (ایضاً صفحہ ۲۱۰)

بہلولؒ اور ایک ہوشیار بچہ

حضرت بہلول رحمۃ اللہ علیہ گذر رہے تھے ایک بچے کو دیکھا۔ وہ کھڑا رو رہا تھا۔ دوسرے بچے اخروٹ سے کھیل رہے تھے۔ انھوں نے سمجھا اس کے پاس اخروٹ نہیں ہیں اس لئے رو رہا ہے، میں اس کو لے کر دیتا ہوں۔ انھوں نے کہا بیٹا رو نہیں میں تجھے اخروٹ لے کر دیتا ہوں۔ تو بھی کھیل۔ اُس بچے نے کہا: بہلول! ہم دُنیا میں کھیلنے آئے ہیں؟ اُن کو اس بات کی توقع نہیں تھی کہ بچہ ایسا جواب دے گا۔ تو انھوں نے کہا اچھا پھر کیا کرنے آئے ہیں؟ بچے نے کہا: اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے آئے ہیں۔ انھوں نے کہا بچہ! ابھی تو تُو بہت چھوٹا ہے تیرے غم کی یہ چیز نہیں ہے ابھی تو تیرا اس منزل میں آنے میں بھی بہت وقت پڑا ہے۔ تو اُس نے کہا: ارے بہلول مجھے دھوکہ نہ دے۔ میں نے اپنی ماں کو دیکھا ہے وہ صبح جب آگ جلاتی ہے تو پہلے چھوٹی لکڑیوں سے جلاتی ہے اور پھر بعد میں بڑی لکڑیاں رکھتی ہے اسلئے مجھے ڈر ہے کہیں دوزخ مجھ سے نہ جلائی جائے اور میرے اوپر بڑوں کو نہ ڈالا جائے۔ یہ سن کر بہلول تو بے ہوش ہو گئے۔ (مولانا طارق جمیل (از مجموعہ اللہ کو اپنا بنا لو صفحہ ۹۱ بیان مقصد حیات)

خانہ کعبہ کی چابی

قصی کی وفات کے بعد اسکے دونوں بیٹوں عبدالدار اور عبد مناف میں کعبہ کی ولایت کے سلسلے میں اختلاف ہوا، اکابر قریش نے نگہبانی وغیرہ عبدالدار کو اور پانی وغیرہ پلانے کا کام عبد مناف کے حوالے کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فتح مکہ کے دن عثمان بن طلحہ جو بنی عبدالدار سے تھا سے چابی لے کر دروازہ کھولا اور پھر باذن خداوندی اُسی کو دوبارہ لوٹا دی جو آج تک اسی خاندان کے بنو شیبہ کے پاس ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم سے چابی کوئی نہیں لے گا مگر ظالم...... چند سال قبل سعودی حکومت نے بنو شیبہ کو اس عہدے سے ہمیشہ کے لئے محروم کرنا چاہا' بادشاہوں کی عادت

ہوتی ہے کہ وہ مملکت میں ہر قسم کے عہدے اپنے قبضے میں رکھنا چاہتے ہیں چنانچہ چابی بنوشیبہ سے چھین لی گئی۔ ارباب حکومت نے بڑی کوشش کی کہ اس چابی سے بیت اللہ کا دروازہ کھولیں مگر وہ نہ کھل سکا۔ پھر مملکت کے بڑے بڑے ماہرین بُلائے گئے مگر اُن سے بھی تالا نہ کھل سکا، آخر تھک ہار کر بنوشیبہ ہی کو بلایا گیا۔ وہ چونکہ ناراض تھے اسلئے اُن میں سے کوئی شخص نہ آیا بلکہ اپنے گھر کے ایک چھوٹے لڑکے کو بھیج دیا، وزراء، دولت و بادشاہ وغیرہ منتظر تھے۔ اُس بچے نے تالے میں چابی داخل کی اور تھوڑی سی حرکت دی تو تالہ کھل گیا۔ بعد میں حکومت نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔ (حرمین شریفین کی بہاریں صفحہ ۳۳، ۳۴ بحوالہ اثمار التامیل ۲/۱۰۴)

امام مالکؒ کا خواب

حضرت امام مالکؒ کی دیرینہ خواہش تھی کہ مدینہ میں ہی زندگی گذارے اور یہیں موت آئے۔ نفلی حج کے لئے بھی نہ جاتے، قضا حاجت کے لئے بھی نکلتے تو دوڑتے جاتے اور واپس آتے کہ باہر انتقال نہ ہو جائے۔ دل میں بیت اللہ کی محبت بھی موجزن تھی، اسی اثناء میں ایک رات خواب میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی پوچھا حضرت میری عمر کتنی باقی ہے؟ اگر اتنی عمر ہے کہ مکہ جا سکوں اور واپس مدینہ بھی پہنچ جاؤں تو نفلی حج کی خواہش ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ انگلیاں سامنے کر دیں۔ امام مالکؒ سمجھے نہیں کہ پانچ سے کیا مراد ہے؟ پانچ دن، ہفتے ماہ، یا سال۔

تعبیر کے مشہور امام محمد بن سیرین کے پاس آدمی بھیجا کہ کہو ایک مسلمان نے یہ خواب دیکھا ہے تعبیر کیا ہوگی؟ اسے تاکید کی کہ میرا نام نہ بتانا ابن سیرین نے بصیرت وفراست سے بتا دیا کہ ''خواب ایک بڑے عالم ہی دیکھ سکتے ہیں اور مدینہ میں امام مالک سے بڑے عالم کوئی اور نہیں۔ امام مالک منع کر چکے تھے کہ نام نہ بتانا۔ اب وہ شش و پنج میں پڑ گیا۔ ابن سیرین نے فرمایا اچھا جاؤ پوچھ کے آؤ اور نام بتلانے کی اجازت لیکر آؤ۔ وہ شخص امام مالکؒ سے آ کر کہتا ہے حضرت وہ تو پہچان گئے کہ خواب آپ ہی نے دیکھا ہے مگر چونکہ آپکی طرف سے ممانعت تھی اس لئے میں نے بھی حامی نہیں بھری۔ امام مالکؒ نے اجازت دی کہ اب تو معلوم ہو ہی چکا ہے ابن سیرین نے تعبیر بتائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ انگلیوں کا اشارہ سورۃ لقمان کی آخری آیت کی طرف تھا کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں، ان پانچ چیزوں میں ایک یہ ہے کہ **وما تدری نفس بای ارض تموت** ...... کسی نفس کو پتہ نہیں کہ کونسی زمین میں اس کا انتقال ہوگا...... عشق صادق کا نتیجہ تھا کہ خواب میں اکثر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی بلکہ خود امام مالکؒ سے منقول ہے کہ **مـا بـتُّ ليلةً الا رأيتُ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم** جب بھی رات کو سویا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ مدینہ کے ساتھ ایسے عشق اور ایسی چاہت نے ہمیشہ کے لئے مدینہ کا کر دیا،

مدینہ میں ہی انتقال فرمایا اور مدینہ میں جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ ("صفحہ ۱۶۰، ۱۶۱ بحوالہ آثار التکمیل ۱/۱۷۱)

حضرت پیران پیرؒ نے رضا بالقضا کا مظاہرہ کیا

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے جہاز تجارت کے لئے آیا جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک دوست نے آکر خبر کردی کہ آپ کا جہاز غرق ہو گیا۔ آپ نے کہا کہ الحمد للہ۔ اور خاموش ہو گئے۔ پھر ایک دوست آئے اور کہا کہ ابھی ابھی خبر آئی ہے کہ وہ جہاز صحیح وسلامت پہنچ گیا۔ پھر الحمد للہ کہا۔ قریب بیٹھنے والے نے وجہ پوچھی۔ فرمایا، ڈوبنے کی اطلاع پر دل کی کیفیت دیکھی، دل مطمئن تھا اس پر الحمد للہ کہا۔ دوسری خبر آنے پر دل کی کیفیت دیکھی کہ کوئی خوشی تو نہیں ہوئی اس کیفیت پر الحمد للہ کہا۔ اس طرح دل سے دنیا کی محبت نکل گئی تھی۔ مجالس فقیر ج ۲ صفحہ ۱۳۰)

حضرت عمرؓ نے سرکاری چراغ بجھادی

حضرت عمرؓ گھر میں رات کو کام کررہے تھے، حضرت علیؓ تشریف لائے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا علی! ذاتی کام کے لئے آئے ہو یا خلافت کا کام ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا، ایک ذاتی کام کے لئے آیا ہوں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے چراغ بجھا دیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: مہمان کے آنے پر چراغ جلایا کرتے ہیں یا بجھایا کرتے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے علی! مجھے اور آپ کو یہ زیب نہیں دیتا کہ گفتگو تو ذاتی کرتے رہیں اور تیل بیت المال کا جلتا رہے۔ (مجالس فقیر ج ۲ صفحہ ۲۴۰)

شہد کی بوتل پر اُستاد کی تحقیق

مولانا طارق جمیل صاحب فرماتے ہیں ہمارے استاد صاحب تھے جن سے میں نے جلالین تفسیر پڑھی تھی۔ میں ایک دفعہ ان کی خدمت میں گھر سے شہد لے کر گیا۔ یہ سن ۷۵-۱۹۷۴ء کی بات ہے۔ استاد مجھ سے کہنے لگے کہاں سے لائے ہو؟ میں نے کہا یہ میرے باغ کا ہے۔ کہنے لگے تیرے باپ نے اپنے بہنوں کو زمین میں سے حصہ دیا تھا؟ ایک شہد کی بوتل پر اتنی تحقیق چونکہ ان کو پتہ ہے زمیندار بہنوں کو حصہ نہیں دیتے۔ تو میرے استاد صاحب نے پوچھا تیرے باپ نے اپنی بہن کو زمین میں سے حصہ دیا تھا؟ میں نے کہا: جی میرے باپ کی بہن کوئی نہیں تھی۔ وہ دو بھائی تھے۔ اگر ہوتی تو شاید وہ بھی دیتے کیونکہ اُن کے ہاں رواج ہی کوئی نہیں ہے۔ پھر مجھ سے کہنے لگے تیرے دادا نے اپنی بہنوں کو زمین میں سے حصہ دیا تھا؟ میں نے کہا کہ اُس وقت میں پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ مجھ سے وہ سوال تو نہ کریں۔ مجھے کیا پتہ حصہ دیا تھا کہ نہیں کہنے لگ چلو ٹھیک ہے رکھ دو۔ تو بھائیو! جن کے سامنے آخرت

ہوتی ہے۔ اتنی ہی احتیاط کرتے ہیں...... استاد صاحب نے ہمارے شہد پر بھی اتنی تحقیق کی حالانکہ وہ تو دس بارہ روپے کی بوتل آتی ہے۔ وہ تو بازار کا آم نہیں کھاتے تھے، کہتے تھے اس کی بیع غلط ہوئی ہے۔ یہ سارے زمیندار ہم آم بیچ دیتے ہیں۔ میں لے جاتا تھا تو وہ کھایا کرتے تھے۔ پتوں کو بیچ رہے ہیں پتوں یہ جو بیع ہوتی ہے یہ بیع فاسد ہے۔ رزق حلال کو حرام کردیتے ہیں دیوانے۔ صفحہ ۲۴۰، ۲۴۱، مجموعہ بیانات کامیابی کا راستہ بیان پاکیزہ زندگی)

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا مباحثہ

علامہ شبیر احمد عثمانی نے فضل الباری ص ۳۹۲ ج ۱ میں) طبقات شافعیہ سے امام شافعی اور امام احمدؒ کا ایک دلچسپ مناظرہ نقل فرمایا ہے۔ ایک مرتبہ امام شافعیؒ نے امام احمدؒ سے پوچھا کہ کیا تم تارک الصلوۃ کو کافر کہتے ہو۔ امام احمدؒ نے کہا واقعی تارک صلوۃ میرے نزدیک کافر ہے۔ امام شافعیؒ نے پوچھا پھر اسکے مسلمان ہونے کی کیا صورت ہوگی؟ امام احمدؒ نے کہا کہ کلمہ پڑھ لے۔ امام شافعیؒ نے فرمایا کلمہ تو وہ پہلے ہی پڑھتا ہے، بحث ہی اس شخص کے بارہ میں ہے جو کلمہ گو ہو اور نماز نہ پڑھے۔ امام احمدؒ نے کہا پھر اس کی توبہ کی صورت یہ ہے کہ نماز پڑھ لے۔ امام شافعیؒ نے کہا کہ وہ تو کافر ہے اور کافر کی نماز ہوتی ہی نہیں۔ امام احمدؒ اس کا کوئی جواب نہ دے سکے۔ امام شافعیؒ کے فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ تارک صلوۃ کو کافر و مرتد کہنے کی صورت میں اس کے مسلمان ہونے کی کوئی صورت ہی نہیں ہوتی (اشرف التوضیح شرح مشکوۃ المصابیح جلد نمبر ۱، صفحہ ۱۸۷)

حضرت گنگوہیؒ کی لطافتِ طبع

گنگوہ میں حضرت گنگوہیؒ کے یہاں مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ تھے دارالعلوم دیوبند کے مہتمم۔ وہ تہجد کے وقت میں چائے پلایا کرتے تھے حضرت کو۔ اور بہت بڑھیا (اعلیٰ) بناتے تھے چائے۔ کچھ داد بھی چاہتے تھے، کچھ داد دیں۔ چائے کی تعریف کردیں، جی خوش ہو جاتا میرا کہ ہاں اس کی بنائی ہوئی چائے مزیدار ہے۔ ایک روز حضرت سے پوچھا کہ چائے کیسی؟ حضرت نے فرمایا: کچے پانی کی بو ہے۔ انھوں نے کہا کہ اے اللہ کچا پانی کہاں سے آ گیا چائے میں، پھر انھوں نے پیالیوں کو دھو کر تولیہ سے پونچھ کر آنچ کے سامنے کیا یہاں تک کہ ساری نمی اسکی آگ سے جل کر ختم ہوگئی۔ اس کے بعد چائے جو انھوں نے بنا کردی۔ پوچھا کہ حضرت آج کیسی چائے ہے؟ فرمایا کہ آج نہیں کچے پانی کی بو۔ (خطبات محمود صفحہ ۲۲۱ ج ۱)

صرف کلمہ پڑھنے والے دو جنتی

ایک شخص جہاد میں آیا وہ شخص مسلمان نہیں تھا مشرک تھا، مشرکوں کی طرف سے آیا لڑنے کے

لئے قتال کے لئے۔ جہاد میں لڑا اور عین جہاد کی حالت میں اُس نے کلمہ پڑھ لیا مسلمان ہو گیا۔ ایسے ہی جیسے اُس نے کلمہ پڑھ لیا مسلمان ہو گیا فوراً اُس کے ایک تیر لگ گیا ختم ہو گیا، شہید ہو گیا۔ اب دیکھئے ایک وقت کی اس نے نماز نہیں پڑھی، ایک دن کا اُس نے روزہ نہیں رکھا، حج نہیں کیا کوئی صدقہ نہیں کیا، کوئی چیز نہیں کی صرف ایمان لایا، کھلا جنت میں جائے گا من کان آخرُ کلا مہٖ لاالٰہ الاّ اللّٰہ دخل الجنۃ ۔ کا ایک صحیح مصداق یہ بھی ہے........ ایک شخص آتا ہے اونٹ پر سوار، پریشان حال، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھتا ہے کہ وہ کہاں ہے؟ دیکھا یہ ہیں۔ کہا میں بہت دور سے آرہا ہوں، راستے میں کھانے کو نہیں ملا، گھاس کی جڑیں کھود کر میں نے کھائی ہیں، میں پوچھنے کے لئے آیا ہوں کہ ایمان کیا چیز ہے؟ بتایا گیا کہ ایمان یہ چیز ہے۔ یہ سنتے ہی واپس جانے لگا اور اونٹ پر سوار تھا، اونٹ سے گرا، اور گرتے ہی مر گیا۔ یہ بھی جنت میں گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اہل جنت کی طرف دیکھنا چاہے فلاں شخص کو دیکھے، سچا آدمی تھا اتنی دور سے چل کر آیا تھا، اور ایمان کی حقیقت کو پوچھا پھر اس کو پوچھا پھر اس کا انتقال ہو گیا تو وہ جنتی ہے اسلئے ایمان بڑی دولت ہے۔

ابوزرعہ محدثؒ کی وفات

ابوزرعہؒ ایک محدث ہیں بہت زبردست محدث ہیں لاکھوں حدیثیں اُن کو زبانی یاد تھیں۔ حدیث بیان کررہے ہیں مجمع کے سامنے من کان اٰخرُ کلا مِہٖ لاالٰہ الاّ اللّٰہ یامَنُ قالَ لاالٰہ الاّ اللّٰہ اتنا ہی کہا اور وہیں انتقال ہو گیا۔ اتنی کہتے ہی انتقال ہو گیا۔ شرّاح نے لکھا ہے کہ وہ حدیث پوری نہ کرسکے...... دَخَلَ اُلجنَّۃَ نہیں پڑھ سکے اس سے پہلے انتقال کر گئے۔ لیکن ہمارے استاد نے بتایا کہ حدیث انھوں نے پوری کردی۔ کیسے پوری کردی۔ کبھی بات تو پوری کی جاتی ہے زبان سے اور کبھی تو پوری کی جاتی ہے زبان سے اور کبھی پوری کی جاتی ہے کسی اور اشارے سے...... تو یہاں انھوں نے حدیث کو پورا کیا عمل سے "لاالٰہ الاّ اللّٰہ کہا اور جنت میں داخل ہو گئے (خطبات محمود ج ۲ صفحہ ۲۸، ۲۹)

غار ثور کا سانپ حضرت عیسیٰ کا حواری تھا

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریین میں سے کسی نے درخواست کی تھی کہ میں چاہتا ہوں کہ نبی آخرالزمان سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کروں آپ دعا کیجئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے طویل عمر عطا کرے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کی تو وہاں سے بتلایا گیا کہ اس حالت میں تو نہیں دیکھ سکتے ہاں اگر دیکھنا چاہتے ہو تو تم کو بجائے انسان کے سانپ بنا دیا جائے۔ اُس نے منظور کیا چنانچہ وہ سانپ آکر اس غار (ثور) میں ٹھہرا تھا (آگے قصہ مشہور ہے) ("صفحہ ۵۶)

جابر بن عبداللہؓ کا علمی سفر

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث مدینہ طیبہ میں سُنی اُن روای سے پوچھا کہ یہ حدیث آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سُنی ہے؟ انھوں نے کہا میں نے عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ سے سنی ہے۔ میں نے دوسرے (شخص) سے یہ (حدیث) سنی اور اُن سے پوچھا، انھوں نے بھی عبداللہ بن بُسرؓ کا نام لیا۔ آخر کار انھوں نے اونٹ خریدا اور ایک مہینے کی مسافت طے کر کے مدینہ طیبہ سے ملک شام گئے ہیں جہاں عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ موجود تھے، اُن کا مکان تلاش کر کے جا کر دروازے پر دستک دی، اُن کا خادم آیا پوچھا کون ہے؟ کہا جابر بن عبداللہ۔ خادم نے جا کر اطلاع دی۔ پوچھا جابر بن عبداللہ مدنی؟ کہا ہاں۔ فوراً دوڑے ہوئے آئے، ملاقات کی معانقہ کیا۔ کہا کیا بات ہوئی کیسے آنا ہوا؟ کہا لوگ یہ حدیث بیان کرتے ہیں کوئی یہ نہیں کہتا کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنی، سب آپ کا نام لیتے ہیں، کیا آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے؟ کہا ہاں، میں نے سنی ہے۔ بس اُن سے وہ حدیث سنی اس واسطے آیا تاکہ سند میں واسطہ درمیان کا ایک اور زائد نہ رہے بلکہ براہ راست انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے، انھوں نے روکا کہ ٹھہر جاؤ، کہنے لگا ٹھہرتا نہیں، مسجد نبوی کی جو جماعت ہے وہ میں نے اس حدیث کے واسطے چھوڑی، بہت روکنا چاہا لیکن نہیں رُکے اُسی وقت واپس ہو گئے۔ (ایضاً)

ابو ایوب انصاریؓ کا سفر بصرہ

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بصرہ گئے، وہاں جا کر ایک صاحب کے مکان پر آواز دی وہ اپنے مکان کے چھت پر تھے، انھوں نے اوپر سے پوچھا کون ہے؟ کہا ابوایوب انصاری۔ پوچھا کیسے آنا ہوا؟ کہا فلاں وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث بیان فرمائی تھی اُس وقت پر صرف ہم دونوں تھے، اُس کے لفظوں میں مجھے شبہ ہوا کہ اس طرح فرمایا تھا یا اس طرح فرمایا تھا' اس شبہ کو زائل کرنے کے لئے آیا ہوں کہ کس طرح فرمایا تھا۔ انھوں نے بتادیا کہ اس طرح فرمایا تھا۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اپنے اونٹ سے بھی نہیں اُترے اور اسی طرح سے واپس ہو گئے اتنا اہتمام کیا ان حضرات نے، صحابہ نے بھی کیا تابعین نے بھی کیا اُس وقت احادیث کو لکھنے کا دستور نہیں تھا صرف زبان سے بیان کیا کرتے تھے اور ذہن میں محفوظ کر لیتے تھے، اس کے بعد لکھنے کا دستور شروع ہوا اور لکھ کر احادیث کو جمع کیا گیا (خطبات محمود جلد دوم صفحہ ۹۳، ۱۹۴ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

مسلمانوں کا اعلیٰ کیریکٹر

مسلمانوں کے اعلیٰ کیریکٹر کا تو یہ حال تھا کہ جنگ فارس میں جب شہزادہ فارس گرفتار کر کے لایا

گیا ہے، اس کے لئے سزائے قتل تجویز تھی، جب اُس کو قتل کرنے کا وقت آیا تو اُس سے پوچھا گیا کہ تمہاری کوئی آخری حسرت ہے؟ آخری خواہش ہے، دُنیا سے جانے سے پہلے کوئی خواہش ہوتو بتاؤ۔اُس نے کہا مجھے پیاس لگ رہی ہے پانی پلادو۔کہا اچھی بات ہے، ایک کٹورے میں پانی لایا گیا۔اُس نے کہا اچھا وعدہ کرلو جب تک میں یہ پانی نہیں پیوں گا اُس وقت تک مجھے قتل نہیں کروگے۔اچھی بات ہے یہ ہمارا وعدہ ہے اُس نے کہا قسم کھالو، انھوں نے کہا قسم کھانے کی ضرورت نہیں، مسلمان کا قول ہی قسم ہے۔...... جب اُس کے سامنے پانی لایا گیا تو اُس نے پانی پھینک دیا اور کہا دیکھئے صاحب آپ نے وعدہ کیا تھا جب تک میں یہ پانی نہیں پیوں گا اُس وقت تک مجھے قتل نہیں کروگے۔اب یہ پانی تو پینا ناممکن ہے زمین پر گر گیا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع کی گئی آپ نے فرمایا کہ اس نے ہمارے ساتھ دھوکہ کیا، ہم دھوکہ نہیں کریں گے، آزاد کردو۔چھوڑ دیا اُس کو، جب آزاد کردیا، آزاد کرنے کے بعد کہتا ہے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عبده رسوله۔کلمہ پڑھتا ہے۔اور پھر اس نے بتایا کہ میں اپنے دل سے تو مسلمان ہو چکا تھا بہت دیر پہلے، لیکن گرفتار تھا، اور میرے لئے سزائے قتل تجویز تھی اور مجھے یہ اندازہ تھا کہ اگر میں نے اسی حالت میں اسلام ظاہر کیا تو لوگ یہی سمجھیں گے کہ یہ موت کے ڈر سے مسلمان ہوا۔اس لئے میں چاہتا تھا کہ کسی طرح سے آزادی مل جائے، اُس وقت اسلام کا اظہار کردی۔تو کیریکٹر یہ حال تھا مسلمان کے، دوسرے دھوکہ کرتے رہیں ہم دھوکہ نہیں کریں گے۔("..." ۱۵۰،۱۵۱)

حضرت گنگوہیؒ نے جیل میں قیدی کوقرآن مجید ختم کرایا

۱۸۵۷ء میں جو جہاد ہوا ہندوستان میں، اس میں گرفتاری ہوئی اہل اللہ کی، سولی قائم کی گئی۔ دہلی کی جامع مسجد لال قلعہ تک بادشاہ کے آنے جانے کا جو راستہ تھا سڑک کا، اُس کے دونوں طرف درختوں پر لاشیں لٹکی ہوئی تھیں، جگہ جگہ پر سولی قائم کرکے علماء کو سولی دی گئی۔مولانا رشید احمد گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کو گرفتار کیا گیا اور جیل میں گئے دیر تک رہے، وہاں ایک شخص پہلے سے محبوس تھا اُس کو قرآن شریف شروع کرادیا تھا مولانا نے، یہاں تک کہ [illegible] کی جیل کا زمانہ ختم ہو چکا، پروانہ آگیا رہائی کا سرکاری، کہ آپ رہا کئے جاتے ہیں آپکی جیل کی مدت پوری ہوگئی۔اُس شخص نے کہا حضرت میرا تو قرآن رہ گیا۔حضرت نے فرمایا میں نہیں جاتا، میں تو تمہارا قرآن ختم کرکے جاؤں گا۔تو جو جیل کی مدت تھی اُس سے زائد صرف قرآن کریم ختم کرانے کے لئے رہے (خطبات محمود ج۲ صفحہ ۲۳۹)

مالٹا کی جیل میں حضرت مدنیؒ کی جاں نثاری

حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ گرفتار ہوئے وہ کئی برس تک مالٹا کی قید میں [illegible] طرح طرح سے

اُن کو ستایا گیا، سردی زیادہ ہوتی تھی آخر شب میں جب وہ تہجد کے لئے اُٹھتے تھے تو حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی نوراللہ مرقدہ ساتھ تھے وہ لوٹے میں ٹھنڈے پانی کو لیکر اپنے پیٹ پر رکھے رہتے تاکہ پیٹ کی گرمی سے پانی کچھ گرم ہو جائے۔ وضو کر کے نماز کی نیت باندھتے تو جو گورے پہرے پر ہوتے تھے وہ لاٹھی وغیرہ سے ان کے چونکے مارتے تھے، چنانچہ جس وقت ہندوستان تشریف لائے تو اُن کے پہلو پر جگہ جگہ نشانات تھے۔ جس وقت ان کے افسر کو معلوم ہوا تو اُس نے کہا اس شخص پر کیوں زیادتی کرتے ہو۔ یاد رکھو یہ ایسا شخص ہے کہ اگر اس کو قتل کرو گے تو اس کے خون سے حق حق کی آواز آئے گی، اس کو اگر جلا دو گے تو اس کی راکھ سے آواز آئے گی حق حق کی، اس کو مت ستاؤ۔ چنانچہ ان حضرات نے صبر کیا، ان کے صبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے درجات بلند فرمائے (''صفحہ ۲۳۹، ۲۴۰)

ابن عمرؓ نے ایک غلام کے تقویٰ کا عجیب امتحان لیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ایک دفعہ ایک جنگل میں دوپہر کا وقت سخت ترین گرمی، وہاں تھے، ارادہ کیا وہاں کھانا کھانے کا۔ دیکھا کہ ایک شخص بکریاں چرا رہا ہے۔ اُس کو فرمایا آؤ بھائی تم بھی میرے ساتھ کھالو۔ اُس نے کہا صاحب! میرا روزہ ہے۔ فرمایا تیرا روزہ کیسا؟ رمضان نہیں اور کوئی دن ایسا نہیں کہ اُس دن کے روزہ کی خاص طور سے فضلیت آئی ہو...... کیا بات ہے کیوں روزہ رکھا ہے اس سخت گرمی میں؟ اُس نے کہا میں تو اپنے ایام خالیہ کو کام میں لا رہا ہوں۔ ایام خالیہ کیا ہے؟ وہ قرآن کریم میں آیا ہے۔ کُلوا واشربوا بما اسلفتم فی الایام الخالیہ۔ کھاؤ پیو اُن اعمال کی وجہ سے جو ایام ماضیہ میں تم نے کئے تھے۔ اِن کو اُس کا یہ تصور بہت پسند آیا۔ اُس سے یوں فرمایا حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اچھا ایک بکری ہمیں دیدو ہم اس کو ذبح کریں گے تمہیں بھی گوشت دیں گے۔ اُس نے کہا صاحب! یہ بکریاں میری ملک نہیں میں تو چرواہا ہوں تو آپ نے اُس کے دل کا اندازہ لگانے کے لئے فرمایا ہر روز بکریاں گنی تھوڑی ہی جاتی ہیں کیا مالک روزانہ بکریوں کو گنتا ہے شناخت کر کے، ایک بکری تو بھیڑیا بھی لے جاتا ہے۔ اُس نے بڑی حیرت سے سنا اُن کی بات کو اور کہا فَاَیْنَ اللّٰہ'' اور اللہ کہاں؟ یعنی اگر اپنے مالک کو دھوکہ دیدوں کہ ایک بکری کھوئی گئی یا ایک بکری کو بھڑیا لے گیا، اللہ تو دیکھ رہا ہے۔ مولیٰ تو یہاں موجود نہیں اللہ تو موجود ہے..... حضرت ابن عمرؓ کو یہ جواب بہت پسند آیا اُس کے مالک کی تحقیق کر کے اس سے ساری بکریاں خرید لیں اور اُس غلام کو بھی خرید لیا۔ خریدنے کے بعد اس کو اطلاع دی کہ میں نے تمہارے مالک سے تمہاری ساری بکریاں خرید لیں۔ اُس نے کہا، اللہ برکت دے۔ فرمایا میں نے تم کو بھی خرید لیا (اُس نے کہا) اللہ اس میں بھی برکت دے۔ پھر فرمایا میں نے تم کو آزاد کر دیا، اور یہ بکریاں سب تم کو دیدیں۔ پہلے چراوہا تھا، اتنی رعایت تھی کہ ایک بکری بھی نہیں دے سکتا تھا اب وہ مالک ہو گیا مالک ہو کر زندگی گذار رہا ہے۔ اس واسطے ضرورت ہے اسی استحضار کی۔ فَاَیْنَ اللّٰہ'' اور

اللہ کہاں ہے؟ اللہ تو دیکھ رہا ہے (۱۱ صفحہ ۳۹ تا ۴۱)

حیات النبی ؐ کا مسئلہ حضرت مدنی نے عملاً بتا دیا

حضرت مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے حالات میں ہے کہ مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی میں بیٹھے حدیث شریف کا درس دے رہے تھے مسئلہ آ گیا حیات النبی ؐ کا۔ کہ حضورؐ وفات کے بعد اپنی قبر مبارک میں حیات ہیں۔ بس کیا تھا طلبہ اشکال کر رہے تھے، حضرت مولانا سمجھا رہے تھے دلائل کے ساتھ۔ طلبہ نہیں مان رہے ہیں، حیات تسلیم نہیں کر رہے ہیں۔ سبق پڑھاتے پڑھاتے یکدم مولانا نے یوں سر اُٹھایا روضہ مبارک کی طرف، قبر اطہر کی طرف۔ طلبہ نے بھی دیکھا۔ دیکھا تو روضہ مبارک وہاں نہیں، حجرہ شریف وہاں نہیں، دیوار وغیرہ کچھ نہیں خود نبی اکرم ؐ بنفس نفیس تشریف فرما ہیں، پھر سر دوسرے طرف کو کر لیا دوبارہ دیکھا تو پھر روضہ مبارک اسی طرح موجود ہے جیسے پہلے تھا۔ یعنی ویسے دلائل سے سمجھ یا تو سمجھ میں نہیں آیا تو نفس الامری میں دکھلا دیا کہ اپنی اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ اللہ تعالیٰ جس کو پسند فرماتے ہیں تو دکھلاتے ہیں۔ (خطبات محمود ج ۲ صفحہ ۱۳۶)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

حضرت ابومسلم خولانیؒ کو مسیلمہ کذاب نے آگ میں ڈالا

مسیلمہ کذاب نے حضور ﷺ کے عہد مبارک میں دعویٰ نبوت کر رکھا تھا ایک دن مشہور تابعی حضرت ابومسلم خولانیؒ کو گرفتار کرا کر مسیلمہ نے اپنے سامنے پیش کرایا اور ان سے پوچھا تم اس کی شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ حضرت ابومسلمؒ نے فرمایا کہ "میں سنتا نہیں ہوں" اس نے پھر کہا کہ تم اس کی شہادت دیتے ہو کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں؟ ابومسلمؒ نے فوراً کہا کہ بیشک۔ پھر اس سے پوچھا کہ کیا تم اس کی گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ ابومسلمؒ نے فوراً کہا کہ میں سنتا نہیں۔ پھر پوچھا کہ کیا تم اس کی شہادت دیتے ہو کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں! تو فرمایا کہ ہاں۔ اس طرح پھر تیسری مرتبہ دونوں جملے دریافت کئے اور یہی دونوں جواب سنے۔ مسیلمہ نے غصے میں آ کر حکم دیا کہ ایک عظیم الشان انبار لکڑیوں کا جمع کر کے آگ روشن کرو اور ابومسلم کو اس میں ڈال دو۔ اس کی حزب شیطان نے حکم پاتے ہی جہنم کا یہ نمونہ تیار کر دیا اور ابومسلمؒ کو بیدردی کے ساتھ اس میں ڈال دیا۔ مگر جس قادر مطلق نے حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے دہکتی آگ کو ایک پر فضا باغ اور برداً وسلاما بنا دیا تھا وہ حی وقیوم آج بھی اپنے رسول کی محبت میں جان نثاری کرنے والے ابومسلم کو دیکھ رہا تھا اس نے اس وقت پھر معجزہ ابراہیمی کی ایک جھلک دنیا کو دکھلا دی اور پیرویان نمرود کی ساری کوششیں خاک میں ملا دیں۔

حضرت ابومسلمؒ صحیح سالم اس آگ سے برآمد ہوئے تو مسیلمہ کذاب کے ساتھی خود متذبذب ہونے لگے اور مسیلمہ نے اس کو غنیمت سمجھا کہ کس طرح یہ یمن سے چلے جائیں حضرت ابومسلمؒ نے اس کو قبول کیا اور یمن کو چھوڑ کر مدینۃ الرسول ﷺ کی راہ لی۔ مدینہ طیبہ پہنچے تو مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہو کر ایک ستون کے پیچھے نماز پڑھنا شروع کر دی۔ اچانک حضرت عمر فاروقؓ کی نظر انپر پڑی تو بعد فراغت نماز دریافت کیا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ یمن سے۔

مسیلمہ کذاب کا یہ واقعہ کہ کسی مسلمان کو اس نے آگ میں جلا دیا ہے۔ بہت مشہور ہو چکا تھا اور حضرت عمر فاروقؓ بھی اس سے متاثر اور حقیقت دریافت کرنے کے مشتاق تھے چنانچہ انہوں نے اپنا پورا واقعہ سنا دیا۔ (تذکرہ مجاہدین ختم نبوت از مولانا اللہ وسایا ص ۹، ۱۰)

حبیب بن ام عمارہؓ شہید ختم نبوت

حضرت ام عمارہ کے صاحبزادے حبیب کا واقعہ ہے کہ ان کو مسیلمہ کذاب مدعی نبوت نے قید کر لیا اور طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کر کے نہایت بے دردی سے قتل کر دیا۔ یہ ظالم ان سے

دریافت کرتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں تو یہ فرماتے ''بیشک'' پھر پوچھتا کہ اس کی بھی گواہی دیتے ہو کہ میں بھی اللہ کا رسول ہوں تو یہ فرماتے ''ہرگز نہیں'' اس پر انکا ایک عضو کاٹ دیتا۔ پھر اسی طرح دریافت کرتا۔ اور جب وہ اس جھوٹے نبی کی نبوت سے انکار کرتے تو یہ بدبخت ایک عضو اور کاٹ دیتا۔ اس طرح ایک ایک کر کے اس نے سارا بدن ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ الغرض شہید ہو گئے مگر یہ گوارا نہ کیا کہ عقیدہ کے خلاف ایک لفظ بھی نکالیں۔ (''ص ۱۰،۱۱)

حضرت زید بن خارجہؓ کا کلام بعد الموت

حضرت زید بن خارجہؓ جو انصار کے سرداروں میں سے تھے۔ مرنے کے بعد آپ کی زبان سے یہ آواز نکل رہی تھی کہ '' محمد رسول الله النبی الامی خاتم النبیین لا نبی بعده الخ (ص ۱۱ بحوالہ ختم نبوت کامل ص ۲۷۷)

حضرت لاہوریؒ کا کشف

شاعر ختم نبوت جناب سید محمد امین گیلانی فرماتے ہیں کہ مولانا امین الحق حضرت لاہوریؒ سے مصروف گفتگو تھے اور میں حضرت کے سامنے دوزانو بیٹھا ہوا تھا۔ بار بار میرے جی میں خیال آتا کہ میں سید ہوتے ہوئے بھی اپنے اعمال بد کے ہاتھوں جہنمی ہوں اور حضرت لاہوریؒ نومسلم کی اولاد ہونے پر بھی اپنے اعمالِ خیر کے باعث جنتی ہیں گویا ایک جہنمی ایک جنتی کی زیارت کر رہا ہے۔ معاً حضرت مجھ سے مخاطب ہوئے ''نہ بیٹا نہ'' نہ بیٹا نہ'' اللہ کسی کو جہنم میں نہیں پھینکنا چاہتا۔ لوگ تو زبردستی جہنم میں کودتے ہیں۔ میں فوراً سنبھلا اور سوچا کسی نے سچ کہا ہے۔ بادشاہوں کے سامنے آنکھ کی حفاظت کرو۔ اور اولیاء اللہ کے سامنے دل کی۔ (''۴۱،۴۲)

سکندر مرزا پر خدا کی گرفت

دوسرے نمبر پر تحریک کا دشمن سکندر مرزا تھا۔ یہ تحریک کے دنوں ڈیفنس سیکرٹری تھا۔ مرزائی سیکرٹریوں سے مل کر تحریک کو تباہ کرنے کے درپے ہوا۔ سکندر مرزا نے اس وقت کے خواجہ ناظم الدین کو مجبور کر کے اور اونی پونی اجازت لیکر لاہور فوج کے حوالے کرا دیا اور کرفیو لگا دیا۔ جنرل اعظم نے ظلم کی انتہا کر دی۔ اور اس سے بھی بڑھ کر میجر ضیاء الدین قادیانی نے تو یہاں تک کیا کہ مرزائی نوجوانوں کو فوجی جیپوں میں سوار اور مسلح کر کے فوجی وردی کے ساتھ شہر میں گشت کے لئے بھیج ... ر حکم دیا کہ جہاں کہیں مسلمانوں کا اجتماع دیکھیں اس پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دیں۔ جیسا کہ منیر انکوائری رپورٹ میں پنجاب اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر کی شہادت سے معلوم ہوتا ہے۔ سکندر مرزا پر بھی خدا کی گرفت آئی۔ اس کا

جوان بیٹا جو ایئر فورس کا آفیسر تھا جہاز تباہ ہونے سے بھسم ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد ایوب خان کمانڈر انچیف نے سکندر مرزا سے اقتدار چھین لیا اور اسے مال بردار جہاز میں سوار کر کے انتہائی ذلت کے ساتھ کوئٹہ اور وہاں سے لندن بھیج کر جلاوطن کر دیا۔ سکندر مرزا کی یا تو یہ ٹھاٹ کہ ڈیفنس سیکرٹری کے بعد گورنر جنرل بنے یا پھر یہ ذلت و بے بسی کہ لندن میں ایک معمولی ہوٹل کے معمولی ملازم کے طور پر بقیہ زندگی برتن دھو کر گزار دی۔ اسی بیکسی میں لندن میں مر گیا۔ اس کی بیوی نے امانتاً لندن میں دفن کر دیا۔ پھر شہنشاہ ایران سے رابطہ کر کے اسے ایران لا کر دفن کر دیا۔ کیونکہ سکندر مرزا کی بیوی ناہید ایرانی تھی۔ اس لئے ایران میں دفن کرنے کی اجازت مل گئی لیکن شہدائے ختم نبوت کے خون کا رنگ دیکھئے اور قدرت کا انتقام ملاحظہ کیجئے۔ تھوڑے دنوں بعد شہنشاہ ایران کو اپنا ملک چھوڑنا پڑا۔ وہاں پر خمینی صاحب کی حکومت آگئی اس کے رضا کاروں نے سکندر مرزا کی قبر اکھاڑ کر میت کا تابوت باہر پھینک دیا۔ جسے کتے اور جنگلی جانور کھا گئے۔ ہڈیاں وغیرہ سمندر میں ڈال دی گئیں۔ فاعتبروا یااولی الابصار (۲" ۷، ۳ ۷)

مولانا شمس الدینؒ کے خون سے خوشبو آ رہی ہے

مولانا شمس الدین (بلوچستان) کو ایک سازش سے شہید کیا گیا مولانا سید امیر شاہ اور خان محمد زمان خان نے بتایا کہ مولانا شہیدؒ کے خون مقدس سے ایسی خوشبو آ رہی تھی کہ اس جیسی خوشبو کسی چیز میں نہیں دیکھی۔ کہ بعض افراد نے جن کے ہاتھوں کو خون لگ گیا تھا، سارا دن خون نہیں دھویا۔ یہ خوشبو لوگوں نے عام طور پر محسوس کی (۱۵۶")

مولانا شمس الدین کی قبر پر پھول برسنے لگے

متعدد حضرات نے راقم الحروف کو بتایا کہ جب قائدین جمعیۃ مولانا شہیدؒ کی قبر پر دعا میں مصروف تھے اس وقت جلوس پر اوپر سے سفید رنگ کے پھول برس رہے تھے جو کئی لوگوں نے اٹھائے۔ بعض لوگوں کو خیال ہوا کہ شاید ہوا کے ساتھ قریبی باغ سے بادام کے درختوں کے پھول اڑ کر آ رہے ہیں لیکن جب ان پھولوں سے موازنہ کیا تو یہ پھول باداموں کے پھولوں سے قطعی مختلف تھے۔ لوگوں نے بجا طور پر پراسے شہیدؒ کی کرامت سمجھا (۱۰۶)

جسٹس منیر کا شاہ جی سے سوال

مولانا محمد یوسف لدھیانوی نے فرمایا کہ مسٹر جسٹس منیر نے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں ایک دن حضرت امیر شریعتؒ سے عدالت کے کٹہرے میں پوچھا کہ سنا ہے آپ کہتے ہیں کہ اگر مرزا قادیانی میرے زمانہ میں نبوت کا دعویٰ کرتا تو میں اسے قتل کر دیتا۔ شاہ جیؒ نے برجستہ فرمایا کہ "اب کوئی

کر کے دیکھ لے'' اس پر عدالت میں سامعین نے نعرہ تکبیر لگایا۔ اللہ اکبر کی صدا سے ہائیکورٹ کے درودیوار گونج اٹھے۔ جسٹس منیر سر پٹاتے ہوئے بولا کہ ''توہین عدالت'' شاہ جیؒ نے زناٹے دار آواز میں فرمایا کہ ''توہین رسالت''؟ اس پر پھر عدالت میں تاج وتخت ختم نبوت زندہ باد کی صدا بلند ہوگئی۔ جج نے سر جھکا لیا۔ باطل ہار گیا حق جیت گیا۔ (۱۸۹'')

مسئلہ ختم نبوت پر شاہ جیؒ کی حساس طبعی

۱۹۵۰ء میں ختم نبوت کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے شاہ جیؒ نے فرمایا ''ختم نبوت کی حفاظت میرا ایمان ہے جو شخص بھی اس ردا (چادر) کو چوری کریگا، جی نہیں چوری کا حوصلہ کریگا میں اس کے گریبان کی دھجیاں اُڑادوں گا۔ میں میاںؐ (حضور ﷺ) کے سوا کسی کا نہیں نہ اپنا نہ پرایا۔ میں انہی کا ہوں وہی میرے ہیں جس کے حسن و جمال کو خود رب کعبہ نے قسمیں کھا کھا کر آراستہ کیا ہو، میں ان کے حسن و جمال پر نہ مرمٹوں تو لعنت ہے مجھ پر اور لعنت ہے اُن پر جو اُن کا نام تو لیتے ہیں لیکن سارقوں (چوروں) کی خیرہ چشمی کا تماشا دیکھتے ہیں (چٹان) (۱۸۹'')

شہدائے ختم نبوت کا ذمہ دار کون؟

تحریک ختم نبوت کے بعد جب قید سے رہا ہو چکے تھے غالباً ۱۹۵۵ء میں فیصل آباد دھوبی گھاٹ کے میدان میں ضعیفی اور علالت کے سبب بیٹھ کر تقریر فرمارہے تھے۔ دوران تقریر میں کسی نے ایک چٹ بھیج دی۔ لکھا ہوا تھا کہ جو لوگ ختم نبوت کی تحریک میں شہید ہوئے ان کا ذمہ دار کون ہے؟ شاہ جیؒ نے پڑھا تو جوش میں آ کر کھڑے ہو گئے اور گرج کر فرمایا سنو ان شہداء کا میں ذمہ دار ہوں۔ نہیں نہیں آئندہ بھی جو حضور اکرم ﷺ کی عزت و ناموس کی خاطر شہید ہوں گے ان کا بھی میں ذمہ دار ہوں۔ تم بھی گواہ رہو (اور آسمان کی طرف منہ کر کے فرمایا) اے اللہ تو بھی گواہ رہ، ان شہداء کا میں ذمہ دار ہوں اور جب تک یہ مسئلہ حل نہیں ہوتا، اگر میں زندہ رہا اور موقع ملا تو پھر بھی ایسا ہی ہوگا۔ اگر کل مسلمان حضور ﷺ کی جوتی کے تسمے پر قربان ہو جائیں تو پھر بھی حق ادا نہ ہوگا۔ ان جملوں سے سامعین تڑپ اٹھے۔ لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے اور ختم نبوت زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے فضا گونج اٹھی۔ (۱۹۱'')

علامہ کشمیریؒ نے شاہ جیؒ کے ہاتھ پر بیعت کی

امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے تحریک ختم نبوت کو باقاعدہ منظم کرنے کے لئے خطیب امت حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو امیر شریعت مقرر کیا اور انجمن خدام الدین کے ایک

عظیم الشان اجلاس منعقدہ مارچ ۱۹۳۰ء میں ان کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر ہندوستان کے ممتاز ترین پانچ سو علماء کی بیعت ان کے ہاتھ کرائی۔۔۔۔۔اس موقع پر امیر شریعت نے فرمایا: آپ یہ نہ سمجھیں کہ حضرت (مولانا سید محمد انور شاہؒ) نے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے بلکہ حضرتؒ نے مجھے اپنی غلامی میں قبول فرمایا ہے''۔ یہ کہہ کر شاہ جی زار و قطار رونے لگے اور ان کا سارا جسم کانپنے لگا (حیات امیر شریعت ص ۱۵۵، ص ۱۹۲)

شاہ جیؒ کے بارے میں حضرت لاہوریؒ کا مکاشفہ

مولانا عبید اللہ انور صاحبؒ نے یہ بھی تحریر فرمایا: حضرت لاہوریؒ نے ایک دفعہ جمعہ کے خطبہ میں فرمایا حکومت کہتی ہے عطاء اللہ شاہ فساد پھیلاتا ہے۔ ان اللہ کے بندوں کو معلوم نہیں کہ اگر عطاء اللہ شاہ فساد پر آمادہ ہو جائے تو مرزائیت کا قلعہ قائم نہیں رہ سکتا۔ میں کہتا ہوں اگر بخاریؒ شام کو حکم دے دیں تو صبح ہونے سے پہلے ربوہ کی اینٹ سے اینٹ بج جائے۔ پھر فرمایا حکومت کی گولیوں اور بندوقوں میں وہ طاقت نہیں جو علماء کی زبان میں ہے۔ ہمارے ایک عطاء اللہ شاہ بخاری بحمد اللہ سب پر بھاری ہیں۔ اور جب تک وہ زندہ ہیں اسلام کو کوئی خطرہ نہیں۔ ایک مرتبہ تو حضرتؒ نے شاہ جیؒ کے متعلق یہاں تک ارشاد فرمایا محشر کا دن ہوگا رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہوں گے۔ صحابہ بھی ساتھ ہوں گے۔ بخاریؒ آئیگا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معانقہ فرمائیں گے اور کہیں گے بخاری! تیری ساری زندگی عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت میں گزری اور کتاب وسنت کی اشاعت میں صرف ہوئی آج میدان حشر میں تیرا شفیع میں ہوں، تیرے لئے کوئی باز پرس نہیں۔ جا اپنے ساتھیوں سمیت جنت میں داخل ہو جا۔ تیرے اور تیری جماعت کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھلے ہیں۔ جس طرف سے چاہو داخل ہو جاؤ، کھلے بندوں جنت میں داخل ہو سکتے ہو۔ (''۱۹۱، ۱۹۲)

شاہ جیؒ کا عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

شاہ جیؒ نے ایک دفعہ تقریر میں فرمایا۔ قادیان کانفرنس کے خطبہ پر دفعہ ۱۵۳ کے تحت مجھ پر مقدمہ چلایا جا رہا ہے۔ اس کی سزا زیادہ سے زیادہ صرف دو سال قید ہے۔ میرا جرم یہ ہے کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم ہوں۔ اس جرم میں یہ سزا بہت کم ہے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس پر ہزار جاں سے قربان ہونے کو تیار ہوں۔ مجھے شیروں اور چیتوں سے ٹکڑے ٹکڑے کرایا جائے اور پھر کہا جائے کہ تجھے بجرم عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم یہ تکلیفیں دی جا رہی ہیں تو میں خندہ پیشانی سے اس سزا کو قبول کروں گا۔ میرا آٹھ سالہ بچہ عطاء المنعم اور اس جیسے خدا کی قسم ہزار بچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفش (جوتے) پر سے نچھاور کر دوں۔ (ایضاً ۱۹۵ بحوالہ مختصر سوانح از خان کابلی)

شاہ جیؒ کو پان میں زہر دیا گیا

مئی ۱۹۲۳ء کو امیر شریعتؒ شجاع آباد میں جلسہ میں شرکت کیلئے تشریف لے گئے۔ نماز ظہر کے بعد جلسہ سے خطاب کیلئے اٹھے تو مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ سے فرمایا قاضی جی؟ پان نہیں کھلاؤ گے؟ حضرت قاضی صاحب نے حاجی نور محمد سے کہا۔ آپ جا کر پان لے آئیں۔ حاجی صاحب پان لینے کیلئے چلے ہی تھے کہ ایک آدمی نے کہا میں شاہ صاحب کیلئے پان لے کر آیا ہوں اور پان حاجی صاحب کو دیدیا۔ جب امیر شریعتؒ نے پان منہ میں رکھا تو ایک منٹ بعد ہی تھوک دیا اور کہا قاضی جی! آپ نے تو مجھے مروادیا۔ قاضی احسان احمد شجاع آبادی نے شاہ صاحب کے منہ کے سامنے ہاتھ رکھا جو پان امیر شریعت نے قاضی صاحبؒ کے ہاتھ پر اگلا تھا اس نے قاضی صاحب کے ہاتھ کو سیاہ کر دیا اور اتنا تیز زہر تھا کہ قاضی صاحب کا ہاتھ پھول گیا۔ جلسہ ختم کر دیا گیا۔ ڈاکٹر سے شاہ صاحب کا علاج شروع کر وایا۔ زہر پیشاب و پاخانے میں خارج ہونا شروع ہوئی اور تین بجے رات حضرت امیر شریعتؒ نے آنکھیں کھولیں۔ ڈاکٹر صاحب نے قاضی صاحب کو مبارک باد دی اور بتایا کہ شاہ جی کی حالت خطرے سے باہر ہے۔ ("۲۰۱)

علماء کو مولانا محمد علی جالندھریؒ کی نصیحت

علماء کرام کو خبردار کرتا ہوں کہ ان کی یہ درسگاہیں جوان کے لئے آرام گاہیں بن چکی ہیں انہیں میسر نہیں رہیں گی۔ جب ایسی حالت آجائے تو ثابت قدمی سے دین پر خود بھی قائم رہیں اور اشاعتِ دین بھی کرتے رہیں۔ ایسے حالات میں رستوں پر بیٹھ کر اور درختوں کے سائے میں ڈیرہ ڈال کر اللہ کریم کا دین پڑھاتے اور سکھاتے رہیں۔ آپ کے اسلاف نے ایسا کر کے دکھایا ہے۔ اسلام کے برعکس ایسے حالات بھی آئیں گے کہ ملازمت یا عہدہ کا لالچ دیکر علماء کو خدمت دین سے باز رکھا جائیگا۔ خدارا بھوکوں مرجانا مگر اللہ کریم کے دین سے بے وفائی کر کے اس دنیا کی فنا ہونے والی عزت پر نقد دین نہ لٹوانا، دین سکھاتے رہنا، بیشک کچھ ہو جائے ("۲۰۹)

مولانا عبدالستار خان نیازی کی جرأت مندی

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مولانا عبدالستار خان نیازی نے سزائے موت کا فیصلہ سن کر کہا: بس اس سے بھی بڑی سزا ہے تو دے دیجئے۔ میں ناموس مصطفیٰ ﷺ کی خاطر سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہوں (ایضاً ۲۱۷، ۲۱۸)

مولانا نیازی کا بیان ہے کہ جب تحریک ختم نبوت کے مقدمہ کے بعد میری رہائی ہوئی تو

پر لیس والوں نے میری عمر پوچھی۔ اس پر میں نے کہا تھا ''میری عمر وہ سات دن اور آٹھ راتیں ہیں جو میں نے ناموسِ رسالت ﷺ کے تحفظ کی خاطر پھانسی کی کوٹھی میں گزاری ہیں۔ کیونکہ یہی میری زندگی ہے اور باقی شرمندگی۔ مجھے اپنی زندگی پر ناز ہے (۲۱۸) ۱۴ مئی کو آپ کی سزائے موت عمر قید میں تبدیل کر دی گئی اور پھر مئی ۱۹۵۵ء کو آپ کو باعزت طور پر بری کر دیا گیا ("۲۲۱)

مولانا غلام غوث ہزاروی اپنے اکلوتے بیٹے کو حالت نزع میں چھوڑ کر مناظرہ کیلئے نکلے

مولانا غلام غوث ہزارویؒ کا اکلوتا بیٹا زین العابدین بیمار ہوا۔ مولانا گھر پر تھے اس کی بیماری شدت اختیار کرتی گئی۔ حتی کہ اس کی زندگی سے مایوسی کے آثار ہو گئے۔ اس دن مولانا نے مشہور قادیانی مبلغ اللہ دتہ جالندھری سے ہزارہ کے علاقہ میں مناظرہ کیلئے جانا تھا۔ مولانا اپنے اکلوتے جواں سال صاحبزادے کو اس حالت میں چھوڑ کر روانہ ہو گئے۔ ابھی اڈہ پر پہنچے تھے کہ پیچھے سے آدمی دوڑتا ہوا آیا اور پیغام دیا کہ بچے کا انتقال ہو گیا۔ آپ نے ٹھنڈا سانس لیا۔ ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا اور اس آدمی کو کہا کہ گھر جا کر غسل دیں، کفن پہنائیں، جنازہ پڑھیں اور دفن کر دیں، میرا اس مناظرہ کیلئے جانا ضروری ہے۔ جنازہ پڑھنا فرض کفایہ ہے اور مقرر شدہ مناظرہ کرنا میرے لئے فرض عین ہے ورنہ کئی آدمیوں کے گمراہ ہونے کا خطرہ ہے۔ میں جا رہا ہوں یہ کہہ کر استقامت و ایثار کا بے تاج بادشاہ غلام غوث ہزارویؒ بس میں سوار ہو کر مناظرہ کیلئے مقررہ مقام کی طرف روانہ ہوئے ("۲۲۸، ۲۲۹)

انتقال کے بعد مولانا ہزارویؒ کی نورانیت

مولانا انتقال کے وقت چالیس روپے کے مقروض تھے۔ جس مکان میں انتقال ہوا، بارش کے وقت اس کی چھت ٹپک رہی تھی۔ بجلی بارش کے باعث چلی گئی۔ گھپ اندھیرا میں آپ کا چہرہ مرکری بلب کی طرح روشن تھا۔ یہ ان کی مقبولیت عند اللہ کی دلیل ہے۔ جن لوگوں نے آپ کی زندگی میں اس فقیر بے نوا پر زبان طعن بلند کی ان کو خداوند کریم سے اپنے خاتمہ بالخیر کی دعا کرنی چاہئے۔ ("۲۳۰)

پیر صاحب گولڑہ شریف اور شیخ القرآن

حضرت صاحبزادہ محی الدینؒ گولڑہ شریف اور راولپنڈی کے مشہور عالم دین مولانا غلام اللہ خانؒ کا اختلاف کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں لیکن حضرت پیر گولڑہ شریف نے اعلان کیا: حضور سرور کائنات ﷺ کی ختم نبوت کے تحفظ کیلئے میں مولانا غلام اللہ خانؒ کے جوتے اٹھانے کیلئے تیار ہوں ("۲۴۲)

تحریک ختم نبوت میں حضرت بنوریؒ کا عزم بالجزم

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ کے دوران مردان کے ایک

عظیم اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ''میں نے آخری فیصلہ کیا ہوا ہے کہ اپنے سامان میں اپنے ساتھ کفن رکھا ہوا ہے یا تو قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت تسلیم کیا جائیگا یا ہم اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیں گے۔ اس کے علاوہ اور کوئی تیسری راہ نہیں (''۲۵۴)

اسی تحریک میں جب اپنے قائم کردہ مدرسہ اسلامیہ کراچی سے روانہ ہونے لگے تو مولانا مفتی ولی حسن کو بلا کر فرمایا کہ میں اپنے ساتھ کفن لئے جا رہا ہوں پھر سامان سے کفن نکال کر دکھایا اور فرمایا۔ زندہ رہا تو واپس آ جاؤں گا اگر شہید ہو گیا تو یہ مدرسہ تمہارے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ اس کی حفاظت کرنا۔ (''۲۵۴)

پہلے بنوری اپنی گردن کٹوائے گا

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں جب طلباء جلسہ وجلوس میں حصہ لینے لگے تو حضرت بنوری نے خطاب کرتے ہوئے کہا: ضرورت پڑی تو سب سے پہلے بنوری اپنی گردن کٹوائے گا، پھر آپ کی باری آئے گی (''۲۵۶)

ایک عورت قرآن کی آیت سے جواب دیتی تھی

عبداللہ واسطی کہتے ہیں کہ میں نے عرفات میں ایک عورت کو دیکھا کہ یہ کہہ رہی ہے جس کو خدا ہدایت کرے اس کا کوئی گمراہ کرنے والا نہیں (مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ) اور جس کو وہ گمراہ کرے اس کا کوئی ہدایت کرنے والا نہیں۔ پس مجھے معلوم ہوا کہ وہ راہ گم کردہ ہے۔ پھر میں نے اس سے پوچھا کہ اے نیک بخت تیرا کہاں سے آنا ہوا؟ اس نے کہا سُبْحَانَ اللّٰهِ الَّذِيْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى تب مجھے معلوم ہوا کہ بیت المقدس سے آئی ہے۔ پھر میں نے کہا کس وجہ سے آنا ہوا؟ وہ بولی وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا. پھر میں نے پوچھا تیرا خاوند ہے؟ اس نے کہا وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ پھر میں نے پوچھا اونٹ پر سوار ہو گی؟ اس نے کہا وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ جب اس نے سوار ہونے کا ارادہ کیا تو بولی قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ میں نے اس کی طرف سے اپنا منہ پھیر لیا۔ جب وہ سوار ہو چکی تو میں نے اس کا نام پوچھا۔ وہ بولی وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ پھر میں نے پوچھا تیری اولاد ہے؟ اس نے کہا وَوَصّٰى بِهَا اِبْرٰهِيْمُ بَنِيْهِ. مجھے معلوم ہوا کہ اس کی اولاد ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ ان کے نام کیا ہیں؟ اس نے کہا كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا، وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا. يَا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ. یعنی ان کے نام موسیٰ، ابراہیم اور داؤد ہیں) میں نے پوچھا وہ کہاں ہیں کہ میں انہیں تلاش کروں۔ اس نے کہ

وَعَلَامَاتٍ ط وَ بِالنَّجمِ هُمْ يَهْتَدُوْن. مجھے معلوم ہوا کہ وہ قافلہ کے راہبر ہیں۔ میں نے پوچھا اے مریم کچھ کھائے گی؟ اس نے جواب دیا اِنِّـیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا. مجھے معلوم ہوا کہ وہ روزہ دار ہے۔ جب ہم اس کے لڑکوں کے پاس پہنچے تو وہ اسے دیکھ کر رونے لگے اور کہنے لگے یہ ہماری ماں ہے کہ تین دن سے گم تھی۔ اور اس کی نذر یہ ہے کہ سوائے قرآن کے کوئی بات نہ کرے۔ اس کے بعد وہ بولی۔ اِبْعَثُوا بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖ اِلَى الْمَدِيْنَةِ (یعنی کسی کو کھانا لانے کیلئے بھیج دو) اس کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ رو رہے تھے میں نے سبب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ حالت نزع میں ہے۔ میں نے پاس جا کے اس سے کیفیت پوچھی (کہ کیا حال ہے) اس نے جواب دیا وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ (اور موت کی شدت حق کے ساتھ آ پہنچی) جب اس کا انتقال ہو گیا تو میں نے اسی شب کو اس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا تو کہاں ہے؟ اس نے کہا اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ خدا ایسی عورتوں سے رضامند ہے۔ (رضی اللہ عنہن) اور رحمہا اللہ ایسی بہت ہیں (نزہۃ المجالس جلد دوم ص ۳۷، ۳۸)

ایک مجنون قرآن کی آیت سے جواب دیتا تھا

اصمعیؒ نے کہا ہے کہ میں نے بصرہ میں ایک مجنون کو قرآن سے گفتگو کرتے دیکھا تھا میں نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا اِنْ كُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالارض اِلَّا اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا. میں نے پوچھا کہاں سے آنا ہوا اور کہاں کا ارادہ ہے اس نے کہا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ. میں نے پوچھا تیرے ساتھ کون ہے؟ اس نے کہا وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ. میں نے پوچھا کیا تجھے زادراہ کی حاجت ہے؟ اس نے کہا وَ فِی السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَ مَا تُوْعَدُوْنَ ۔ میں نے اس سے کہا مجھے کچھ نصیحت کر۔ اس نے کہا اِتَّقُوْا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ ("ص ۳۸)

شیطان نے حضرت معاویہ کو تہجد کیلئے جگایا

حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی قدس اللہ سرہٗ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ لکھا ہے۔ حضرت معاویہ تہجد کی نماز کے لئے اٹھا کرتے تھے، ایک دن تہجد کے وقت آنکھ نہ کھلی۔ حتی کہ تہجد کا وقت نکل گیا۔ چونکہ اس سے پہلے کبھی تہجد کی نماز نہیں چھوٹی تھی۔ پہلی مرتبہ یہ واقعہ پیش آیا تھا کہ تہجد کی نماز چھوٹ گئی۔ چنانچہ اس وجہ سے انکو اس قدر ندامت اور رنج ہوا کہ سارا دن روتے روتے گزار دیا کہ یا اللہ مجھ سے آج تہجد کی نماز چھوٹ گئی جب اگلی رات کو سوئے تو تہجد کے وقت ایک بزرگوار نے تشریف لا کر آپ کو تہجد کے لئے جگانا شروع کر دیا کہ اٹھ کر تہجد پڑھ لو۔ حضرت معاویہ فوراً اٹھ گئے اور اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اور یہاں کیسے آئے؟ اس نے جواب دیا کہ میں وہی بدنام زمانہ ابلیس

اور شیطان ہوں۔ حضرت معاویہؓ نے پوچھا کہ تمہارا کام تو انسان کو غفلت میں مبتلا کرنا ہے، نماز کے لئے اٹھانے سے تمہارا کیا کام ؟ شیطان نے کہا اس سے بحث مت کرو، جاؤ، تہجد پڑھو، اور اپنا کام کرو، حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ نہیں، پہلے بتاؤ، کیا وجہ ہے؟ مجھے کیوں اٹھا رہے تھے؟ جب تک نہیں بتاؤ گے میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔ جب بہت اصرار کیا تو شیطان نے بتایا کہ بات دراصل یہ ہے کہ گزشتہ رات آپ پر میں نے غفلت طاری کردی تھی تا کہ آپ کی تہجد کی نماز فوت ہو جائے، چنانچہ آپ کی تہجد کی نماز فوت ہوگئی۔ لیکن تہجد چھوٹ جانے کے نتیجے میں آپ نے سارا دن روتے روتے گزار دیا۔ اور اس رونے کے نتیجے میں آپ کے اتنے درجات بلند ہو گئے کہ اگر آپ اٹھ کر تہجد پڑھ لیتے تو آپ کے درجات اتنے بلند نہ ہوتے۔ یہ تو بہت خسارے کا سودا ہوا، اس لئے میں نے سوچا کہ آج آپکو اٹھا دوں تا کہ اور زیادہ درجات کی بلندی کا راستہ پیدا نہ ہو (اصلاحی خطبات از مولانا تقی عثمانی مدظلہ ج ۶ ص ۵۱)

حضرت عبداللہ بن مبارک کی بیمار پرسی کرنے والا نادان شخص

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ جو بہت اونچے درجے کے صوفیاء میں سے ہیں۔ محدث بھی ہیں، فقیہ بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سے کمالات سے نوازا تھا۔ ایک مرتبہ بیمار ہوئے۔ آپ کو چونکہ اللہ تعالیٰ نے بہت اونچا مقام عطا فرمایا تھا۔ اس لئے آپ سے محبت کرنے والے لوگ بھی بہت تھے، اس لئے بیماری کے دوران عیادت کرنے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا، لوگ آرہے ہیں اور خیریت پوچھ کر واپس جارہے ہیں۔ لیکن ایک صاحب ایسے آئے جو وہیں جم کر بیٹھ گئے اور واپس جانے کا نام ہی نہیں لیتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی خواہش یہ تھی کہ یہ صاحب واپس جائیں تو میں اپنے ضروری کام بلا تکلف انجام دوں اور گھر والوں کو اپنے پاس بلاؤں۔ مگر وہ صاحب تو ادھر ادھر کی باتیں کرنے میں لگے رہے۔ جب بہت دیر گزر گئی اور وہ شخص جانے کا نام ہی نہیں لے رہا تو آخر آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ بھائی یہ بیماری تو اپنی جگہ تھی مگر عیادت کرنے والوں نے الگ پریشان کر رکھا ہے، نہ مناسب وقت دیکھتے ہیں اور نہ آرام کا خیال کرتے ہیں اور عیادت کے لئے آجاتے ہیں۔ اس شخص نے جواب میں کہا کہ حضرت یقیناً ان عیادت کرنے والوں کی وجہ سے آپ کو تکلیف ہو رہی ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں دروازہ کو بند کردوں گا؟ تا کہ آئندہ کوئی عیادت کرنے کیلئے نہ آئے۔ وہ اللہ کا بندہ پھر بھی نہ سمجھا کہ میری وجہ سے حضرت کو تکلیف ہو رہی ہے۔ آخر کار حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے اس سے فرمایا کہ ہاں! دروازہ بند تو کردو مگر باہر جا کر بند کردو۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو یہ احساس ہی نہیں ہوتا کہ ہم تکلیف پہنچا رہے ہیں بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم تو ان کی خدمت کر رہے ہیں۔ (اصلاحی خطبات ج ۶ ص ۲۷۱، ۲۷۳)

حضرت مفتی اعظمؒ نے اپنے استاد کی عیادت کی

میرے والد ماجد (حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے ایک بے تکلف اور محبت کرنیوالے استاد حضرت میاں اصغر حسین صاحبؒ ایک مرتبہ بیمار ہو گئے تو حضرت والد صاحب ان کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے، مسنون طریقے سے عیادت کی، جا کر سلام کیا، خیریت معلوم کی اور دعا کی، اور دو چار منٹ کے بعد واپس جانے کی اجازت طلب کی۔ تو میاں اصغر حسین صاحبؒ نے فرمایا کہ میاں: یہ جو تم نے اصول پڑھا ہے کہ: مَن عَادَ مِنكُمْ فَلْيُخَفِّفْ (یعنی جو شخص عیادت کرے وہ ہلکی پھلکی عیادت کرے) کیا یہ میرے لئے ہی پڑھا تھا یہ قاعدہ میرے اوپر آزمارہے ہو؟ ارے یہ اصول اس وقت نہیں ہے جب بیٹھنے والے کے بیٹھنے سے مریض کو آرام اور راحت ملے، تسلی ہو، اس لئے جلد واپس جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ آرام سے بیٹھ جاؤ چنانچہ حضرت والد صاحب بیٹھ گئے، بہر حال ہر جگہ کے لئے ایک ہی نسخہ نہیں ہوتا بلکہ جب موقع ہو جیسے حالات ہوں ویسے ہی عمل کرنا چاہئے۔ (۱۱ ص ۱۷۴)

حضرت معروف کرخیؒ ہر وقت ذکر میں مشغول رہتے

حضرت معروف کرخیؒ بڑے درجے کے اولیاء میں سے ہیں اور حضرت جنید بغدادیؒ کے دادا پیر ہیں۔ حضرت جنید بغدادیؒ حضرت سری سقطیؒ کے خلیفہ ہیں۔ اور حضرت سری سقطیؒ حضرت معروف کرخیؒ کے خلیفہ ہیں۔ ہر وقت ذکر اللہ میں مصروف رہتے تھے۔ کوئی وقت ذکر اللہ سے خالی نہ تھا۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ حجام سے حجامت بنوا رہے تھے۔ جب مونچھیں بنانے کا وقت آیا تو حجام نے دیکھا کہ زبان حرکت کر رہی ہے اور ہونٹ ہل رہے ہیں۔ حجام نے کہا حضرت تھوڑی دیر کے لئے منہ بند کر لیجئے۔ تاکہ میں آپ کی مونچھیں بنالوں۔ حضرت نے جواب دیا کہ تم تو اپنا کام کر رہے ہوں، میں اپنا کام نہ کروں: (تـه بـه خپـل کـار کـوے او زه بـه خپـل کـار نـه کـوم ؟) آپ کا یہ حال تھا۔ ہر وقت زبان پر ذکر جاری تھا۔ (اصلاحی خطبات ج ۶ ص ۱۹۳)۔

حضرت معروف کرخیؒ نے سقے کی دعا لینے کی خاطر نفلی روزہ توڑ دیا

حضرت معروف کرخیؒ ہی کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ سڑک پر سے گزر رہے تھے راستے میں دیکھا کہ ایک سقہ (مشکی) لوگوں کو پانی پلا رہا ہے اور آواز لگا رہا ہے کہ "اللہ اس بندے پر رحم کرے جو مجھ سے پانی پیئے" حضرت معروف کرخیؒ اس سقہ کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ ایک گلاس پانی مجھے بھی پلا دو۔ چنانچہ اس نے دیدیا۔ آپ نے پانی لیکر پی لیا۔ ایک ساتھی جو اُن کے ساتھ تھے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت! آپ تو روزے سے تھے اور آپ نے پانی پی کر روزہ توڑ دیا!! آپ نے فرمایا کہ یہ اللہ کا بندہ دعا

کررہا تھا کہ اللہ اس بندے پر رحم کرے جو مجھ سے پانی پی لے، مجھے خیال آیا کہ یا معلوم اللہ تعالیٰ اس کی دعا میرے حق میں قبول فرمالے، نفل روزہ جو توڑ دیا اس کی قضا تو بعد میں کرلوں گا، لیکن بعد میں اس بندے کی دعا مجھے مل سکے گی یا نہیں۔ اس لئے میں نے اس بندے کی دعا لینے کیلئے پانی پی لیا۔ اب آپ اندازہ لگائیے کہ اتنے بڑے اللہ کے ولی، اتنے بڑے بزرگ، اتنے بڑے صوفی، لیکن ایک معمولی سے سقے سے دعائیں لینے کے حریص ہوتے ہیں کہ پتہ نہیں کس کی دعا ہمارے حق میں قبول ہوجائے (" ص ۱۹۴)

ماں کا نافرمان قبر سے نکل کر گدھے کی طرح چیختا تھا

میں نے ترغیب وترہیب میں بروایت بعض تابعین دیکھا ہے کہ ان کا کسی قبیلہ پر گذر ہوا۔ وہاں انہیں گورستان نظر پڑا۔ عصر کے بعد اس میں سے ایک قبر شق ہوگئی اور اس کے اندر سے ایک آدمی نکل آیا۔ اس کا سر گدھے کا سا تھا اور بدن آدمی کا سا، تین مرتبہ گدھے کی بولی بولا (آواز نکالی) پھر قبر اس کے اوپر جڑ گئی۔ پھر اس کی عورت سے اس کا حال پوچھا تو اس نے بتلایا کہ یہ شراب پیا کرتا تھا اور اس کی ماں اس سے کہتی تھی کہ خدا سے ڈرو تو کہتا تھا تو گدھے کی طرح چلایا کر۔ پھر عصر کے بعد مرگیا۔ اسی وجہ سے عصر کے بعد اس کی قبر پھٹ جاتی ہے۔ اور وہ نکل کر تین بار گدھے کی بولی بولتا ہے (نزہۃ المجالس ج ا ص ۳۹۹)۔

ہرنوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی زیارت کی اور آپ سے دعا لی

علامہ دمیریؒ نے حیواۃ الحیوان میں ذکر کیا ہے کہ آدم علیہ السلام جب زمین پر اتارے گئے تو جنگل کے تمام وحشی جانور آکر آپ کو سلام کرتے تھے اور زیارت سے مشرف ہوتے تھے۔ آپ ہر جنس کو اس کے مناسب دعا دیتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ ہرنوں کی ایک جماعت آئی آپ نے ان کو بھی دعا دی اور پیٹھ پر ہاتھ پھیرا ان میں مشک کے نافہ (د مشکو نافے) پیدا ہوگئے۔ دوسرے گروہ نے ان سے اس کا سبب پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ ہم آدم علیہ السلام کی زیارت کرنے گئے تھے۔ انہوں نے ہمیں دعا دی تھی اور ہماری پیٹھ پر ہاتھ پھیرا تھا، اس وجہ سے یہ بات پیدا ہوگئی، اس پر وہ گروہ بھی گیا۔ انہوں نے ان کو بھی دعا دی اور پیٹھ پر ہاتھ پھیرا لیکن انہیں کچھ نہیں ملا۔ تب وہ ان سے کہنے لگے کہ ہم نے بھی تمہاری طرح کیا لیکن ہمیں تو کچھ بھی نہ حاصل ہوا۔ انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ ہم نے خدا کے واسطے ان کی زیارت کی تھی اور تم نے مشک کیلئے۔ اس لئے ہم کامیاب ہوئے اور تم محروم رہے (نزہۃ المجالس ج ا ص ۶)۔

جاہل معتقدین نے اپنے ہاں روکنے کیلئے بزرگ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا

حضرت تھانویؒ کے مواعظ میں ایک قصہ لکھا ہے کہ ایک بزرگ کسی علاقے میں چلے گئے، وہاں کے لوگوں کو ان بزرگ سے اتنی عقیدت ہوئی کہ انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ان بزرگ کو اب باہر نہیں جانے دیں گے، ان کو یہیں رکھیں گے تاکہ ان کی برکت حاصل ہو۔ اور اس کی صورت یہ سمجھ میں آئی کہ ان بزرگ کو قتل کر کے یہاں دفن کر دیا جائے تاکہ ان کی برکت اس علاقے سے باہر نہ نکل جائے۔ جوش محبت میں بے عقلی کا جو انداز ہے اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔ محبت وہ ہے جس سے محبوب کو راحت اور آرام ملے۔ (اصلاحی خطبات ج۶ ص ۲۰۷)

خاتمہ خراب ہو تو انسان سے کتا بھی اچھا

میرے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ نے ایک بزرگ کا واقعہ سنایا کہ ایک اللہ والے بزرگ کہیں جا رہے تھے کچھ لوگوں نے ان کا مذاق اڑایا۔ جس طرح آج کل صوفی اور سیدھے سادے مولوی کا لوگ مذاق اڑاتے ہیں۔ بہر حال مذاق کرنے کیلئے ایک شخص نے ان بزرگ سے پوچھا کہ یہ بتایئے کہ آپ اچھے ہیں یا میرا کتا اچھا ہے؟ اس سوال پر ان بزرگ کو نہ تو غصہ آیا، نہ طبیعت میں کوئی تغیر اور تکدر پیدا ہوا۔ اور جواب میں فرمایا کہ ابھی تو میں نہیں بتا سکتا کہ میں اچھا ہوں یا تمہارا کتا اچھا ہے۔ اس لئے کہ پتہ نہیں کس حالت میں میرا انتقال ہو جائے۔ اگر ایمان اور عمل صالح پر میرا خاتمہ ہو گیا تو میں اس صورت میں تمہارے کتے سے اچھا ہوں گا اور اگر خدا نہ کرے، میرا خاتمہ برا ہو گیا تو یقینا تمہارا کتا مجھ سے اچھا ہے، اس لئے کہ وہ جہنم میں نہیں جائے گا اور اس کو کوئی عذاب نہیں دیا جائیگا، اللہ کے بندوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ خاتمے پر نگاہ رکھتے ہیں (اصلاحی خطبات (۶ ص ۲۲۹)۔

حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کو ایک شخص نے بھرے مجمعے میں حرام زادہ کہا (آپ کا ردعمل)

حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ ایک دن دہلی کی جامع مسجد میں وعظ فرما رہے تھے تو ایک آدمی نے حضرت کو تکلیف پہنچانے کے لئے بھرے مجمع میں کھڑے ہو کر کہا کہ ''مولانا! ہم نے سنا ہے کہ آپ حرام زادے ہیں؟'' اندازہ لگایئے: کہ اتنے بڑے عالم، اور شاہی خاندان کے ایک فرد ہیں ان کو مغلظ گالی دیدی۔ کوئی اور ہوتا تو نہ جانے وہ اس کہنے والے پر کتنا غصہ نکالتا۔ وہ اگر چھوڑ دیتا تو اس کے حوالی اس کی تکہ بوٹی کر دیتے۔ لیکن یہ پیغمبروں کے وارث ہیں۔ چنانچہ جواب میں فرمایا'' آپ کو غلط

اطلاع ملی ہے۔ میری والدہ کے نکاح کے گواہ تو اب بھی دلی میں موجود ہیں'' یہ ہیں پیغمبرانہ اخلاق، اور پیغمبرانہ سیرت کہ گالی کا جواب بھی گالی سے نہیں دیا جا رہا ہے (''ص ۲۳۴)

مکھی پر رحم مغفرت کا سبب

میں نے اپنے شیخ حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب قدس اللہ سرہ سے یہ واقعہ سنا کہ ایک بزرگ جو بہت بڑے محدث بھی تھے جنہوں نے ساری عمر حدیث کی خدمت میں گزاری [1]۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو کسی شخص نے خواب میں ان کی زیارت کی اور ان سے پوچھا کہ حضرت! اللہ تعالیٰ نے کیسا معاملہ فرمایا؟ جواب میں انہوں نے فرمایا کہ بڑا عجیب معاملہ ہوا۔ وہ یہ کہ ہم نے تو ساری عمر علم کی خدمت میں اور حدیث کی خدمت میں اور درس و تدریس اور تصنیف اور وعظ و خطابت میں گزاری تو ہمارا خیال یہ تھا کہ ان اعمال پر اجر ملے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے کچھ اور ہی معاملہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ ہمیں تمہارا ایک عمل بہت پسند آیا۔ وہ یہ کہ ایک دن تم حدیث شریف لکھ رہے تھے۔ جب تم نے اپنا قلم دوات میں ڈبو کر نکالا تو اس وقت ایک پیاسی مکھی آ کر اس قلم کی نوک پر بیٹھ گئی اور سیاہی چوسنے لگی، تمہیں اس مکھی پر ترس آ گیا۔ تم نے سوچا کہ یہ مکھی اللہ کی مخلوق ہے۔ اور پیاسی ہے، یہ سیاہی پی لے تو پھر میں قلم سے کام کروں۔ چنانچہ اتنی دیر کے لئے تم نے اپنا قلم روک لیا۔ اور اس وقت تک قلم سے کچھ نہیں لکھا جب تک وہ مکھی اس قلم پر بیٹھ کر سیاہی چوستی رہی۔ یہ عمل تم نے خالص میری رضا مندی کی خاطر کیا۔ اس لئے اس عمل کی بدولت ہم نے تمہاری مغفرت فرما دی۔ اور جنت الفردوس عطا کر دی'' (اصلاحی خطبات ج ۶ ص ۳۲۸)

حضرت سلیمانؑ نے چیونٹی کو شیشی میں بند کر دیا

حضرت سلیمانؑ نے ایک چیونٹی سے کہا کہ سال بھر میں تجھے کتنا رزق درکار ہے؟ اس نے کہا کہ گیہوں کا ایک دانہ۔ آپ نے اس کو ایک شیشی میں بند کر دیا اور اس میں ایک دانہ گیہوں کا ڈال دیا۔ جب سال گزر گیا تو اسے جو کھول کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس نے صرف آدھا کھایا تھا۔ آپ نے اس سے اس کا سبب پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ بند کرنے کے قبل تو میرا خدا پر بھروسہ تھا اور بند کرنے کے بعد آپ پر بھروسہ ہو گیا۔ اس لئے مجھے خوف ہوا کہ کہیں آپ مجھے فراموش نہ کر دیں۔ اس لئے میں نے آدھا دانہ آئندہ سال کے لئے ذخیرہ کر رکھا (نزہۃ المجالس ج ۱ ص ۴۳۸، ۴۳۹)

لکڑہارے کی لکڑیوں میں بے حس و حرکت سانپ

مثنوی میں مولانا رومیؒ نے ایک قصہ لکھا ہے کہ ایک لکڑہارا تھا جو جنگل سے جا کر لکڑیاں کاٹ

[1] حضرت قاضی زاہد الحسینی مدظلہ کے درس قرآن میں لکھا ہے کہ وہ بزرگ امام غزالیؒ تھے

کرالیا کرتا تھا اور ان کو بازار میں بیچ دیتا تھا۔ ایک مرتبہ جب لکڑیاں کاٹ کرلایا۔ لکڑیوں کے ساتھ ایک بڑا سانپ بھی لپٹ کر آ گیا۔ اس کو پتہ نہیں چلا، لیکن جب گھر پہنچا تو تب اس نے دیکھا کہ ایک سانپ بھی آ گیا ہے۔ البتہ اس میں جان نہیں تھی۔ ایسا معلوم ہورہا تھا کہ وہ مردہ ہے۔ اس لئے اس لکڑہارے نے اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی۔ وہیں گھر کے اندر ہی رہنے دیا۔ باہر نکالنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ لیکن جب اس کو گرمی پہنچی تو اس کے اندر حرکت پیدا ہونی شروع ہوگئی اور آہستہ آہستہ اس نے رینگنا شروع کر دیا۔ لکڑہارا غفلت میں لیٹا ہوا تھا۔ اس سانپ نے جا کر اس کو ڈس لیا۔ اب گھر والے پریشان ہوئے کہ یہ تو مردہ سانپ تھا۔ کیسے زندہ ہوکر اس نے ڈس لیا؟

یہ قصہ نقل کرنے کے بعد مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ انسان کے نفس کا بھی یہی حال ہے۔ جب انسان کسی اللہ والے کی صحبت میں رہ کر مجاہدات اور ریاضتیں کرتا ہے تو اس کے نتیجے میں یہ نفس کمزور ہو جاتا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اب مردہ ہو چکا ہے لیکن حقیقت میں وہ مردہ نہیں ہوتا۔ اگر انسان اس کی طرف سے غافل ہو جائے تو کسی بھی وقت زندہ ہوکر ڈس لے گا۔ چنانچہ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں۔

نفس اژدرھا است ومردہ است   از غمے بے آلتی افسردہ است

یعنی یہ انسان کا نفس بھی اژدہا کے مانند ہے، ابھی مرا نہیں ہے لیکن چونکہ مجاہدے اور ریاضتیں کرنے کی چوٹیں اس پر پڑی ہیں اس لئے یہ افسردہ پڑا ہوا ہے لیکن کسی وقت بھی زندہ ہوکر ڈس لے گا۔ لہٰذا کسی لمحے بھی نفس سے غافل ہوکر مت بیٹھو (اصلاحی خطبات ج ۶ ص ۳۰، ۱۳۱ از علامہ تقی عثمانی مدظلہ)

"تربوز افضل ہے یا خربوزہ" امام ابو یوسفؒ کا فیصلہ

ایک واقعہ لکھا ہے کہ امام ابو یوسفؒ جو عدالت کے بڑے جج بھی ہیں ان سے کسی شخص نے یہ سوال کیا (پھل تو اور ہے میں آپ کو سمجھانے کیلئے بتا رہا ہوں) کہ تربوز (هندوانه) افضل ہے یا خربوزہ افضل ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ بھئی تم مجھ سے فیصلہ لیتے ہو، بغیر شہادت کے کیسے فیصلہ دوں؟ تربوز بھی کھلاؤ، خربوزہ بھی کھلاؤ، اس لئے کہ اگر بغیر چکھے میں نے کوئی فیصلہ دے دیا تو یہ بلا شہادت کے فیصلہ ہوگا۔ چنانچہ وہ تربوز بھی لائے اور خربوزہ بھی لائے اور انہیں کھلا دیا۔ فرمایا کہ اب آپ کی کیا رائے ہے؟ اس زمانے میں جو فیصلہ دینا نہیں چاہتا۔ کہتا ہے "فیصلہ محفوظ ہے" انہوں نے یہ نہیں کہا۔ انہوں نے یہ بات کہی کہ بھئی عجیب بات یہ ہے تم نے دو گواہ پیش کئے ہیں اور دونوں گواہوں نے ایک دوسرے کے خلاف شہادت دی ہے۔ میں کیا فیصلہ کردوں۔ تربوز کہتا ہے میں افضل ہوں، خربوزہ کہتا ہے کہ میں افضل ہوں۔ یہ مذاق تھا۔ مطلب ان کے کہنے کا یہ تھا کہ یہ تمہارا مقابلہ کرنا صحیح نہیں ہے۔ تربوز ایک پھل

ہے، اس کا اپنا رنگ ذائقہ ہے، خربوزہ بھی ایک پھل ہے اس کا ایک الگ ذائقہ ہے۔ دونوں کا مقابلہ صحیح نہیں۔ تربوز اپنی جگہ افضل، خربوزہ اپنی جگہ افضل۔ آپ سمجھے! کان اور آنکھ یہ دونوں اپنی اپنی جگہ پر افضل ہیں۔ ان میں مقابلہ کرنا صحیح نہیں۔ دن افضل ہے یا رات۔ دن کا مقصد اور ہے، رات کا مقصد اور ہے۔ دن اپنی جگہ افضل ہے، رات اپنی جگہ افضل ہے۔ (از تقریر: حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی منقول از رسالہ صیانۃ المسلمین جنوری ۱۹۹۷ء ص ۴۰)

حضرت امام مالکؒ کا اپنی موت کے بارے میں پوچھنا

حضرت امام مالکؒ نے خواب میں آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زیارت کی تو پوچھا کہ میرے محبوب! میں سترہ برس سے مدینے میں ہوں فرما دیجئے کہ میری موت کب آئے گی؟ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر آسمان کی طرف دیکھا اور ہاتھ کی پانچ انگلیاں اٹھا دیں۔ امام مالکؒ حیران ہوئے کہ کیا ہے؟ پانچ مہینے ہیں، پانچ ہفتے ہیں یا پانچ دن ہیں۔ علامہ ابن سیرینؒ جو خواب کی تعبیر کے وقت کے بہت بڑے امام تھے، ان کے پاس امام مالکؒ نے آدمی بھیجا کہ حضرت سے جا کر پوچھ آؤ کہ اس کی تعبیر کیا ہے۔ علامہ ابن سیرین خواب سن کر حیران ہو گئے۔ کہنے لگے یہ خواب کسی عام آدمی کا نہیں ہے بلکہ وقت کے امام اور کسی بڑے عالم کا خواب ہے۔ آدمی سے پوچھا ذرا بتاؤ یہ خواب کس نے دیکھا ہے۔ راز ظاہر ہوا کہ یہ خواب امام مالکؒ نے دیکھا ہے۔ علامہ ابن سیرین نے کہا کہ آقا نے قرآن کی وہی آیت پڑھ دی خمس لا یعلمھن الا اللہ یہ موت کا علم ان پانچ چیزوں میں سے ایک ہے کہ جس کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں ہے (خطبات دین پوری ج ۳ ص ۲۱۶)

بخشا ہوا کفن چور

ایک واقعہ عرض کرتا ہوں کہ ایک اللہ کے مقبول بندے کے جنازے پر ایک کفن چور بھی حاضر تھا۔ اس نے بھی دوسرے مسلمانوں کی معیت میں نماز جنازہ ادا کی تھی۔ دن کو دفن کرنے کے بعد وہ کفن چور رات کو قبرستان میں آیا اس میت کی قبر کھودی۔ کفن میں ہاتھ ڈالا (کفن لـہ ئے چه لاس یـو ړو) تو ہاتف (غیبی شخص) نے آواز دی کہ کفن چرانے والا اور جس کا کفن چرایا جا رہا ہے دونوں ہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بخشش حاصل کر چکے ہیں۔ اس نے ہاتف سے پوچھا کہ کفن چور کی بخشش کیسے ہو گئی؟ جواب ملا اس اللہ کے مقبول بندے کا جنازہ جن لوگوں نے بھی پڑھا ہے اللہ تعالیٰ نے ان سب لوگوں کو بخش دیا ہے چونکہ تم بھی اس کا جنازہ پڑھنے والوں میں سے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھی بخش دیا ہے۔ اس اطلاع پر وہ شخص پشیمان ہوا اور اس گناہ سے توبہ کی (خطبات لاہوری جلد پنجم ص ۱۲۴)

بی بی آمنہ حضور ﷺ کو ابو کے قبر پر لے گئی اور وہیں وفات پائی

آپ کو ایک اور بات بتا دوں، علماء بھی بیٹھے ہیں، اماں آمنہ کو ایک بار عبداللہ کی یاد نے ستایا ابھی آمنہ بیس سال کی تھیں، عبداللہ بھی اکیس سال کا جوان تھا۔ آمنہ کہنے لگی اے پیارے محمد! تجھے ابو کی قبر پر لے چلوں۔ تیرے ابا نے وعدہ کیا تھا کہ اونٹ کی گردن کی گھنٹی بجے گی۔ آمنہ نکل کر استقبال کرنا، تیرا عبداللہ شام سے تحفے لیکر آئیگا، بڑے قافلے آئے، نہ گھنٹی بجی نہ عبداللہ آئے، موت کی گھنٹی پہلے بج چکی تھی، سینے میں درد سے کہہ رہا ہوں۔ محمد ﷺ کی انگلی پکڑی اور مدینے لے گئی۔ عبداللہ کی قبر پر جا کر کہا عبداللہ! عبداللہ وعدہ کیا تھا کہ آؤں گا۔ سال گزر گیا دو سال گزر رہے تو نہیں آیا۔ رو رو کر میری آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ محمد ﷺ نے ادھر ادھر دیکھا کسی ابا کی شفقت نے سینہ سے نہ لگایا۔ عبداللہ! ذرا قبر سے نکل کر دیکھ محمد تجھے ملنے آیا ہے، اتنا کہا اور وہاں ہی حضرت آمنہ گریں اور بے ہوش ہو گئیں۔ اسی صدمہ پر موت آ گئی۔ پھر نہ بول سکی۔ پیارے عبداللہ! نکل کر دیکھو تیرا بیٹا محمد تجھے ملنے آیا۔ اتنا کہا اور فرط غم سے اتنی بھر گئی کہ وہیں بے ہوش ہو گئی۔ موت برحق اللہ ہمیں موت کی فکر عطا کرے۔ اچھی موت آئے (آمین) (خطبات دین پوری ج ۳ ص ۲۳۲، ۲۳۳)۔

حضرت نانوتویؒ اپنے والد ماجد کا حقہ تیار کرتے

ہمارے حضرت نانوتویؒ، مولانا محمد قاسمؒ جو دار العلوم دیو بند کے بانی ہیں۔ جنہوں نے دار العلوم دیو بند کی بنیاد رکھی۔ زمانے کے بہت بڑے غوث۔ قطب اور ولی تھے۔ ان کا یہ حال تھا کہ آپ کے والد ماجد حقہ پیا کرتے تھے تو حضرت مولاناؒ جب عصر کے وقت پڑھانے کے بعد واپس تشریف لاتے۔ ان کے حالات میں میں نے پڑھا ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں سے حقہ تیار کرتے اور اپنے والد ماجد کے سامنے رکھتے۔ شاگردوں نے عرض کیا کہ حضرت! یہ بات آپ کے ساتھ مناسب نہیں۔ فرمایا مناسبت کا کیا مسئلہ۔ میرے والد ماجد ہیں۔ میں ان کا بیٹا ہوں۔ اللہ نے مجھ کو جو کمالات دیئے ہیں۔ یہ ان کی دعاؤں کا اثر ہے۔ اگر یہ میرے لئے دعائیں نہ کرتے، محنت نہ کرتے تو آج محمد قاسم کو یہ مقام کیسے حاصل ہوتا (درس قرآن تیسرا سالانہ مجموعہ از حضرت قاضی زاہد الحسینی صاحب ص ۲۴)

ماں کی قدم جنت کی دہلیز (در شل)

امام محمدؒ کے زمانے کا واقعہ ایک عالم دین نے مجھ سے بیان فرمایا ( ) کہ امام محمدؒ کے زمانے میں ایک آدمی نے قسم کھائی تھی۔ منت مانی تھی کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں جنت کی دہلیز کو بوسہ دوں گا۔ اگر بوسہ نہ دے سکوں تو مجھ پر فلاں فلاں جرمانہ ہو۔ اب اللہ تعالیٰ نے کیا وہ کام تو ہو گیا، وہ اب

دیکھتا ہے کہ جنت کی دہلیز کہاں ہو۔ جنت پہلے ملے، تب جنت کا دروازہ ملے تو پھر اس کی دہلیز کو بوسہ دے۔ چھوٹے چھوٹے اماموں کے پاس گیا، میری طرح کے مولویوں کے پاس۔ انہوں نے کہا نہیں بھائی تمہاری قسم ٹوٹ گئی اب تم کو سزا ملے گی۔ تم کو کفارہ دینا چاہئے۔ تم کہاں اور جنت کہاں کہ تم اس کی دہلیز کو بوسہ دے سکو۔ امام محمدؒ اس زمانے کے بہت بڑے عالم دین تھے۔ امام محمد حنفیوں میں بہت بڑے عالم دین گزرے ہیں۔ بہت بڑے مجتہد تھے۔ ان کی خدمت میں حاضر ہوا کہ حضرت! بڑی پریشانی ہے۔ فرمایا کیا پریشانی ہے؟ عرض کیا بڑی سخت پریشانی ہے۔ میں نے یہ قسم کھائی اب کام پورا ہو گیا۔ جنت ملتی نہیں۔ کہاں جاؤں۔ فرمایا گھبرانے کی بات نہیں۔ بیٹھ جا۔ اس نے سمجھا مولوی صاحب شاید ٹال رہے ہیں۔ آخر عرض کیا۔ جی میں بڑا بے قرار ہوں۔ فرمایا۔ تیری ماں ہے؟ عرض کیا ہاں جی ماں تو ہے۔ فرمایا جا کے ماں کے پاؤں کو بوسہ دے لے، تیری قسم پوری ہو جائے گی۔ وہ دوڑا گیا اور ماں کے پاؤں کو بوسہ دیا۔ (شاید پہلے نافرمان ہوگا) ماں نے کہا خیر ہو بیٹا! کیا بات ہے آج بوسے دے رہا ہے۔ کہنے لگا پوچھ مت۔ مولوی صاحب نے نسخہ بتایا۔ ماں کے پاؤں کو جب بوسہ دیا تو قسم سے بری ہو گیا۔ بعض دوستوں نے، علماء نے کہا کہ یہ امام محمد نے کیسے فیصلہ دے دیا۔۔ امام محمدؒ نے فرمایا میں نے خود نہیں کہا بلکہ جو کچھ میں نے کہا ہے نبی کریم ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں کہا ہے۔ کیا تم مانتے نہیں ہو، حدیث میں نہیں آیا۔ امام الانبیاء ﷺ نہیں فرماتے؟ اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ جنت ماں کے پاؤں کے نیچے ہے۔ جب ساری جنت ماں کے پاؤں کے نیچے ہے تو دہلیز نہ ہوگی؟ علماء تو ظاہری معنی بھی رکھتے ہیں باطنی بھی۔ بات بالکل ٹھیک ہے۔ ("۲۵، ۲۶)

ميت کو حالتِ موت والے کپڑوں میں اٹھایا جائیگا

حضرت ابو سعید خدریؓ نے اپنی حالت قریب المرگ میں نئے کپڑے طلب فرما کر پہن لئے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ میں نے خود سید دو عالم ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میت انہی کپڑوں میں قیامت کے دن اٹھایا جائیگا جن میں اس کی موت واقع ہوئی تھی (رحمت کائنات ص ۷۶)

۱۳۰۰ سال بعد دو صحابہ کی لاشیں صحیح وسالم نکلیں

مندرجہ ذیل واقعہ سب سے زیادہ عجیب اور قرآنی فیصلے کی تصدیق ہے کیونکہ یہ واقعہ ہمارے اس زمانے کا ہے جو کہ اس کے عینی گواہ سید الطاف حسین صاحب کے الفاظ میں یہ ہے:۔ دریائے دجلہ کے کنارے سیدنا حضرت جابر بن عبد اللہؓ اور حذیفہ بن یمانؓ کے مزارات ہیں۔ دریا مزارات کو کاٹتا ہوا بالکل ان مزارات کی جڑ تک پہنچ گیا اور خیال تھا کہ چند روز میں یہ مزارات مقدسہ دریا برد ہو جائیں گے اس واسطے حکومت عراق نے تجویز کیا کہ ان اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی مبارک نعشیں قبور

سے کھود کر حضرت سلمان فارسیؓ کے احاطہ میں دفن کر دی جائیں۔ مجھ کو خبر ذرا دیر سے ملی لیکن الحمد للہ۔ ان اصحاب کبار کے جنازوں میں شرکت اور کندھا دینے کا موقع اچھی طرح مل گیا، تقریباً آٹھ دس ہزار آدمی تھے، میں اپنی خوش قسمتی پر نازاں ہوں، کہاں میں سیاہ کار اور کہاں یہ اصحاب کبار رسول اللہ ﷺ کے جنازوں کی شرکت۔ جو سماں اس وقت تھا وہ احاطہ تحریر سے باہر ہے لیکن اس واقعہ نے میرے دل میں ایک گونہ تسکین پیدا کر دی۔ اللہ کریم بحرمت ان بزرگوں کے ہم سب پر عاقبت بخیر فرمائے جس وقت ان اصحاب کے جنازے حضرت سیدنا سلمان فارسیؓ کی قبر شریف کے سامنے رکھے گئے۔ ایک ضعیف قاری نے سورۃ انبیاء کا رکوع اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَھُمْ مِنَّا الْحُسْنٰی بڑی رقت سے پڑھنا شروع کیا۔ قرأت کی موزونیت، قبر سے نکلے جنازوں کی موجودگی۔ اور خلق کی آہ و بکا نے قیامت کا نمونہ برپا کر دیا تھا۔ اکثر آدمی روتے روتے بے ہوش ہو گئے۔ نعشیں تیرہ سو برس گزرنے کے بعد سالم تھیں۔ کفن ہاتھ لگانے سے بوسیدہ تھا، ایک صاحب کی داڑھی سفید تھی اور ایک کی سیاہ'' (صدق'' لکھنؤ ۱۱ ستمبر ۱۹۴۴ء)

(ف) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سَنُرِیْھِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ ہم ان کو دکھائیں گے اپنی نشانیاں اطراف عالم میں (رحمت کائنات ص ۵۸، ۵۹)

تعارف اصحاب مذکورین

حضرت حذیفہ بن یمانؓ صاحب سر (رسول اللہ ﷺ کے راز دار) صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے گزشتہ اور آئندہ قیامت تک ہونے والے تمام (اہم) واقعات بیان فرمائے ہیں (صحیح مسلم) اگر کوئی شخص فوت ہو جاتا تو حضرت عمرؓ حضرت حذیفہؓ کی پیروی فرماتے اگر وہ ان کی نماز جنازہ میں شرکت فرماتے تو آپ بھی تشریف لے جاتے ورنہ آپ بھی شرکت نہ فرماتے۔۔۔ آپ کو کاتب النبی ﷺ ہونے کا شرف حاصل ہے۔۔۔ ۳۵ھ اور بقول بعض ۳۶ھ کو حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت سے چالیس رات بعد وفات پائی اور آپ کا مزار مبارک دریائے دجلہ کے کنارے ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ کثیر الروایت صحابی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ بدر سمیت کل اٹھارہ معرکوں اور غزوات میں حصہ لیا۔ آپ کی روایت کردہ احادیث کی تعداد ۱۵۴۰ ہے۔ آپ کا مزار مبارک دریائے دجلہ کے کنارے حضرت حذیفہؓ کے مزار کے قریب ہے۔ (" ص ۵۹، ۶۰)

کتے کی وفاداری اور ہوشیاری

(حضرت قاری اظہار احمد تھانویؒ نے) ایک مرتبہ کتے کے بارے میں فرمایا کہ یہ بڑا ہی وفادار جانور ہے۔ علامہ ابن الجوزیؒ اور علامہ دمیریؒ لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے''

امین (امانت دار) کتا خائن دوست سے بہتر ہے'' پھر حضرت الاستاذ (اظہار احمد صاحبؒ) نے واقعہ بیان فرمایا کہ حارث بن صعصعہ کے چند بڑے گہرے دوست تھے ان کی آپس میں اس قدر محبت تھی کہ کسی وقت بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ حارث ایک سیر گاہ میں گیا اور اپنے دوستوں کو بھی ہمراہ لے گیا۔ صرف ایک دوست کو اپنے گھر کی حفاظت کیلئے پیچھے چھوڑ گیا۔ یہ دوست جو گھر میں حفاظت کیلئے پیچھے رہ گیا تھا حارث کی بیوی پر بدنیت ہو گیا۔ حارث کی بیوی بھی اس کے پھندے میں آ گئی آپس میں محبت و پیار کی باتیں ہونے لگیں۔ بعد ازاں دونوں نے مل کر کھانا کھایا۔ حارث نے گھر میں ایک کتا پال رکھا تھا وہ کتا ان دونوں کی حرکات کو بڑے غور سے دیکھتا رہا۔ دونوں جب فعل شنیعہ میں مصروف ہونے لگے تو کتا بڑا زبردست تھا، دونوں پر ایسا شدید حملہ کیا کہ دونوں کا کام تمام کر دیا۔

حارث جب سیر گاہ سے واپس گھر آیا تو دونوں کو برہنہ حالت میں مرے ہوئے پایا۔ قرائن سے معاملہ کی تہہ تک پہنچ گیا۔ اس دوست کی خیانت کی وجہ سے باقی تمام دوستوں کو رخصت کیا اور اس المناک حادثہ پر یہ شعر کہا۔

فَیَا عَجَبًا لِلْخِلِّ یَهْتِكُ حُرْمَتِیْ　　ویا عجباً للکلب کیف یَصُوْنُ

یعنی تعجب ہے انسان دوست پر کہ وہ میری عزت کو بٹہ لگاتا ہے اور حیرت ہے اس کتے پر کہ وہ میری عزت کی کس طرح حفاظت کرتا ہے۔ حضرت الاستاذ نے فرمایا کہ یہ واقعہ ''حیٰوۃ الحیوان'' اور ''کتاب الاذکیاء'' میں پڑھا ہے۔ (تذکرہ حضرت قاری اظہار احمد تھانویؒ ص ۲۱۳، ۲۱۴)۔

ایک یہودی اپنے خزانہ میں بھوکا پیاسا مر گیا

ایک بزرگ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ پہلے زمانے میں ایک یہودی بہت بڑا مالدار اور سرمایہ دار تھا۔ اس زمانے میں لوگ اپنی دولت زیرِ زمین خزانے بنا کر اس میں رکھا کرتے تھے۔ اس یہودی نے خزانے میں سونا چاندی کے انبار اور ڈھیر جمع کئے ہوئے تھے جیسا کہ قارون کے بارے میں قرآن کریم میں ہے کہ اس نے بہت بڑا خزانہ جمع کیا ہوا تھا۔ ایک مرتبہ وہ یہودی اپنے خزانوں کا خفیہ طور پر معائنہ کرنے کیلئے گیا، اور جب اندر گیا تو اس چوکیدار کو اطلاع نہیں کی، جس کو وہاں خزانے پر اس نے مقرر کیا تھا کہ یہ دیکھے کہ وہ چوکیدار کہیں خیانت تو نہیں کر رہا ہے، اور اس خزانے کے دروازے کا سسٹم ایسا تھا کہ وہ اندر سے بند تو ہوتا تھا لیکن اندر سے کھل نہیں سکتا تھا، صرف باہر سے کھل سکتا تھا۔ اب اس نے بے خیالی میں دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ اب کھولنے کا کوئی راستہ نہیں تھا، باہر چوکیدار تھا، وہ یہ سمجھتا رہا کہ خزانہ بند ہے، اور اس کے ذہن میں یہ تصور بھی نہیں تھا کہ خزانے کا مالک اندر ہے۔ اب یہ مالک اندر جا کر خزانہ کی تفتیش کرتا رہا اور جب دیکھ بھال کر تفتیش سے فارغ ہو کر واپس باہر نکلنا چاہا تو باہر نکلنے کا کوئی

راستہ نہیں تھا اب وہاں پر قید ہے۔ بھوک لگ رہی ہے اور خزانہ سارا موجود ہے، لیکن بھوک نہیں مٹا سکتا، پیاس لگ رہی ہے اور خزانہ سارا موجود ہے۔ لیکن پیاس نہیں بجھا سکتا رات کو نیند آرہی ہے اور خزانہ سارا موجود ہے لیکن بستر فراہم نہیں کر سکتا، حتیٰ کہ جتنے دن بغیر کھانے پینے زندہ رہ سکتا تھا۔ زندہ رہا اور پھر اسی خزانہ میں اس کا انتقال ہوگیا۔ تو یہ روپیہ پیسہ اپنی ذات میں انسان کو نفع پہنچانے والی چیز نہیں جب تک کہ نظام درست نہ ہو، اور جب تک راستہ درست نہ ہو (اصلاحی خطبات ج ا ص ۱۴۶)۔

فاروق اعظمؓ نے عیسائی منشی کو معزول کرایا

حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں ابوموسیٰ اشعریؓ نے جبکہ وہ عراق کے گورنر تھے ایک عیسائی کو اپنا منشی (کلرک) بنا رکھا تھا جب عمر فاروقؓ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے ابوموسیٰ اشعریؓ کو یہ لکھا، کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد **لَا تتخذو الیھود والنصاریٰ اَولیاء** نہیں سنا کہ ایک عیسائی کو اپنا راز دار بنا رکھا ہے؟ اس کے جواب میں ابوموسیٰ اشعریؓ نے عرض کیا کہ: حکومت کا کاروبار چلانے کا بصرہ میں اس سے بہتر منشی نہیں ملتا، اس کا دین اس کے لئے ہے، میں تو اس سے حکومت کی خدمت لے رہا ہوں"۔ اس پر حضرت عمر فاروقؓ نے اس کو معزول کرنے کا حکم دیتے ہوئے تحریر فرمایا کہ: اگر یہ مر گیا تو کیا کرو گے، اسے ابھی سے مردہ سمجھ لو۔ (آسان تفسیر سورۃ مائدہ ص ۱۰۷) از حضرت قاضی زاہد الحسینی صاحبؒ

اذان کا دشمن عیسائی جل گیا

مدینہ منورہ میں ایک عیسائی جب اذان سنتا تو کہتا: جھوٹا جل جائے (د رو غـــــــژن دِ اوسوزي)۔ اس کو یہ سزا ملی کہ ایک رات جبکہ وہ اور اس کے گھر والے سو رہے تھے اس کی خادمہ کے ہاتھ سے چنگاری گری جس کی آگ نے اس کو اور سب گھر والوں کو اور گھر کو بھی جلا کر خاکستر کر دیا (ابن کثیر ۲ ص ۱۱۸)۔

محدث ربیعہ کی اپنے والد فرخ کے ساتھ ۲۷ سال بعد ملاقات

ربیعہ بن فرخ مدینہ منورہ کا بہت بڑے محدث تھے۔ امام مالکؒ، اوزاعیؒ لیثؒ جیسے علماء کرام ان کے حلقہ درس میں شریک ہوا کرتے تھے۔ مدینہ منورہ کے مفتی اور دولت عباسیہ کے پہلے قاضی تھے۔ ان کی وفات ۱۳۶ھ میں ہوئی۔ یہ ابھی حمل ہی میں تھے کہ ان کے باپ فرخ خراسان کی جنگ میں سپاہی بن کر گئے۔ جاتی دفع (جاتے وقت) اپنی بیوی کو ۳۰ ہزار دینار (سونے کا سکہ) دے کر گئے۔ وہاں سے ۲۷ برس بعد واپس ہوئے۔ ان کے بعد ان کے ہاں بیٹا پیدا ہوا جس کا نام ربیعہ رکھا گیا۔ والدہ

نے تمام اشرفیاں خرچ کر کے ربیعہ کو اعلیٰ دینی تعلیم دلائی) ربیعہ بہت بڑا عالم بن چکا تھا۔ فرخ جب (۲۷ سال بعد) گھر آیا۔ ربیعہ نے دیکھا کہ ایک آدمی اس بے باکی سے اندر گھسا چلا آتا ہے۔ ڈانٹا کہ خبردار جو اندر قدم رکھا۔ فرخ نے جب دیکھا کہ میرے گھر میں ایک جوان مرد بیٹھا ہے جو مجھے بھی اپنے گھر آنے سے روکتا ہے (تو) دونوں لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ لوگ بچانے کے لئے آپہنچے، ان میں امام مالکؒ بھی تھے۔ فرخ نے کہا میں اجنبی نہیں بلکہ یہ میرا گھر ہے۔ بیوی نے نام سنا اور آواز پہچانی تو پردے سے باہر آ کر باپ بیٹے کو گلے ملا دیا۔

جب سکون ہوا تو فرخ نے بیوی سے ۳۰ ہزار دینار کا حساب پوچھا۔ بیوی نے جواب دیا وہ روپیہ میں نے بحفاظت دفن کر دیا ہے۔ جب نماز کے وقت فرخ مسجد نبوی ﷺ میں گئے تو اپنے بیٹے ربیعہ کی علمی عظمت و شان اور عزت دیکھ کر بہت خوش ہوئے گھر آ کر بیوی سے ذکر کیا (کہ میرا بیٹا تو بڑا لائق فائق ہو چکا ہے) اب بیوی نے موقع سمجھ کر کہا کہ تم کو اپنے بیٹے کی یہ جاہ و منزلت اور دینی عزت عزیز ہے یا وہ ۳۰ ہزار دینار؟ فرخ نے جواب دیا کہ مجھے اپنے بیٹے کی یہ عزت اور جاہ و منزلت زیادہ عزیز ہے۔ بیوی نے جواب دیا کہ وہ ۳۰ ہزار دینار کا خزانہ میں نے اسی خاک میں دفن کیا ہے۔ یعنی بچے کی صحیح تعلیم و تربیت پر خرچ کیا۔ (حیات امام مالکؒ از سید سلیمان ندویؒ) از مضمون حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی صاحبؒ نور اللہ مرقدہٗ (خدام الدین ۱۲ فروری ۱۹۶۵ء ص ۱۸)۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ کی لڑکیاں

حضرت فضیل بن عیاضؒ کا وصال مکہ مکرمہ میں ہوا۔ آپ کی رحلت پر آپ کی بیوی اپنی دو بچیوں کو لیکر مکہ مکرمہ کے پہاڑ ابو قبیس پر چڑھ گئیں اور ندا کی۔ ''اے پروردگار! تیرے فضیل نے وصیت کی ہے کہ جب تک میں زندہ رہا تیری ان دو امانتوں کو سنبھالا۔ اب تو ہی ان کا کفیل ہے'' اتفاق سے یمن کا امیر ادھر آ نکلا اس نے سارا ماجرا پوچھ کر ان دونوں لڑکیوں کو اپنی تربیت میں لے لیا اور پھر ان کا نکاح اپنے دونوں صاحبزادوں سے کر دیا۔ (''ص ۱۷) مضمون حضرت قاضی صاحبؒ (زاہد الحسینیؒ)

حضرت لاہوریؒ کا کشف قبور (قبر خالی)

ایک واقعہ بیان کر کے ختم کرتا ہوں۔ ایک دفعہ میں اور سلطان الاولیاء حضرت مولانا احمد علی صاحب (لاہوری) شکر گڑھ کی تحصیل میں دودھو چک ایک قصبہ ہے وہاں جلسے کے لئے جا رہے تھے۔ اگلی سیٹ پر حضرتؒ تشریف فرما تھے، پیچھے میں بیٹھا تھا ٹانگے پر، اور آگے کوچوان تھا نیچے بیٹھا ہوا۔ راستے میں ایک مقبرہ آیا۔ ایک قبر آئی۔ جہاں قبہ سا، گنبد سا بنا ہوا تھا اور کچھ درخت تھے اس احاطے میں، ہم اپنی زبان میں اسے دائرہ کہتے ہیں تو اس دائرے میں ایک مقبرہ تھا۔ تانگہ چل رہا تھا اپنی رفتار پر، حضرتؒ کو

خدا تعالیٰ نے جہاں اور کمالات بخشے تھے وہاں کشفِ قبور میں بھی اللہ تعالیٰ نے حضرتؒ کو بہت بڑی فوقیت اور بہت بڑی بلندی بخشی تھی۔تو مراقبے میں ہوئے اور اپنے قلب کی طرف متوجہ ہوئے۔اور تانگہ بھی چلتا گیا۔ جب تھوڑی دور آگے بڑھے،تھوڑی دیر کے بعد فرمایا''بشیر احمد''! میں نے کہا''جناب'' کہ بھئی! یہ قبر جو ہے نا بنی ہوئی،اس کے اندر میت تو کوئی نہیں ہے بس یونہی قبر ہے خالی،کوئی ڈھانچہ نہیں ہے کسی انسان کا،کوئی لاش نہیں ہے کسی بندے مرد کی،کسی کی،یہ کیا بات ہے؟۔میں بے خبر تھا،میں نے کہا،''حضرت! کیا پتہ کہ کوئی ہے یا نہیں،کب کا ہے،کیسا ہے،مجھے تو اس کے متعلق کچھ علم نہیں،نہ کبھی پوچھا ہے کسی سے'' جب دودھو چک میں پہنچے تو میں نے اس بستی میں بڑی عمر والے ایک بابے سے دریافت کیا کہ''یہ راستے میں آتے ہوئے بائیں طرف جو مقبرہ ہے،مزار ہے،قبہ ہے،گنبد ہے بنا ہوا، اور اندر قبر کا نشان بھی ہے اور بڑی اینٹیں ہیں،چھوٹی اینٹیں نہیں ہیں،معلوم ہوتا ہے کہ پرانے زمانے کی عمارت نہیں ہے،کوئی نئے دور کی چیز ہے،تو اس میں جو دفن ہوئے ہیں وہ کون ہیں؟ کیسے تھے؟ کیا کردار تھا؟ کہنے لگا''وہ ایک ملنگ تھا سر پر بودی تھی اور بھنگ چرس پیا کرتے تھے اور پکے اچھے بے نماز تھے، روزے نہیں رکھتے تھے جیسے بھنگی،چرسی پوستی ملنگ ہوا کرتے ہیں،اس ٹائپ کے ملنگ تھے،مر گئے لائل پور کے ضلع میں،کسی چک کے اندر اور وہیں دفن کئے گئے۔

جو اس کے چیلے چانٹے بھنگڑ پوستڑ تھے،چرسی افیمی کہنے لگے،چلو بابا جی دی ڈھیری ایتھے وی بنا چھوڑو،سال دے سال رونق میلہ کرلواں گے''تو انہوں نے یونہی ایک عمارت بنا دی اور قبر کا نشان کر دیا وہ میلہ کرتے ہیں،کچھ پیسے بنا لیتے ہیں اور کچھ کھاتے پیتے بھنگ چرس چلاتے ہیں۔بس یہ بات ہے''۔ (خدام الدین ۱۶ مئی ۱۹۶۹ء)

دل کا ایکسرے

<u>وضاحت:</u> تو یہ کشف قبور صلحاء امت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک کیفیت ہوتی ہے دل کی،اس کو کشف قبور کہتے ہیں،جیسے ڈاکٹر ایکسرے کے ذریعے سے جسم کے اندر کی کیفیت معلوم کر لیتے ہیں۔اسی طرح دل کا ایکسرے ٹھیک ہو تو اولیاءِ کرام اس دل کے ایکسرے سے نہ فقط دل بلکہ قبر کے اندر والے کا حال بھی ان کے مشاہدے میں ہوتا ہے۔(بیان حضرت مولانا مفتی بشیر احمد صاحب پسروریؒ خلیفہ مجاز حضرت لاہوریؒ) ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۱۶ مئی ۱۹۶۹ء ص ۱۲)

امام احمدؒ کو شیبان راعی کا جواب

حضرت شیبان راعی اور امام احمد اور امام شافعی رحمہم اللہ کی ایک حکایت مشہور ہے اور وہ یہ ہے کہ امام احمد حنبلؒ امام شافعیؒ کی خدمت میں تشریف رکھتے تھے کہ شیبان راعی آئے،امام احمد نے امام

شافعی سے کہا میں چاہتا ہوں کہ انہیں ان کی کم علمی پر آگاہ کروں تاکہ یہ بھی علم کے تحصیل میں مشغول ہو۔ امام شافعی نے منع کیا مگر انہوں نے نہ مانا اور اور شیبان سے دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص پانچوں نمازوں میں سے ایک نماز بھول جائے اور یہ یاد نہ رہے کہ کونسی نماز بھولا ہے تو وہ کیا کرے؟ شیبان نے کہا احمد! ایسا قلب اللہ سے غافل ہے۔ واجب ہے کہ یہ شخص اپنے قلب کو سزا دے تاکہ پھر اپنے مولا سے غافل نہ ہو، اور اسے چاہئے کہ پانچوں نمازیں لوٹائے۔ یہ سن کر امام احمد پر غشی (بے ہوشی) چھا گئی۔ جب ہوش میں آئے تو امام شافعی نے فرمایا: تم سے نہ کہا تھا کہ انہیں مت چھیڑو۔ (قصص الاولیاء (نزہتہ البساتین ص ۳۰۴)

حضور علیہ السلام کا انداز رفتار

حضور ﷺ کی چال اگرچہ تیز ہوتی تھی مگر آپ آگے کی طرف جھکے ہوئے نظر آتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کسی ڈھلوان (چڑھائی) سے اتر رہے ہیں۔ آپ قدم کو گھسیٹ کر نہیں بلکہ اٹھا کر رکھتے تھے یہ آپ کی تواضع کی علامت تھی۔ طبیعت کے خلاف نہ بہت تیز چال چلنا اچھا ہے اور نہ بہت سست بلکہ میانہ روی ہی بہتر ہے۔ خدا تعالیٰ کو عاجزی پسند ہے نہ کہ اکڑ۔

حضرت علیؓ جھک کر چلتے تھے

سلک السلوک والے بزرگ لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ راستہ پر چلتے ہوئے قدرے جھک کر جا رہے تھے، کسی نے دریافت کیا، اے علیؓ کیا تمہاری پشت پر کوئی بوجھ رکھا ہے جو اس قدر جھکے جا رہے ہو؟ فرمایا میں جھک کر کیوں نہ چلوں کہ میری پشت پر اتنا بڑا بوجھ ہے جس کو اٹھانے سے زمین، آسمان اور پہاڑوں نے بھی انکار کر دیا۔ مگر حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ (الاحزاب) اس بوجھ کو انسان نے اٹھالیا۔ یہ انسان کے مکلف ہونے کا بوجھ تھا جو اس نے اٹھالیا۔ تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں شریعت کے منشا اور حضور علیہ السلام کی سنت کے مطابق جھک کر چلتا ہوں (معالم العرفان فی دروس القرآن جلد ۱۴ ص ۸۲)

قیامت میں چند بے نمازوں کا عذر لنگ

جو شخص دنیا میں ... سلطنت میں مشغول رہ کر نماز سے غافل رہا قیامت کے روز اللہ کے سامنے نماز چھوڑنے کا عذر اس طرح کرے گا۔ اے اللہ تو نے مجھے سلطنت اور حکومت دی تھی اور اس کا کام اتنا زیادہ تھا کہ سر کھجانے اور دانت کریدنے کی بھی فرصت نہیں ملتی تھی پھر نماز کس وقت پڑھتا؟ حکم ہوگا کہ بلاؤ داؤد اور سلیمان علیہما السلام کو۔ جب یہ دونوں دربار میں حاضر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ دیکھ آخر یہ بھی بادشاہ تھے اور تجھ سے زیادہ ان کی سلطنت وسیع تھی۔ لیکن باوجود اتنی بڑی سلطنت کے

انہوں نے کبھی نماز نہ چھوڑی۔ تو اس قول میں جھوٹا ہے کہ سلطنت کے کاموں سے فرصت نہ ہوتی تھی، اس وجہ سے میں نہیں پڑھتا تھا۔ سلطنت اگر نماز سے روکتی تو ان دونوں کو بھی روکتی بلکہ تیری غفلت اور کاہلی اور سستی تھی جس کے باعث تو نے نماز ادا نہیں کی۔ اے فرشتو! اس کو لے جاؤ اور جہنم میں ڈال دو۔

ایک شخص اپنی بیماری کا عذر کریگا۔ الٰہی میں بیمار تھا، تکلیف کی وجہ سے نماز نہیں پڑھ سکتا تھا۔ ارشاد ہوگا کہ ایوب علیہ السلام کو بلاؤ۔ حضرت ایوبؑ حاضر ہوں گے۔ ارشاد ہوگا کہ اے بیمار! تو زیادہ بیمار تھا یا ہمارا ایوبؑ۔ برسوں اس کے بدن میں کیڑے پڑے تھے۔ مگر ایک سانس بھی اللہ کی یاد سے غافل نہیں ہوا۔ اگر بیماری یادِ الٰہی سے روکتی تو ہمارے ایوب کو بھی روکتی۔ تو جھوٹا ہے جو بیماری کا بہانہ کرتا ہے یہ نماز نہ پڑھنا تیری غفلت اور کاہلی کا نتیجہ ہے۔ فرشتو! اس کو بھی لے جاؤ اور جہنم میں داخل کردو۔

ایک بے نماز حاضر ہوگا اس سے دریافت کیا جائیگا کہ تم نے نماز کیوں چھوڑی؟ عرض کریگا۔ الٰہی میرے بال بچے بہت تھے۔ میں ان کی خدمت اور ان کے لئے کمانے میں دن بھر لگا رہتا تھا۔ پھر نماز کے لئے مجھے فرصت کہاں ملتی۔ رب العالمین کا ارشاد ہوگا ہمارے بندے یعقوبؑ کو پیش کرو۔ حضرت یعقوب علیہ السلام دربار میں حاضر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کو دکھا کر اس بے نمازی سے ارشاد فرمائیگا۔ دیکھ تیری اولاد زیادہ تھی یا ہمارے یعقوبؑ کی۔ اور اولاد کے غم میں تو مبتلا رہا یا یہ یوسف کی یاد میں برسوں روتے رہے، ان کی آنکھیں جاتی رہیں۔ کمر جھک گئی۔ بوڑھے ہوگئے مگر نماز سے ایک گھڑی بھی غافل نہ ہوئے۔ فرشتو اس کو بھی لے جاؤ اور جہنم میں ڈال دو۔

ایک بے نماز عورت عدالت الٰہیہ میں حاضر ہوگی۔ اس سے پوچھا جائے گا تو نے نماز کیوں نہیں پڑھی؟ یہ عورت جواب میں عرض کرے گی۔ الٰہی مجھے اپنے خاوند کے کام دھندے سے فرصت نہ ہوتی تھی اور اس کے خوف کی وجہ سے یہ فریضہ ادا نہیں ہوسکتا تھا۔ حکم ہوگا فرعون کی بیوی آسیہ کو حاضر کرو۔ حضرت آسیہ حاضر ہوں گی تو اس بے نماز عورت سے ارشاد ہوگا کہ تیرا خاوند زیادہ ظالم تھا یا آسیہ کا خاوند فرعون زیادہ ظالم تھا۔ یہ بے نماز عورت جواب دے گی۔ اے اللہ فرعون زیادہ ظالم تھا۔ پھر ارشاد ہوگا دیکھو آسیہ ایسے ظالم جابر کی عورت تھی اور کیسی عبادت گزار تھی۔ اگر کسی خاوند کا ظلم کسی کو نماز سے روکتا تو آسیہ کو ضرور روکتا۔ اے بے نماز عورت! خاوند کا عذر غلط ہے تو خود غافل تھی اور غفلت کی وجہ سے تو نے نماز نہیں پڑھی۔ فرشتو! لے جاؤ اس کو بھی جہنم میں داخل کردو۔ (میری نماز ص ۴۱، ۴۲) بحوالہ تفسیر روح البیان۔

❁ داڑھی بھی گئی اور ملازمت بھی نہ ملی ❁

میرے ایک بزرگ نے ایک سچا واقعہ سنایا جو بڑی عبرت کا واقعہ ہے وہ یہ ہے کہ ان کے ایک

دوست لندن میں تھے اور کسی ملازمت کی تلاش میں تھے ملازمت کے لئے ایک جگہ انٹرویو دینے کیلئے گئے، اس وقت ان کے چہرے پر داڑھی تھی، جو شخص انٹرویو لے رہا تھا اس نے کہا کہ داڑھی کے ساتھ یہاں کام کرنا مشکل ہے اس لئے یہ داڑھی ختم کرنی ہوگی۔ اب یہ بڑے پریشان ہوئے کہ میں اپنی داڑھی ختم کروں یا نہ کروں۔ اس وقت تو وہ واپس چلتے آئے اور دو تین روز تک دوسری جگہوں پر ملازمت تلاش کرتے رہے اور کش مکش میں مبتلا رہے، دوسری ملازمت نہیں مل رہی تھی، اور بے روزگار اور پریشان بھی تھے، آخر فیصلہ کرلیا کہ چلو داڑھی کٹوا دیتے ہیں تا کہ ملازمت تو مل جائے۔ چنانچہ داڑھی کٹوا دی اور اسی جگہ ملازمت کے لئے پہنچ گئے۔ جب وہاں پہنچے تو انہوں نے پوچھا کہ کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپ نے کہا تھا کہ یہ داڑھی کٹوا دو تو تمہیں ملازمت مل جائے گی۔ اس نے پوچھا کہ آپ مسلمان ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ اس نے پھر پوچھا کہ آپ داڑھی کو ضروری سمجھتے تھے یا غیر ضروری سمجھتے تھے؟ جواب دیا کہ میں اس کو ضروری سمجھتا تھا اس وجہ سے رکھی تھی۔ اس نے کہا کہ جب آپ جانتے تھے کہ یہ اللہ کا حکم ہے اور اللہ کے حکم کے تحت داڑھی رکھی تھی، اور اب آپ نے صرف میرے کہنے کی وجہ سے اللہ کے حکم کو چھوڑ دیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اللہ کا وفادار نہیں ہیں اور جو شخص اپنے اللہ کا وفادار نہ ہو وہ اپنے افسر کا بھی وفادار نہیں ہوسکتا، لہٰذا اب ہم آپ کو ملازمت پر رکھنے سے معذور ہیں۔ **خسر الدنیا والآخرۃ** داڑھی بھی گئی اور ملازمت بھی نہ ملی۔

صرف داڑھی نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے جتنے احکام ہیں ان میں سے کسی کو یہ سوچ کر چھوڑنا کہ لوگ مذاق اُڑائیں گے۔ یہ بسا اوقات دنیا و آخرت دونوں کی تباہی کا سبب بن جاتا ہے۔ (اصلاحی خطبات جلد اول ص ۱۲۷، ۱۲۸)

حضرت فاروق اعظمؓ نے لوگوں پر خودساختہ روزہ زبردستی تڑوایا

حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانے میں بعض لوگ ۲۷ رجب کو روزہ رکھنے لگے، جب آپؓ کو پتہ چلا کہ ۲۷ رجب کا خاص اہتمام کر کے لوگ روزہ رکھ رہے ہیں تو چونکہ ان کے یہاں دین سے ذرا ادھر ادھر ہونا ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ وہ فوراً گھر سے نکل پڑے اور ایک ایک شخص کو جاکر زبردستی فرماتے کہ تم میرے سامنے کھانا کھاؤ اور اس بات کا ثبوت دو کہ تمہارا روزہ نہیں ہے، باقاعدہ اہتمام کر کے لوگوں کو کھانا کھلایا تا کہ لوگوں کو یہ خیال نہ ہو کہ آج کا روزہ زیادہ فضیلت کا ہے بلکہ جیسے اور دنوں میں نفلی روزے رکھے جاسکتے ہیں اسی طرح اس دن کا نفلی روزہ رکھا جاسکتا ہے۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ آپ نے یہ اہتمام اس لئے فرمایا تا کہ بدعت کا سد باب ہو اور دین کے اندر اپنی طرف سے زیادتی نہ ہو۔ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ بعض لوگ جو یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر ہم نے اس رات میں جاگ کر عبادت کرلی اور دن میں روزہ رکھ لیا تو کون سا گناہ کرلیا۔۔۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے یہ بتلایا کہ خرابی

یہ ہوئی کہ اس دن کے اندر روزہ رکھنا اللہ تعالیٰ نے نہیں بتایا، اور خود ساختہ اہتمام التزام ہی اصل خرابی ہے۔ (ایضاً)

دین کا خلاصہ اتباع ہے

میں یہ کئی بار عرض کر چکا ہوں کہ سارے دین کا خلاصہ ''اتباع'' ہے کہ ہمارا حکم مانو۔ نہ روزہ رکھنے میں کچھ رکھا ہے، نہ افطار کرنے میں کچھ رکھا، نہ نماز پڑھنے میں کچھ رکھا، جب ہم کہیں کہ نماز پڑھو تو نماز پڑھنا عبادت ہے اور جب ہم کہیں کہ نماز نہ پڑھو تو نماز نہ پڑھنا عبادت ہے، جب ہم کہیں کہ روزہ رکھو تو روزہ رکھنا عبادت ہے اور جب ہم کہیں کہ روزہ نہ رکھو تو روزہ نہ رکھنا عبادت ہے۔ اگر اس وقت روزہ رکھو گے تو یہ دین کے خلاف ہوگا۔ دین کا سارا کھیل اتباع میں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ یہ حقیقت دل میں اتار دے تو ساری بدعتوں کا خود ساختہ التزامات کی جڑ کٹ جائے (۵۲،۵۳)۔

سانپ مرنے کے بعد سیدھا ہو گیا

حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ اپنے خطاب میں ایک لطیفہ عموماً سنایا کرتے تھے کہ ایک بار ایک چوہے کی سانپ سے دوستی ہو گئی۔ چوہا اکثر سانپ سے کہا کرتا تھا کہ وہ ہمیشہ ٹیڑھی چال کیوں چلتا ہے کبھی سیدھا بھی ہو۔ ایک دن چوہے نے دیکھا کہ سانپ بالکل سیدھا پڑا ہے۔ اس نے اسے ہلایا تو وہ مر چکا تھا۔ اس پر چوہے نے کہا کہ مرنے کے بعد سیدھا ہونے کا کیا فائدہ؟ ''مزہ تو جب تھا کہ زندگی ہی میں سیدھا ہو جاتا''۔ اس لطیفے کے ذریعے آپ اپنے سامعین کو یہ باور کراتے تھے کہ زندگی ہی میں آخرت کی فکر کرنی چاہئے (روزنامہ پاکستان لاہور۔۲۳ مئی ۱۹۹۷ء ص ۷)

فاروق اعظمؓ نے غارِ ثور والی رات پر رشک کیا

ایک مرتبہ فاروق اعظمؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا۔ آپ میرے ساتھ ایک معاملہ فرمائیں تو میں بڑا احسان مند ہوں گا۔ انہوں نے پوچھا کیا معاملہ؟ فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ میری ساری عمر کی جتنی نیکیاں ہیں، جتنے اعمال صالح ہیں وہ سب مجھ سے لے لیں اور وہ ایک رات جو آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غارِ ثور میں گزاری وہ مجھے دے دیں (یعنی وہ ایک رات وہ میرے سارے اعمال پر بھاری ہے۔) (اصلاحی خطبات ج ۱ ص ۶۶)

ملک الموت کے نوٹس (قاصد)

ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک شخص کی ایک مرتبہ ملک الموت سے ملاقات ہوگئی (خدا معلوم

کیسی حکایت ہے، لیکن بہرحال عبرت کی حکایت ہے) تو اس نے عزرائیلؑ سے کہا کہ جناب آپ کا بھی عجیب معاملہ ہے۔ جب آپ کی مرضی ہوتی ہے آدھمکتے ہیں، دنیا کا قاعدہ تو یہ ہے کہ اگر کسی کو سزا دینی ہو تو پہلے سے اس کو نوٹس دیا جاتا ہے کہ فلاں وقت میں تمہارے ساتھ یہ معاملہ ہونے والا ہے اس کے لئے تیار ہو جانا۔ آپ تو نوٹس کے بغیر چلے آتے ہیں۔ عزرائیلؑ نے جواب میں فرمایا۔ ارے بھائی! میں تو اتنے نوٹس دیتا ہوں کہ دنیا میں کوئی بھی نہیں دیتا ہوگا۔ مگر اس کا کیا علاج کہ کوئی نوٹس سنتا ہی نہیں۔ تمہیں معلوم نہیں کہ جب بخار آتا ہے، وہ میرا نوٹس ہوتا ہے، جب سر میں درد ہوتا ہے وہ میرا نوٹس ہوتا ہے جب آدمی کے پوتے پیدا ہوتے ہیں وہ میرا نوٹس ہوتا ہے۔ میں تو مسلسل نوٹس بھیجتا رہتا ہوں، یہ اور بات ہے کہ تم سنتے ہی نہیں۔۔۔ وجاء کم النذیر اس کی تفسیر میں بعض مفسرین نے تو فرمایا کہ اس سے مراد حضور اقدس ﷺ ہیں۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ نذیر سے مراد سفید بال ہیں جب سر میں یا داڑھی میں سفید بال آ گئے تو یہ نذیر ہے یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ڈرانے والا آیا ہے کہ اب وقت قریب آ رہا ہے، تیار ہو جاؤ اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ نذیر سے مراد پوتا ہے۔ کہ جب کسی کے یہاں پوتا پیدا ہو جائے تو یہ پوتا نذیر ہے۔ اس کو کسی عربی شاعر نے ایک شعر میں نظم کر دیا ہے۔

اِذَا الرِّجَالُ وَلَدَتْ اَولَادُهَا ۔۔۔ وَبَلِيَتْ مِنْ كِبَرٍ اَجْسَادُهَا

وَجَعَلَتْ اَسْقَامُهَا تُعَادُهَا ۔۔۔ تِلْكَ زُرُوعٌ قَدْ دَنَا حَصَادُهَا

یعنی جب انسان کی اولاد کی اولاد پیدا ہو جائے اور بڑھاپے کی وجہ سے اس کا بدن پرانا ہو جائے اور بیماریاں یکے بعد دیگرے آنے لگیں۔۔۔ تو سمجھ لو کہ یہ وہ کھیتیاں ہیں جن کی کٹائی کا وقت آ گیا ہے
(د دے فیصلونو د ریبلو وخت رانزدے شوے دے) (ص ۸۷)

حضرت بریرہؓ نے حضور ﷺ کا مشورہ قبول نہیں کیا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک کنیز (وینځه) تھی۔ جن کا نام حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا تھا، پہلے یہ کسی اور کی کنیز تھی اور اس نے ان کا نکاح حضرت مغیث سے کر دیا تھا۔ اور چونکہ اصول یہ ہے کہ اگر آقا اپنی باندی کی کسی سے شادی کر دے تو آقا کو اپنی باندی سے اجازت لینے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی اس لئے کہ وہ آقا کی ملکیت ہوتی ہے۔۔۔ چنانچہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ان کے آقا نے حضرت مغیثؓ سے کر دیا اور حضرت مغیث صورت شکل کے اعتبار سے کوئی پسندیدہ شخصیت نہیں تھے بلکہ سیاہ فام تھے اور حضرت بریرہؓ حسین وجمیل خاتون تھیں۔ اس حالت میں ان کا نکاح ہو گیا۔ حضرت عائشہؓ نے چاہا کہ ان کو خرید کر آزاد کر دیں۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ نے ان کو خریدا اور پھر آزاد کر دیا۔ شریعت کا حکم یہ ہے کہ جب کوئی کنیز آزاد ہو جائے اور اس کا نکاح پہلے سے کسی کے ساتھ ہو چکا ہو تو آزادی کے وقت اس کنیز کو اختیار ملتا ہے کہ چاہے تو وہ اپنے شوہر کے ساتھ نکاح کو برقرار رکھے اور اگر

چاہے تو اس نکاح کو ختم کر دے اور فسخ کر دے اور پھر کسی اور نکاح کر دے۔ جب حضرت بریرہؓ آزاد ہوئیں تو شریعت کے قاعدہ کے مطابق ان کو بھی فسخ نکاح کا اختیار مل گیا اور ان سے کہا گیا کہ اگر تم چاہو تو مغیث سے اپنا نکاح برقرار رکھو اور چاہو تو اس نکاح کو ختم کر دو۔ انہوں نے فوراً یہ کہہ دیا کہ مغیث کے ساتھ نہیں رہتی اور اپنے نکاح کو فسخ کر دیا۔ اب چونکہ حضرت مغیثؓ کو ان سے بہت محبت تھی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہ منظر اب تک مجھے نہیں بھولتا کہ حضرت مغیث مدینہ کی گلیوں میں اس طرح گھوم رہے ہیں کہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں اور ان آنسوؤں سے داڑھی بھیگ رہی ہے۔ حضرت بریرہؓ کی خوشامد کر رہے ہیں اور ان کو اس پر راضی کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ خدا کے لئے اپنے اس فیصلے کو تبدیل کر لو۔ اور دوبارہ مجھ سے نکاح کر لو، مگر حضرت بریرہؓ مانتی نہیں تھیں۔ آخر کار حضرت مغیثؓ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ جا کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ایسا قصہ پیش آیا ہے چونکہ مجھے ان سے بہت تعلق ہے اور اتنا عرصہ ساتھ گزرا ہے اب وہ میری بات نہیں مانتیں۔ لہٰذا آپ ہی ان سے میری کچھ سفارش فرما دیجئے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت بریرہؓ کو بلایا اور فرمایا کہ لَوْ رَاجَعْتِهٖ فَاِنَّهٗ اَبُوْ وَلَدِكِ (ابن ماجہ کتاب الطلاق حدیث ص ۲۰۸۵) اگر تم اپنے اس فیصلے سے رجوع کر لو تو اچھا ہو اس لئے کہ وہ تمہارے بچے کے باپ ہیں، بیچارے اتنے پریشان ہیں۔ سبحان اللہ! حضرت بریرہؓ نے فوراً سوال کیا یا رسول اللہ آپ یہ فرما رہے ہیں کہ رجوع کر لو، یہ آپ کا حکم ہے یا مشورہ ہے؟ اگر آپ کی طرف سے یہ حکم ہے تو بے شک سر تسلیم خم ہے اور میں ان کے ساتھ دوبارہ نکاح کو تیار ہوں۔ آن حضرت ﷺ نے فرمایا اِنَّمَا اَشْفَعُ۔ میں یہ صرف سفارش کر رہا ہوں۔ یہ میرا حکم نہیں ہے، جب حضرت بریرہؓ نے یہ سنا کہ نبی کریم ﷺ کا حکم نہیں ہے بلکہ صرف سفارش اور مشورہ ہے تو فوراً فرما دیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اگر یہ مشورہ ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے آزادی ہے کہ قبول کروں یا نہ کروں، لہٰذا میرا فیصلہ یہی ہے کہ اب میں دوبارہ ان کے پاس نہیں جاؤں گی۔ چنانچہ حضرت بریرہؓ دوبارہ اس کے پاس نہیں گئیں اور ان سے علیحدگی اختیار کر لی۔ ("۱۰۴، ۱۰۶)

آپ ﷺ نے سفارش اس لئے کی کہ آپ جانتے تھے کہ حضرت مغیثؓ کے اندر سوائے شکل وصورت کے کوئی خرابی نہیں ہے۔ اگر یہ ان کی بات مان لے گی اور دوبارہ ان کے نکاح میں آجائیگی تو ان کو اجر وثواب بہت ہوگا اس لئے کہ اس نے اللہ کے ایک بندے کی خواہش کو پورا کیا۔ اور اس واسطے آپ ﷺ نے سفارش بھی کر دی۔ لیکن جب انہوں نے سفارش کو قبول نہیں کیا تو آنحضرت ﷺ نے کوئی ادنیٰ ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا۔ لہٰذا آپ ﷺ نے قیامت تک آنے والی امت کو یہ سبق دیدیا کہ مشورہ کو کبھی بھی یہ نہ سمجھو کہ یہ دباؤ ڈالا جا رہا ہے یا لازمی کیا جا رہا ہے۔ بلکہ مشورہ کا حاصل صرف توجہ دلانا ہے۔ اب اس کو اختیار ہے۔ چاہے وہ اس پر عمل کرے، چاہے نہ کرے ("۱۰۷)

سر میدان کفن بر دوش دارم

ہندوستان کے صوبہ یو۔پی میں ایک شہر ہے فیض آباد۔ وہاں جہاد ہو رہا تھا۔ مولانا امیر خان صاحب لشکر کے سپہ سالار تھے، وہاں کے ایک اسلام دشمن اور مسلمانوں کے دشمن حکمران کے خلاف جہاد لڑا جا رہا تھا۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب (پھولپوریؒ) کا وطن چھاڑل ہے، ضلع اعظم گڑھ میں۔ وہاں کے ایک بڑے میاں اس جہاد میں شریک تھے، انہوں نے آکر میرے شیخ کو بتایا اور جو میرے شیخ نے بتایا وہ میں آپ کو بتا رہا ہوں۔ بیچ میں زیادہ راوی نہیں ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ مولانا امیر خان صاحب جب کافروں سے جہاد کر رہے تھے اور تلوار چلا رہے تھے تو وہ ایک مصرع پڑھ رہے تھے۔ وہ مصرع کیا تھا۔ ''سر میدان کفن بر دوش دارم'' اے اللہ! میدان جہاد میں امیر خان کفن کو اپنے کندھے پر رکھ کر لایا ہے کہ اب واپس نہیں جانا ہے جان آپ پر دینا ہے۔ سر میدان کفن بر دوش دارم۔ میں سر میدان کفن لیکر آیا ہوں، آپ کے راستے میں جان فدا کرنے کیلئے میں میدان جہاد سے بھاگنے والا نہیں ہوں۔ آسمان سے آواز آئی جو اس بڈھے نے سنی جو میرے شیخ کے وطن کا رہنے والا تھا کہ جب امیر خان صاحب یہ مصرع پڑھتے تھے تو فوراً آسمان سے آواز آتی تھی۔ ''بیا مظلوم اکنوں در کنارم'' (اے مظلوم! میری رحمت کی گود میں جلدی سے شہید ہو کر آجا)۔

یہ آواز اس مجاہد نے سنی اور میرے شیخ کو بتایا کہ اس وقت میں جوان تھا اور اس جہاد میں شریک تھا۔ میں نے اپنے کانوں سے یہ آواز سنی ہے۔ اس نے یہ آواز میرے شیخ کے کان میں ڈال دی۔ شیخ نے یہ آواز میرے کان میں ڈالی اور آج (حضرت مولانا حکیم) اختر یہ آواز آپ کے کانوں میں ڈال رہا ہے۔ (افغانستان جانے والے مجاہدین سے حضرت حکیم اختر صاحب مدظلہ کا خطاب) (ہفت روزہ ضرب مومن کراچی، ۱۸ تا ۲۴ جولائی ۱۹۹۷ء ص ۲)

اذان کا احترام کرنے والی عورت کی بخشش

امام بزدویؒ کے متعلق مشہور ہے کہ ان کے ایک شاگرد نے آپ کو خواب میں دیکھا اور فرمایا کہ اے فلاں! کیا تمہیں پتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں عورت کو بخش دیا ہے۔ شاگرد نے پوچھا وہ کیسے؟ فرمایا وہ عورت نماز نہیں پڑھتی تھی۔ البتہ جب اذان ہوتی تو اس کا جواب بڑے احترام سے دیتی تھی۔ خدا نے اس کا یہی عمل قبول کر لیا ہے۔ حدیث کا مضمون بھی ہے کہ کسی چھوٹے سے چھوٹے عمل کو بھی حقیر نہ سمجھو، شاید اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی قابل قبول ہو اور تمہارے لئے نجات کا باعث بن جائے (معالم العرفان جلد ۱۴ ص ۵۷۷)۔

﴿حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم باعث شفاء﴾

(حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے) فرمایا کہ ایک دفعہ مولانا رضی الدین نیشاپوریؒ بیمار تھے ایک عالم آپ کے سرہانے بیٹھا اور یہ حدیث پڑھی: قال النبی علیہ السلام الغیبة اشد من الزنا مولانا پر اگرچہ بیماری کا غلبہ تھا مگر انہوں نے اس عالم سے پوچھا کہ یہ حدیث سنانے کا کونسا موقع ہے، نہ اس وقت زنا ہو رہا ہے اور نہ غیبت۔ آپ نے کیوں یہ حدیث پڑھی۔ اس نے جواب دیا کہ میرا مقصد توجیہہ اور غیر توجیہہ کا نہیں۔ میں نے تو سن رکھا ہے کہ جو کوئی کسی بیمار کے سرہانے کوئی حدیث پڑھے تو وہ بیمار تندرست ہو جاتا ہے۔ اس لئے میں نے یہ حدیث پڑھی جو متواتر اور صحیح ہے۔ آپ کی صحت کے لئے پڑھی ہے۔ پھر مولانا رضی الدین نے کچھ جواب نہ دیا اور وہ صحت یاب ہو گئے (فوائد الفوائد ج ۵ بحوالہ ہشت بہشت ص ۱۰۱۵)۔

﴿ایک درویش نے ناک پر سے مکھی اڑائی﴾

پھر اللہ کے حکم پر راضی رہنے اور تسلیم یعنی اطاعت قبول کر لینے پر سر جھکا لینے کا ذکر شروع ہوا تو فرمایا کہ ایک درویش بیٹھا تھا ایک مکھی آکر اس کی ناک پر بیٹھی، اس نے اڑائی، پھر آبیٹھی۔ پھر کہا یا الٰہی میں چاہتا ہوں کہ کبھی ناک پر نہ بیٹھے اور تو چاہتا ہے کہ بیٹھے، میں نے اپنے مرضی چھوڑ دی اور تیری رضا اختیار کی۔ اَب میں ناک پر سے مکھی نہیں اڑاؤں گا۔ جب یہ کہا تو مکھی ناک پر نہ بیٹھی ("ص ۱۰۱۶)

﴿حضرت تھانویؒ کا خادم "بھائی نیاز"﴾

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ایک خادم تھے بھائی نیاز۔ خانقاہ میں آنے جانے والے تمام حضرات انہیں "بھائی نیاز" کہہ کر پکارتے تھے۔ حضرت تھانویؒ کے خاص منہ چڑھے خادم تھے، اور چونکہ حضرت کی خدمت کرتے تھے اور حضرت والا کی صحبت بھی حاصل تھی تو ایسے لوگوں میں کبھی ناز بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ تھے تو "نیاز" لیکن تھوڑا سا ناز بھی پیدا ہو گیا تھا، اس لئے خانقاہ میں آنے جانے والوں سے کبھی بھی مچھیٹے ہو جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی صاحب نے حضرت والا سے بھائی نیاز کی شکایت کی کہ حضرت! یہ لوگوں کے ساتھ لڑتے جھگڑتے ہیں اور مجھے بھی انہوں نے برا بھلا کہا ہے۔ چونکہ حضرت والا کو پہلے بھی انکی شکایتیں پہنچ چکی تھیں۔ اس لئے حضرت والا کو بہت تکلیف ہوئی کہ یہ دوسروں کے ساتھ ایسا معاملہ کرتے ہیں۔ حضرت والا نے ان کو بلایا اور ڈانٹ کر فرمایا میاں نیاز! یہ تم کیوں ہر آدمی سے لڑتے جھگڑتے پھرتے ہو؟ انہوں نے سن کر چھوٹتے ہی جواب میں کہا کہ "حضرت! جھوٹ نہ بولو، اللہ

سے ڈرو‘‘ اب یہ الفاظ ایک نوکر اپنے آقا سے کہہ رہا ہے۔ آقا بھی کونسے؟ حکیم الامت حضرت تھانویؒ۔ حقیقت میں ان کا مقصد بھی یہ نہیں تھا کہ حضرت! آپ جھوٹ نہ بولیں۔ بلکہ اصلی میں ان کا مقصد یہ تھا کہ جن لوگوں نے آپ تک شکایت پہنچائی ہے انہوں نے جھوٹی شکایت پہنچائی ہے، ان کو چاہئے کہ جھوٹ نہ بولیں، اللہ سے ڈریں۔ لیکن جذبات میں بے اختیار یہ لفظ زبان سے نکلا کہ حضرت! جھوٹ نہ بولو، اللہ سے ڈرو۔ اب دیکھئے کہ اگر ایک آقا اپنے نوکر کو ڈانٹ رہا ہو اور نوکر یہ کہہ دے کہ جھوٹ نہ بولو تو اور زیادہ غصہ آئے گا اور زیادہ اشتعال پیدا ہوگا۔ لیکن یہ حضرت حکیم الامت تھے۔ ادھر انہوں نے کہا کہ جھوٹ نہ بولو، اللہ سے ڈرو۔ ادھر حضرت والا نے فوراً گردن جھکا لی اور فرمایا **استغفر الله، استغفر الله، استغفر الله.** اور پھر بعد میں فرمایا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی کہ میں نے ایک طرفہ بات سن کر انکو ڈانٹنا شروع کر دیا حالانکہ شریعت کا حکم یہ ہے کہ کسی ایک کی بات سن کر فوراً فیصلہ نہ کریں جب تک دوسری طرف کی بات بھی نہ سن لیں۔ پہلے مجھے ان سے پوچھنا چاہئے تھا کہ کیا قصہ ہوا ہے وہ اپنا موقف پہلے بیان کر دیتا۔ پھر اس کے بعد کوئی فیصلہ کرتے، لیکن میں نے پہلے ہی ڈانٹنا شروع کر دیا۔ تو غلطی مجھ سے ہوئی، اور جب اس نے کہا کہ اللہ سے ڈرو تو میں نے اللہ کی طرف رجوع کیا، معلوم ہوا کہ واقعۃً مجھ سے غلطی ہوگی۔ اور میں نے **استغفر الله استغفر الله** پڑھا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں کہا گیا کہ: **کان وقافاً عند حدود الله.** اللہ کے حدود کے آگے رک جانے والے (اصلاحی خطبات جلد دوم) ص ۲۱۷، ۲۱۸) از حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہٗ)

قبر میں ۷۵ ہزار قرآن شریف کا ختم

ایک صاحب کشف قبور والے نے ایک بزرگ کو دیکھا کہ اپنی قبر میں بیٹھے قرآن شریف پڑھ رہے ہیں، ان بزرگ نے کہا کہ میں جب سے یہاں قبر میں آیا ہوں، پچھتر ہزار قرآن شریف میں نے ختم کئے ہیں۔ یہ مجھے اللہ نے لذت کے لئے مشغلہ دیدیا ہے لیکن اس سے میرے نامہ اعمال میں ایک نیکی بھی نہیں لکھی گئی۔ تم لوگ جو دنیا میں ہو، دار العمل میں ہو، اگر ایک حرف قرآن شریف کا پڑھو تو دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ ایک دوسری قبر سے صاحب قبر بزرگ نے کہا کہ تم لوگ عمل کرتے ہو لیکن اجر نہیں دیکھتے، ہم اجر دیکھتے ہیں کہ معمولی معمولی عمل پر پہاڑوں کے برابر اجر ملتا ہے لیکن ہم عمل نہیں کر سکتے‘‘۔ (ماہنامہ بینات کراچی رجب ۱۴۱۸ھ نومبر ۱۹۹۷ء۔ صفحہ ۴۲ مضمون حضرت صوفی محمد اقبال صاحب)۔

حضرت رابعہ شیطان کو بھی برا نہ کہتی تھی (امام غزالیؒ کی مثال)

حضرت رابعہ بصریہؒ شیطان کو بھی برا نہ کہتی تھیں اور فرمایا کرتی تھیں کہ جتنی دیر اس فضول کام

میں صرف کی جائے۔ اتنی دیر تک اگر محبوب کے ذکر میں مشغول رہیں تو کس قدر فائدہ ہے۔۔۔۔ امام غزالیؒ کہتے ہیں کہ اے عزیز! تیری ایسی مثال ہے کہ تیرے بدن پر سانپ بچھو لپٹ رہے ہیں اور اور ایک دوسرے شخص پر مکھی بیٹھی ہے تو اس کو مکھی بیٹھنے پر ملامت کر رہا ہے لیکن اپنے سانپ بچھو کی خبر نہیں لیتا۔ ایک دوسرے بزرگ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کو اپنی آنکھ کا شہتیر بھی نظر نہیں آتا اور دوسرے کی آنکھ کا تذکرہ کر رہے ہیں حالانکہ اول تو یہ دونوں خود مستقل عیب ہیں کیونکہ اپنے عیبوں کا نہ دیکھنا یہ بھی گناہ ہے اور دوسرے کے عیوب کو بے ضرورت دیکھنا یہ بھی گناہ ہے اور بے ضرورت کے یہ معنی ہیں کہ اس میں کوئی شرعی ضرورت نہ ہو۔ (حضرت تھانوی وعظ نسیان النفس) تحفۃ العلماء ج ا ص ۲۵۴، ۲۵۵)

حضرت مدنیؒ پانی کا گھڑا شیخ الہندؒ کے گھر لے جا رہے تھے

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ شیخ الہندؒ کے ان جاں نثار رفقاء میں سے تھے جنہوں نے اپنے شیخ کے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور ان کے مقصد زندگی کو پورا کرنے کیلئے جان کو جان نہیں سمجھا۔

احقر (مولانا تقی عثمانی) کے والد ماجدؒ، ہمارے دادا حضرت مولانا محمد یاسین صاحبؒ سے روایت کرتے تھے کہ حضرت مدنیؒ جب شیخ العرب والعجم بن چکے تھے تو حضرت شیخ الہندؒ کے گھر میں نکاح کی کوئی تقریب تھی۔ اس موقع پر میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ حضرت مدنیؒ خود اپنے سر پر پانی کا مٹکا رکھ کر اپنے شیخ کے گھر لے جا رہے تھے۔ انہوں نے جس طرح ساری عمر اپنے شیخ کی خدمت و صحبت میں گزاری۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں وفات کے بعد بھی اپنے شیخ کا پہلو نصیب فرمایا۔ (جہاں دیدہ ص ۵۰۲ از مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ)۔

حبیب نجارؒ کی المناک شہادت

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں آتا ہے کہ قوم نے اس شخص (حبیب نجارؒ) کو پاؤں کے نیچے اس قدر روندا کہ اس بیچارے کی آنتیں پیٹ سے باہر نکل آئیں اور وہ شہید ہو گیا (ابن کثیر ج ۳ ص ۵۶۸)۔

مفسر وہبؒ کا بیان ہے کہ جب وہ ظالم لوگ اس مرد مومن کو ایذائیں دے رہے تھے تو وہ ان کے حق میں دعائیں کر رہا تھا۔ یہ شخص بڑا ہی نیک اور عبادت گزار تھا۔ کہتے ہیں کہ دن بھر جو کچھ کما کر لاتا شام کو، سے دو حصوں میں تقسیم کر دیتا۔ ایک حصہ بال بچوں کے حوالے کرتا اور دوسرا حصہ محتاجوں میں تقسیم کر دیتا (معالم العرفان (ج ۱۴ ص ۶۳۹۔ سورۃ یٰس)

﴿ہیضے کی وباء کے بارے میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کا اعلان﴾

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ کا یہ واقعہ بھی حضرت والد صاحبؒ (مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ) سے سنا تھا کہ دیوبند کے اطراف میں ہیضے کی وباء کا آغاز ہورہا تھا، حضرت مولانا کو اس کے بارے میں کوئی کشف ہوا ہوگا۔ آپ نے دیوبند میں یہ اعلان کرایا کہ: ہیضے کی شدید وباء گھر گھر پھیلنے والی ہے۔ لوگوں کو چاہئے کہ وہ کثرت سے صدقہ وخیرات دیں اور اپنی مملوکات میں سے ہر چیز سے صدقہ نکالیں۔ روپے میں سے روپیہ، غلے میں سے غلہ، کپڑے میں سے کپڑا، شاید اللہ تعالیٰ ان صدقات کی برکت سے اس بلا کو روک دیں۔ لیکن دیوبند کے بعض شیخ زادوں نے سنا تو انہوں نے اس پر توجہ دینے کے بجائے استہزاء کا انداز اختیار کیا اور کہنے لگے کہ: ''ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مدرسے میں چندے کی کمی ہوئی ہے جسے پورا کرنے کیلئے مولوی صاحب یہ اعلان کررہے ہیں'' حضرت کو یہ جملہ پہنچا تو جوش میں آکر فرمایا ''اچھا تو اب وبا آکر رہے گی اور ایک ایک گھر سے کئی کئی جنازے اٹھیں گے''۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ ''حضرت! آپ بھی تو یہیں مقیم ہیں'' فرمایا: ''ہاں یعقوب اور یعقوب کی اولاد بھی اسی وباء میں جائے گی''۔ چنانچہ وہ شدید وبا آئی اور حضرت مولانا کی وفات بھی اسی وباء کے دوران ہوئی۔ پھر یہ بھی مشہور ہے۔ واللہ اعلم کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا کی قبر کی مٹی کو اس وباء کے مریضوں کے لئے سامان شفاء بنادیا۔ جس گھر میں کسی کو ہیضہ ہوتا، مولانا کی قبر سے کچھ مٹی اٹھا کر لے جاتا اور اس کے استعمال کی برکت سے اللہ تعالیٰ مریض کو شفاء بخش دیتے۔

(جہاں دیدہ ص ۵۱۷، ۵۱۸)

﴿وفاداری عورت کا عظیم وصف ہے﴾

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانویؒ نے ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ ایک بزرگ کی بیوی بہت لڑنے جھگڑنے والی تھی، ہر وقت لڑتی رہتی تھی۔ جب گھر میں داخل ہوتے بس لعنت ملامت لڑائی جھگڑا شروع ہوجاتا۔ کسی صاحب نے ان بزرگ سے کہا کہ دن رات کی جھک جھک اور لڑائی آپ نے کیوں پالی ہوئی ہے یہ قصہ ختم کردیجئے اور طلاق دے دیجئے۔ تو ان بزرگ نے جواب دیا کہ بھائی طلاق دینا تو آسان ہے جب چاہوں دیدوں گا۔ بات دراصل یہ ہے کہ اس عورت میں اور تو بہت سی خرابیاں نظر آتی ہیں لیکن اس کے اندر ایک وصف ایسا ہے جس کی وجہ سے میں ان کو کبھی نہیں چھوڑوں گا اور کبھی طلاق نہیں دوں گا۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر وفاداری کا ایسا وصف رکھا ہے کہ اگر بالفرض میں گرفتار ہوجاؤں اور پچاس سال تک جیل میں بند رہوں تو مجھے یقین ہے کہ میں اس کو جس کونے میں بٹھا کر جاؤں گا اسی کونے میں بیٹھے رہے گی۔ اور کسی

اور کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھے گی۔ اور یہ وفاداری ایسا وصف ہے کہ اس کی کوئی قیمت نہیں ہو سکتی (اصلاحی خطبات ج ۲ ص ۳۹، ۴۰)۔

ہمارے حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے ہندوستان (پاکستان) کے معاشرے کی خواتین دنیا کی حوریں ہیں اور اس کی وجہ یہ بیان فرماتے کہ ان کے اندر وفاداری کا وصف ہے، جب سے مغربی تہذیب وتمدن کا وبال آیا ہے اس وقت سے رفتہ رفتہ یہ وصف بھی ختم ہوتا جا رہا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر وفاداری ایک ایسا وصف رکھا ہے کہ چاہے کچھ ہو جائے لیکن یہ اپنے شوہر پر جان نثار کرنے کیلئے تیار ہے۔ اور اس کی نگاہ شوہر کے علاوہ کسی اور پر نہیں پڑتی۔ بہرحال ان بزرگ نے حقیقت میں اسی حدیث پر عمل کر کے دکھلایا کہ: **اِن کَرِہَ مِنھا خُلقًا رَضِیَ منھا آخر** (۱۱)۔

لڑکی دو بول کی لاج رکھتی ہے اور مسلمان دو بول کی لاج نہیں رکھتا

ہمارے حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک نادان اور غیر تعلیم یافتہ لڑکی سے سبق لو کہ صرف دو بول پڑھ کر جب ایک شوہر سے تعلق قائم ہو گیا، ایک نے کہا کہ میں نے نکاح کیا اور دوسرے نے کہا کہ میں نے قبول کر لیا۔ اس لڑکی نے اس دو بول کی ایسی لاج رکھی کہ ماں کو اس نے چھوڑا، باپ کو اس نے چھوڑا، بہن بھائیوں کو اس نے چھوڑا۔ اپنے خاندان کو چھوڑا اور پورے کنبے کو چھوڑا۔ اور شوہر کی ہو گئی۔ اور اس کے پاس مقید ہو گئی تو اس دو بول کی اس نادان لڑکی نے اتنی لاج رکھی اور اتنی وفاداری کی۔ تو حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ ایک نادان لڑکی تو اس دو بول کا اتنا بھرم رکھتی ہے کہ سب کو چھوڑ کر ایک کی ہو گئی لیکن تم سے یہ نہیں ہو سکا کہ تم یہ دو بول۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رسولُ اللّٰہ

پڑھ کر اس اللہ کے ہو جاؤ جس کے لئے یہ دو بول پڑھے تھے تم سے تو وہ نادان لڑکی اچھی ہوئی کہ یہ دو بول پڑھ کر اتنی لاج رکھتی ہے تم سے اتنی لاج بھی نہیں رکھی جا سکتی کہ اس اللہ کے ہو جاؤ (" ص ۴۷)

کھانے کی تعریف کرنے پر عورت خوشی سے رو پڑی

میرے حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب قدس اللہ سرہ نے ایک دن بڑا عجیب واقعہ سنایا کہ میرے متعلقین میں ایک صاحب تھے۔ وہ اور ان کی بیوی دونوں میری مجلس میں آیا کرتے تھے اور کچھ اصلاحی تعلق بھی قائم کیا ہوا تھا۔ دونوں نے ایک مرتبہ اپنے گھر میری دعوت کی، چنانچہ میں ان کے گھر گیا اور جا کر کھانا کھایا اور کھانا بڑا اچھا بنا ہوا تھا۔ ہمارے حضرت والا قدس اللہ سرہ کی ہمیشہ یہی عادت تھی کہ جب کھانا کھاتے تو کھانے کے بعد کھانا بنانے والی خاتون کی تعریف کرتے کہ تم نے بہت اچھا کھانا

پکایا، تاکہ اس کی حوصلہ افزائی ہو، اس کا دل بڑھے، چنانچہ جب حضرت والا کھانا کھا کر فارغ ہوئے تو وہ خاتون پردے کے پیچھے آئیں اور آکر حضرت والا کو سلام کیا۔ تو حضرت والا نے فرمایا تم نے بڑا لذیذ کھانا اور اچھا کھانا بنایا، کھانا کھانے میں بڑا مزہ آیا۔ حضرت والا فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ جملہ کہا تو پردے کے پیچھے سے اس خاتون کی سسکیاں لینے اور رونے کی آواز آئی۔ میں حیران ہو گیا کہ معلوم نہیں کہ میری کس بات سے ان کو تکلیف پہنچی اور ان کا دل ٹوٹا۔ میں نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ آپ کیوں رو رہی ہے؟ ان خاتون نے اپنے رونے پر بمشکل قابو پاتے ہوئے یہ کہا کہ حضرت! آج مجھے ان شوہر کے ساتھ رہتے ہوئے چالیس سال ہو گئے ہیں لیکن اس پورے عرصے میں کبھی میں نے ان کی زبان سے یہ جملہ نہیں سنا کہ ''آج کھانا اچھا بنا ہے'' آج جب آپ کے منہ سے یہ جملہ سنا تو مجھے رونا آگیا (''ص ۵۰، ۵۱)

اسلام میں امیر کا تصور۔ حضرت شیخ الادبؒ امیر بنائے گئے

اور اسلام میں ''امیر'' کا تصور یہ نہیں ہے کہ وہ تخت پر بیٹھ کر حکم چلائے بلکہ اسلام میں امیر کا تصور وہ ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''**سید القوم خادمھم**، (کنز العمال ح ص ۵۱۷) قوم کا سردار ان کا خادم ہوتا ہے۔

میرے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ ایک واقعہ سنایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ ہم دیوبند سے کسی دوسری جگہ سفر پر جانے لگے تو ہمارے استاد حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ نے فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جب تم کہیں سفر پر جاؤ تو کسی کو اپنا امیر بنالو، لہٰذا ہمیں بھی اپنا امیر بنا لینا چاہئے۔ حضرت والد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ ہم شاگرد تھے وہ استاد تھے۔ اس لئے ہم نے کہا کہ امیر بنانے کی کیا ضرورت ہے؟ امیر تو بنے بنائے موجود ہیں حضرت مولاناؒ نے پوچھا کہ کون؟ ہم نے کہا کہ امیر آپ ہیں۔ اس لئے کہ آپ استاد ہیں۔ ہم شاگرد ہیں۔ حضرت مولانا نے کہا: اچھا آپ لوگ مجھے امیر بنانا چاہتے ہیں؟ ہم نے کہا کہ: جی ہاں: آپ کے سوا اور کون امیر بن سکتا ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ ''اچھا ٹھیک ہے لیکن امیر کا ہر حکم ماننا ہوگا اس لئے کہ امیر کے معنی یہ ہیں کہ اس کے حکم کی اطاعت کی جائے'' ہم نے کہا جب امیر بنایا ہے تو انشاء اللہ ہر حکم کی اطاعت بھی کریں گے، مولانا نے فرمایا کہ ٹھیک ہے میں امیر ہوں اور میرا حکم ماننا۔ جب گاڑی آئی تو حضرت مولانا نے تمام ساتھیوں کا کچھ سامان سر پر اور کچھ ہاتھ میں اٹھایا، اور چلنا شروع کر دیا۔ ہم نے کہا کہ: حضرت! یہ کیا آپ غضب کر رہے ہیں؟ ہمیں اٹھانے دیجئے۔ مولانا نے فرمایا کہ: نہیں۔ جب امیر بنایا ہے تو اب حکم ماننا ہوگا اور یہ سامان مجھے اٹھانے دیں، چنانچہ وہ سارا سامان اٹھا کر گاڑی میں رکھا۔ اور پھر پورے سفر میں جہاں کہیں مشقت کا کام آتا تو وہ کام خود کرتے، اور جب ہم کچھ کہتے تو فوراً فرماتے کہ دیکھو! تم نے مجھے امیر بنایا ہے اور

امیر کا حکم ماننا ہوگا، لہٰذا امیرا حکم مانو۔ ان کو امیر بنانا تو ہمارے لئے قیامت ہو گیا۔ حقیقت میں امیر کا تصور یہ ہے۔ ("۶۷، ۶۸)۔

نمازوں میں جہر اور اخفاء کی وجہ

طحطاوی، درمختار اور فتح المعین وغیرہ میں ہے کہ ابتداء میں آنحضرت ﷺ سب نمازوں میں قرأت جہراً کرتے تھے اور مشرکین آپکو ایذاء دیتے۔ یعنی اللہ جل شانہ اور نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخانہ کلمات کہتے تھے تو حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَلَا تَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا الخ. یعنی نہ کل نمازوں میں جہر کرو نہ کل نمازوں میں آہستہ پڑھو بلکہ ان دونوں کے درمیان ایک راہ اختیار کرلو۔ کہ رات کی نمازوں میں جہر کرو اور دن کی نمازوں میں آہستہ پڑھو۔ پس آپ ظہر وعصر میں آہستہ پڑھتے۔ کیونکہ کفار ان دونوں وقتوں میں پورے طور پر درپے آزاد رہتے تھے اور مغرب میں چونکہ کفار خورد و نوش میں مشغول رہتے اور عشاء وفجر میں سوتے ہوتے تھے۔ اس لئے ان تینوں وقتوں میں آپ جہراً پڑھتے تھے اور جمعہ وعیدین چونکہ آپ نے مدینہ منورہ میں قائم کیا۔ جہاں کفار کا کوئی زور نہ تھا اس لئے آپ ان میں بھی جہراً پڑھتے تھے پھر یہ عذر گوزائل ہو چکا تاہم حکم باقی اور حتمی ہے یہاں تک کہ اگر جہری نماز میں امام نے سرًا یا سری نماز میں جہراً قرأت کی تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔ (الصبح النوری شرح مختصر القدوری ص ۱۲۷)۔

حضور ﷺ کے لئے لحد کھول دی گئی

جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو آپ کی قبر کی بابت اختلاف ہوا کہ لحد ہو یا شق؟ حضرت ابو طلحہ انصاریؓ لحد کھودنے میں ماہر تھے اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ شق کھودنے میں ماہر تھے۔ ان دونوں کے پاس آدمی بھیجے گئے، حضرت عباس بن عبد المطلب نے دعا کی اَللّٰهُمَّ اخْتَرْ لِنَبِيِّكَ اَحَبَّ الْاَمْرَيْنِ اِلَيْكَ" حسن اتفاق سے حضرت ابوطلحہؓ مل گئے اور حضرت ابوعبیدہؓ نہیں ملے۔ پس آپ کی قبر بنائی [illegible] امام شافعیؒ کے نزدیک شق سنت ہے کیونکہ یہ اہل مدینہ کا معمول ہے۔ جواب یہ ہے کہ معمول زمین کے نرم ہونے کی وجہ سے ہے کہ اس میں لحد نہیں ٹھہرتی (ص ۱۹۷) (الصبح النوری)

حضرت عائشہؓ نے حضرت سودہؓ کے چہرے پر حلوہ مل دیا

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ حضرت سودہؓ کے گھر میں مقیم تھے اور ان کی باری کا دن تھا، حضرت عائشہؓ نے حضور ﷺ کے لئے حلوہ پکایا اور حضرت سودہؓ کے گھر پر لائیں اور لا کر حضور اقدس ﷺ کے سامنے رکھ دیا اور حضرت سودہ بھی سامنے بیٹھی ہوئی تھیں ان سے کہا کہ آپ بھی کھائیں۔ حضرت سودہ

رضی اللہ عنہا کو یہ بات گراں گزری کہ جب حضور اقدس ﷺ میرے گھر میں تھے اور میری باری کا دن تھا تو پھر یہ حلوہ پکا کر کیوں لائیں؟ اس لئے حضرت سودہ نے انکار کر دیا کہ میں نہیں کھاتی۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ یہ حلوہ کھاؤ اور اگر نہیں کھاؤ گی تو پھر یہ حلوہ تمہارے منہ پر مل دوں گی حضرت سودہ نے فرمایا کہ میں تو نہیں کھاؤں گی۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ نے تھوڑا سا حلوہ اٹھا کر حضرت سودہ کے منہ پر مل دیا۔ اب حضرت سودہ نے حضور اقدس ﷺ سے شکایت کی کہ یا رسول اللہ! انہوں نے میرے منہ پر حلوہ مل دیا۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کریم میں آیا ہے کہ **وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا**۔ یعنی کوئی شخص اگر تمہارے ساتھ برا سلوک کرے تو تم بھی بدلے میں اس کے ساتھ برا سلوک کر سکتے ہو۔ اب انہوں نے تمہارے منہ پر حلوہ مل دیا ہے تو تم بھی ان کے چہرے پر حلوہ مل دو۔ چنانچہ حضرت سودہ نے تھوڑا سا حلوہ اٹھا کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے چہرے پر مل دیا۔ اب دونوں کے چہروں پر حلوہ ملا ہوا ہے اور یہ سب حضور اقدس کے سامنے ہو رہا ہے۔ اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی، پوچھا کہ کون ہے؟ معلوم ہوا کہ حضرت فاروق اعظمؓ تشریف لائے ہیں۔ (شاید اس وقت تک پردے کے احکام نہیں آئے تھے) جب آپ ﷺ نے یہ سنا کہ حضرت عمرؓ تشریف لائے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم دونوں جلدی جا کر اپنے چہرے دھولو، اس لئے کہ حضرت عمر آ رہے ہیں چنانچہ دونوں نے جا کر اپنا چہرہ دھویا۔ (مجمع الزوائد للہیثمی جلد ۴ صفحہ ۳۱۶۔ اصلاحی خطبات جلد دوم ص ۸۷)۔

وہ ذات جس کا ہر آن اللہ جل جلالہ کے ساتھ رابطہ قائم ہے۔ جس کی ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ گفتگو ہو رہی ہے اور وحی آ رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کی حضوری کا وہ مقام حاصل ہے جو اس روئے زمین پر کسی اور کو حاصل نہیں ہو سکتا، لیکن اس کے باوجود ازواج مطہرات کے ساتھ یہ انداز اور ان کی دلداری کا اتنا خیال ہے۔

حضرت ام حبیبہؓ کے پہلے شوہر کا مرتد ہونا اور ام المومنین بننا

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوسفیانؓ کی بیٹی ہیں جنہوں نے تقریباً اکیس سال حضور اقدس ﷺ کی مخالفت میں گزارے اور حضور کے خلاف جنگیں لڑیں اور مکہ مکرمہ کے سرداروں میں سے تھے۔ اور آخر فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہو کر صحابی بن گئے۔ جب حضرت ام حبیبہؓ اور ان کے شوہر مسلمان ہو گئے تو ان دونوں کے مسلمان ہونے سے ابوسفیان کے کلیجے پر چھری چلتی تھی اور ان کو بیٹی اور داماد کا مسلمان ہونا برداشت نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ انکو تکلیفیں پہنچانے کے درپے رہتے تھے۔ اس زمانے میں بہت سے مسلمان کافروں کی تکلیفوں سے تنگ آ کر حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔ چنانچہ حضرت ام حبیبہؓ اور ان کے شوہر عبید اللہ بن جحش نے بھی حبشہ کو ہجرت کی۔ اور حبشہ میں مقیم ہو گئے۔ وہیں پر ان دونوں کی بیٹی حبیبہ پیدا ہوئیں جن کی نسبت سے آپؓ کو ام حبیبہ کہا جاتا ہے (آپ کا اصل نام

رملہ ہے۔ خطبات ص ۹۹) ایک رات حضرت ام حبیبہؓ سوئیں تو خواب میں دیکھا کہ ان کے شوہر عبید اللہ بن جحش کا چہرہ بری طرح مسخ ہو گیا ہے۔ یہ گھبرا کر اٹھیں اور دل میں سوچنے لگیں کہ شاید عبید اللہ بن جحش کی حالت میں کوئی بڑا تغیر آنے والا ہے۔ اس کے بعد جب کچھ دن گزرے تو اس خواب کی تعبیر سامنے آ گئی اور یہ ہوا کہ ان کے شوہر ایک عیسائی کے پاس جایا کرتے تھے اس کے پاس جانے کے نتیجے میں دل سے ایمان نکل گیا اور عیسائی بن گئے۔ چنانچہ بیوی سے کہا کہ میں نے تمام مذاہب پر غور کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ عیسائی مذہب سے بہتر کوئی مذہب نہیں، چنانچہ میں عیسائی ہو گیا ہوں'' (جہان دیدہ ص ۲۶۶)

اندازہ کیجئے کہ یہ الفاظ سن کر حضرت ام حبیبہؓ کو کیسا دھچکا لگا ہوگا؟ اس پر تو بجلی گر گئی۔ اسلام کی خاطر ماں باپ کو چھوڑا، وطن کو چھوڑا، سارے عزیز و اقارب کو چھوڑا اور آ کر اس دیار غربت میں مقیم ہو گئے۔ اور لے دے کر ایک شوہر جو ہمدرد اور دم ساز ہو سکتا تھا وہ کافر ہو گیا۔ اب ان پر تو قیامت گذر گئی۔ بی بی نے شوہر کو اپنا خواب سنا کر ارتداد سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن ہدایت اس کے مقدر میں نہ تھی۔ اس نے خواب کی بات کو بے پروائی سے ٹلا دیا۔ اور شراب نوشی میں مشغول ہو گیا اور کچھ دنوں کے بعد اسی حالت میں اس کا انتقال ہوا۔ اب یہ اس دیار غربت میں تن تنہا رہ گئی۔ اس کسمپرسی کی حالت میں ایک رات سوئیں تو خواب میں دیکھا کہ کوئی پکارنے والا انہیں ام المؤمنین کہہ کر پکار رہا ہے۔ اس خواب کی تعبیر انہوں نے یہ لی کہ آنحضرت ﷺ ان سے نکاح فرمائیں گے۔ ادھر حضور اقدس ﷺ کو مدینہ میں اس کی اطلاع ملی کہ ام حبیبہ کے شوہر عیسائی بن کر انتقال کر گئے ہیں اور وہ دیار غیر میں اکیلی اور تنہا ہیں تو آپ ﷺ نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو پیغام بھیجا کہ ام حبیبہ کو میری طرف سے نکاح کا پیغام دے دو۔ چنانچہ ام حبیبہ خود فرماتی ہیں کہ ایک دن میں اسے بے بسی کے عالم میں گھر میں بیٹھی تھی۔ اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔ دروازہ کھولا تو دیکھا کہ باہر ایک کنیز کھڑی ہوئی ہے۔ (جس کا نام ابرہہ تھا) حضرت ام حبیبہؓ نے ان سے پوچھا کہ: کہاں سے آئی ہو؟ اس نے جواب دیا کہ مجھے حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے بھیجا ہے اور کہا ہے کہ میرے پاس رسول کریم ﷺ کا خط آیا ہے جس میں آپ ﷺ نے مجھے یہ خدمت سونپی ہے کہ میں آپ سے ان کے نکاح کا انتظام کر دوں۔ لہٰذا آپ کسی کو اپنے نکاح کا وکیل بنا دیں تا کہ وہ آپ کی طرف سے نکاح کر سکے۔ حضرت ام حبیبہؓ فرماتی ہیں کہ جس وقت یہ الفاظ میرے کان میں پڑے اس وقت مجھے اس قدر مسرت اور حیرت ہوئی کہ اس خوشی میں جو زیور پہنے ہوئے تھی وہ سب اتار کر کنیز کو دے دیا۔ اور حضرت خالد بن سعید بن العاصؓ کے پاس پیغام بھیج کر انہیں اپنا وکیل مقرر فرما دیا۔ نجاشی نے آنحضرت ﷺ کے چچا زاد بھائی حضرت جعفر بن ابی طالبؓ اور دوسرے مسلمانوں کو جمع کیا اور خطبہ دیا اور آنحضرت ﷺ کی طرف سے حضرت ام حبیبہؓ کا مہر چار سو دینار مقرر کر کے اسی وقت حضرت خالد بن سعیدؓ کے حوالہ کر دیا۔ حضرت خالد بن سعیدؓ نے وکیل کی حیثیت سے نکاح کو قبول

کیا۔ نکاح کے بعد جب سب لوگ اٹھ کر جانے لگے تو نجاشی نے کہا کہ: ذرا ٹھہریئے! انبیاء کرام کی سنت یہ ہے کہ نکاح کے بعد ولیمہ بھی کرتے ہیں چنانچہ کھانا منگوایا گیا اس کے بعد سب رخصت ہو گئے۔

حضرت ام حبیبہؓ فرماتی ہیں کہ مہر کے طور پر جو چار سو دینار مجھے دیئے گئے تھے میں نے ان میں سے سو دینار ابرہہ کو مزید انعام کے طور پر دینے چاہے لیکن اس کنیز نے کہا کہ مجھے بادشاہ نے آپ سے کچھ لینے سے منع کر دیا۔ اور جو زیور آپ نے دیے تھے وہ بھی آپ کو واپس کرنے کی تاکید کی ہے۔ اس کے بدلے میں انہوں نے مجھے از خود بہت انعام دیدیا ہے۔

نجاشی (ؓ) نے اس کے بعد حضرت ام حبیبہؓ کی خدمت میں بہت سے تحفے بھیجے جن میں شاہی خوشبوئیں بھی شامل تھیں۔ اور نہایت اعزاز و اکرام کیساتھ آپ کو مدینہ طیبہ بھیجنے کا بندوبست فرمایا۔

جب حضرت ام حبیبہ آنحضرت ﷺ کے پاس مدینہ طیبہ جانے لگیں تو ابرہہ کنیز نے آکر آپ سے کہا کہ میں بھی مسلمان ہو چکی ہوں اور میری طرف سے سرکار دو عالم ﷺ کو سلام عرض کر دیجئے گا"۔ حضرت ام حبیبہؓ نے سلام پہنچانے کا وعدہ کیا اور رخصت ہو گئیں۔ مدینہ طیبہ پہنچ کر انہوں نے حسب وعدہ ابرہہ کا سلام حضور ﷺ کو پہنچایا۔ آپ ﷺ نے سارا واقعہ سن کر تبسم فرمایا اور ابرہہ کو دعائیں دیں (طبقات ابن اسعد ج ۸)۔

جب حضرت ابوسفیان کو یہ اطلاع ملی کہ میری بیٹی کا نکاح آنحضرت ﷺ سے ہو گیا ہے اس وقت بے ساختہ ان کی زبان پر جو کلمہ آیا وہ یہ تھا کہ "یہ خبر تو خوشی کی خبر ہے اس لئے کہ محمد ﷺ ان لوگوں میں سے نہیں جن کے پیغام کو رد کیا جائے۔ لہٰذا یہ تو خوش قسمتی کی بات ہے کہ ام حبیبہؓ وہاں چلی گئی (خطبات ج ۲ ص ۹۸)

صلح حدیبیہ کے موقع پر جنگ بندی کا جو معاہدہ ہوا تھا، خود کفار مکہ نے اس کی خلاف ورزی کر کے اسے توڑ دیا۔ صلح ختم ہو گئی اور ابوسفیان کو اندازہ ہوا کہ اب آنحضرت ﷺ کسی وقت مکہ مکرمہ پر حملہ آور ہو سکتے ہیں اس لئے وہ جنگ بندی کی مدت میں توسیع کی تجویز لیکر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی تجویز مسترد کر دی۔ اس موقع پر انہیں خیال ہوا کہ اپنی بیٹی (حضرت ام حبیبہؓ) کے پاس جا کر ان سے سفارش کروائیں۔ دنیا کے عام قاعدے کے مطابق ان کی یہ توقع بیجا بھی نہیں تھی کہ بیٹی اپنے شوہر (ﷺ) سے ضرور سفارش کریں گی۔ چنانچہ ابوسفیان حضرت ام حبیبہؓ کے پاس پہنچے۔ بیٹی نے ان کا استقبال کیا۔ جس وقت یہ گھر میں داخل ہوئے اس وقت حضور اقدس ﷺ کا بستر گھر میں بچھا ہوا تھا۔ حضرت ابوسفیان نے گھر میں داخل ہو کر اس بستر پر بیٹھنے کا ارادہ کیا۔ تو حضرت ام حبیبہؓ تیزی سے آگے بڑھیں اور حضور اقدس ﷺ کا بستر ایک طرف ہٹا کر لپیٹ کر رکھ دیا۔ ابوسفیان کو بیٹی کا طرز عمل بڑا عجیب محسوس ہوا اور ایک جملہ یہ کہا کہ: رملہ! کیا یہ بستر میرے لائق نہیں ہے یا میں اس بستر کے لائق نہیں ہوں؟ حضرت ام حبیبہؓ نے جواب دیا کہ "ابا جان! بات یہ ہے کہ آپ

اس بستر کے لائق نہیں ہیں۔اس واسطے کہ یہ محمد ﷺ کا بستر ہے اور جو آدمی مشرک ہو میں اس کو اپنی زندگی میں اس بستر پر بیٹھنے کی اجازت نہیں دے سکتی'' ابوسفیان اپنی بیٹی کا یہ جواب سن کر تلملا گئے اور بولے ''تمہارے اندر مجھ سے جدا ہونے کے بعد کتنا تغیر آ گیا؟ یہ تھیں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا۔آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد تیس چالیس سال زندہ رہیں۔حضرت معاویہؓ آپ کے بھائی تھے اسی لئے ان کا لقب خال المومنین (مسلمانوں کے ماموں) مشہور ہو گیا۔جب وہ خلیفہ بنے تو حضرت ام حبیبہؓ ان سے ملاقات کے لئے دمشق تشریف لائیں۔حضرت معاویہؓ نے ان سے بہت سے فقہی مسائل حاصل کئے اور متعدد احادیث ان سے روایت فرمائیں (جہاں دیدہ ص ۲۶۶ تا ۲۶۹۔اصلاحی خطبات ج ۲ ص ۹۶ تا ۹۹)۔

اگر فرات کے کنارے کتا بھی بھوکا مر جائے

حضرت فاروق اعظمؓ فرماتے ہیں کہ اگر دریائے فرات کے کنارے کوئی کتا بھی بھوکا مر جائے تو مجھے خیال ہوتا ہے کہ قیامت کے روز مجھ سے سوال ہوگا کہ اے عمر! تیری حکومت میں ایک کتا بھوکا مر گیا (ص ۱۱۱)

خواب میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے سنت اور بدعت کی مثال سمجھائی

میرے والد صاحب (مولانا مفتی محمد شفیعؒ) قدس اللہ سرہ کے پاس ایک بزرگ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ دعا جو تشریف لایا کرتے تھے تبلیغی جماعت کے مشہور اکابر میں سے تھے اور بڑے عجیب وغریب بزرگ تھے۔ایک دن آ کر انہوں نے والد صاحب سے عجیب خواب بیان کیا اور خواب میں میرے والد ماجد کو دیکھا کہ آپ ایک بلیک بورڈ کے پاس کھڑے ہیں اور کچھ لوگ ان کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ ان کو کچھ پڑھا رہے ہیں۔حضرت والد صاحبؒ نے بلیک بورڈ پر چاک سے ایک ۱ کا ہندسہ بنایا اور لوگوں سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ یہ ایک ہے۔اس کے بعد آپ نے اس ایک کے ہندسے کے دائیں طرف (۱۰) ایک نقطہ بنایا، لوگوں سے پوچھا کہ اب کیا ہو گیا؟ لوگوں نے جواب دیا کہ یہ دس (۱۰) ہو گیا۔اور پھر ایک نقطہ اور لگا دیا۔اور پوچھا اب کیا ہو گیا؟ لوگوں نے کہا کہ اب یہ سو (۱۰۰) ہو گیا۔پھر ایک نقطہ اور لگا دیا اور پوچھا کہ اب کیا ہو گیا؟ لوگوں نے بتایا اب ایک ہزار (۱۰۰۰) ہو گیا۔پھر فرمایا میں جتنے نقطے لگا تا جا رہا ہوں یہ دس گنا بڑھتا جا رہا ہے۔

پھر انہوں نے وہ سارے نقطے مٹا دیئے۔اور اب دوبارہ وہی نقطہ اس ایک ہندسے کے بائیں طرف (۰۱) لگایا پھر لوگوں سے پوچھا کہ یہ کیا ہوا؟ لوگوں نے بتایا کہ اعشاریہ ایک ہو گیا۔یعنی ایک کا دسواں حصہ، اور پھر ایک نقطہ اور لگا دیا (۰۰۱) اور پوچھا کہ اب کیا ہو گیا لوگوں نے بتایا کہ اب یہ

اعشاریہ صفر ایک ہوگیا، یعنی ایک کا سوواں حصہ، پھر ایک نقطہ اور لگا کر پوچھا کہ اب کیا ہوگیا (۰۰۰۱) لوگوں نے بتایا کہ اب اعشاریہ صفر صفر ایک، یعنی ایک کا ہزارواں حصہ بن گیا۔ پھر فرمایا کہ اس سے معلوم ہوا کہ بائیں طرف کے نقطے اس عدد کو دس گنا کم کر رہے ہیں۔ پھر فرمایا کہ دائیں طرف جو نقطے لگ رہے ہیں یہ سنت ہیں اور بائیں طرف جو نقطے لگ رہے ہیں وہ بدعت ہیں، دیکھنے میں بظاہر دونوں نقطے ایک جیسے ہیں لیکن جب دائیں طرف لگایا جا رہا ہے تو سنت ہے اس لئے کہ حضور ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہے۔ اور جو بائیں طرف لگائے جا رہے ہیں تو وہ اجر وثواب کا موجب ہونے کے بجائے اور زیادہ اس کو گھٹا رہے ہیں اور انسان کے عمل کو ضائع کر رہے ہیں۔ بس سنت اور بدعت میں یہ فرق ہے۔ بھائی دین سارا کا سارا اتباع کا نام ہے۔ جس وقت ہم نے جو کام کہہ دیا اس وقت اگر کرو گے تو باعث اجر ہوگا اور اگر اس سے ہٹ کر اپنے دماغ سے سوچ کر کرو گے تو اس میں کوئی اجر و ثواب نہیں ("۱۳۸، ۱۳۹")۔

صحابہ کرامؓ کی شانِ اتباع۔ ابن مسعودؓ حکم سنتے ہی اپنی جگہ بیٹھ گئے

ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ مسجد نبوی میں خطبہ دے رہے تھے، خطبہ کے دوران آپ ﷺ نے دیکھا کہ کچھ لوگ مسجد کے کناروں پر کھڑے ہوئے ہیں جیسا کہ آج کل بھی آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب کوئی تقریر یا جلسہ ہوتا ہے تو کچھ لوگ کناروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں وہ لوگ نہ تو بیٹھتے ہیں اور نہ جاتے ہیں، اس طرح کناروں پر کھڑا ہونا مجلس کے ادب کے خلاف ہے، اگر تمہیں سننا ہے تو بیٹھ جاؤ، اور اگر نہیں سننا ہے تو جاؤ اپنا راستہ دیکھو، اس لئے کہ اس طرح کھڑے ہونے سے بولنے والے کا ذہن بھی تشویش میں مبتلا ہوتا ہے اور سننے والوں کا ذہن بھی انتشار کا شکار رہتا ہے۔ بہر حال آنحضرت ﷺ نے کناروں پر کھڑے ہوئے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ (**اِجْلِسُوْا**) بیٹھ جاؤ۔ جس وقت آپ ﷺ نے یہ حکم دیا اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ باہر سڑک پر تھے اور مسجد نبوی کی طرف آ رہے تھے اور ابھی مسجد میں داخل نہیں ہوئے تھے کہ اس وقت ان کے کان میں حضور اقدس ﷺ کی یہ آواز آئی کہ ''بیٹھ جاؤ'' آپ وہیں سڑک پر بیٹھ گئے۔ خطبہ کے بعد جب حضور ﷺ سے ملاقات ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تو بیٹھنے کا حکم ان لوگوں کو دیا تھا جو یہاں مسجد کے کناروں پر کھڑے ہوئے تھے، لیکن تم تو سڑک پر تھے اور سڑک پر بیٹھنے کو تو میں نے نہیں کہا تھا تم وہاں کیوں بیٹھ گئے؟ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جواب دیا کہ جب حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد کان میں پڑ گیا کہ ''بیٹھ جاؤ'' تو پھر عبداللہ بن مسعود کی مجال نہیں تھی کہ وہ ایک قدم آگے بڑھاتے۔۔۔۔ صحابہ کرام کی اتباع کا یہ حال تھا ویسے ہی صحابہ کرام نہیں بن گئے تھے۔ عشق ومحبت کے دعوے تو بہت ہیں لیکن ان صحابہ کرامؓ جیسا عشق کوئی لے کر تو آئے (اصلاحی خطبات ج ۲ ص ۱۶۲)

میدان جنگ میں حضرت ابودجانہؓ کا پاس ادب

میدانِ اُحد میں حضرت ابودجانہؓ نے دیکھا کہ سرکار دو عالم ﷺ کی طرف تیر برسائے جارہے ہیں۔ تیروں کی بارش ہو رہی ہے۔ حضرت ابودجانہؓ یہ چاہتے تھے کہ حضور ﷺ کے سامنے آڑ بن جائیں۔ لیکن اگر ان تیروں کی طرف سینہ کر کے آڑ بنتے ہیں تو حضور ﷺ کی طرف پشت ہو جاتی ہے اور یہ گوارا نہیں کہ میدان جنگ میں بھی حضور ﷺ کی طرف پشت ہو جائے۔ چنانچہ آپ نے اپنا سینہ حضور اقدس ﷺ کی طرف اور پشت کفار کی طرف کر دی۔ اور اس طرح تیروں کو اپنی پشت پر لے رہے تھے تا کہ جنگ کے میدان میں بھی یہ بے ادبی نہ ہو کہ حضور اقدس ﷺ کی طرف پشت ہو جائے (" ص ۱۶۳)

حضرت عثمان غنیؓ نے اِزار نیچے کرنے سے صاف انکار کر دیا

حضرت عثمان غنیؓ صلح حدیبیہ کے موقع پر معاملات طے کرنے کیلئے حضور اقدس ﷺ کے ایلچی بن کر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر اپنے چچا زاد بھائی کے گھر ٹھہر گئے۔ اور جب صبح کے وقت مکہ کے سرداروں سے مذاکرات کے لئے گھر سے جانے لگے تو اس وقت حضرت عثمان غنیؓ کا پاجامہ ٹخنوں سے اوپر آدھی پنڈلی تک تھا، آنحضرت ﷺ کا فرمان یہ تھا کہ ٹخنوں کے نیچے ازار لٹکانا تو بالکل ناجائز ہے۔ اگر ٹخنوں سے اوپر ہو تو جائز ہے لیکن حضور اقدس ﷺ کا عام معمول اور عادت یہ تھی کہ آپ آدھی پنڈلی تک اپنا ازار رکھتے تھے۔ اس سے نیچے نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ حضرت عثمان غنیؓ کے چچا زاد بھائی نے کہا کہ جناب! عربوں کا دستور یہ ہے کہ جس شخص کا ازار اور تہبند جتنا لٹکا ہوا ہو، اتنا ہی اس آدمی کو بڑا سمجھا جاتا ہے اور سردار قسم کے لوگ اپنی ازار کو لٹکا کر رکھتے ہیں اس لئے اگر آپ اپنی ازار اس طرح اونچی پہن کر ان لوگوں کے پاس جائیں گے تو اس صورت میں ان کی نظروں میں آپ کی وقعت نہیں ہوگی اور مذاکرات میں جان نہیں پڑے گی۔ حضرت عثمانؓ نے جب اپنے چچا زاد بھائی کی باتیں سنیں تو ایک ہی جواب دیا فرمایا کہ: لا! هٰكذا ازرة صاحبنا ﷺ۔ نہیں میں اپنا ازار اس سے نیچا نہیں کر سکتا، میرے آقا سردار دو عالم ﷺ کا ازار ایسا ہی ہے، یعنی اب یہ لوگ مجھے اچھا سمجھیں یا برا سمجھیں، میری عزت کریں یا بے عزتی کریں، جو چاہیں کریں مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں، میں تو حضور اقدس ﷺ کا ازار دیکھ چکا ہوں، اور آپ کا جیسا ازار ہے ویسا ہی میرا رہے گا، اسے میں تبدیل نہیں کر سکتا (" ص ۱۶۴)

حضرت حذیفہؓ نے کسریٰ کے دربار میں گرا ہوا نوالہ اٹھایا

حضرت حذیفہ بن یمانؓ فاتح ایران، جب ایران میں کسریٰ پر حملہ کیا گیا تو اس نے

مذاکرات کے لئے آپ کو اپنے دربار میں بلایا آپ وہاں تشریف لے گئے جب وہاں پہنچے تو تواضع کے طور پر پہلے ان کے سامنے کھانا لا کر رکھا گیا چنانچہ آپ نے کھانا شروع کیا، کھانے کے دوران آپ کے ہاتھ سے ایک نوالہ نیچے گر گیا۔ حضور اقدس ﷺ کی تعلیم یہ ہے کہ اگر نوالہ نیچے گر جائے تو اس کو ضائع نہ کرو وہ اللہ کا رزق ہے، اور یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کے کونسے حصے میں برکت رکھی ہے اس لئے اس نوالے کی ناقدری نہ کرو بلکہ اس کو اٹھالو، اگر اس کے اوپر کچھ مٹی لگ گئی ہے تو اس کو صاف کرلو اور پھر کھالو۔ چنانچہ جب نوالہ نیچے گرا تو حضرت حذیفہ ؓ کو یہ حدیث یاد آ گئی اور آپ نے اس نوالے کو اٹھانے کیلئے نیچے ہاتھ بڑھایا، آپ کے برابر ایک صاحب بیٹھے تھے انہوں نے آپ کو کہنی مار کر اشارہ کیا کہ یہ کیا کر رہے ہو۔ یہ تو دنیا کی سپر طاقت کسریٰ کا دربار ہے، اگر تم اس دربار میں زمین پر گرا ہوا نوالہ اٹھا کر کھاؤ گے تو ان لوگوں کے ذہنوں میں تمہاری وقعت نہیں رہے گی۔ اور یہ سمجھیں گے کہ یہ بڑے ندیدہ قسم کے لوگ ہیں۔ اس لئے یہ نوالہ اٹھا کر کھانے کا موقع نہیں ہے۔ آج اس کو چھوڑ دو۔ جواب میں حضرت حذیفہ بن یمان ؓ نے کیا عجیب جملہ ارشاد فرمایا کہ **أَأَتْرُكُ سُنَّةَ رسولِ اللهِ ﷺ لِهٰؤُلاءِ الْحُمَقَاءِ؟** کیا میں ان احمقوں کی وجہ سے سرکار دو عالم ﷺ کی سنت چھوڑ دوں، چاہے یہ اچھا سمجھیں یا برا سمجھیں، عزت کریں یا ذلت کریں یا مذاق اڑائیں لیکن میں سرکار دو عالم ﷺ کی سنت نہیں چھوڑ سکتا ("۱۶۴، ۱۶۵)۔

حل مشکلات کیلئے وظیفہ خضریہ

نقل ہے عبداللہ بن مالک ؒ ابدال طرطوسی سے کہ میں نے محمود بن احمد سے کہ ائمہ کرام سے ہیں سنا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ روز جمعہ کو بعد نماز عصر کے بیت المقدس میں باب سلیمان پر بیٹھا تھا، ناگاہ دو شخص ڈراؤنی صورت کے آئے، ایک تو میرے پاس آ بیٹھے اور دوسرے ذرا دور بیٹھے۔ مجھ کو بہت ڈر معلوم ہوا۔ مگر ڈرتے ڈرتے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ کہا میں خضر ہوں اور وہ الیاس ؑ پھر مجھ سے کہا کہ تم کچھ خطرہ نہ کرو۔ تم کو میں ایک دعا بتاتا ہوں اس پر عمل کرو گے تو بہت فائدہ اٹھاؤ گے۔ یعنی جمعہ کے دن نماز عصر کو روبقبلہ ہو کر نماز مغرب تک فقط **یَا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمِ** پڑھنے سے خدائے تعالیٰ مراد پوری کریگا۔ تب تو میں بہت خوش ہوا اور جھجک اور ڈر سب جاتا رہا (وعظ سعید ص ۱۵۲)

امام اعظمؒ قرض دار کی دیوار کے سائے میں نہیں بیٹھے

امام اعظمؒ کا ایک شخص پر کچھ قرض تھا اس شخص کے مکان کے پاس آپ کے ایک شاگرد نے انتقال کیا آپ اس کے جنازہ کی نماز کے واسطے تشریف لے گئے۔ سخت دھوپ تھی اور وہاں کہیں سایہ نہ تھا لیکن آپ کے قرض دار کی دیوار کے نیچے سایہ تھا، لوگوں نے آپ سے کہا کہ تھوڑی دیر یہاں سایہ میں

تشریف رکھیے۔ آپ نے فرمایا میرا اس مکان دار پر کچھ قرض ہے مجھے اس کی دیوار سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں کیونکہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس قرضدار سے نفع لیا جائے وہ سود ہے، اگر میں اس کی دیوار سے فائدہ لوں گا تو وہ سود ہوگا (۱۱ص ۳۶۶)

کتے کا ایثار

نقل ہے ایک صوفی بزرگ فرماتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ ایک کتا ہمارے ساتھ آرہا ہے جبکہ ہم سفر میں تھے جب قریب شہر مدین کے پہنچے تو وہاں باب الجہاد کے کھیت میں ایک بیل مرا پڑا تھا، وہ کتا شہر کی طرف لوٹا اور تھوڑی دیر میں بہت سے کتوں کو ہمراہ لے کر آیا اور سب کو مردار کے قریب چھوڑ کر خود ایک گوشہ میں بیٹھ گیا۔ جب وہ سب کتے کھا چکے اور پیٹ بھر کر لوٹ گئے تو وہ کتا مردار کے پاس آیا اور جو کچھ باقی رہا تھا کھانے لگا، تو ہم حیران ہوئے کہ کتا نجس العین ہے، اس میں ایثار کی صفت موجود ہے۔ افسوس انسان جو اشرف المخلوقات ہے اس میں یہ صفت نہ ہو۔ (۱۱ص ۳۵۲)

حضرت غوث اعظمؒ کو شاہ سنجر کی پیشکش

نقل ہے کہ حضرت غوث اعظمؒ کے پاس شاہ سنجر نے لکھا تھا کہ ملک نیم روز کا ایک حصہ آپ کے خانقاہ کے لئے نذر کرنا چاہتا ہوں، قبول فرمائیے۔ آپؒ نے جواب میں دو شعر لکھے ؎

چوں چتر سنجری رخِ بختم سیاہ باد — در دل اگر بود ہوسِ ملکِ سنجرم

زاں گہ کہ یافتم خبر از ملکِ نیم شب — من ملکِ نیم روز بیک جوئی خرم

یہ لوگ تھے جنہوں نے دنیائے دُون سے دل نہیں لگایا تھا۔ اللہ اللہ کر کے دل کو پایا تھا (۱۱ ۱۷۷)

نماز میں دنیاوی خیال آنے سے جنتی درخت کے پھل گر گئے

نقل ہے کہ بی بی رابعہ بصریہؒ ایک رات تہجد کی نماز پڑھ کر سوئیں، خواب میں دیکھا کہ بڑا عظیم الشان درخت ہے جس کی صورت نہایت عمدہ تھی جس کی خوشبو پاکیزہ جس کے پھل سونے اور چاندی کی طرح چمکتے تھے۔ حیرت میں آکر پوچھا کہ یہ کس کا درخت ہے؟ جواب ملا آپ ہی کا اور یہ آپ کی تہجد کی نماز کی ثواب ہے۔ یہ سن کر بی بی رابعہ نہایت خوش ہو کر اس درخت کے نیچے تشریف لے گئیں۔ یک بیک جو نظر اٹھا کر دیکھا تو سارے درخت کے پھل نیچے گرے ہوئے پائے، جو سونے کی طرح زمین پر پڑے ہوئے چمکتے تھے۔ افسردہ خاطر ہو کر فرمایا کیا اچھا ہوتا کہ یہ پھل اس درخت پر لگے رہتے، جواب ملا یہ پھل درخت پر لگے ہوئے تھے لیکن تمہاری وجہ سے نیچے گرے ہیں اور وجہ یہ ہے کہ رات کو آپ نے تہجد کی نماز پڑھتے ہوئے عین نماز کے اندر یہ خیال کیا تھا کہ وہ جو میں نے آٹا گوندھ کر

رکھا ہے خدا جانے وہ خمیر ہو گیا ہے یا نہیں۔ اس خیال کے آتے ہی سارے پھل درخت کے نیچے گر گئے۔ ذرا سا خیال دنیا کا آنے سے انکو متنبہ کیا گیا کہ دنیا کے امور کا خیال بھی نہ کرو۔ سچ ہے کہ جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے۔ (وعظ سعید ص ۱۷۲، ۱۷۳)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیہاتی صحابی حضرت زاہرؓ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کبھی کبھی گاؤں سے ایک صاحب آیا کرتے تھے اور ان کا نام زاہر تھا اور بالکل سیاہ فام آدمی اور دیہاتی تھے اور روپے پیسے کے اعتبار سے کم حیثیت تھے۔ اور لوگوں کے دلوں میں کوئی حیثیت اور وقعت نہیں تھی۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ بڑی محبت فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بازار سے گزر رہے تھے تو دیکھا کہ زاہر بازار میں کھڑے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ بازار میں ایک دیہاتی، سیاہ فام، کم حیثیت، کم رتبہ والا شخص کھڑا ہو تو اس کی طرف کون دھیان کرے گا۔ اور لباس بھی پھٹا پرانا۔ اس کی طرف کوئی التفات بھی نہ کرے لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب اس بازار سے گزرے تو سارے بازار والوں کو چھوڑ کر زاہر کے پاس پیچھے سے تشریف لے گئے اور پیچھے سے کولی بھر کر اس کی آنکھیں بند کر لیں جیسے کہ ایک دوست دوسرے دوست کی مذاق میں پیچھے سے آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ جب آپؐ نے آنکھیں بند کر لیں تو حضرت زاہرا اپنے آپ کو چھڑانے لگے کہ معلوم نہیں کس نے آکر پکڑ لیا۔ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح آواز لگائی جس طرح سامان بیچنے والا آواز لگاتا ہے کہ: مَنْ يَشْتَرِيُ الْعَبْدَ ؟ غلام کون خریدے گا؟ اب تک تو حضرت زاہرؓ کو معلوم نہیں تھا کہ مجھے کس نے پکڑ لیا ہے اس لئے چھڑانے کی کوشش کر رہے تھے لیکن جب یہ الفاظ سنے تو فوراً پہچان گئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اب اپنے آپ کو چھڑانے کے بجائے اپنی کمر کو زیادہ سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے متصل کرنے لگے اور بے ساختہ ان کی زبان پر یہ جملہ آیا کہ یا رسول اللہ! اگر آپ مجھے غلام بنا کر بیچیں گے تو میری قیمت بہت کم لگے گی۔ اس لئے کہ میری حیثیت تو بہت معمولی ہے۔ سبحان اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں کیا عجیب جملہ ارشاد فرمایا: لٰکن عِنْدَ اللّٰهِ لَسْتَ بِكَاسِدٍ اے زاہر لوگ تمہاری قیمت کچھ لگائیں یا نہ لگائیں لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہاری قیمت کم نہیں بلکہ بہت زیادہ ہے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۱)۔ (اصلاحی خطبات ج ۲ ص ۲۰۰)۔

صوفیاء کرام جائز کاموں کو کیوں چھڑاتے ہیں۔ ایک مثال

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت! یہ کیا بات ہے کہ صوفیاء کرام بعض جائز کاموں سے بھی روک دیتے ہیں؟ اور ان کو چھڑا دیتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جائز قرار دیا ہے؟ حضرت والا نے جواب میں فرمایا کہ دیکھو اس کی مثال یہ ہے کہ یہ کتاب کا ورق ہے،

اس ورق کو موڑ دو، موڑ دیا، اچھا اس کو سیدھا کرو، اب وہ ورق سیدھا نہیں ہوتا بہت کوشش کر لی لیکن دوبارہ مڑ جاتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اس کو سیدھا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس ورق کو مخالف سمت میں موڑ دو، یہ سیدھا ہو جائیگا۔ پھر فرمایا کہ یہ نفس کا کاغذ بھی گناہوں کی طرف مڑا ہوا ہے، معصیتوں کی طرف مڑا ہوا ہے۔ اب اگر اس کو سیدھا کرنا چاہو گے تو یہ سیدھا نہیں ہوگا، اس کو دوسری طرف موڑ دو، اور تھوڑے سے مباحات بھی چھڑا دو، جس کے نتیجے میں یہ بالکل سیدھا ہو جائیگا۔ اور راستے پر آ جائے گا۔ یہ بھی مجاہدہ ہے (ایضاً ۲۵۵)۔

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے سلطنت کیوں چھوڑ دی

حضرت ابراہیم ادہم علیہ الرحمۃ ایک رات اپنی محل سرائے میں سوئے تھے یک بیک آدھی رات کو مکان کی چھت پر آدمی کے چلنے کی آہٹ معلوم ہوئی۔ آپ نے پکارا ہائیں! اس وقت کون ہے؟ جواب دیا ایک دوست ہوں آج شام جنگل میں میرا اونٹ کھو گیا ہے۔ اپنے کھوئے ہوئے اونٹ کو یہاں ڈھونڈنے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا، اونٹ جنگل میں گم ہوا اور تم شاہی مکانوں کی چھت پر تلاش کرتے ہو یہ کیا قرین عقل ہے؟ جواب دیا کہ جناب جس طرح جنگل کا گم ہوا اونٹ بادشاہی مکان کی چھت پر تلاش کرنا عقل کے خلاف ہے اسی طرح شاہی محلوں میں رہ کر خدا کو تلاش کرنا بھی عقل کے خلاف ہے۔ یہ کہہ کر وہ ہاتف غیبی غائب ہوا، حضرت ابراہیمؒ کے قلب میں عشق الٰہی کا گہرا تیر لگ گیا، جس کا زخم کبھی نہ بھرا، آپ اُسی دن تخت و تاج و اہل و عیال کو چھوڑ کر صحرا نوردی کیلئے نکل گئے پھر دنیا کی بادشاہت چھوڑ کر جو مرتبہ پایا اہلِ جہاں کو معلوم ہے۔

ایک دفعہ دریا کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے اور اپنی پرانی گدڑی سی رہے تھے، کہیں اس طرف سے ایک امیر جو کبھی آپکا ملازم تھا آ نکلا، آپ کو دیکھ کر حیرت میں رہ گیا اور عرض کیا، جس کو مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

ترک کردہ ملکِ ہفت اقلیم را   می زند بردلق سوزن چوں گدا

کہا اے ابراہیم! تم بادشاہت چھوڑ کر فقیروں کی طرح گدڑی سیتے ہو؟ اس کے جواب میں ابراہیمؒ نے پہلے کچھ نہیں کہا بلکہ وہ سوئی جس سے گدڑی سی رہے تھے فوراً دریا میں پھینک دی اور بلند آواز سے کہا: میری سوئی لاؤ (ہزاروں مچھلیاں آپ کی آواز سنتے ہی اپنے مونہوں میں سنہری سوئیاں لے کر آئیں اور باہر گردن نکال کر کہا حضرت سوئی لیجئے۔ تب آپ نے امیر سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ بتاؤ یہ روحانی حقانی بادشاہت اچھی ہے یا وہ ذلیل و فانی بادشاہت (وعظ سعید ص ۱۷۱،۱۷۲)۔

علمی مسئلہ سیکھنے سے ہزاروں روپے کا نفع ہوا

ایک مچھلی پکڑنے والے نے دریا میں ڈبکن ڈالی اور ڈور جس میں کانٹا بندھا ہوتا ہے۔ اتنے

میں دو طالب علم بحث کرتے ہوئے وہاں آ نکلے۔ اس مچھلی پکڑنے والے نے کہا کہ آپ ذرا خاموش رہیں انہوں نے ایک نہ مانی۔ آخر بعد ردّ وقدح کے یہ قرار پایا کہ درصورتِ گرفتاری مچھلیوں کے دو مچھلیاں ہم کو دے۔ غرض صیاد نے پے در پے تین مچھلیاں نکالیں اور دو ان کو دیں اور کہا کہ یہ اس کے عوض ہیں۔ جس مسئلہ پر آپ تقریر کرتے تھے وہ مجھے بتائیں۔ طالب علموں نے کہا کہ میراث خنثیٰ میں گفتگو کرتے تھے اور خنثیٰ وہ ہے جو نہ مرد ہو نہ عورت۔ صیاد اس لفظ کو یاد کرلیا۔ دوسرے روز اس صیاد کے جال میں ایک عجیب مچھلی آئی اس نے بادشاہ وقت کی نذر کی۔ بادشاہ نے نہایت خوشی سے ایک ہزار روپیہ انعام دینے کے لئے فرمایا۔ وزیر نے عرض کیا کہ صیاد بہت ہیں اور دریاؤں میں مچھلیوں کی کمی نہیں۔ جب فی مچھلی یہی انعام ہے تو یقین ہے کہ تھوڑے عرصہ میں خزانہ مچھلیوں کے انعام میں دریا برد ہو جائیگا۔ یہ سن کر بادشاہ سوچ میں پڑ گیا اور کہنے لگا کہ اب زبان بدل نہیں سکتا۔ وزیر نے عرض کی کہ حضور! اس سے دریافت فرمائیں کہ یہ مچھلی نر ہے یا مادہ۔ درصورت بتلانے نر کے مادہ طلب کریں اور مادہ کہنے پر نر۔ جب وہ اس کا جوڑ ملانے سے عاجز ہوگا تو بہت تھوڑے انعام پر اکتفا کرے گا۔ بادشاہ نے اس طرح دریافت کیا صیاد کو وہ لفظ یاد تھا عرض کی حضور سلامت یہ خنثیٰ ہے۔ بادشاہ نے اس حاضر جوابی سے دنگ ہو کر اور ایک ہزار روپیہ انعام کے فرمائے۔

ہمارا یہاں اس کا ذکر کرنے سے یہ مطلب ہے کہ صرف ایک لفظ کے علم سے صیاد کو دو ہزار روپے انعام کے مل گئے اور صیاد کو یہ فائدہ پہنچا۔ (وعظ سعید ص ۴۴۴)۔

ان پڑھ دیہاتی نے پادری کو لاجواب کر دیا

مفسر حقانی نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ کسی راستے پر ایک عیسائی پادری لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر کے کہہ رہا تھا یسوع مسیح خدا ہے، خدا کا بیٹا ہے وہ خدا کا پیارا اور بااختیار ہے۔ اتنے میں ایک ان پڑھ دیہاتی آدمی ادھر سے گزرا اور کہنے لگا کہ پادری صاحب! تم مسیح علیہ السلام کو خدا کا سپوت یعنی لائق بیٹا کہتے ہو، بھلا یہ تو بتلاؤ کہ کائنات کی تمام چیزوں کا خالق کون ہے ؟ پادری کہنے لگا کہ ہر چیز کا خالق اللہ ہے، پھر دیہاتی کہنے لگا کہ اگر ہر چیز اللہ کی پیدا کردہ ہے تو بتلاؤ عیسیٰ علیہ السلام نے بھی کچھ پیدا کیا ہے؟ پادری لاجواب ہو گیا کہ جو کوئی چیز پیدا کرنے پر قادر نہیں وہ خدا یا خدا کا بیٹا کیسے ہو گیا۔ (دروس القرآن جلد ۱۴ ص ۵۱، ۲۵)

دل اور زبان بہترین بھی اور بدترین بھی

امام بیضاویؒ اور بعض دوسرے مفسرین نے بھی نقل کیا ہے کہ ایک موقع پر حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت لقمانؒ سے کہا کہ بکری ذبح کر کے اس کے گوشت کا بہترین حصہ میرے پاس لاؤ،

آپ نے تعمیل حکم کی، بکری ذبح کی اور اس کا دل اور زبان حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیا۔ کچھ وقفہ کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے پھر حکم دیا کہ ایک بکری ذبح کرو اور اس کے گوشت کا بدترین حصہ میرے پاس لاؤ، حضرت لقمانؒ نے بکری ذبح کی اور دوسری دفعہ بھی دل اور زبان کا گوشت ہی پیش کر لیا۔ حضرت داؤدؑ نے فرمایا کہ تم نے بہترین اور بدترین چیزوں میں دل اور زبان کو ہی کیسے تسلیم کیا؟ کہنے لگے، حضرت! اگر انسان کا دل اور زبان درست ہے تو اس سے پاکیزہ چیز انسانی جسم میں اور کوئی نہیں۔ اور اگر یہ دونوں خراب ہو جائیں تو پھر ان سے بری چیز بھی کوئی نہیں ہے۔ (دروس القرآن ص ۵۶، ۵۷ ج ۱۴)

ہر کہ برادر ندارد قوتِ بازو ندارد

باغ کے مالک نے گرم پانی پلا کر غلاموں کی آزمائش کی

مولانا رومیؒ نے یہ حکایت اپنی مثنوی میں بیان کی ہے کہ حضرت لقمانؒ غلام تھے آپ کے آقا نے بعض دوسرے غلاموں کے ہمراہ آپکو اپنے باغ کی حفاظت پر مامور کیا۔ اس دوران باقی غلام تو باغ سے پھل توڑ کر کھاتے رہے مگر حضرت لقمانؒ نے بالکل کچھ نہ کھایا کیونکہ وہ اسے امانت میں خیانت سمجھتے تھے۔ ایک موقع پر آقا باغ میں آیا تو اسے پھل کا کچھ گرا پڑا حصہ ملا۔ دریافت کرنے پر باقی غلاموں نے کہا کہ یہ پھل لقمان نے توڑ کر کھایا ہے۔ جب آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے کہا، اے آقا! آپ ہم سب خادموں کو گرم پانی پلا کر دوڑنے کا حکم دیں تو آپ کا مسئلہ حل ہو جائیگا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ سب نے قے کی، جس سے کھائے ہوئے پھل کی نشاندہی ہو گئی۔ صرف لقمان کی قے ایسی تھی جس میں سے پانی کے سوا کچھ برآمد نہ ہوا، اور مالک کو پتہ چل گیا کہ سارے غلاموں میں سے صرف آپ ہی امانتدار ہیں۔ مشہور ہے کہ لقمان نے کہا کہ میں نے بہت سے نبیوں کی زیارت کی ہے۔ بنی اسرائیل کے دور میں انبیاء کثرت سے آتے تھے اور خود لقمان کی عمر بھی ایک ہزار سال تھی۔ لہٰذا ان کی بہت سے انبیاء سے ملاقات بعید از قیاس نہیں (۵۸) (ایضاً)

حضرت امام مالکؒ مزاج پرسی کا جواب کیسے دیتے تھے

اگر کوئی امام مالکؒ سے پوچھتا کَیْفَ اَصْبَحْتَ یعنی آپ کا کیا حال ہے؟ تو جواب دیتے **عُمُرٌ یَنْقُصُ وذُنُوْبٌ تَزِیْدُ** یعنی عمر گھٹ رہی ہے اور گناہ بڑھ رہے ہیں۔ ('')

سب سے کڑوی چیز فقر ہے

حضرت لقمانؒ سے یہ بھی منقول ہے کہ میں نے بہت سی کڑوی چیزوں کو چکھا ہے مگر فقر سے

زیادہ کڑوی چیز کوئی نہیں پائی۔ خود حضور ﷺ نے فقر سے پناہ مانگی ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْفَقْرِ الْمُدْقِعِ اے اللہ میں تیری ذات کے ساتھ مٹی میں ملا دینے والے فقر سے پناہ مانگتا ہوں ("٦٠")

حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کی فقاہت

امام شعرانیؒ نے نقل فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے یہ قسم کھالی کہ وہ کوئی ایسی عبادت کرے گا کہ روئے زمین کا کوئی شخص اس وقت وہ عبادت نہ کررہا ہو، اور اگر یہ قسم پوری نہ کرسکا تو اس کی بیوی کو تین طلاق۔ یہ سوال بغداد کے بہت سے علماء کے پاس گیا۔ عام طور سے علماء یہ سوال سن کر اسی نتیجے پر پہنچے کہ بظاہر اس شخص کے پاس طلاق سے بچنے کی کوئی صورت نہیں، کیونکہ ایسی عبادت کونسی ہوسکتی ہے جس کے بارے میں یقین ہوجائے کہ روئے زمین کا کوئی شخص وہ عبادت نہیں کررہا ہے۔ آخر میں سوال حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے برجستہ جواب دیا کہ اس شخص کے لئے حرم میں مطاف خالی کرادیا جائے اور وہ اس حالت میں طواف کرے کہ کوئی اور شخص اس میں شریک نہ ہو (جہان دیدہ ص ۲۰، ۲۱ بحوالہ اطبقات ص ۱۰۹، ج ۱)

حضرت جیلانیؒ نے شیطانی چال کو بھانپ لیا

امام شعرانیؒ ہی نے حضرتؒ (شیخ عبدالقدر جیلانیؒ) کا یہ مقولہ نقل فرمایا ہے کہ "ایک مرتبہ میرے سامنے ایک عظیم الشان نور ظاہر ہوا جس سے سارا افق بھر گیا۔ پھر اسی میں سے مجھے ایک صورت دکھائی دی اور آواز آئی کہ اے عبدالقادر! میں تمہارا رب ہوں، میں نے آج سے تمہارے لئے تمام حرام کام حلال کردیئے ہیں۔ میں نے فوراً کہا مردود! "دور ہوجا" بس یہ کہتے ہی وہ نور اندھیرے سے بدل گیا اور وہ صورت دھواں بن کر ختم ہوگئی۔ پھر آواز آئی کہ "عبدالقادر! تم میری چال سے اپنے علم کی بدولت بچ گئے، ورنہ میں نے اس جیسی چالوں سے ستر اہل طریق کو گمراہ کیا ہے۔ اس کے جواب میں میں نے کہا کہ یہ سب (میرے علم کی بدولت نہیں بلکہ) محض اللہ کے فضل وکرم کی بدولت ہوا۔ (ص ۲۱ بحوالہ الطبقات الکبریٰ للشعرانی ص ۱۰۹، ج ۱)

حضرت سری سقطیؒ دینی کام پر دنیاوی فائدہ اٹھانے سے سخت پرہیز کرتے تھے

حضرت سری سقطیؒ کو اس بات کا خصوصی اہتمام تھا کہ دین کے کسی کام میں طلب دنیا کا شائبہ نہ آنے پائے۔ چنانچہ وہ اپنے معتقدین سے کوئی ہدیہ قبول نہیں فرماتے تھے۔ حد یہ ہے کہ ایک

مرتبہ انہیں کھانسی کی شکایت ہوئی تو ان کے معتقدین میں سے کسی نے کھانسی کی ایک گولی اپنے بیٹے کے ہاتھ ان کے پاس بھیج دی، بیٹے نے گولی پیش کی تو حضرتؒ نے پوچھا: اس کی کیا قیمت ہے؟ بیٹے نے جواب دیا کہ میرے والد نے مجھے قیمت نہیں بتائی۔ حضرت نے فرمایا: اپنے والد کو میرا اسلام کہنا، اور کہنا کہ ہم پچاس سال سے لوگوں کو یہ تعلیم دے رہے ہیں کہ اپنے دین کو دنیا خوری کا ذریعہ نہ بناؤ، آج ہم خود اپنے دین کے عوض دنیا خوری کیسے کریں؟''۔ (حلیہ ص ۱۷۱ ج ۱۰۔ جہان دیدہ ص ۲۷، ۲۸)

حضرت معروف کرخیؒ اور یتیم بچہ

حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جو اچھی حالت بخشی ہے وہ سب (میرے مرشد) حضرت معروف کرخیؒ کی برکت ہے۔ ایک دن میں نماز عید پڑھ کر واپس آ رہا تھا، تو میں نے دیکھا کہ حضرت معروف کرخیؒ ایک پراگندہ بال بچے کو لئے کہیں جا رہے ہیں، میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ فرمایا کہ میں نے راستے میں دیکھا کہ کچھ بچے کھیل رہے ہیں اور یہ بچہ ان سے الگ اداس کھڑا ہے، میں نے اس سے پوچھا کہ: تم کیوں نہیں کھیلتے؟ اس نے جواب دیا کہ ''میں یتیم ہوں'' حضرت سقطیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معروف کرخیؒ سے پوچھا کہ آپ اس بچے کو ساتھ لیجا کر کیا کریں گے؟ انہوں نے فرمایا کہ کہیں سے کچھ گٹھلیاں جمع کر کے اسے دوں گا جس سے یہ اخروٹ خرید کر خوش ہوگا''۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ یہ بچہ مجھے دے دیجئے۔ میں اس کی دیکھ بھال کروں گا''۔ انہوں نے مجھ سے وعدہ لیا کہ واقعی کرو گے''؟ میں نے وعدہ کیا تو فرمایا ''لیجاؤ، اللہ تمہارا دل غنی کرے''۔

حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ: حضرت معروف کرخیؒ کی اس دعا کی بدولت میرے دل کی یہ حالت ہوگئی ہے کہ دنیا مجھے حقیر سے حقیر شے کی مقابلے میں بھی کم معلوم ہوتی ہے (حلیہ ص ۱۲۳ ج ۱۰، ص ۲۸)

امام محمدؒ نے امام شافعیؒ کی خاطر خلیفہ کی ملاقات ملتوی کردی

امام محمدؒ امام شافعیؒ کی اتنی عزت فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ امام محمدؒ گھوڑے پر سوار ہو کر خلیفہ کے پاس جا رہے تھے، راستے میں دیکھا کہ امام شافعیؒ ان سے ملنے کیلئے آ رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر امام محمدؒ گھوڑے سے اتر گئے اور اپنے غلام سے کہا کہ ''خلیفہ سے جا کر عذر کر دو''۔ امام شافعیؒ نے کہا بھی کہ میں پھر کسی وقت آ جاؤں گا لیکن امام محمدؒ راضی نہ ہوئے۔ اور انہیں ساتھ لیکر اپنے گھر کی طرف واپس ہو گئے۔

اس طرح تقریباً دو سال بغداد میں رہے اور امام محمدؒ سے استفادہ کے بعد امام شافعیؒ پھر مکہ مکرمہ واپس ہوئے۔ امام شافعیؒ نے سات سال کی عمر میں پورا قرآن شریف حفظ کر لیا تھا اور دس سال کی عمر میں پوری موطا امام مالکؒ یاد کر لی تھی (جہاں دیدہ ص ۱۳۱)۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ پر غلبۂ خوف خداوندی

حضرت ابوعبیدہ ابن جراحؓ ان خوش نصیب حضرات میں سے تھے جو نبی صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اپنی جنت میں جانے کی بشارت سن چکے تھے۔۔۔اس کے باوجود خشیت الٰہی کا عالم یہ تھا کہ بعض اوقات فرماتے تھے کہ وَدِدْتُّ اَنِّیْ کُنْتُ کَبْشًا، فَیَذْبَحُنِیْ اَھْلِیْ فَیَاکُلُوْنَ لَحْمِیْ وَیحسّون مَرَقِیْ۔ کاش کہ میں ایک مینڈھا ہوتا، میرے گھر والے مجھے ذبح کر کے میرا گوشت کھاتے اور میرا شوربا پیتے (" ص ۱۹۶، ۱۹۷) بحوالہ سیر اعلام النبلاء ص ۱۸ ج ا۔ وطبقات ابن سعد ص ۳۰۰ ج ۳)

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے فرمائش نبویؐ پر اشعار کہے

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ انصاری صحابی ہیں، اسلام سے پہلے یہ شاعر کی حیثیت سے مشہور تھے اور ان کے اشعار پورے عرب میں پھیلے ہوئے تھے، لیکن اسلام لانے کے بعد باقاعدہ شاعری ترک کر دی تھی ایک جہاد کے سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان سے فرمائش کی کہ "اپنے اشعار سے قافلے کو گرماؤ"۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے جواب دیا کہ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ باتیں چھوڑ چکا ہوں"۔ حضرت عمرؓ نے انہیں ٹوکا اور فرمایا کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سن کر اسے ماننا چاہئے" اس پر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے موقع کی مناسبت سے یہ اشعار پڑھے:

یا رب لولا انتَ مااھتدینا ولا تصدّقنا ولا صلّینا

(اے پروردگار تیری توفیق نہ ہوتی تو ہمیں ہدایت نہ ملتی نہ ہم صدقہ کر سکتے نہ نمازیں پڑھ سکتے)

فَاَنْزِلَنْ سَکِیْنَۃً عَلَیْنَا وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَیْنَا

(اب آپ ہی ہم پر سکینت نازل فرمایئے اور جب ہم دشمن کے مقابل ہوں تو ہمیں ثابت قدم رکھئے۔

اِنَّ الْکُفَّارَ قَدْ بَغَوْا عَلَیْنَا وَاِنْ اَرَادُوْا فِتْنَۃً اَبَیْنَا

(کفار نے ہمارے خلاف سر اٹھایا ہوا ہے، اگر وہ فتنہ برپا کرنا چاہیں گے تو ہم کرنے نہیں دیں گے (" ص ۲۴۰)

مرض الموت میں حضرت بلالؓ کا اشتیاق لقاء نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت بلال حبشیؓ کی سیرت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ آخرت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے انتظار سے عبارت تھا۔ چنانچہ جب وفات کا وقت قریب آیا تو آپ بے خودی کے عالم میں یہ شعر پڑھ رہے تھے:

غَدًا نَلْقَی الْاَحِبَّہ مُحَمَّدًا وَّ حِزْبَہٗ

کل ہماری محبوب شخصیتوں سے ملاقات ہوگی۔ محمد ﷺ اور آپ کے صحابہؓ سے۔'' موت کی شدت دیکھ کر آپ ﷺ کی اہلیہ نے کہا کہ: ''وَاوَیْلَاہ'' (ہائے افسوس) لیکن حضرت بلالؓ نے فرمایا ''وَافَرْحَاہ'' (واہ رے خوشی) آپؓ کا مزار شام میں ہے ('' ۲۶۰ بحوالہ سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۳۵۷ ج ۱)۔

جامع اموی دمشق کے مقبرے میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر مبارک مدفون ہے

جامع مسجد اموی دمشق کے ہال میں ایک مقبرہ بنا ہوا ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ یہاں حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر مبارک مدفون ہے۔ حافظ ابن عساکرؒ نے یہ روایت نقل کی ہے جامع اموی کی تعمیر کے دوران ایک غار دریافت ہوا، ولید بن عبدالملک کو اس کی خبر کی گئی، ولید بن عبدالملک خود اس غار میں داخل ہوئے تو اس میں ایک صندوق رکھا ہوا ملا، اس صندوق میں ایک انسانی سر رکھا ہوا تھا، اور اس پر لکھا تھا کہ ''یہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر ہے''۔

زید بن واقد جو اس وقت مسجد کی تعمیر کی نگرانی کر رہے تھے، ان کا بیان ہے کہ اس سر مبارک کی میں نے زیارت کی، اس کے چہرے بشرے اور بالوں میں ذرا بھی تغیر نہیں آیا تھا۔ یہاں (ہمیں) اللہ تعالیٰ کے ایک اور جلیل القدر پیغمبر کو سلام عرض کرنے کی سعادت حاصل ہوگی (ص ۲۷۵) (اس سے پہلے عمان میں حضرت یوشع علیہ السلام کی مزار کی زیارت کر چکے تھے (ص ۱۸۶) (بحوالہ تہذیب تاریخ ابن عساکر ص ۱۹۷ ج ۱)

حضرت ابوایوب انصاریؓ کی وصیت

حضرت معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کی سرکردگی میں جو پہلا لشکر قسطنطنیہ پر حملے کے لئے روانہ کیا اس میں حضرت ابوایوب انصاریؓ بھی شامل تھے۔ یہاں محاصرہ طویل ہوا تو آپ بیمار ہوگئے۔ یزید آپ کی بیمار پرسی کے لئے حاضر ہوئے اور آپ سے پوچھا کہ کوئی خدمت بتایئے۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ نے جواب دیا کہ بس میری ایک خواہش ہے اور وہ یہ کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو میری لاش کو گھوڑے پر رکھ کر دشمن کی سرزمین میں جتنی دور تک لے جانا ممکن ہو، لے جانا، اور وہاں لے جا کر دفن کرنا۔'' اس کے بعد آپ کی وفات ہوگئی تو یزید نے آپ کی وصیت پر عمل کیا اور قسطنطنیہ کی دیوار کے قریب آپ کو دفن کیا گیا۔ (۳۵۵، ۳۵۶، بحوالہ الاصابہ ص ۴۰۵ ج ۱)۔

سلطان محمد فاتح نے جامع ابوایوب کے نام سے یہاں مسجد تعمیر کی ہے اور اس وقت سے یہ

جگہ زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ یہ پورا محلہ ابوایوب ہی کہلاتا ہے۔ مزار مبارک پر لوگ اکثر بیٹھے ہوئے تلاوت کرتے رہتے ہیں۔ (۳۵۶)۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ کا نام خالد بن زیدؓ تھا۔ آپ خزرج قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔

حضرت جنید بغدادیؒ نے ایک سید کی خاطر کشتی ہاری

حضرت جنید بغدادیؒ کے زمانہ میں ایک پہلوان نے خلیفۂ وقت کے سامنے اپنی پہلوانی کا دعویٰ کیا اور کہا کہ کیا کوئی ہے اس بغداد میں جو میرا مقابلہ کرے، اس وقت جنید بھی پہلوان تھے جب انہیں خبر ہوئی تو مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے۔ میدان میں ہزاروں کا مجمع ہو گیا۔ خلیفہ وقت کے سامنے دونوں کی کشتی شروع ہوئی۔ جُنید نے ایک ہی وار میں پہلوان کو پچھاڑ دیا۔ اس نے کہا کہ ایک بار پھر مقابلہ ہو جائے۔ جنید نے پھر اس کو اوندھا کر دیا۔ یہ پہلوان جنید سے چپکے سے کان میں کہنے لگا ''میں سید ہوں'' ذرا سادات کا تو احترام کرو۔ یہ سننا تھا کہ جنیدؒ سرد ہو گئے۔ اب تیسری مرتبہ کشتی ہوئی۔ اس بار جنید ایک دم چت ہو گئے۔ پہلوان سینہ پر سوار ہو گیا پھر کیا تھا ہر طرف پہلوان کی جیت کا شور ہوا۔ اور شاہی انعام و اکرام سے نوازا گیا اور جنید نے اپنی ہار مان لی۔ رات کو خواب میں حضور ﷺ کی زیارت ہوئی۔ فرمایا کہ جنید! تم نے ہماری نسبت سے ہماری اولاد کی عزت رکھ لی۔ آج ہم تمہیں بغداد کی ولایت بخشتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جنیدؒ کو ایسی ایسی صلاحیتیں عطا فرمائیں جن کی وجہ سے وہ سید الطائفہ جنید بغدادیؒ کہلائے۔ ولایت خاصہ سے سرفراز ہوئے۔ پہلوان نے صرف سید ہونے کے انتساب سے دُنیا حاصل کر لی۔ (ماہنامہ الصیانۃ لاہور دسمبر ۱۹۹۷ص ۳۱ ملفوظات عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد ذکی الدین صاحب (انڈیا) خلیفہ مجاز مسیح الامتؒ)

ایک بے دین مقروض کو حضرت خواجہ عبدالقدوس گنگوہیؒ کا عملی جواب

علامہ شمس الحق افغانیؒ نے ایک دفعہ بتاریخ ۹ دسمبر ۱۹۷۷ء خطبہ جمعہ کے دوران ارشاد فرمایا کہ ایک آدمی نے حضرت خواجہ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے پاس آ کر پوچھا کہ

(۱) خدا اتنی بڑی ذات ہے اور ہم اس کی عبادت کرتے ہیں لیکن وہ نظر نہیں آتا؟

(۲) ارشاد خداوندی ہے کہ شیطان کو دوزخ میں ڈالا جائیگا شیطان تو آگ سے بنا ہوا ہے اور دوزخ بھی آگ ہی ہے تو شیطان کو دوزخ میں ڈالنے سے کس طرح تکلیف ہو گی۔

(۳) جب ہر چیز پہلے سے تقدیر میں ہے کہ ہو کر رہے گا تو پھر انسان موردِ الزام کس طرح ہوا؟

یہ تینوں سوال سن کر خواجہ صاحب نے مٹی کا ایک ڈھیلا اٹھا کر سوال کنندہ کے سر پر دے مارا، سوال کنندہ ڈھیلا لگنے کے بعد درد سے چیخنے لگا، اس کے ساتھیوں نے بدلہ لینے کی دھمکی دی، بزرگ کے

مرید بھی حیران تھے کہ سوال کنندہ کو بجائے جواب کے ڈھیلا دے مارا۔ خواجہ صاحب فرمانے لگے کہ میں نے تمہارے تینوں سوالات کا جواب دے دیا ہے۔

(۱) تم خاک سے بنائے گئے ہو اور میں نے خاک یعنی مٹی کا ڈھیلا اٹھا کر مارا ہے تو تمہارے خیال کے مطابق جس طرح شیطان کو آگ میں ڈالنے سے تکلیف نہیں ہونی چاہئے، تجھے بھی نہیں ہونی چاہئے۔

(۲) دوسری بات یہ کہ تمہارا صرف مشاہدہ پر یقین ہے کہ خدا کو تب مانے جب وہ نظر آئے، تم درد کی وجہ سے چیخ رہے ہو، اب مجھے وہ درد دکھا دو جس کی وجہ سے تمہاری یہ حالت ہوگئی، اس نے زخم پر ہاتھ رکھا، خواجہ صاحب نے فرمایا یہ تو زخم ہے۔ وہ درد اٹھا کر مجھے دکھا دو، تب میں مانوں گا کہ واقعی تجھے درد ہو رہا ہے۔

(۳) اب تم لوگ مجھے دھمکیاں دے رہے ہو کہ یہ تو بقول آپ کے پہلے سے تقدیر میں ہے اور انسان موردِ الزام نہیں۔ میں اب مزید ماروں گا لیکن آپ کو مجھے موردِ الزام ٹھہرانے کا حق نہیں، کہ یہ تقدیر ہی ہے۔ (نقوش حضرت افغانی ص ۲۹، ۳۰)

نکاح کی حقیقت حضرت علیؓ کی نظر میں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ حکیم بھی ہیں، ظریف بھی، دونوں لفظ میں نے اس لئے کہے ہیں کہ عام طور پر جو اہل ظرافت ہوتے ہیں ان میں حکمت نہیں ہوتی، اور عام طور سے جو لوگ حکیم ہوتے ہیں تو ان میں ظرافت نہیں ہوتی۔ لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت عطا فرمائی تھی کہ وہ حکیم بھی تھے۔ ان کی ظرافت کے بے شمار واقعات ہیں۔ ان میں ایک یہ بھی ہے کہ ایک بدو نے کہا **یَا امیرَ المؤمنین ماذا النکاح** امیر المؤمنین نے جواب دیا: **سُرُوْرُ شَهْرٍ** ایک مہینہ مسرتوں کا ہے۔ خوشیوں کا مہینہ۔ جب ایک مہینہ کی بات کہی تو بدو نے سوال کیا **ثُمَّ مَا ذَا یا امیر المؤمنین**؟ ایک مہینہ کے بعد کی منزل کا نام کیا ہے؟ فرمایا کہ **لُزُوْمُ مَهْرٍ** اب جب ایک مہینہ گزر جاتا ہے تو یہ سوال کیا جاتا ہے کہ حضور مُہر تو لائیے۔ تو پہلی دفعہ پوچھتا ہے کہ یہ جو میں نے قبول کیا تھا یہ صرف قبول نہیں تھا، جیب سے مہر کی رقم بھی نکالنی ہوگی۔ اس کے بعد بدو نے سوال کیا کہ **یا امیر المؤمنین ثم ماذا** پھر کونسی منزل آتی ہے؟ تو امیر المومنین نے جواب دیا: **غُمُوْمُ دَهْرٍ** سارے زمانے کا غم اس پر آپڑتا ہے۔ مگر بدو بھی بلا کا بدو تھا، اس نے کہا **یا امیر المؤمنین ثم ماذا**؟ اس کے بعد کونسی منزل آتی ہے؟ امیر المومنین نے فرمایا **کُسُوْرُ ظَهْرٍ** کہ ذمہ داری اٹھاتے اٹھاتے کمر جھک جاتی ہے۔ اور یہ آخری منزل کا نام رکھا۔ مسرت سے ابتداء ہو چکی تھی اور کمر ٹوٹنے پر جا کر ختم ہوئی (حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ الصیانۃ جنوری ۱۹۹۸ء ص ۱۷، ۱۸)۔

حضور علیہ السلام نے طبیب کو واپس بھجوادیا

شیخ سعدیؒ نے لکھا ہے کہ ایک نصرانی بادشاہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں ایک طبیب کو بھیجا تھا کہ یہ مدینے والوں کا علاج کیا کرے گا۔ آپ ﷺ نے طبیب کو واپس کر دیا اور فرمایا کہ ہم لوگ بغیر بھوک کے کھاتے نہیں ہیں اور بھوک رکھ کر کھانا چھوڑ دیتے ہیں اس لئے ہم کو طبیب کی ضرورت نہیں (قلتُ کذا فی السیرة الحلبیه) (تحفة العلماء ج ا ص ٢٦٥)

خدا کے ہاں اپنا مقام کیسے معلوم ہو

سلیمان بن عبدالملک نے ابو حازم مدنی (صحابیؓ) سے کہا کاش ہم کو علم ہو جاتا کہ اللہ کے پاس ہمارے لئے کیا ہے (ثواب یا عذاب) ابو حازمؒ نے کہا: اپنے اعمال کو کتاب اللہ کے سامنے لاؤ، تم کو معلوم ہو جائیگا کہ خدا کے پاس تمہارے لئے کیا ہے۔ سلیمان نے کہا کتاب اللہ میں مجھے کس جگہ ملے گا؟ ابو حازم نے کہا آیت ان الابرار لفی نعیم و ان الفجار لفی جحیم میں۔ سلیمان نے کہا: پھر اللہ کی رحمت کہاں ہے؟ ابو حازمؒ نے کہا: قریب مِنَ المحسنین نیک کام کرنے والوں کے قریب (تفسیر مظہری ج ۱۲ص ۳۲۹)۔

شوہر کی دوسری نکاح پر پہلی بیوی کا استغاثہ

نقل ہے کہ ایک عورت نے قاضی سے استغاثہ کیا کہ میرے شوہر نے میرے اوپر ایک اور عورت سے نکاح کر لیا ہے۔ قاضی نے کہا تجھ کو اس پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں، اللہ نے مردوں کے لئے حسب مرضی دو، دو تین تین، اور چار چار عورتیں مباح کر دی ہیں۔ عورت بولی قاضی جی اگر حجاب و حیا مانع نہ ہوتی تو میں اپنا حسن تم کو دکھاتی اور پھر پوچھتی کہ جس کا حسن و جمال ایسا ہو جیسا میرا ہے، کیا اس سے رخ موڑ کر دوسرے سے مشغلہ کرنا جائز ہے؟ عورت کا یہ قول ایک اہل دل نے سن پایا اور سنتے ہی چیخ مار کر بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ کچھ دیر کے بعد ہوش میں آیا تو کہنے لگا میں نے ایک ہاتف کو یہ ندا دیتے سنا کہ کیا اس عورت کی بات تو نے نہیں سنی۔ اگر عظمت و کبریا کا حجاب نہ ہوتا تو میں تجھ کو اپنا جمال و جلال دکھاتا۔ جس کی سمائی کسی مقابل میں نہیں اور تجھ سے پوچھتا کہ جو مجھ سے مشغلہ رکھ سکتا ہے کیا اس کے لئے دوسرے سے مشغلہ رکھنا درست ہے مجھ جیسا کہاں ہے، میری مثل کون ہے، کوئی میری مثل ہو ہی نہیں سکتا، میری ہی طلب کر، طلب کرے گا تو تو مجھے پالے گا (تفسیر مظہری ج ۱۲ص ۳۲۷)

فاروق اعظمؓ نے حضرت سلمان فارسیؓ سے اپنے عیوب پوچھے

حضرت فاروق اعظمؓ نے ایک مرتبہ حضرت سلمان فارسیؓ سے معلوم کیا کہ آپ میرے بھائی

ہیں آپ مجھے یہ بتلائیں کہ آپ نے مجھ میں کیا کیا عیب دیکھے ہیں؟ پہلے تو حضرت سلمانؓ نے ادب کی بناء پر بیان کرنے سے انکار کیا۔ مگر جب فاروق اعظمؓ نے اصرار کر کے مجبور کر دیا تو فرمایا کہ میں آپ میں دو عیب دیکھتا ہوں۔ اول یہ کہ آپ کے دستر خوان پر ایک سے زیادہ قسم کے کھانے ہوتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت نہ تھی۔ دوسرے یہ کہ آپ کے پاس ضرورت سے زائد کپڑوں کا ایک جوڑا ہے۔ ایک آپ رات کو پہنتے ہیں۔ دوسرا دن کو استعمال فرماتے ہیں۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ ان دونوں کا تو انشاء اللہ تعالیٰ ابھی علاج ہو جائیگا۔ آپ اس کی فکر نہ کریں (" ص ۳۰)

اصلاح نفس کے طریقے

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو مناسب شیخ و مرشد نہ ملے تو اس کو چاہئے کہ اپنے مخلص دوستوں کو اپنی اصلاح کے لئے اپنے اوپر مسلط کر لے، ان سے پوچھا کرے کہ تمہیں میرے اندر کیا کیا عیب نظر آتے ہیں؟ وہ جو کچھ بتلائیں ان کی اصلاح کی فکر کریں۔

اصلاح نفس کے لیے پہلا طریقہ : مرشد کامل اور اس کا اتباع

دوسرا طریقہ: اپنے مخلص دوستوں کو برائے اصلاح اپنے آپ پر مسلط کرنا۔

تیسرا طریقہ: اپنے مخالفین اور دشمنوں کی عیب جوئیاں اور باتیں جو اس کے خلاف کرتے ہیں ان میں غور وفکر کرے اگر ان میں سے کوئی عیب واقعی اس میں موجود ہو تو اس کے ازالے کی فکر کرے۔

چوتھا طریقہ یہ ہے کہ آپ لوگوں میں جو بات بری اور قابل اعتراض نظر آئے اس کو اپنے نفس میں ٹٹولیں کہ کہیں میرے اندر تو یہ عیب نہیں اگر اسکا کچھ احساس ہو تو فوراً اس کی اصلاح کا اہتمام کریں۔ اس طرح بھی ایک انسان اپنے عیوب پر مطلع ہو کر اصلاح کر سکتا ہے اور در حقیقت تو ضرورت اس کی ہے کہ ان سبھی طریقوں سے اپنی اصلاح کی فکر جاری رکھیں بالخصوص پہلے طریقہ کے لئے مقدور بھر پوری کوشش کریں (" ۲۶ تا ۳۳)۔

حضرت تھانویؒ نے راستے میں رُک کر ضروری بات نوٹ کر لی

حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ ایک مرتبہ خانقاہ سے گھر جا رہے تھے، مجھے بھی اس طرف جانا تھا، میں بھی ساتھ ہو لیا، راستے میں چلتے چلتے اچانک رکے اور جیب سے کاغذ اور پنسل نکالی پھر کچھ لکھ کر اسے جیب میں ڈال دیا۔ پھر خود ہی مجھ سے پوچھا "سمجھے مولوی شفیع! کیا بات ہوئی؟ میں نے انکار کیا (لاعلمی ظاہر کی) تو فرمایا کہ "دل کا بوجھ کاغذ پر ڈال دیا، ایک کام یاد آیا تھا جو خانقاہ میں واپس آ کر کرنا ہے۔ نہ لکھتا تو دل میں کھٹکا رہتا، اب دل فارغ ہے۔" پھر فرمایا کہ: "دل کو اللہ نے اپنے لئے ہی بنایا ہے"۔ (" ۴۱)۔

ایک لوہار بزرگ اذان کی آواز سنتے ہی ہتھوڑا رکھ لیتے تھے

مشہور محدث امام ابوداؤدؒ کے اساتذہ میں سے ایک بزرگ حداد (لوہار) تھے۔ ان کا معمول یہ تھا کہ گرم لوہے پر ضربیں لگاتے لگاتے جس وقت اذان کی آواز کان میں پڑتی تو اگر ہتھوڑا سر سے اوپر اٹھایا ہوا ہوتا تو اسے وہیں پیچھے کی طرف چھوڑ دیتے تھے اور اس ایک ضرب کو کام میں لانا بھی گوارا نہیں کرتے تھے ("۴۲")۔

حضرت طلحہؓ نے نماز میں مخل ہونے والا باغ صدقہ کر دیا

حضرت طلحہؓ نے بڑی خطیر رقم صرف کر کے ایک باغ لگایا تھا، ایک دن دیکھ بھال کے لئے باغ میں گئے ذرا فرصت ملی تو نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں ایک پرندہ آ کر کھجوروں کے خوشوں میں الجھ گیا۔ اور پھڑ پھڑانے لگا۔ حضرت طلحہؓ کی نگاہ اس پر پڑی تو ذہن کچھ دیر کیلئے نماز سے ہٹ کر اس طرف متوجہ ہو گیا۔ سلام پھیرا تو تنبہ ہوا اور جا کر حضرت عثمانؓ سے کہا کہ یہ باغ مجھے اللہ کی یاد سے غافل کرتا ہے۔ اس لئے میں اسے صدقہ کرتا ہوں۔ اس زمانے میں یہ باغ نو ہزار (درہم) میں فروخت ہوا ("ص۴۲۔ بحوالہ موطا امام مالک)

مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنے صاحبزادے کو کھینچ کر گرا دیا

میرے لڑکے محمد زکی سلمہ جب چھوٹے سے بچے تھے تو ایک دن میں نے انہیں دیکھا کہ مکان کی چھت کے بالکل کنارے کھڑے ہوئے باہر کو جھک رہے ہیں۔ صورتحال کچھ ایسی تھی کہ اگر وہ ذرا اور آگے کو جھکتے تو نیچے گر جانے میں کوئی کسر باقی نہ تھی۔ میں نے سوچا کہ اگر آواز دے کر انہیں پیچھے ہٹنے کو کہتا ہوں تو کہیں گھبرا کر آگے کو نہ لڑھک جائیں۔ اس لئے میں کچھ کہے بغیر دبے پاؤں ان کے پیچھے کی طرف سے گیا اور قریب پہنچ کر انہیں اپنی طرف کو زور کا جھٹکا دیا، وہ اندر کی طرف آ گرے اور رونا شروع کر دیا۔ وہ سمجھے کہ باپ نے مجھ پر بڑا ظلم کیا ہے کہ پکڑا گرا دیا۔ لیکن حقیقت میں یہی ظلم ان کی جان بچانے کا ذریعہ بن گیا۔ مگر کم از کم بچپن تک انہیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ باپ نے یہ ظلم کیوں کیا تھا؟ لہٰذا جن چیزوں سے ہم اس دنیا میں رنجیدہ ہوتے ہیں اور اپنے آپ کو مظلوم سمجھتے ہیں درحقیقت وہ اپنی بے خبری اور جہالت کی وجہ سے سمجھتے ہیں۔ ورنہ یہ عام واقعات مصلحت و حکمت پر مبنی ہوتی ہیں۔ بعض کی حکمت ہمیں آگے چل کر معلوم ہو جاتی ہے اور بعض کی معلوم نہیں ہوتی۔ اگر انسان کو اپنی اس بے خبری کا استحضار رہے تو وہ ہمیشہ راضی بہ رضا رہے اور اللہ سے یا اس کی تقدیر سے شکایت کے جذبات اس کے دل میں کبھی پیدا نہ ہوں گے۔ لہٰذا رضا بالقضاء کے مقام کو حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس قسم کے

واقعات پر غور کیا جاتا رہے جنہیں انسان ابتداء میں اپنے لئے مضر سمجھتا ہے مگر بعد میں وہی مفید ثابت ہوتے ہیں (ایضاً ۴۳، ۴۳)۔

ریل گاڑی سے رہ جانا جان کی حفاظت کا سبب بنا

ایک صاحب کو غیر منقسم ہندوستان میں بریلی سے طوفان میل میں سوار ہونا تھا۔ گاڑی رات گئے تک وہاں پہنچتی تھی۔ وہ گاڑی کے انتظار میں ویٹنگ روم کے اندر سو گئے اور اسٹیشن ماسٹر سے کہہ دیا کہ گاڑی کے وقت مجھے جگا دیا جائے۔ اتفاق سے اسٹیشن ماسٹر کو یاد نہیں رہا اور گاڑی نکل گئی۔ یہ اٹھ کر اسٹیشن ماسٹر پر بہت خفا ہوئے لیکن تھوڑی دیر بعد پتہ چلا کہ وہ گاڑی ذرا آگے جا کر ایک شدید حادثے کا شکار ہوگئی۔ یہ صاحب گاڑی نکلنے کو اپنے حق میں برا سمجھ رہے تھے مگر معلوم ہوا کہ گاڑی نہ نکلتی تو زندہ بچنے کا کوئی سوال نہ تھا (''۴۲)۔

امام ابوحنیفہؒ کی انگوٹھی پر قلت کلام کا فقرہ

امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے اپنی انگوٹھی پر یہ قول نقش کرایا ہوا تھا کہ ''قُلِ الْخَیْرَ وَاِلَّا فَاصْمُتْ'' نیک بات کہو ورنہ خاموش رہو''۔

حضرت میاں اصغر حسینؒ نے مفتی صاحب کو عربی میں گفتگو کرنے کا حکم فرمایا

علماء دیوبند میں حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحبؒ (جو حضرت میاں صاحب کے لقب سے معروف ہیں) عجیب شان کے بزرگ تھے۔ مجھ پر خاص شفقت فرماتے تھے۔ ایک روز میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا کہ '' آج گفتگو عربی میں کریں گے''۔ اس سے قبل چونکہ حضرت نے کبھی ایسی فرمائش نہیں کی تھی اس لئے مجھے حیرت ہوئی تو حضرتؒ نے خود اس کی حکمت بیان فرمائی کہ ''عربی میں بلا تکلف بولنے کی مشق نہ تم کو ہے نہ مجھے، اس لئے اس قید کی وجہ سے باتیں کم ہوں گی۔'' اور پھر فرمایا کہ ''ہماری مثال اس مسافر کی سی ہے جس کی روپیوں سے بھری ہوئی تھیلی ختم ہونے لگی ہو، اب وہ ایک ایک روپیہ بڑی احتیاط سے خرچ کرتا ہے''۔ (''ص ۵۴)

حوضوں کی لمبائی کا فضول بحث

ایک مرتبہ دو آدمی حضرت نظام الدین اولیاءؒ سے بیعت ہونے کیلئے بلخ سے دہلی پہنچے، حوض پر وضو کرنے بیٹھے تو دونوں میں بحث چھڑ گئی کہ یہ حوض بڑا ہے یا بلخ والا فلاں حوض، کافی دیر تک جانبین سے دلائل پیش کئے جاتے رہے۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کو اس کی اطلاع ہوئی، جب دونوں نماز

کے بعد حاضر ہوئے اور مدعا عرض کیا تو حضرتؒ نے فرمایا ''کیا فیصلہ ہوا''؟ کونسا حوض بڑا ہے؟ دونوں خاموش رہے تو حضرت نے فرمایا کہ جاؤ تمہارا علاج یہ ہے کہ دونوں حوضوں کی پیمائش کر کے پہلے اپنے بحث کا فیصلہ کرو، اس کے بعد آگے بات ہوگی'' (''ص ۵۵)

آدمؑ کے پتلے پر غموں کی بارش

انسان کی دو ہی حالتیں ہیں، تیسری کوئی اور حالت نہیں ہے یا تو حالت صبر کی ہوگی یا تو حالت شکر کی ہوگی۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے روایت نقل کی ہے کہ حضرت آدمؑ کو پیدا کرنے کے لئے اللہ نے جب مٹی کا پتلا بنایا تو انتالیس دن تک اس پر غموں کی بارش ہوئی ہے۔ اور ایک دن خوشی کی بارش رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری اور آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ آہ آہ کرتے گزر جاتا ہے۔ اور خوشی کے لمحات بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد الیاسؒ جن کی تبلیغی جماعتوں کو آپ حضرات دیکھتے ہوں گے اور اس میں شرکت بھی کرتے ہوں گے۔ تقسیم (ہند) سے پہلے جمعرات کو میں بھی حضرت کی مجلس میں حاضر ہوا۔ میں نے دریافت کیا کہ حضرت کیسے مزاج ہیں؟ حضرت نے فرمایا کہ مزاج کے کیا پوچھنے ہیں کبھی ناخوشگواری کی حالت رہتی ہے کبھی خوشی کی حالت رہتی ہے۔ مومن کی شان ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ کو یاد کرتا ہے۔ خوشگواری کی حالت میں شکر کرتا ہے اور ناخوشگواری کی حالت میں صبر کرتا ہے۔ شکر بھی اللہ کو یاد کرنے کی صورت ہے اور صبر بھی اللہ کو یاد کرنے کی صورت ہے (خطبات احتشام ج ۲ ص ۹۵)

اورنگ زیب عالمگیر نے امام مسجد کو معزول کر دیا

اورنگ زیب عالمگیرؒ ایک دفعہ مسجد میں دیر سے آئے تو امام صاحب انتظار کر رہے تھے۔ بادشاہ نے کہا کہ ٹائم تو ہو گیا ہے؟ (ابھی تک جماعت کیوں نہیں کھڑی ہوئی) امام صاحب کہنے لگا حضور کا انتظار تھا فرمایا جو میرا انتظار کرتا ہے وہ میری مسجد کا امام نہیں بن سکتا۔ نکل جاؤ۔ یہاں امام وہ رہے گا جو بادشاہ کی نماز نہ پڑھائے بلکہ خدا کی نماز پڑھائے (خطبات دین پوری ج ۲ ص ۲۵۱)۔

مولانا شجاع آبادی کا بتایا ہوا درود

مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ حضور ﷺ کے سچے عاشق تھے مجھے کہا کرتے تھے کہ دین پوری! یہ درود پڑھا کرو۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ ذَرَّۃٍ اَلْفَ اَلْفَ مَرَّۃٍ (''ص ۱۲۸)

قبض علم بقبض العلماء

ایک مرتبہ سیدنا ابن عباسؓ نے سیدنا زید بن ثابتؓ کی قبر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تھا: اس طرح علم اٹھا لیا جاتا ہے۔ اس جملہ میں اس حدیث کی جانب تلمیح ہے کہ اللہ تعالیٰ علم کو دلوں سے چھین نہیں لیتا بلکہ علماء کو موت آتی ہے تو اس (طریقے) سے علم اٹھا لیا جاتا ہے (حاشیہ فرامین رسول صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۹)

ایک کافر کے تین سوالات اور بزرگ کا عملی جواب

ایک کافر نے ایک مسلمان بزرگ سے کہا کہ اگر تم میرے تین سوالوں کا جواب دیدو تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔

۱۔ جب ہر کام اللہ کی مرضی سے ہوتا ہے تو تم لوگ انسان کو ذمہ دار کیوں ٹھہراتے ہو؟

۲۔ جب شیطان آگ کا بنا ہوا ہے تو دوزخ کی آگ اس پر کیسے اثر کر سکتی ہے؟

۳۔ جب تمہیں خدا نظر نہیں آتا تو اسے کیوں مانتے ہو؟

بزرگ نے ان سوالوں کے جواب میں قریب پڑا ہوا مٹی کا ڈھیلا اٹھا کر کافر کو بہت زور سے مارا۔ کافر کو اس بات پر بہت غصہ آیا۔ اس نے قاضی کے پاس اس بزرگ کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا۔ قاضی نے بزرگ کو بلوایا اور اس سے پوچھا کہ تم نے اس کافر کے سوالوں کے جواب میں اسے مٹی کا ڈھیلا کیوں مارا؟ بزرگ نے کہا کہ اس کا پہلا سوال یہ تھا کہ جب ہر کام اللہ کی مرضی سے ہوتا ہے؟ تو انسان کو اس کا ذمہ دار کیوں ٹھہرایا جاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ میں نے یہ ڈھیلا اللہ کی مرضی سے مارا ہے۔ یہ مجھے اس بات کا ذمہ دار کیوں ٹھہراتا ہے؟'' اس کا دوسرا سوال یہ تھا کہ شیطان تو آگ کا بنا ہوا ہے پھر آگ کیسے اس پر اثر کرے گی؟ تو انسان بھی تو مٹی کا بنا ہوا ہے پھر مٹی کے ڈھیلے نے کیسے اس پر اثر کیا۔ اس کا تیسرا سوال یہ ہے کہ خدا تمہیں نظر نہیں آتا تو تم اسے کیوں مانتے ہو؟'' اس کا جواب یہ ہے کہ جب درد اسے نظر نہیں آتا تو یہ اسے کیوں محسوس کرتا ہے۔ سوالوں کا جواب سن کر وہ کافر فوراً مسلمان ہو گیا (ایک اخباری تراشہ مرسلہ رانا محمد شاہد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی والد حارث اسلام لے آیا

انہی دنوں (جبکہ مشرکین مکہ کی مخالفت زوروں پر تھی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی والد حارث مکہ آتے ہیں تو مشرکین انہیں بتاتے ہیں کہ تیرے رضاعی بیٹے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نیا مذہب اختیار کر لیا ہے اور وہ کہتا ہے کہ خدا (لوگوں کو) مرنے کے بعد زندہ کرے گا اور مجرموں کو سزا دے گا، فرمانبرداروں کو

جز ادیگا، اس نے نیا مذہب گھڑ کے پوری قوم کو پریشان کر دیا ہے، پوری قوم اور برادری میں تفرقہ ڈال دیا ہے۔ کبھی کہتا ہے کہ آسمان سے مجھے وحی آتی ہے کبھی کچھ کہتا ہے۔ تم اسے جا کر سمجھاؤ کہ وہ پوری قوم کے دین کو اختیار کرے۔ مشرکین مکہ حارث کو الٹی سیدھی باتیں بتا کر آپ کے پاس بھیجتے ہیں۔ حارث جب آپ ﷺ کے پاس آتا ہے تو آپ ﷺ سے کہتا ہے کہ بیٹا! کیا بات ہے، قوم تم سے سخت ناراض ہے، تم کیا کہتے ہو، کچھ مجھے بھی بتاؤ۔

سرکار دو عالم ﷺ اپنے رضاعی والد کو اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں، وہ آپ ﷺ کی باتیں سنتے ہی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتا ہے اور پھر کچھ دیر تک آپ کے بچپن کی باتیں کرتا رہا اور آپ کی برکات کا تذکرہ کرتا رہا، آپ سنتے رہے، سبحان اللہ العظیم (خطبات چشتی۔ ج ۲ ص ۶۰) از مولانا عبدالرؤف چشتی صاحب)۔

ایک بزرگ نے مرتے وقت جنتوں سے منہ پھیر لیا

ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ جب ان کے انتقال کا وقت آیا تو آٹھوں جنتیں ان کو نظر آئیں۔ آپ نے دیکھ کر منہ پھیر لیا اور فرمایا کہ (اگر) میرا مرتبہ عشق میں آپ کے نزدیک یہی ہے جو میں دیکھ رہا ہوں تو میں نے اپنا وقت بے کار ہی کھو دیا۔ یعنی میرا مقصود تو آپ کی ذات پاک ہے اگر آپ نہ ہوئے تو جنت لے کر کیا کروں گا۔ پھر اس کے بعد ان پر اللہ تعالیٰ کا نور ظاہر ہوا اور اسی حالت میں ان کا انتقال ہو گیا۔ (وعظ حیوۃ طیبہ از حضرت تھانویؒ)

امام ابو یوسفؒ کی فقاہت

امام صاحبؒ و ابو یوسفؒ کو سفر کا اتفاق ہوا اور قبیل طلوع (آفتاب) بیدار ہوئے۔ اتنا وقت نہ تھا کہ وضو بھی کریں اور نماز بھی بفراغت ادا ہو جائے۔ خیر وضو تو جلدی جلدی کر لیا اور امام ابو یوسفؒ کو امام بنایا اور آفتاب گویا اب نکلا، اور اب نکلا۔ پس امام ابو یوسفؒ نے صرف فرائض صلوۃ ادا کر کے نماز تمام کر دی، سنن و واجبات سب چھوڑ دیئے۔ تو نماز قبل طلوع ادا ہو گئی۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ: صَارَ يَعْقُوبُنَا فَقِيهًا (ہمارا یعقوب فقیہہ ہو گیا) یعنی اگر چہ اعادہ کی نوبت و ضرورت پیش آئے گی لیکن فضیلت وقت تو ہاتھ سے نہ گئی۔ (الورد الشذی علی جامع الترمذی (تقریر شیخ الہند ص ۳۳)

حضرت مولانا محمد عمر پالنپوریؒ نے ایک ڈاکٹر کو ڈاکٹری طور پر عذاب قبر سمجھایا

میرے محترم دوستو! ایک دفعہ ایک ڈاکٹر نے (مجھ سے) سوال کیا کہ مولوی صاحب! قبر کا

لو کانت منزلتی عندک ما قد رأیتُ فقد ضیعتُ أیامی
جنت ماویٰ کو یارب کیا کروں آرزو ہے بس تجھے دیکھا کروں

عذاب سمجھ میں نہیں آتا۔ میں نے کہا سمجھ میں اس لئے نہیں آتا کہ دکھائی نہیں دیتا۔ کہنے لگا جی ہاں۔ (میں نے کہا) دیکھو دکھائی تو دیتا نہیں لیکن ہم دیکھیں کہ خبر دینے والے کون ہیں، جن کی زبان غلط نہیں بولی، یہ خبر دینے والے ہیں اور خبر اللہ کی طرف سے ہے اس لئے ہم اپنے دیکھنے کا انتظار نہیں کریں گے۔ دیکھئے دنیا میں بہت سی ایسی چیزیں ہیں کہ جو انسان کو دکھائی نہیں دیتیں لیکن پھر بھی یہ انسان اسے مانتا ہے۔ مادی لائن کے اندر بھی انسان غذا کھاتا ہے تو پیٹ میں جا کر کئی لائنوں میں وہ غذا تبدیل ہو جاتی ہے، اس کا ایک حصہ شکر بنتا ہے جسے شوگر کہتے ہیں، کاربو ہائیڈریٹ کہتے ہیں، ایک حصہ اس کا نمک بنتا ہے جسے سالٹ کہتے ہیں، ایک حصہ اس کا لوہا بنتا ہے جسے آئرن کہتے ہیں ایک حصہ اس کا چونا بنتا ہے جسے کیلشیم کہتے ہیں۔ اس کا گھٹنا اور بڑھنا بیماری ہے اور اس کا معمول کے مطابق (ہونا) تندرستی ہے، اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا، ہر انسان کے بدن بلکہ ہر جاندار کے بدن میں موجود ہوتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس کی تصدیق کی۔ اب میں نے کہا جناب! اس وقت بیٹھے بیٹھے بدن سے دو تولہ چونا، دو تولہ شکر اور دو تولہ نمک اور ایک سر یا لوہے کا نکال کر دکھائیں، ابھی بیٹھے بیٹھے نکال کر دکھائیں۔ اب وہ ڈاکٹر صاحب چکر میں آ گئے۔ کہا کہ مولوی صاحب! یہ تو مشکل ہے، ناممکن تو نہیں لیکن مشکل ہے، یعنی ناممکن تو نہیں اس لئے کہ خون کو نکالنے کے بعد اس سے کیمیکل پھر اس سے شکر بنانا، چونا بنانا، لوہا بنانا ممکنات میں سے ہیں لیکن اس وقت بیٹھے بیٹھے مشکل ہے۔ تو اس سے یہ بات ذہن میں آ گئی کہ شکر دو قسم کی ہے ایک وہ جو انسان کے اندر بنتی ہے اور ایک وہ جو انسان کے باہر فیکٹریوں میں بنتی ہے، ایسا ہی نمک اور چونا ہے، لوہا بھی دو قسم کا ہو گیا ایک انسان کے اندر اور ایک قسم انسان کے باہر فیکٹریوں اور کارخانوں کے اندر بنتا ہے، اب باہر جو فیکٹری کارخانے کے اندر بنتا ہے وہ تو دکھایا جا سکتا ہے، لیکن اس انسان کے اندر جو بنتا ہے وہ دکھایا نہیں جا سکتا۔ انسان کے اندر بننے والی شکر دکھائی نہیں جا سکتی اور انسان کے باہر بننے والی شکر فیکٹریوں اور کارخانوں میں دکھائی جا سکتی ہے۔ بالکل اسی طرح انگارے، باغیچے، سانپ، بچھو ایک تو وہ ہیں جو مرنے سے پہلے اس عالم میں ہوتے ہیں اور انسان کو دکھائی دیتے ہیں اور ایک وہ انگارے، باغیچے، سانپ و بچھو ہیں جو مرنے کے بعد عالم برزخ میں ہوتے ہیں وہ دکھائے نہیں جا سکتے، لیکن اس کے اندر ہمیں رہبری لینی پڑے گی، انبیاء کرام علیہم السلام کی اور سارے نبیوں کے امام حضرت محمد ﷺ کی وہ ہمیں بتائیں گے کہ کون سے اعمال پر قبر کے اندر کیا سزا ہو گی، اور کونسے اعمال پر قبر کے اندر اللہ کی رحمت برسے گی۔ یہ بات نبی ﷺ کی رہبری کے بغیر سمجھ میں آنا مشکل اور ناممکن ہے۔ (تقریر حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ۔ امن والی زندگی حصہ دوم ۶۴ تا ۶۶)

❁ گھوڑا مانگا تھا سواری کیلئے لیکن ملا سوار ہو کر ❁

ایک ہٹا کٹا شخص بیٹھا پکار رہا تھا ''یا اللہ گھوڑا دیدے'' ایک سپاہی کی گھوڑی بیائی (بچہ دیا)

سپاہی نے اس شخص کے ایک چابک لگا کر کہا کہ: یہ پچھیرا اٹھا کر اصطبل میں پہنچا دے'' وہ شخص پچھیرا اٹھا کر لے جارہا ہے، اور ساتھ ہی یوں کہہ رہا ہے کہ'' یا اللہ! تو دعا سنتا تو ہے مگر سمجھتا نہیں، میں نے گھوڑا مانگا تھا نیچے کیلئے، مگر تو نے اوپر دیدیا''۔ (یہی حال شادی اور اولاد کا ہے، جن چیزوں کو رحمت اور نعمت سمجھ کر مانگ رہا تھا اور انکی خاطر پریشان تھا، جب وہ ملیں تو رحمت کی بجائے زحمت اور نعمت کی بجائے عذاب بن کر آئیں۔

وَمَنْ يَحْمَدِ الدُّنْيَا لِعَيْشٍ يَسُرُّهُ　فَسَوْفَ لَعَمْرِي عَنْ قَرِيبٍ يَلُوْمُهَا
إِذَا أَدْبَرَتْ كَانَتْ عَلَى المَرْءِ حَسْرَةً　وَإِذَا أَقْبَلَتْ كَانَتْ كَثِيْرًا هُمُوْمُهَا

ارشاد الرشید ج ۲ ص ۱۴

ملا دو پیازہ کی پگڑی۔ بیربل کو دندان شکن جواب

ملا (دو پیازہ) صاحب کے متعلق مشہور ہے کہ وہ پگڑی باندھنے میں تکلف سے کام نہ لیتے یونہی سادہ سے انداز میں سر پر لپیٹ لیتے تھے، ادھر (اکبر) بادشاہ کے دوسرے وزراء اور حواری طرہ دار پگڑیاں بڑے تکلف سے بنا بنا کر باندھتے تھے۔ بیربل اور ملا دو پیازہ کے باہم نوک جھونک تو رہتی ہی تھی۔ بادشاہ کے سامنے ایک دوسرے پر چوٹیں کرتے تھے۔ ملا دو پیازہ کی پگڑی دیکھ کر بیربل نے بادشاہ سے کہا: دیکھئے حضور! یہ کیسے پگڑی باندھ کر آئے ہیں؟ انہیں شاہی دربار کا بھی کچھ پاس نہیں بالکل گنوار کی طرح پگڑی باندھ رکھی ہے۔ یہ تو شاہی مجلس کی سراسر توہین ہے''۔ یہ سن کر بادشاہ نے ملا صاحب سے جواب طلب کیا۔ تو انہوں نے کہا کہ حضور بات یہ ہے کہ یہ لوگ پگڑیاں اپنی بیویوں سے بندھوا کر آتے ہیں اور میں خود باندھتا ہوں۔ اگر آپ میری بات کی تصدیق کرنا چاہتے ہیں تو ان کو ابھی حکم دیجئے کہ یہیں دربار میں پگڑیاں اتار کر دوبارہ باندھیں۔ یہ سنتے ہی بیربل پر سکتہ طاری ہو گیا۔ اصل حقیقت یہ تھی کہ وہ لوگ بڑے بڑے آئینوں کے سامنے کھڑے ہو کر پگڑیاں باندھتے تھے اور ملا دو پیازہ ان تکلفات سے یکسر ناآشنا تھے ان کی تو عادت تھی ویسے ہی سادہ طریقے سے باندھ لینے کی، جب کبھی اتاری ویسے ہی اٹھا کر پھر سے لپیٹ لی۔ ان کے لئے تو کوئی مسئلہ نہ تھا۔ لیکن بیربل اور دوسرے وزیر و مشیر مصیبت میں پڑ گئے۔ شاہی دربار میں بیٹھے یہ مطالبہ بھی نہیں کر سکتے کہ یہاں ہمیں بڑے بڑے آئینے لا دو، ان کی مدد سے ہم پگڑیاں باندھیں، لہٰذا ملا دو پیازہ کو یہ کہنے کا موقع مل گیا کہ حضور! میں کہتا نہیں تھا کہ یہ لوگ ہر بات میں بیویوں کے محتاج ہیں، پگڑی تک ان سے بندھواتے ہیں۔ (۱۱ ص ۲۰)

دیوبندیوں کے علوم پختہ اور گہرے ہوتے ہیں

(مفتی رشید احمد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ) ایک پادری نے مجھے مناظرہ کا چیلنج دیا اور اپنی

قابلیت کے بڑے بلند بانگ دعوے کرنے لگا جب اس سے گفتگو ہوئی تو دو چار باتیں سن کر ہی بولا ''اچھا آپ دیو بند پڑھے ہوئے ہیں'' میں نے پوچھا آپ کو کیسے پتہ چل گیا؟ تو کہنے لگا آپ کی عالمانہ گفتگو سن کر، ایسے بلند پایہ علوم تو صرف علماء دیو بند کے ہی ہو سکتے ہیں۔ میں نے کہا علماء دیو بند کی شان تو بہت اونچی ہے، میں تو ان حضرات کا ایک ادنی درجہ کا شاگرد ہوں۔ اسی طرح ایک اور موقع پر کسی صاحب سے بات ہوئی تو وہ بھی فوراً چلا اٹھے کہ آپ دیو بند کے پڑھے ہوئے ہیں؟ ان سے بھی پوچھا کہ آپ کو کیسے پتے چلا! تو وہ بھی یہی کہنے لگا کہ ایسی گہری بات علماء دیو بند کے سوا کوئی نہیں کہہ سکتا۔ بتانے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ ان حضرات کے فضل وکمال کا لوہا اپنے پرائے سب مانتے ہیں۔

رحمھم اللّٰہ تعالٰی و اعلٰی اللّٰہ درجاتھم. ان کا مطالعہ سطحی نہیں تھا حدیث پڑھاتے وقت تمام کتابیں ان کے سامنے رہتے تھیں (۱۱ ص ۲۳)

بے ریش لڑکے سے حضرت حکیم الامتؒ کی احتیاط

حکیم الامت (تھانویؒ) کی کیا شان تھی۔ آج ہم لوگ حکیم الامت کے عاشق کہلاتے ہیں ہم لوگوں کی زیادہ ذمہ داری ہے حضرت کی تعلیمات پر چلنے کی۔ مولانا شبیر علی صاحب نے ایک بار ایک لڑکے کو اوپر بھیج دیا جہاں حضرت تفسیر بیان القرآن لکھ رہے تھے حضرتؒ فوراً نیچے اتر آئے۔ ایک لمحہ کی تنہائی کو گوارا نہیں فرمایا۔ اور فرمایا کہ مولوی شبیر علی! میری تنہائیوں میں ان لڑکوں کو نہ بھیجا کرو جن کی ابھی داڑھی مونچھ نہیں آئی۔ اور فرمایا کہ جو لوگ مجھے اپنا بڑا سمجھتے ہیں اور مجھ سے عقیدت رکھتے ہیں میرے اس عمل سے سبق لیں (تکمیل معرفت ص ۱۴ وعظ حضرت مولانا حکیم اختر صاحب مدظلہ)

حسین لڑکے کے ساتھ دس شیطان

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ عورت کے ساتھ دو شیطان ہوتے ہیں اور حسین لڑکوں کے ساتھ دس شیطان ہوتے ہیں چنانچہ ایک بار حضرتؒ حمام میں تھے کہ اچانک ایک ''امرد'' (حسین لڑکا) آیا۔ آپ نے فرمایا۔ اَخْرِجُوْہُ اسکو جلدی نکالو، میں اس کے ساتھ دس شیطان دیکھ رہا ہوں (۱۱ ص ۱۴)۔

حضرت مولانا الیاسؒ اور ایک میواتی کی عجیب گفتگو

ایک بڈھا آدمی میوات سے (بستی نظام الدین آیا اور لوگوں سے معلوم کیا: (مولانا) الیاس کہاں ہے؟ لوگوں نے بتا دیا۔ حضرت مولانا (الیاسؒ) نے بڑے اکرام ومحبت سے مصافحہ کیا اور اپنے قریب بٹھالیا۔ اس نے کہا توئی الیاس ہے؟ حضرت نے فرمایا تجھے الیاس سے کیا کام ہے؟

دیہاتی: بس تیری جیارت کو آیو ہوں۔ (آپ کی زیارت کیلئے آیا ہوں)
حضرت جی: میری زیارت کو کیوں آیا ہے؟
دیہاتی: تو بجرگ بتایو (آپ بزرگ ہیں)
حضرت جی: میں تو بزرگ بننے کی ترکیب بتاتا ہوں۔ اگر تو وہ کام کرے تو بزرگ بن جاوے۔
دیہاتی: اجی موئے تو کلموں بھی نہ آوے میں کیسے بجرگ بنوں گو۔ (مجھے تو حضرت کلمہ بھی نہیں آتا میں بزرگ کیسے بن سکتا ہوں)
حضرت جی: میرا کام تو ایسا ہے کہ اگر تو بھی کرے گا تو بزرگ بن جاوے۔
دیہاتی: اجی بجرگ بننا تو مشکل ہے۔
حضرت جی: بہت آسان ہے اگر تو کرنا چاہے۔
دیہاتی: کیا کروں میں۔
حضرت جی: تو لوگوں کو یہ کہتا پھر کہ اے لوگو! کلمہ سیکھ لو، مرنے کے بعد یہ کام دے گا۔
دیہاتی: یہ تو میں کرلوں گو۔ (اسے تو میں کرلوں گا)

اس کے بعد اسے جماعت میں لگا دیا اور امیر سے تاکید کی کہ اس سے روزانہ بیان کرانا اور اس سے وعدہ لیا کہ تو کھڑے ہو کر اتنا کہہ دیا کر کہ: اے لوگو! کلمہ سیکھنے کو نکل جاؤ، کلمہ گھر بیٹھے نہیں آتا۔ اب بتاؤ تم میں سے کون کون کلمہ سیکھنے کو تیار ہیں''۔ اور یہ کہہ کر ان سے وقت مانگنا۔ اس نے وعدہ کرلیا۔ پھر اس کو دیکھا گیا کہ وہ رو رو کر یہ بات کہتا اور لوگ اس سے اس قدر متاثر ہوئے کہ گھنٹوں کی تقریریں وہ اثر نہ کرتی تھیں جو اُس کی چند باتیں اثر کرتی تھیں اور ہر جگہ سے نقد جماعت نکالتا تھا اور تھوڑے دن میں اسے کلمہ بھی آ گیا اور پوری نماز کی دعائیں یاد کرلیں اور میرے یاد پڑتا ہے کہ اُس نے پاؤ پارہ عم بھی پڑھ لیا تھا یا زبانی یاد کرلیا تھا (تبلیغی جماعت کیلئے روانگی کی ہدایات از حضرت الحاج میاں جی محمد عیسیٰ صاحب فیروز پوری (ص ۸،۹)

مجازی مالک کے غلام کی بے فکری سے عبرت

ایک بزرگ نے اپنے توبہ کرنے کا قصہ بیان کیا ہے کہ ایک سال قحط بہت تھا مخلوق بہت پریشان تھی۔ اسی حالت میں دیکھا کہ ایک غلام بے فکری سے گاتا ہوا خوش خوش جا رہا ہے اس سے کسی نے پوچھا کہ مخلوق تو پریشان ہو رہی ہے اور تو اس طرح بے فکر ہے؟ اس نے کہا کہ میں بے فکر کیوں نہ ہوں میرے مالک کے یہاں تو دو گاؤں ہیں''۔ بس اسی وقت دل پر ایک تیر لگا اور سوچا کہ ارے نفس! جس کے مالک کے یہاں دو گاؤں ہیں وہ تو بے فکر ہے اور تیرے مالک کے قبضہ میں تو زمین و آسمان، سارا جہان ہے پھر تو کیوں پریشان ہے۔ پس اسی وقت سے اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہو گئے (حضرت

تھانویؒ۔ وعظ حیوۃ طیبہ۔ سلسلہ تسہیل المواعظ ص ۱۰)

ڈاکوؤں نے امام غزالیؒ کی علمی یادداشتیں لوٹ لیں

حضرت امام غزالیؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے شہر میں حاصل کی اور فقہ کی کتابیں احمد بن محمد رافکانی سے پڑھیں پھر جرجان تشریف لے گئے اور امام ابوالنصر اسماعیلی سے تحصیل علم کیا۔ امام صاحب نے دوران تعلیم اُستاد کی تقاریر لکھیں، کچھ دنوں بعد وطن واپس ہوئے تو راستے میں ڈاکہ پڑا اور ڈاکوان کی یادداشتیں بھی لوٹ کر لے گئے۔ امام صاحب ڈاکوؤں کے سردار کے پاس گئے اور کہا: میں اپنے سامان میں سے صرف اپنے استاد کی یادداشتوں کے مجموعہ کو مانگتا ہوں کیونکہ میں نے انہی کو سننے اور یاد کرنے کے لئے سفر کیا تھا۔ وہ ہنس پڑا اور کہا: تم نے خاک سیکھا جبکہ تمہاری یہ حالت ہے کہ ایک کاغذ نہ رہا تو تم کورے رہ گئے۔ یہ کہہ کر اس نے وہ مجموعہ واپس کر دیا۔ امام صاحب پر اس کا شدید اثر ہوا اور وطن پہنچ کر سارا مجموعہ حفظ کر لیا، آپ کے کمال حافظہ کا یہ بین ثبوت ہے۔ اس زمانہ میں علم کے دو بڑے مرکز تھے ایک نیشاپور اور دوسرا بغداد (مقدمہ مکاشفہ القلوب للغزالیؒ ص ۲۰)۔

وضو مومن کا ہتھیار ہے

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو فرمایا: اے موسیٰ جب تم کسی سلطان سے ڈرو تو وضو کیا کرو اور گھر والوں کو بھی وضو کرنے کا حکم دو۔ اس لئے کہ جو شخص وضو کر لیتا ہے وہ خطرے سے میری امان میں ہوتا ہے (مکاشفہ القلوب ص ۵۰۲)

حضرت علیؓ نے مکان کے کواڑ مدینہ سے باہر لیجا کر بنوائے

ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے مکان کے کواڑ بنوائے تو یہ حکم دیا کہ کواڑ مدینہ سے باہر جا کر بنائے جائیں تاکہ ان کے بنانے کی آواز مسجد نبوی ﷺ میں نہ آئے اور اس آواز کی وجہ سے حضور پرنور ﷺ کو تکلیف نہ ہو (زرقانی شرح مواہب ج ۸ ص ۳۰۴)۔

بے مقصد کرتب دکھانے والے کو ہارون الرشید کا عجیب انعام

مشہور ہے کہ کسی شخص نے ہارون الرشید کے دربار میں ایک حیرت انگیز کرتب دکھانے کی اجازت چاہی تھی، اجازت مل گئی تو دربار میں حاضر ہو کر فرش کے بیچوں بیچ ایک سوئی کھڑی کر دی اور کچھ فاصلے پر کئی سوئیاں ہاتھ میں لیکر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے ایک سوئی اٹھائی اور فرش پر کھڑی ہوئی سوئی کا نشانہ لیا، حاضرین کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب انہوں نے دیکھا کہ یہ دوسری سوئی پہلی سوئی کے

ناکے میں داخل ہو کر پار ہو چکی ہے اس طرح اس نے تقریباً دس سوئیاں پھینکیں اور سب کی سب پہلی سوئی کے ناکے سے پار ہو گئیں۔ ہارون الرشید نے یہ حیرت انگیز کمال دیکھا تو حکم دیا کہ "اس شخص کو دس دینار انعام میں دیئے جائیں اور دس کوڑے (بھی) لگائے جائیں"۔

حاضرین نے اس عجیب وغریب انعام کی وجہ پوچھی تو ہارون رشید نے کہا "دس دینار اس شخص کی ذہانت، نشانے کی سچائی کا انعام ہے اور دس کوڑے اس بات کی سزا کہ اس نے اپنی خداداد صلاحیتیں اور قیمتی وقت ایک ایسے کام میں صرف کیا جس کا دین و دنیا میں کوئی فائدہ نہیں (اسلام اور جدت پسندی ص ۷۴ از مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ)

حضرت گنگوہیؒ کی کیمیا سازی سے بے رغبتی

ایک مرتبہ (حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے) فرمایا کہ شاہ عبدالغنی صاحبؒ کی خدمت میں جب پڑھا کرتا تھا، جہاں کھانا مقرر تھا، آتے جاتے راستہ میں ایک مجذوب ہوا کرتے، ایک دن وہ بولے "مولوی! روزانہ اس راستے سے تو کہاں جایا کرتا ہے کوئی دوسرا راستہ نہیں"؟ میں نے عرض کیا "کھانا لینے جایا کرتا ہوں" دوسرا راستہ چونکہ بازار سے ہو کر گزرتا ہے اور وہاں ہر قسم کی اشیاء پر نظر پڑ سکتی ہے اس لئے اس راہ سے آتا جاتا ہوں"۔ مجذوب کہنے لگے شاید تجھے معاشی تنگی اور خرچ کی تکلیف ہے، میں تجھے سونا بنانے کا نسخہ بتاتا ہوں، کسی وقت میرے پاس آ جاؤ، فرماتے تھے اس وقت تو حاضری کا اقرار کیا مگر پڑھنے لکھنے میں انہماک کی وجہ سے بعد میں یاد ہی نہیں رہا۔ دوسرے دن مجذوب نے پھر یاد دہانی کی میں نے کہا پڑھنے سے فرصت نہیں، جمعہ کے دن کوئی وقت نکال کر آؤں گا۔ جمعہ آیا تو مطالعہ میں مشغولیت کی وجہ سے یاد نہیں رہا، مجذوب پھر ملے کہا کہ تم حسب وعدہ نہیں آئے، میں نے بھولنے کا عذر کیا اور آئندہ جمعہ کا وعدہ کیا لیکن مطالعہ میں مصروفیت کی وجہ سے جمعہ کے دن یاد ہی نہیں رہتا تھا اس طرح کئی جمعے گزر گئے۔ آخر ایک جمعہ کو وہ مجذوب خود میرے پاس آئے اور درگاہ شاہ نظام الدین کی طرف لے جا کر ایک قسم کی گھاس مجھے دکھائی۔ ساتھ ساتھ ان مقامات کی بھی نشان دہی کی جہاں یہ گھاس اگتی ہے پھر وہ گھاس توڑ کر لائے اور مجھے طریقہ بتانے کی غرض سے میرے سامنے اس سے سونا بنایا، پھر سونا مجھے دیکر کہنے لگے یہ بیچ کر اپنے کام میں لائیں، تاہم مجھے کتاب کے مطالعہ سے اتنی فرصت بھی نہیں تھی کہ وہ سونا بازار جا کر بیچوں، مجذوب نے ایک دن خود جا کر وہ سونا بیچا اور رقم لا کر مجھے دی (آپ بیتی ج ۶۔ ص ۸۱، ۸۲۔ بحوالہ متاع وقت اور کاروان علم ص ۲۱۴)

شیطان کا تجارتی سامان پانچ گدھوں پر

تیسری صدی کے لغت وادب کے امام جاحظ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ

کسی راستے پر جا رہے تھے اسی راستے پر شیطان بھی جا رہا تھا جس کے ساتھ پانچ گدھے تھے جن پر سامان لدا ہوا تھا۔ مسیح علیہ السلام نے پوچھا، یہ کیا لے جا رہے ہو، اور کہاں کا ارادہ ہے؟ شیطان نے جواب دیا کہ ان پانچ گدھوں پر میں تجارتی سامان لے جا رہا ہوں اور اس کے گاہکوں کی تلاش میں ہوں۔ مسیح علیہ السلام نے پھر پوچھا کہ فروخت کے لئے کیا سامان لے جا رہے ہو؟ شیطان نے جواب دیا کہ اس گدھے پر تو میں نے ظلم لادا ہوا ہے۔ مسیح علیہ السلام بولے۔ بدبخت! ظلم کو کون خریدے گا؟ شیطان نے کہا کہ وقت کے بادشاہ اس کو بڑے شوق سے خریدتے ہیں، پھر کہنے لگا کہ اس دوسرے گدھے پر غرور و تکبر جس کو بڑے بڑے زمیندار، چوہدری اور سیٹھ لوگ خریدتے ہیں۔ کہنے لگا اس تیسرے گدھے پر حسد ہے جس کو اہل علم بڑے ذوق و شوق سے خریدتے ہیں۔ شیطان نے اپنے مال کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ چوتھے گدھے پر میں نے خیانت لادی ہوئی ہے اور اس کے خریدار تاجر لوگ ہیں جو اپنی تجارت میں خیانت کا خوب استعمال کرتے ہیں۔ پھر کہنے لگا کہ اس پانچویں گدھے پر مکر و فریب کا سودا ہے جس پر عورتیں ٹوٹی پڑتی ہیں (خطبات سواتی جلد سوم صفحہ ۱۱۷) از مولانا صوفی عبدالحمید سواتی رحمہ اللہ)

امام ابن جریرؒ کیلئے والدہ کا دوسو کلچوں کا توشہ

امام ابن جریر طبریؒ مفسر قرآن جب حصول علم کے لئے گھر سے روانہ ہوئے تو والدہ نے توشہ کے طور پر دوسو کلچے تیار کر کے دے دیئے۔ آپ علم حاصل کرتے رہے اور ہر روز ایک ایک کلچہ کھا کر پیٹ کی آگ بجھاتے رہے اور اس طرح آپ نے دوسو ایام تک انہی کلچوں پر گزارہ کیا۔ ("ص ۱۲۱)

عدداً بیچتے ہو یا وزناً

یہ ضروری ہے کہ اسلام کی بات کرتے ہوئے مخاطب کی زبان، ذہنی سطح اور نفسیات تینوں باتوں کا خیال رکھا جائے ورنہ بات اس لطیفے والی ہو جائے گی جو عام طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ ایک صاحب دیوبند سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد گھر واپس جا رہے تھے، علم تازہ تھا اور اس کا احساس بھی تھا، کسی ریلوے سٹیشن پر گاڑی کھڑی ہوئی تو پلیٹ فارم پر ایک چھابڑی فروش نے گول گپے لگا رکھے تھے، مولانا صاحب نے یہ چیز پہلی بار دیکھی تھی اس لئے خیال ہوا کہ خرید کر دیکھنی چاہئے کہ کیا ذائقہ ہے؟ چھابڑی والے کو آواز دی کہ ''ارے میاں! عدداً بیچتے ہو یا وزناً'' (یعنی گن کر دیتے ہو یا تول کر) اس نے غور سے حضرت کی طرف دیکھا ایک بار پھر بات کو سمجھنے کی کوشش کی، اور جب کچھ پلے نہ پڑا تو سادگی سے بولا ''صوفی جی! میں تے گول گپے ویچدا اں'' (حضرت میں تو گول گپے بیچتا ہوں)۔ (منقول از مضمون مولانا زاہد الراشدی صاحب۔ روزنامہ اوصاف اسلام آباد، ۱۶ فروری ۱۹۹۹ء)

اللہ نافرمان کی بھی حفاظت کرتا ہے

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اور قاضی حمید الدین ناگوری جو اس دعا گو کے گہرے دوست ہیں دریا کی سیر کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عجائبات کا نظارہ کر رہے تھے جن کی صفت بیان سے باہر ہے۔ دریا کے نزدیک ہم بیٹھ گئے بھوک نے ہمیں لاچار کر دیا، تھوڑی دیر کے بعد ایک بکری منہ میں دو روٹیاں لئے حاضر ہوئی اور روٹیاں ہمارے سامنے رکھ کر چلی گئی۔ ہم نے از دست غیب عطا سمجھ کر کھالیں۔ ہم اس کے متعلق گفتگو کر رہے تھے کہ ایک بہت بڑا بچھو آیا اور دریا کو عبور کرنے لگا۔ ہم نے خواہش کی کہ اس بچھو کو دیکھیں کہ کدھر کا رخ ہے جو اتنی جلدی میں ہے، اس نے دریا عبور کیا، ہم نے دعا کر کے دریا سے راستہ لیا، جب پار گئے تو دیکھا کہ ایک وزنی سانپ درخت سے نیچے اتر رہا ہے اور نیچے ایک آدمی سو رہا ہے۔ سانپ اسے ڈسنے کیلئے نیچے اتر رہا تھا کہ بچھو نے اسے کاٹ کر اس کا کام تمام کر دیا۔ جب آدمی کے قریب گئے تو دیکھا کہ شخص نافرمان ہے کیونکہ سونے سے قبل اس نے شراب کی قے کر رکھی ہے۔ ہمارے دل میں خیال گزرا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نافرمان کو بچالیا ہے اس پر غیب سے آواز آئی کہ اگر ہم صرف صالح افراد کی نگہداشت کریں تو ایسے لوگوں کا محافظ پھر کون ہوگا؟ چند لمحے بعد وہ شخص نیند سے بیدار ہوا تو قریب سانپ کو مرا ہوا دیکھا۔ اپنے فعل سے تائب ہوا تو بہ کی اور مرد حق بن گیا سترح پاپیادہ کئے۔ (ہشت بہشت ص ۱۳۹)

بلاؤں سے حفاظت کی دعا

حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ نے) فرمایا کہ قاضی امام شجعیؒ اپنے کفایہ میں لکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک بزرگ کے ہاں ایک جوان لونڈی تھی اور وہ خود بڈھا تھا۔ لیکن اس لونڈی نے اس سے عاجز آکر بار بالوگوں سے شکایت کی کہ میں کیا تدبیر کروں جس کے سبب بڈھے سے خلاصی ہو، اس کے پڑوس میں ایک بڑھیا رہتی تھی اس نے کہا میں اس مطلب کے لئے تجھے زہر ہلاہل دوں گی کوزے میں ڈال کر افطار کے وقت اسے دے دینا۔ اس لونڈی نے زہر دے دیا لیکن ذرہ بھر اثر نہ ہوا۔ لونڈی منتظر تھی کہ اب بڈھا زاہد مرتا ہے۔ جب دن ہوا تو لونڈی نے بیتاب ہو کر ساری کیفیت زاہد کو سنائی کہ خواہ رکھ خواہ مار۔ میں نے تو تجھے زہر دیا تھا لیکن اس نے کچھ اثر نہ کیا۔ زاہد نے مسکرا کر فرمایا میں ایک دعا پڑھتا ہو، جو اسے پڑھتا ہے وہ تمام بلاؤں سے بچا رہتا ہے۔ وہ دعا یہ ہے: بسم اللہ الرحمن الرحیم بِسْمِ اللّٰهِ خَيْرَ الْاَسْمَاءِ بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِىْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَىْءٌ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ.

ے کہ اے اللہ جس طرح اس بچھو کو دریا کے پار لے جا سکتا ہے ہمیں بھی پار لے جا ۱۲ عارف

اس کے بعد شیخ الاسلام (گنج شکرؒ) نے فرمایا کہ دعا کی شرائط بہت ہیں۔لیکن پہلی شرط یہ ہے کہ شروع اللہ کے نام سے کرے کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''کل امر ذی بال لم یُبدأ فیہ، بِبِسمِ اللّٰہ فھو ابتر۔ پہلے بسم اللہ پڑھنی چاہئے (راحت القلوب مجلس ۱۹، ہشت بہشت ص ۲۸۲)۔

نماز میں حضرت علیؓ کی ران سے تیر نکالا گیا

حضرت علیؓ کی ران میں ایک تیر لگ گیا تھا جس سے ان کو تکلیف تھی لوگوں نے اس کو نکالنا چاہا تو آپ انکار کرتے تھے کہ ابھی نہیں تھوڑی دیر کے بعد نکالنا، پھر وہ نکالنا چاہتے تھے تو یہی جواب دیتے کہ ابھی نہیں، تھوڑی دیر کے بعد نکالنا۔ تو بعض لوگوں نے کہا تم نماز کے سوا کسی وقت میں اس کو نہ نکال سکو گے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا کہ جس وقت نفل نماز کے سجدہ میں آپ گئے اس وقت تیر کو کھینچ کر نکال دیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں میں اپنے آپ کو گھرا ہوا پایا، فرمایا کیا بات ہے کیا تیر نکالنا چاہتے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا وہ تو ہم نے نکال بھی لیا، پھر اس کو سامنے کر دیا کہ دیکھئے یہی تو ہے۔ فرمایا بخدا مجھے تمہاری اس حرکت کی کچھ بھی خبر نہیں ہوئی۔ اور ایسے واقعات اہل برکت صلحاء سے بہت منقول ہیں۔ (انتخاب احادیث بخاری شریف بھجۃ النفوس ج ا ص ۴۴۴)

ایک عامی شخص پر حضرت سید احمد شہیدؒ کی نظر کا اثر

حضرت سید احمد شہیدؒ دہلی سے دیوبند اور دیوبند سے بالا کوٹ جہاد میں جارہے ہیں۔ راستہ میں ایک شخص اس زاویہ سے کھڑا ہو گیا کہ سید صاحب جب ادھر سے گذریں تو مجھ پر ایک نظر پڑ جائے۔ چنانچہ جاتے جاتے سید صاحب کی ایک نظر اس پر پڑ گئی۔ بس اسی دن سے اس کا یہ اثر ہوا کہ جب وہ مسجد چھتہ جاتے تھے تو مسجد روشن ہو جاتی تھی۔ حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ استاذ حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے لوگوں سے پوچھا کہ بھئی مسجد میں کس کے آنے سے روشنی ہوتی ہے؟ پھر ایک لڑکے کو مقرر کر دیا کہ وہ اس کا اندازہ کرے۔ چنانچہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور روشنی ہوئی، یہ انہیں لے آیا۔ حضرت مولانا یعقوب صاحبؒ نے پوچھا کہ آپ کیا وظیفہ پڑھتے ہیں کہ آپ کے آنے سے مسجد میں روشنی ہو جاتی ہے؟ اس نے بتایا کہ میں کوئی وظیفہ نہیں پڑھتا ہوں ایک عامی مسلمان ہوں، مجھ میں کوئی خوبی نہیں ہے لیکن اللہ کے ایک زبردست عظیم الشان صاحبِ نسبت کی مجھ پر نظر پڑی تھی جب وہ جان دینے کیلئے بالا کوٹ جارہے تھے۔ یہ ان کی نظر کا صدقہ تھا۔ معلوم ہوا نظر سے بھی کچھ چیزیں مل جاتی ہیں (وعظ عرفان محبت حضرت والا حکیم الاختر صاحب مدظلہ، ص ۵، ۶)۔

ایک کتے پر حضرت شاہ عبدالقادرؒ کی نظر کا اثر

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے صاحبزادے شاہ عبدالقادر صاحب مسجد فتح پوری دہلی میں چھ سات گھنٹے عبادت کر کے جب دل کا نور لبریز ہو کر آنکھوں سے ٹپکنے لگا اور چہرہ سے جھلکنے لگا تو جیسے ہی مسجد فتح پوری سے نکلنے لگے ایک کتا وہاں بیٹھا تھا اس پر نظر پڑ گئی۔ حضرت حکیم الامت مجدد الملۃ کی روایت ہے کہ جہاں جہاں وہ کتا جاتا تھا دہلی کے سب کتے اس کے سامنے ادب سے بیٹھتے تھے۔ جبکہ کتوں کا مزاج باادب بیٹھنے کا نہیں ہے۔ بھونکنے کا مزاج ہے۔ اپنی برادری سے انہیں زیادہ حسد ہوتا ہے۔ کتا جب دوسرے کتے کو دیکھتا ہے پھر دیکھو کیسا بھونکتا ہے۔ اتنا دوڑائے گا کہ جب تک وہ اپنی دم کو اپنی دونوں رانوں کے درمیان سرنڈر نہ کرلے دوڑاتا رہے گا۔ (ایضاً)

حضرت نظام الدین اولیاءؒ پر ایک کنیز کا اعتراض

(مولانا احتشام الحق صاحب تھانویؒ نے) فرمایا کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے پاس ایک رئیس ایک کنیز کو لے کر آئے اور کہا کہ آپ کی خدمت کرے گی۔ کنیز نے رئیس سے کہا کہ یہ آپ نے اچھا نہ کیا کیونکہ میں سلطان جی کی معتقد نہیں، رئیس نے کہا کیا خرابی تو نے دیکھی ہے؟ کنیز نے کہا کہ سلطان کا کوئی مخالف ہی نہیں، سلطان انبیائے کرام، خلفائے راشدین، صحابہ کرام اور ائمہ دین سے بھی بڑھ گئے کہ ان سب کے مخالفین اور دشمن تھے، سلطان کو سب ہی اچھا کہتے ہیں، میں ان کی معتقد نہیں۔ رئیس نے کہا کہ تم چند دن خدمت کر کے دیکھو، اگر ان کی زندگی شریعت کے مطابق نہ پاؤ تو واپس آ جانا۔ لکھا ہے اگلے دن صبح سویرے کنیز پڑوس میں گئی کنڈی بجائی، کہا سلطان کے لئے ناشتہ تیار کرنا ہے ذرا آگ دے دیں۔ پڑوسن نے کہا اب تو میں بالکل آگ نہیں دوں گی، اور یہ کہہ کے سلطان کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کئے۔ کنیز آئی اور کہنے لگی آج میں سلطان کی معتقد ہوگئی اور یقین ہوگیا کہ انبیائے کرام کے راستے پر ہیں کیونکہ حق کی پہچان یہی ہے کہ حق پرست کے مخالفین ہوں (خطبات احتشام جلد سوم ص ۳۱)

صحبت اولیاء کی عجیب تاثیر

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ حرم شریف میں تشریف رکھتے تھے کہ ان کی نظر ایک شخص پر پڑی، وہ اٹھ کر اس کے پاس گئے اور اس سے پوچھا کہ تم نے اپنی زندگی میں کسی اللہ والے کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا ''نہیں'' پوچھا کچھ دیر بھی کسی اللہ والے کی صحبت میں رہے ہو؟ اس نے کہا ایک اللہ والے تھے ان سے ایک بار ملا ہوں'' فرمایا وہی میں دیکھ رہا ہوں کہ ان کی نظروں کے اثرات اب

تک تمہارے چہرے پر باقی ہیں۔ صحبت صالح بہت بڑی دولت ہے جس کو مل گئی وہ مالا مال ہو گیا اور جو اس سے محروم رہا اور محروم رہ کر علم پڑھا، یا سیکھا وہ فرعون اور چنگیز بن گیا۔ اس لئے علم بغیر تصوف بے کار ہے۔ (۱۱ ص ۳۲)۔

چور کی چوری

ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص کسی کا عمدہ قسم کا گھوڑا چرا لائے، راستے میں کسی شخص نے پوچھا کہ چوہدری صاحب! گھوڑا تو بہت اچھا ہے بیچو گے؟ اس نے کہ جی ہاں بیچنا ہے۔ تو اس نے کہا کہ صاحب مجھے اس کی سواری کر کے دکھا دیجئے۔ اور جب آدمی کسی کو دھوکے میں رکھنا چاہتا ہے تو اس کے لئے پہلے اپنا بھروسہ اور اطمینان قائم کر لیتا ہے تو اس نے کہا کہ میں ذرا اس کی سواری دیکھنا چاہتا ہوں!، اس کی خاطر اس نے اپنے جوتے اعتبار میں رکھ دیئے، بھلا اللہ کے بندے یہ اگر گھوڑا لے گیا اور اپنے جوتے چھوڑ گیا تو جوتوں کے چھوڑنے سے گھوڑے کی تلافی تو ہو نہیں سکتی، لیکن مطلب یہ تھا کہ اس کے ذہن میں یہ بات نہ آئے کہ گھوڑا لے کر بھاگ گیا، جوتے اتارے اور گھوڑے پر سوار ہو کر ایڑ ماری اس نے۔ اور گیا۔ اب یہ کافی دیر بیٹھ کر انتظار کرتا رہا اور جب آخر کو وہ نہیں آیا تو اس کے جوتے بغل میں دبا کر چلنے لگا۔ کسی نے راستے میں پوچھا کہ میاں گھوڑا بیچ دیا؟ انہوں نے کہا ہاں بیچ دیا، کتنے میں بیچا! کہنے لگا جتنے میں لایا تھا اتنے ہی میں بیچ دیا، یہ جوتے نفع میں (۱۱ ص ۴۸)۔

سلطان ناصر الدین کی دلجوئی

سلطان ناصر الدین محمود کسی کا دل نہیں دکھاتا تھا۔ ایک دن بیٹھا قرآن شریف لکھ رہا تھا کہ ایک شخص ملاقات کے لئے آیا۔ اس کی نظر قرآن پر پڑی۔ دیکھا کہ ایک جگہ دو دفعہ لفظ ''فِیْہِ'' لکھا ہوا ہے۔ سلطان سے کہا یہاں ایک لفظ ''فِیْہِ'' زیادہ ہے۔ سلطان نے قلم سے ایک ''فِیْہِ'' کے گرد دائرہ بنا دیا وہ شخص چلا گیا تو چاقو سے دائرے کو چھیل ڈالا۔ خادم نے پہلے دائرہ بنانے اور پھر اس کو مٹانے کی وجہ پوچھی۔ سلطان نے جواب دیا۔ یہاں لفظ ''فِیْہِ'' دو دفعہ ٹھیک ہے۔ مگر اس خیال سے کہ وہ اپنی غلطی معلوم کر کے شرمندہ ہو گا اور اس کی دل شکنی ہو گی۔ اس کے سامنے اس لفظ کے گرد حلقہ کھینچ دیا۔ اب وہ چلا گیا ہے اس لئے مٹا دیا ہے۔ سلطان نے سچ کہا تھا: ''کاغذ پر لکھ کر مٹانا آسان ہے دل پر لکھ کر مٹانا مشکل ہے۔ (اسلامی کہانیاں ص ۶۲)

طارق بن زیاد نے اپنی کشتیاں جلا دیں

مشہور اسلامی جرنیل طارق بن زیاد کے نام سے کون واقف نہیں۔ یہ بہادر جرنیل افریقہ کا رہنے والا تھا۔ جب اس کو ہسپانیہ فتح کرنے کا حکم دیا گیا تو اس نے اپنے سپاہیوں سمیت کشتیوں میں

سوار ہو کر بحیرہ روم کو عبور کیا۔ اور خشکی پر قدم رکھتے ہی حکم دیا کہ کشتیوں کو جلا دیا جائے۔ تمام ہمراہی یہ حکم سن کر بہت حیران ہوئے۔ کہنے لگے۔ یہ کوئی دانائی کی بات ہے۔ ہمارا وطن یہاں سے بہت دور ہے اگر کشتیاں جلا دی گئیں تو ہم اپنے وطن واپس کیسے جائیں گے۔ یہ سن کر نوجوان طارق مسکرایا اور اپنا ہاتھ تلوار کے قبضہ پر رکھتے ہوئے کہا ''افریقہ اگر ہمارا وطن ہے تو یورپ بھی ہمارا وطن ہے۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ یہ تمام ملک خدا کے ہیں۔ اس لئے ہر ملک ہمارا ملک ہے۔ ہم ہسپانیہ کو فتح کریں گے اس میں اپنی بادشاہی قائم کریں گے اور دنیا کو دکھائیں گے کہ مسلمان کیسے حکومت کرتے ہیں۔ چنانچہ ہسپانیہ پر مسلمانوں نے آٹھ سو سال حکومت کی۔ اور اس شان سے کی کہ سب لوگ اس کی تعریف کرنے لگے۔ لیکن بالآخر مسلمانوں کی آپس میں لڑائی اور نا اتفاقی کی وجہ سے ہسپانیہ کا حسین اور خوش منظر ملک ان کے ہاتھ سے نکل گیا (ایضاً ص ۵۶)

طارق کہ درکنارۂ اندلس سفینہ سوخت — گفتند کارِ تو بنگاہِ خرد خطاست
دوریم از سوادِ وطن باز چوں رسیم — ترکِ سبب زروئے شریعت کجا رواست
خندید و دستِ خویش بشمشیر بُرد و گفت — ہر ملک ملکِ ماست کہ ملکِ خدائے ماست

شیر کی تصویر

مولانا جلال الدین رومیؒ نے ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک صاحب کے دل میں بڑا شوق تھا کہ میں اپنی کمر کے اوپر شیر کی تصویر بنواؤں۔ تو وہ گودنے والے کے پاس گیا کہ میری کمر کے اوپر شیر کی تصویر بنا دو۔ وہ گودنے والا مسالہ اور سامان لے کے آ گیا، اس نے اوزار رکھے اور سوئی چھبوئی، اس نے بڑے زور سے چیخ ماری اور کہا ارے بھائی کیا بناتا ہے؟ اس نے کہا بھئی دُم بنانا شروع کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں دم بنانے میں تو بڑی تکلیف ہوتی ہے آخر بلا دُم کے بھی تو شیر ہوتا ہے۔ دُم نہ بنا۔ یہ تکلیف مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے کہا بہت اچھا میرا کام آسان کر دیا۔ اس کے بعد پھر سوئی چبھوئی، اس نے پھر چیخ مار کر پوچھا، اب کیا بناتا ہے؟ اس نے کہا سر بنا رہا ہوں، تو آپ فرماتے ہیں ارے یار بلا سر کا بھی تو شیر ہوتا ہے، اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہا۔ مولانا جلال الدین رومی نے لکھا ہے کہ اس گودنے والے نے غصہ میں آ کر اپنے اوزار پھینک دیئے اور کہا

شیرِ بے گوش و سر و شکم کہ دید — ایں چنیں شیرے خدا ہم نہ آفرید

ارے ظالم تو کہتا ہے سر نہ بنا، کان نہ بنا، دم نہ بنا، ٹانگیں نہ بنا، اور شیر بنا دے، ارے ظالم ایسا شیر تو خدا نے بھی نہیں پیدا کیا، میں تیرے کمر پر کہاں سے بناؤں۔ فرمایا کہ

تو بیک زخمے گریزانی زعشق — تو بجز نامے چہ مے دانی زعشق

(خطبات احتشام ج ۳ ص ۵۴، ۵۵)

سرمد مجذوب نے عالمگیر کا جوڑا واپس کر دیا

عالمگیر کا زمانہ ہے ان کے زمانے میں ایک مجذوب ننگے پھرا کرتے تھے مادرزاد (سرمد نامی) بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ وہ افغانستان کا جاسوس تھا لیکن حضرت مولانا تھانویؒ نے فرمایا کہ ان کے کلام میں جو تاثیر اللہ نے رکھی ہے دل قبول نہیں کرتا کہ ان کو جاسوس کہا جاوے وہ واقعی خدا رسیدہ تھے مگر تھے مجذوب۔

عالمگیر نے کسی آدمی کو بھیجا کہ جاؤ یہ دیکھ کے آؤ کہ یہ کوئی بنا ہوا آدمی ہے یا واقعی مجذوب فقیر ہے۔انہوں نے جا کر رپورٹ دی عالمگیر کو کہ

برسرمدِ برہنہ کرامات تہمت است کشفے کہ ظاہر است از و کشف عورت است

ننگے پھرنے والے سرمد کے اوپر کرامت کا شبہ کرنا ان پر الزام لگانا ہے، ارے وہ تو ننگا آدمی ہے۔۔۔بس ایک ہی کمال ہے اس میں کہ وہ کپڑے نہیں پہنتا۔عالمگیر کے پاس جب یہ خبر پہنچی تو حکم دیا کہ اتمام حجت کرو، ایک سینی کے اندر ایک جوڑا لے جاؤ، کچھ رقم لے جاؤ، لے جا کر خدمت میں پیش کرو اور یہ کہہ دینا کہ اورنگ زیب عالمگیر نے آپ کو یہ ایک جوڑا بھجوایا ہے پہننے کیلئے۔حضرت سرمد کے پاس یہ جوڑا آیا، بڑے غصے میں جوڑا واپس کر دیا اور کہا کہ جاؤ یہ جوڑا واپس کر دو اور بادشاہ کو میرے یہ ایک دو شعر لکھ کے دے دینا۔فرمایا

آنکس کہ ترا تاجِ جہاں بانی داد مارا ہمہ اسبابِ پریشانی داد

پوشاند لباس ہر کہ را عیبے دید بے عیباں را لباسِ عُریانی داد

جس خدا نے تیرے سر پر تاج شاہی رکھا ہے، اسی خدا نے مجھے ننگا پھرایا ہے جس کے بدن پر داغ دھبے ہوتے ہیں وہ چھپانے کے لئے لباس پہنتے ہیں، خدا کے فضل سے میرے بدن پر داغ دھبہ نہیں ہے لہذا مجھے لباس کی حاجت نہیں، لے جاؤ (خطبات احتشام ج ۳ ص ۷۵،۷۶)

ایک واقعے کا دو آدمیوں پر مختلف اثر

۱۹۴۷ء میں جب پاکستان کے بننے کے سلسلے میں مسلمانوں پر قیامت کا پہاڑ ٹوٹ رہا تھا، جب مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا تھا، دو مثالیں میں نے آنکھوں سے دیکھی ہیں۔ایک صاحب کو دیکھا کہ جس کی بہت بڑی داڑھی تھی انہوں نے داڑھی صاف کرا دی۔جب ان سے پوچھا گیا کہ بھئی تم نے ایسا کیوں کیا؟ کہنے لگے کہ میں نے اس لئے ایسا کیا کہ مجھے یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر کسی ہندو یا سکھ نے مجھے پہچان لیا تو مسلمان سمجھ کر قتل کر دیگا۔اور ایسی مثال بھی موجود ہے کہ ایک صاحب پہلے سے داڑھی منڈاتے رہے۔اس نے ہنگامے کے دوران داڑھی رکھ لی۔کہنے لگے مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے

معلوم نہیں میں کس وقت شہید کر دیا جاؤں۔ میں ایسی شکل لے کر اللہ کے پاس حاضر ہونا نہیں چاہتا۔ اس لئے میں نے صورت سنت کے مطابق بنالی۔ آپ نے دیکھا کہ ایک ہی واقعہ کا ایک پر کیا اثر ہوا اور اسی واقعہ کا دوسرے پر کیا اثر ہوا۔ (خطباتِ احتشام ج ۳ ص ۹۵)

خوشی کا رونا

حضرت امام غزالیؒ نے ایک بات لکھی ہے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لیجارہے تھے تو آپ کو محسوس ہوا کہ ایک پتھر رو رہا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ بھئی تیرے رونے سے دل کٹا جارہا ہے (کیوں روتا ہے؟) اس نے کہا میں اس لئے رو رہا ہوں جب سے میں نے یہ سنا ہے کہ جہنم کے اندر ایندھن کے طور پر جو چیز جلائی جائے گی وہ پتھر ہوں گے۔ تو میں اپنی قسمت پر رو رہا ہوں کہ ہائے میں پتھر پیدا کیا گیا، میں دوزخ کا ایندھن بن گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر اس کے حق میں دعا مانگی اور فرمایا میں نے تیرے حق میں اللہ سے دعا کی ہے، اللہ تعالیٰ تجھے بچا لے گا، آپ تشریف لے گئے۔ واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ برابر رونے میں مصروف ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پوچھا کہ تیرے رونے کی کیا بات ہے؟ حضرت امام غزالیؒ نے جو الفاظ نقل کئے ہیں بڑے پیارے الفاظ ہیں فرمایا کہ: کَانَ ذالک بُکَاءُ الْخَوفِ وَھٰذَا بُکَاءُ السُّرُور وہ خوف کا رونا تھا، یہ خوشی کا رونا ہے (" ص ۱۱۵، ۱۱۶)

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں راہ دکھلائیں کسے رہرو منزل ہی نہیں

ایک تاجر کی اللہ کے ہاں پیشی

دنیا کے معاملے میں ہم اتنے تیز ہیں کہ مشہور ہے کہ ایک تاجر کا انتقال ہوا، اللہ کے ہاں پیشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے کہا تمہاری نیکی اور تمہارے گناہ برابر ہیں۔ کہو جنت میں جاؤ گے یا جہنم میں؟ تو اس تاجر نے کہا کہ جی میں جنت جہنم جانتا نہیں۔ جہاں دو پیسے کا فائدہ ہو وہاں پہنچا دو (" ص ۱۱۷)

حلوہ فروش بچے کا عجیب واقعہ

مولانا جلال الدین رومیؒ نے حلوہ فروش کی حکایت لکھی ہے کہ ایک اللہ والے تھے، لوگوں سے قرض لیتے تھے۔ اور جب وہ بیمار پڑے تو لوگوں کو فکر ہوئی کہ حضرت جی کو اتنی رقم دی ہے یہ رقم تو حضرت جی کے ساتھ ہی جارہی ہے کیا کریں۔ لوگ جمع ہو گئے۔ حضرت جی منہ لپیٹ کے، چادر اوڑھ کے لیٹ گئے، یہ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، سب بنائے ہوئے بیٹھے ہیں، اس کو اتنے ہزار چاہئے، اس کو اتنا پیسہ چاہئے۔ اور سب سوچ رہے ہیں کہ اگر حضرت جی نے آنکھ بند کر لی (وفات پا گئے) تو ہماری رقم

گئی۔ تھوڑی دیر میں ایک معصوم بچے کی آواز آئی کہ وہ حلوا بیچ رہا تھا، جب وہ گھر کے قریب آیا تو یہی بزرگ جو چادر اوڑھے لیٹے تھے، چادر پیچھے ہٹائی اور کسی خادم سے کہا کہ اس حلوہ بیچنے والے کو بلا کر لاؤ۔ وہ جو لوگ بیٹھے ہوئے تھے وہ کہنے لگے۔ اجی ہم تو قرضے کے۔ آس میں بیٹھے ہیں۔ حضرت جی کی طبیعت خراب ہے مگر حلوے کے بڑے شوقین معلوم ہوتے ہیں۔ حلوے والا آ گیا، اس سے پوچھا کہ یہ حلوہ کیا بھاؤ ہے؟ بھاؤ بتایا، فرمایا کہ اچھا یہ سارا کا سارا حلوا تول دو۔ وہ بچہ بڑا خوش ہوا کہ میں سارے دن گشت کرتا اور حلوہ بیچتا، ایک ہی جگہ سارا بک گیا۔ اب جب اس نے حلوہ تقسیم کر دیا اس نے کہا جی پیسے لاؤ۔ وہ چادر اوڑھ کر لیٹ گئے، یہ لوگ جو تھے یہ تو بڑے پکے تھے مگر یہ بے چارہ تو معصوم تھا۔ اس نے تھوڑی دیر کے بعد رونا شروع کر دیا۔ چلّانے لگا، ایڑیاں رگڑنے لگا، میری اماں کیا کہے گی، میرا ابّا کیا کہے گا، میرے سارے حلوے کے پیسے جو ہیں غائب ہو گئے۔ اور وہ (بزرگ) دل کے اندر رو رہا ہے۔ تھوڑی دیر میں کسی نے دروازے سے آواز دی۔ انہوں نے کہا کہ جا کے دیکھو۔ ایک خوان آیا۔ اس خوان کے اندر تمام قرض والوں کی رقمیں رکھی ہوئی تھیں اور حلوے والے کی قیمت الگ رکھی تھی۔ انہوں نے سب کے قرضے ادا کر دیئے۔ اور حلوے والے کی قیمت بھی ادا کر دی۔ لوگوں نے پوچھا (یہ کیا بات ہے؟ فرمایا بات یہ ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے کہا اے اللہ! میرا آخری وقت ہے لیکن میں گروی رکھا ہوا ہوں یہ سب قرضے والے بیٹھے ہوئے ہیں آپ ان کا قرضہ ادا کروا دیں میں ابھی ابھی جانے کو تیار ہوں، تو فرمایا کہ ان میں سے کوئی رونے والا بھی ہے؟ میں نے جوان پر نظر ڈالی تو میں نے دیکھا کہ ایک سے ایک خرانٹ ہے ان کے دل سخت ہیں، ان میں رونے والا کوئی نہیں ہے، جب میں نے دیکھا کہ سب کے سب سنگدل ہیں۔ اس بچے کی جب آواز آئی تو میں نے کہا یہ سنگدل نہیں ہے۔ میں نے اس کا حلوہ خریدا اور اس کو (بھی) انہی لوگوں میں شامل کر دیا، اس نے جب رو رو کر مانگا ہے تو اس ایک آدمی کے رونے کی وجہ سے اللہ نے سب کی عرضی قبول کر دی فرمایا کہ ۔

تا نہ گرید کود کے حلوہ فروش   بحر بخشائش نمی آید بہ جوش

جب تک حلوہ بیچنے والا بچہ گڑ گڑا کر روتا نہیں۔ اللہ کی بخشش کا دریا بھی جوش میں نہیں آتا (خطبات احتشام ج ۳ ص ۱۲۴، ۱۲۵)

یہ دین اشرف علی کا نہیں

ایک دفعہ مولانا اشرف علی تھانویؒ سے کچھ سربرآوردہ لوگوں نے عرض کیا کہ مولانا! اس زمانے میں سود کے بغیر کام نہیں چلتا۔ آپ اس کاغذ پر دستخط کریں کہ سود حلال ہے۔ مولانا نے کہا "یہ دین اشرف علی کا دین نہیں، اللہ کا دین ہے اگر اس کاغذ پر دستخط کر دوں تو فتویٰ اپنی جگہ پر رہے گا لیکن اشرف علی اپنی جگہ پر نہیں رہے گا۔ ("۲۲۹)

ایک کوچوان اور چالاک عورت

ایک عورت ایک تانگہ میں سوار ہوئی اور راستہ میں کوچوان سے کہا کہ میاں تمہیں بیس روپے دوں گی اگر تم کچہری میں جا کر یہ کہہ دو کہ میں نے اس عورت کو طلاق دے دی، اس میں تمہارا نقصان کچھ نہیں اور اس طرح میرا مقدمہ ختم ہو جائیگا اور تم مفت میں بیس روپے کما لو گے۔ تانگہ بان کے یہ بات سمجھ میں آ گئی اور اس نے عدالت میں جا کر یہ کہہ دیا کہ میں اس عورت کو طلاق دیتا ہوں۔ جج صاحب نے اس کو نوٹ کر لیا۔ یہ کہہ کر جب وہ چلنے لگا تو عورت نے عدالت سے کہا'' جب اس نے مجھے طلاق دے ہی دی تو میرا مہر تو ان سے دلوا دیجئے۔ اب تانگے والے حضرت گھبرائے، عدالت کو یقین دلانا چاہا کہ یہ تو میری بیوی ہی نہیں ہے، بہت کچھ منتیں کیں لیکن عدالت میں پہلے ہی اقراری ملزم ثابت ہو چکے تھے۔ نتیجہ یہ کہ گھوڑا تانگہ نیلام ہوا اور عورت کو مہر کے بدلے رقم دلوائی گئی (۲۴۳، ۲۴۴)

حضرت تھانویؒ مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کی نظر میں

مجھے ایک واقعہ یاد آیا۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا جب انتقال ہوا تو حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب نے جامع مسجد دہلی میں تقریر کرتے ہوئے لوگوں سے فرمایا تھا کہ: آپ حضرات کا کو روتے ہیں آپ کو مسئلہ بتانے والے ہم جیسے موجود ہیں، رونا تو ہمیں چاہئے کہ جب ہمیں ضرورت ہوتی تھی تو ہم انسے پوچھا کرتے تھے۔ اب ہم کس سے پوچھیں گے؟ ("۶ ۲۸)

حضرت رابعہؒ زخمی ہو کر ہنسنے لگی

حضرت رابعہ بصریہ رحمہا اللہ کہیں جا رہی تھیں، ٹھوکر لگی، پاؤں کے انگوٹھے پر زخم آیا، خون نکل پڑا، اسے دیکھ کر ہنسنے لگی، خادم نے دریافت کیا کہ حضرت کیا بات ہے؟ زخم آیا، تکلیف ہو رہی ہے، رونا چاہئے تھا، آپ ہنس رہی ہیں؟ تو فرمایا کہ اس پر آخرت میں جو اجر لکھا گیا ہے اس پر جب میری نظر گئی تو اس کی مسرت سے مجھے ہنسی آ رہی ہے۔ ہاں تو مستقبل میں جو نعمتیں ملنے والی ہیں ان کا جتنا استحضار ہوگا اسی حد تک انسان کو تکلیف محسوس نہیں ہوگی بلکہ [illegible] تو مسرتوں [illegible] ہوگا۔
(ارشاد الرشید ج ۲ ص ۶۰)

سلطان سبکتگین اور ہرنی

افغانستان کے ایک بادشاہ کا نام سبکتگین تھا، ابھی وہ بادشاہ نہیں تھا کہ ایک دفعہ شکار کھیلتے ہوئے اس نے ایک ہرنی کے پیچھے گھوڑا ڈالا۔ ہرنی تو بچ کر نکل گئی مگر اس کا بچہ ہاتھ آ گیا۔ اس کو اس نے

اپنی زین سے باندھ لیا۔ اور شہر کو روانہ ہوا۔ راہ میں مڑ کر دیکھا تو ہرن بھی پیچھے پیچھے آ رہی تھی۔ اس کی بڑی بڑی آنکھوں سے غم ٹپک رہا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ سبکتگین سے رحم کی درخواست کر رہی ہے۔ رحم دل شکاری یہ دیکھ کر وہیں ٹھہر گیا اور بچے کو کھول دیا۔ بچہ بھاگ کر اپنی ماں سے جا ملا۔ ماں خوشی سے پھولی نہ سمائی اور بچے کو ساتھ لے کر چوکڑیاں بھرتی ہوئی جنگل میں چلی گئی۔ سبکتگین کھڑا دیکھتا رہا۔ وہ بار بار پیچھے مڑ کر دیکھتی تھی، گویا وہ شکاری کا شکریہ ادا کر رہی ہے۔ اسی رات سبکتگین کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو نے ہرنی پر رحم کیا اور ترس کھا کر اس کے بچے کو چھوڑ دیا خدا تجھ پر رحم کرے گا اور تجھے بادشاہی دیگا۔ تھوڑا ہی عرصہ بعد سبکتگین نے بڑی طاقت پکڑ لی۔ بادشاہ کی بیٹی کے ساتھ اس کی شادی بھی ہوگئی اور سبکتگین بادشاہ بن گیا۔ سلطان محمود غزنوی اسی سبکتگین کا بیٹا تھا۔ (اسلامی کہانیاں ص ۷۵، ۷۶)

بچوں کے ساتھ چاقو چھری رکھنا

حضرت عائشہؓ کے بارے میں آیا ہے کہ جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تو ان کی خدمت میں پیش کیا جاتا۔ اور آپؓ اس کے لئے برکت کی دعا فرما دیتیں۔ ایک دفعہ ان کے سامنے ایک بچہ پیش کیا گیا تو آپؓ نے اس کے تکیہ کے نیچے ایک استرا دیکھا۔ (دریافت فرمایا) تو انہوں نے کہا یہ ہم (جنات کے شر سے بچانے کے لئے) بچوں کے ساتھ رکھتے ہیں: **فَاَخَذَتِ الْمُوْسیٰ فَرَمَتْ بھا** آپؓ نے استرا اٹھا کر پھینک دیا اور اس حرکت سے انہیں منع فرمایا۔ اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ٹونوں ٹوٹکوں کو ناپسند فرماتے تھے بلکہ ان سے بغض رکھتے تھے **کان یُکرہُ الطِّیَرَۃَ ویُبغضھا** (ترجمان السنۃ ج ۲ ص ۹۵۷ بحوالہ ادب المفرد للبخاری (۴۰۰)۔

حضرت تھانویؒ نے نزع میں بھی کلام کی اصلاح فرمائی

حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ نے وصال سے چند گھنٹے پہلے قریب مغرب کے دریافت فرمایا: کیا وقت ہے؟ (کیونکہ حضرت کو محسوس ہو رہا تھا کہ مغرب کے بعد وصال محبوب کی گھڑیاں آنے والی ہیں) کسی نے جواب دیا دس منٹ باقی ہیں۔ فرمایا مغرب کے آنے میں یا جانے میں؟ عالم نزع میں بھی ادب کلام کی تعلیم زبان فیض ترجمان سے جاری رہی کہ اتنا کہنا کافی نہیں کہ دس منٹ باقی ہیں بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ مغرب کے آنے میں دس منٹ باقی ہیں۔ اللہ اللہ اصلاح و تعلیم اور پابندئ اصول اخیر لمحۂ حیات تک بھی ہاتھ سے نہیں چھوٹی۔ واقعی آپؒ کے لئے بجا طور پر اللہ تعالیٰ نے قلوب رجال میں حکیم الامت القاء فرمایا تھا (حاشیہ انتخاب بخاری شریف ج ۲ ص ۲۹۷)

﴿مولانا الیاسؒ پر موجودہ تحریک تبلیغ خواب میں منکشف ہوئی تھی﴾

مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کی روایت ہے کہ مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے مرض وفات میں مجھ سے فرمایا کہ مولانا! ایسی تدبیر کرو کہ مجھے نیند آئے کیونکہ آج کل مجھے جب نیند آتی ہے، اچھا خواب آتا ہے، اور اچھا خواب نبوت کا چالیسواں حصہ ہے۔ بعض لوگوں کو خواب میں ایسی ترقی ہوتی ہے جو ریاضت و مجاہدہ سے بھی نہیں ہوتی، ان پر خواب میں علوم صحیحہ کا القاء ہوتا ہے چنانچہ آج کل میرے اوپر خواب میں علوم کا القاء ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ تحریک تبلیغ (بطرز خاص) بھی خواب میں مجھ پر منکشف ہوئی تھی (انتخاب بخاری شریف ج ۲ ص ۳۲۲)۔

﴿صدقہ کی نیت بھی مقبول﴾

حکایت ہے کہ بنی اسرائیل پر ایک دفعہ سخت قحط ہوا تو انکا ایک عابد ریت کے ٹیلہ پر سے گذرا اور دل سے یہ تمنا کی کہ اگر میرے پاس ریت کے اس ٹیلہ کے برابر غلہ ہوتا تو بنی اسرائیل پر صدقہ کر دیتا۔ سچی نیت سے تمنا کی تھی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا معاملہ سچا تھا تو اس زمانے کے نبی پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی کہ فلاں عابد سے کہہ دو کہ میں نے اس کا صدقہ قبول کر لیا ہے (رحمۃ القدوس۔ انتخاب بخاری شریف ج ۲ ص ۳۴۹) از علامہ ظفر احمد عثمانیؒ)

﴿ارادہ پر بھی ثواب﴾

ایک دین دار بزرگ کا واقعہ ہے کہ وہ اپنے ایک بیمار بھائی کے پاس (بیمار پرسی کو) گئے تو بیمار نے کہا قصد کر لیجئے کہ ہم سب مل کر حج کو چلیں گے۔ پھر سب مل کر جہاد کریں گے۔ پھر سب مل کر سرحد اسلام کی حفاظت کریں گے۔ بزرگ نے کہا بھائی صاحب! آپ کی حالت تو یہ ہے کہ (بستر سے لگے ہوئے ہیں اور ارادے یہ ہیں) کہا اگر زندہ رہے تو ارادہ پورا کر کے رہیں گے اور مر گئے تو ہم کو نیت کا ثواب ملے گا جبکہ سچی نیت ہو (سچے دل سے ارادہ ہو) یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی بات کو سمجھتے ہیں (ایضاً ص ۳۵۰)

﴿خواب کی تعبیر میں موسم کو بھی عمل دخل ہوتا ہے﴾

ایک شخص حضرت ابن سیرینؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں نے بادشاہ کے محل کے دروازے پر چالیس خرما (کھجور) پائے ہیں۔ آپ نے تاویل میں فرمایا کہ کل کو تجھے اسی جگہ پر چالیس بید لگیں گے اور اسی طرح ہوا۔ پھر اگلے سال وہی شخص حضرت

ابن سیرینؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے شاہی محل کے دروازے پر چالیس خرما پائے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تو چالیس ہزار درہم پائے گا۔ اس نے عرض کیا کہ گزشتہ سال اس خواب کی تعبیر دوسری طرح کی تھی اور اس سال کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ گزشتہ سال درخت خرما پر خرمانہ تھے (یعنی کھجور کا موسم نہ تھا) اور اس سال درختوں پر خرما لگے ہیں یعنی کھجوروں کا موسم ہے) لہٰذا اس کی تاویل یہی ہے۔ پھر ایک ہفتہ کے بعد اس شخص نے چالیس ہزار درہم پائے (تعبیر الرؤیا کلاں ص ۲۳۰)

جوگی کے تصرف کا خاتمہ

ایک جوگی نے ریل میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوریؒ کے ایک مرید پر تصرف کیا جس سے ان کے دل میں وساوس شیطانی آنے لگے اور وہ اس قدر پریشان ہوئے کہ چلتی ریل سے کودنے کا قصد کیا۔ دفعۃً حضرت مولانا (سہارن پوریؒ) کی صورت سامنے نظر آئی کہ فرمارہے ہیں کہو: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْل یہ کہنا تھا کہ تمام وساوس کافور ہو گئے اور جوگی کا تصرف باطل ہو گیا۔ وہ خود کہنے لگا کہ تمہارا پیر بڑا کامل ہے۔ اب تو انہوں نے جوگی کو بہت برا بھلا کہا اور وہ نادم ہو کر خاموش ہو گیا۔ (انتخاب بخاری شریف ج ۲ ص ۵۱۴)

غلام کو آقا کے امتحان لینے کا حق نہیں

ایک دفعہ حضرت عیسیٰؑ پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے تھے کہ شیطان ملعون آپ کے سامنے آیا اور کہنے لگا اے عیسیٰ! تمہارا قول یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں لکھ دیا ہے وہی سامنے آتا ہے (تقدیر کے خلاف کچھ نہیں ہو سکتا) تو اپنے کو اس پہاڑ کی چوٹی سے گرا دو (جو تقدیر میں ہے وہی سامنے آئے گا) حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ: آقا کو تو غلاموں کے امتحان کا حق ہے مگر غلام کو آقا کے امتحان کا حق نہیں (" ص ۵۴۱)

ایک بار سبحان اللہ کہنا سلطنت سلیمانی سے بہتر

حضرت سلیمانؑ اپنے تخت پر مع اپنی شاہی شان و شوکت اور لشکر کے ہوا پر اڑتے ہوئے کہیں تشریف لے جارہے تھے کہ زمین پر کسی مسلمان امتی نے ایک بار سُبْحَانَ اللّٰه کہا۔ اس کا نور زمین سے اٹھا اور ان کے تختِ شاہی کو عبور کرتا ہوا آسمان تک پہنچا۔ آپ نے ہوا کو حکم دیا کہ اس شخص کو اڑا کر میرے تخت پر لاؤ۔ جب وہ حاضر ہوا۔ دریافت کیا تم نے کیا عمل کیا جس کا نور میرے تخت شاہی سے اوپر چلا گیا۔ عرض کیا کہ میں نے سبحان اللہ کہا تھا۔ فرمایا کہ تیرا ایک بار سبحان اللہ کہنا میرے تخت سلیمانی سے افضل ہے کیونکہ سلطنت تو ختم ہو جائے گی لیکن سبحان اللہ کا نور ہمیشہ باقی رہے گا۔

ایک بزرگ (خاقانی) فرماتے ہیں ؎

پس از سی سال این معنی محقق شد بہ خاقانی
کہ یکدم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی

یعنی تیس سال کا تجربہ خاقانی کو ہوا ہے کہ ایک سانس خدا کے ساتھ مشغول ہونا سلطنت سلیمانی سے افضل ہے۔ (معارف شمس تبریزؒ ص ۱۲۳)

مچھلی چھیننے والے ظالم سپاہی کا عبرتناک انجام

بعض کتابوں میں یہ قصہ لکھا ہے کہ ایک غریب آدمی مچھلی لئے جا رہا تھا ایک سپاہی نے اس کی مچھلی چھین لی اور گھر لے جا کر جب مچھلی بنانے لگا تو اس کا ایک کانٹا انگوٹھے میں لگ گیا۔ انگوٹھے میں ہلکا سا زخم ہوا، پھر زخم بڑھا حتی کہ انگوٹھا سڑنے لگا، بہت علاج کیا کوئی فائدہ نہ ہوا، بالآخر انگوٹھا کٹوا دیا۔ اس کے بعد ہتھیلی اور انگلیوں میں زخم پیدا ہو گیا، جب کسی طرح کے کسی علاج سے فائدہ نہ ہوا تو پہنچے سے ہاتھ کٹوا دیا۔ تاکہ آگے سے ہاتھ محفوظ رہ جائے لیکن پھر پہنچے کے اوپر زخم ہو گیا اور اتنا بڑھا کہ آگے بھی کٹوانے کی ضرورت ہوئی۔ اللہ جل شانہ کے ایک بندے کو یہ حال معلوم ہوا تو اس نے کہا کہ کب تک تھوڑا تھوڑا کر کے اپنا ہاتھ کٹوا تا رہے گا۔ مظلوم سے معافی مانگ تاکہ اس مصیبت سے نجات ہو، بالآخر مچھلی والے کو تلاش کیا اور اس سے معافی مانگی۔ اس نے معاف کیا تو مصیبت دور ہوئی۔ ظلم بہت بدترین چیز ہے۔ دنیا میں بھی وبال اور آخرت میں بھی ایک حدیث میں ارشاد ہے۔ اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ (بخاری) یعنی ظلم قیامت کے دن اندھیریاں بن کر سامنے آئے گا (فضائل دعا ص ۱۱۹ از مولانا عاشق الٰہی بلند شہری رحمہ اللہ)

حضرت تھانویؒ کا ایک تحصیلدار مرید

ہمارے ایک استاد ایک تحصیل دار کا قصہ سناتے تھے کہ جب وہ حضرت اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے مرید ہوئے اور دینی حالت سدھرنے لگی اور آخرت کی فکر نے ادائیگی حقوق کی طرف متوجہ کیا تو انہوں نے اپنے زمانہ تعیناتی میں جو رشوتیں لی تھیں ان کو یاد کیا اور حساب لگا کر عموماً متحدہ پنجاب کی تحصیلوں میں گئے جہاں وہ تحصیلداری پر مامور رہے تھے اور جن لوگوں سے رشوتیں لی تھیں ان میں زیادہ تر سکھ قوم کے لوگ تھے۔ انہوں نے تحصیلوں میں جا کر مقدمات کی پرانی فائلیں نکلوائیں اور ان کے ذریعہ مقدمات لانے والوں کے پتے لئے۔ پھر گاؤں گاؤں ان کے گھر پہنچے اور بہت سوں سے معافی مانگی اور بہت سوں کو نقد رقم دے کر سبکدوشی حاصل کی۔ ان تحصیلدار صاحب سے ہمارے استاد موصوف کی خود ملاقات ہوئی تھی اور انہوں نے اپنا یہ واقعہ خود سنایا تھا (فضائل دعا ص ۱۲۷)

وعن حذیفةؓ قال کان النبی ﷺ اذا حزبه امرٌ صلّی (ابوداؤد۔ ص ۱۸۷ ج ۱)

چیونٹیوں کی خاطر جائے وضو کی تبدیلی

فرمایا: ایک مرتبہ مرشدی حضرت مولانا محمد ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم وضو کرنے کے لئے تشریف فرما ہوئے۔ ابھی وضو شروع ہی کیا تھا کہ آپ کی نظر چیونٹیوں کے سوراخ پر پڑی۔ کچھ چونٹیاں وہاں پر رینگ رہی تھیں۔ آپ وہاں سے اٹھ گئے کہ یہاں پانی گرنے کی وجہ سے چیونٹیوں کو تکلیف ہوگی، ان کے گھر میں پانی بھر جائے گا اور دوسری جگہ جا کر وضو فرمایا۔ (باتیں اُن کی یاد رہیں گی ص ۱۰۰)

بلی کے آرام کی خاطر اپنا دامان کاٹا

ایک بزرگ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ خانہ کعبہ میں آرام کر رہے تھے، ایک بلی آئی اور ان کے دامن پر سو گئی۔ اسی اثناء میں اذان ہوئی۔ بزرگ نماز کے لئے اٹھے مگر اسطرح کہ اپنے دامن کے اس حصے کو کاٹ دیا جس پر بلی سو رہی تھی تاکہ بلی کی نیند میں خلل نہ آئے۔ بھائیو! اللہ والے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ وہ معمولی اور حقیر جانور کا بھی دل نہیں دکھاتے ہیں۔ پھر کسی انسان کا دل وہ کیسے دکھا سکتے ہیں (باتیں ان کی یاد رہیں گی (ملفوظات حضرت مولانا حکیم اختر صاحب مدظلہ ص ۱۰۰)

ایک کہو گے تو دس سنو گے

حضرت مولانا رومیؒ کے سامنے دو آدمی لڑ رہے تھے۔ ایک نے کہا اگر ایک کہے گا تو مجھ سے دس سنے گا۔ مولانا نے فرمایا ہم کو ایک ہزار کہہ لو اور ہم سے ایک بھی نہ سنو گے۔ بس دونوں پاؤں میں گر گئے اور توبہ کی۔ صلح کر لی ("۲۰۷)

مولانا الیاس صاحب کا اصلاحی فقرہ

فرمایا: ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ ایک خادم کو ڈانٹ رہے تھے۔ اس نے کہا معاف کر دیجئے۔ شیخ نے فرمایا کہ کتنی مرتبہ معاف کروں، تم تو بار بار غلطیاں کرتے ہو، میں تمہاری کتنی غلطیوں کو بھگتوں؟ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ بحیات تھے، پاس بیٹھے تھے، کان میں حضرت شیخ کے فرمایا کہ: مولانا! جتنا اپنا قیامت کے دن بھگتوانا ہو اتنا یہاں بھگت لو"۔ عجیب اصلاح کا عنوان ہے اور نہایت مؤثر ہے۔ جس پر غصہ آئے یہ بات یاد کر لے۔ انشاء اللہ تعالیٰ معاف کرنے کی توفیق ہو جائے گی (ایضاً ۲۰۸)

﴿چار شہید بیٹوں کی ماں حضرت خنساءؓ﴾

حضرت خنساء بنت عمرو بن الشرید کے چار بیٹے تھے۔ جنگ قادسیہ میں انہوں نے اپنے چاروں بیٹوں کو پاس بلا کر نہایت فصیح و بلیغ خطبہ دیا، جو ادبِ عربی کا ایک شاہکار ہے۔ اور تقریر میں انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ کفار سے لڑنے میں جو اجر و ثواب ہے وہ تمہیں معلوم ہے اور دنیا کی فانی اور ناپائیدار زندگی سے آخرت کی دائمی اور باقی زندگی بہتر ہے۔ جب کافروں سے نبرد آزما ہو تو نہایت بہادری اور پامردی سے لڑو حتی کہ جنت الفردوس کی ابدی خوشیاں تمہیں نصیب ہوں۔ ان کے چاروں بیٹے بلائے ناگہانی کی طرح برق بن کر دشمن پر جا پڑے اور انکی صفوں کی صفیں الٹ دیں اور بالآخر سب جام شہادت نوش کر کے اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ جب ان کی والدہ ماجدہ کو ان کی شہادت کی خبر ملی تو انہوں نے فرمایا کہ الحمد للہ، اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ شرف بخشا کہ میرے چاروں بیٹے اس نے قبول فرما لئے۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور بیٹوں کو جنت میں جمع کرے گا۔ حضرت عمرؓ نے ان کے چاروں بیٹوں کا وظیفہ ان کے نام جاری کر دیا جو ان کو باقاعدہ ملتا رہا (طبقات الشافعیہ للسبکی جلد ا ص ۲۷ا طبع مصر (بحوالہ شوق جہاد ص ۴۱، ۴۲ از حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ)

﴿حضرت شیخ الہندؒ کی خواہش﴾

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ اسیر مالٹا کا ایک واقعہ مجھے یاد آیا کہ قبرستان میں کسی طالب علم کی تدفین کے لئے گئے تو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی قبر کے پاس جگہ خالی تھی، مولانا عزیر گل صاحبؒ (پشاوری) نے فرمایا کہ حضرت شیخ! آپ کے لئے یہ جگہ زیادہ موزوں ہے، آپ اس کو اپنے لئے محفوظ کرا لیجئے۔ لوگوں کو تو یہ بات ناگوار گزری مگر حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا کہ یہ تو آپ کی خواہش ہے کہ میں یہ جگہ اپنے لئے محفوظ کرا لوں، مجھ سے تو پوچھئے کہ میری خواہش کیا ہے؟ فرمانے لگے میری تو خواہش ہے کہ میدان جہاد میں اس طریقہ پر مارا جاؤں کہ ہاتھ میرا کہیں کٹا ہو، سر کہیں کٹا پڑا ہو، پاؤں کہیں کٹے پڑے ہوں اور فرمایا میں تو اصل میں چاہتا ہی نہیں کہ کسی جگہ میری قبر کا نشان بھی ہو۔ تو میرے دوستو! الحمد للہ ہم ان اکابر اور بزرگوں کے نام لینے والے ہیں ؎

یہ کھیل دل کے لینے کے جو کھیلتے ہیں آپ مجھ سے نہ کھیلئے کسی ناداں سے کھیلئے

(خطبات احتشام ج ۴ ص ۱۹۲)

﴿مولانا گنج مراد آبادی اور ذکر مولود﴾

حضرت مولانا فضل الرحمان گنج مراد آبادیؒ سے کسی نے ذکر مولود کا پوچھا تو فرمایا یہاں ہر

وقت ذکر مولود کرتے ہیں اور کلمہ پڑھ کر سنا دیا اور فرمایا کہ یہ بھی مولود ہی ہو گیا۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا نہ ہوتے تو ہم یہ کیوں پڑھتے۔ اس نے کہا کبھی بلا واسطہ بھی تو ذکر رسول ہونا چاہئے فرمایا: لو ابھی کرتے ہیں اور یہ شعر پڑھ دیا۔

تر ہوئی باران سے سوکھی زمین　　یعنی آئے رحمۃ للعالمین

مطلب یہ تھا کہ ہم بلا قید رسوم، مٹھائی، جلسہ، چراغاں وغیرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہیں (ضرب مومن ۷ تا ۱۳ جولائی ۲۰۰۰ء ص ۵)

صدیق اکبرؓ کا ایمانی جذبہ

ایک مرتبہ صدیق اکبرؓ کے بیٹے عبدالرحمان بن ابی بکرؓ نے اپنے والد سے کہا کہ ابا جان! جنگ بدر کے اندر ایک موقع ایسا بھی آیا، تلوار میرے ہاتھ میں تھی اور آپ کا سر تھا، میں چاہتا سر اڑا دیتا لیکن مجھے شرم آ گئی کہ میرا باپ ہے"۔ صدیق اکبرؓ نے کہا کہ بیٹے یہ تو تھا، اگر میں آپ کی جگہ ہوتا، تلوار میرے ہاتھ میں ہوتی، سر تیرا ہوتا، میں ایک لمحے انتظار کئے بغیر تیرا سر اڑا کے یہ ثابت کرتا کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن کو واصل جہنم کر دیا۔ اس لئے کہ ہمارے ہاں خون کا رشتہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا صرف دین کا رشتہ ہے۔

مولانا بدر عالمؒ کا جسم صحیح سلامت رہا

عارف باللہ حضرت شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم العالیہ اپنے وعظ "عظمت حفاظ کرام" میں اس زمانے کے ایک عظیم بزرگ اور محدث کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں۔ مدینہ شریف میں مولانا آفتاب عالم نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا بدر عالم صاحب (مصنف ترجمان السنۃ) کے حالات میں بیان کیا اور اس وقت میرے شیخ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم بھی موجود تھے۔ کہ میرے والد کی قبر کو حکومت سعودیہ نے چھ چھ ماہ کے بعد تین مرتبہ کھودا۔ تا کہ اس کی جگہ دوسرا مردہ دفن کیا جائے۔ لیکن دیکھا کہ بڑے میاں صحیح سلامت موجود ہیں جسم میں ذرا بھی تغیر نہیں ہوا تھا جیسے ابھی ابھی دفن ہوئے ہیں۔ وَكَفَنُهُ لَمْ يَبْلَ اور کفن بھی پرانا نہیں ہوا تھا جیسے ابھی کا ہے۔ ان کو یہ مقام کیسے ملا؟ مولانا آفتاب عالم نے اپنا یہ گمان ظاہر کیا کہ میرے والد صاحب کا ایک خاص عمل تھا کہ وہ حافظ قرآن بچوں کی طرف پاؤں نہیں کرتے تھے۔ اگرچہ معمر تھے، بڑے عالم تھے۔ اور اس عمل کی وجہ یہ بیان کرتے تھے کہ جس طرف قرآن شریف رکھا جاتا ہے ادھر پاؤں نہیں کرنا چاہئے۔ تو جس کے سینے میں قرآن پاک ہے تو اس کی طرف پاؤں کرنا بھلا خلاف ادب نہ ہوگا؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ادب کی برکت سے مولانا پر یہ فضلِ عظیم ہو گیا کہ ان کا جسم بھی محفوظ کر دیا گیا۔ (خصوصی اشاعت الاختر ٹرسٹ

کراچی ۶ مارچ ۲۰۰۱ ص ۴)

امام مالکؒ کا عجیب جواب

امام مالکؒ کی خدمت میں ایک بزرگ نے لکھا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ عمدہ کپڑے پہنتے ہیں بزرگوں کی کیا یہی شان ہوتی ہے؟ حدیثیں موجود تھیں اگر چاہتے تو ثابت کر دیتے مگر آپ نے فرمایا: نَعَمْ نَفْعَلُ وَنَسْتَغْفِرُ یعنی ہم کرتے ہیں اور اپنے کو گنہگار سمجھ کر استغفار کرتے ہیں، کوئی تاویل نہیں کی (تحفۃ العلماء ج ۱ ص ۳۸۶)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِس حصہ میں حکایات حدیث درج کی گئی ہیں

بنوقریظہ کے متعلق فرمان نبویؐ میں صحابہ کرامؓ کا اجتہادی اختلاف

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم غزوہ خندق سے لوٹے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کوئی شخص عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنوقریظہ کے محلے میں پہنچ کر۔ پھر راستے میں عصر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ بعض نے کہا ہم تو بنوقریظہ پہنچ کر ہی نماز پڑھیں گے اور بعض نے کہا ہم (یہیں) نماز پڑھتے ہیں۔ آپ کا یہ مطلب نہیں تھا (کہ نماز قضا کردو) پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس اختلاف کا ذکر کیا گیا۔ تو آپؐ نے اُن میں سے کسی کو ملامت نہیں فرمائی۔ (صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۱۲۹۔ ابواب صلوۃ الخوف۔ نماز مدلل صفحہ ۴)

تشریح: ذوالقعدہ ۵ھ میں غزوہ احزاب کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کے وقت صحابہ کرامؓ کو ارشاد فرمایا کہ یہودی قبیلہ بنوقریظہ کے محلّہ میں جلدی پہنچو، نماز عصر وہیں جا کر پڑھو۔ اُنکی غداری کی بنا پر اُن کے خلاف جہاد کرنا ہے۔ صحابہ کرامؓ فوراً بنوقریظہ کی سرکوبی کے لیے روانہ ہو گئے۔ سفر کے دوران عصر کی نماز فوت ہونے لگی۔ اس سلسلہ میں صحابہ کرامؓ کا اجتہادی اختلاف پیدا ہو گیا۔ بعض حضرات نے حدیث کے ظاہری مفہوم پر عمل کیا۔

لَا یُصَلِّیَنَّ اَحَدُ کُمُ الْعَصَرَ اِلَّا فِی بَنِی قُرَیظَۃَ الحدیث

عصر کی نماز راستہ میں نہیں پڑھی بلکہ بنوقریظہ میں پہنچ کر اسکی قضا پڑھی۔ اور بعض حضرات نے قرآن و حدیث کی دوسری نُصوص کی روشنی میں اس (فرمان نبویؐ) کا مقصد معلوم کرنے کی کوشش کی اور کہا وقت پر نماز پڑھنا فرض ہے بلاعذر قضا کرنا درست نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مقصد صرف یہ ہے کہ جلدی سے جلدی بنوقریظہ پہنچنے کو کوشش کرو، آپ کا یہ مقصد نہیں ہے کہ نماز قضا کردی جائے۔ ان حضرات نے راستے میں عصر کی نماز اپنے وقت پر پڑھی۔ پھر بنوقریظہ قدرے تاخیر سے پہنچے۔ جب حضورؐ کو صحابہ کرامؓ کے اس اختلاف عمل کی اطلاع ملی تو آپؐ نے ان میں سے کسی طبقہ کی تردید و تغلیط نہیں فرمائی بلکہ اپنے سکوت اور خاموشی سے ہر ایک کے فکر و عمل کو درست قرار دیا (عمدۃ القاری ج بخاری ج ۲ صفحہ ۵)

حضرت معاذؓ سے فصلِ قضایا کے متعلق استفسار نبویؐ اور انکی تائید و تصویب

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاذؓ کو یمن بھیجنے لگے تو آپؐ نے حضرت معاذؓ سے

پوچھا کیفَ تقضی اِذا عَرَضَ لکَ قضاءٌ ۔جب تیرے سامنے کوئی فیصلہ طلب معاملہ آئے گا تو تم کس طرح فیصلہ کرو گے؟ حضرت معاذؓ نے عرض کیا۔ اَقْضِی بِکتابِ اللّٰہ میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپؐ نے فرمایا فَاِنْ لم تجدْفِی کتابِ اللّٰہِ تعالیٰ اگر تم کو کتاب اللہ میں اسکا حکم نہ ملے؟ (تو پھر فیصلہ کیسے کرو گے) حضرت معاذؓ نے عرض کیا بِسُنّۃِ رسولِ اللّٰہ علیہ وسلم ۔پھر سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق فیصلہ کروں گا آپؐ نے فرمایا فَاِنْ لم تجدْفِی سُنّۃِ رسولِ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ۔اگر تمہیں اس کا حکم سنت رسولؐ میں بھی نہ ملے۔ تو حضرت معاذؓ نے عرض کیا اَجْتَہِدُ رَأْیِ وَلَا اٰلُو۔ میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے یہ جواب سن کر میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا۔ اَلحمدُ للّٰہِ الذی وَفّقَ رسولَ رَسُوْلِ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لِمَا یَرْضیٰ بِہٖ رسولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ۔خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے اپنے رسولؐ کے قاصد کو اُس چیز کی توفیق بخشی جسکو اُس کا رسول پسند کرتا ہے (ترمذی ج صفحہ ۱۵۹، ابوداؤد ج صفحہ ۵۰۵ مشکوۃ صفحہ ۳۲۴ باب العمل فی القضاء۔ نماز مدلل صفحہ ۱۱، ۱۲)

حضورؐ نے صرف تین رات تراویح پڑھائی

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے تو آپ نے مہینے کے کسی حصے میں بھی ہمارے ساتھ قیام نہیں فرمایا، یہاں تک کہ سات راتیں باقی رہ گئیں تو ہمارے ساتھ قیام فرمایا (نماز تراویح پڑھی) یہاں تک کہ تہائی رات گذر گئی۔ جب چھٹی رات ہوئی تو آپؐ نے ہمارے ساتھ قیام نہ فرمایا۔ پھر جب پانچویں رات ہوئی تو آدھی رات تک ہمارے ساتھ قیام فرمایا۔ پھر جب چوتھی رات ہوئی تو آپ نے ہمارے ساتھ قیام نہیں فرمایا پھر جب تیسری رات ہوئی تو آپ نے اپنے گھر والوں اور لوگوں کو جمع کیا اور ہمارے ساتھ طویل قیام فرمایا حتّٰی خَشِیْنَا اَنْ یَّفُوْتَنَا الْفَلَاحُ حتیٰ کہ ہمیں فلاح کے فوت ہونے کا اندیشہ ہونے لگا۔ قُلْتُ وَمَا الفلاحُ ؟ راوی کہتا ہے) میں نے پوچھا کہ فلاح کیا ہے؟ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا قَالَ اَلسُّحُوْرُ فلاح سے سحری مراد ہے۔ ثُمَّ لَمْ یَقُمْ بِنَا بَقِیَّۃَ الشَّہْرِ ۔پھر مہینہ کے باقی حصے میں آپ نے ہمارے ساتھ قیام نہیں فرمایا۔ (ابوداؤد ترمذی مشکوۃ ج، صفحہ ۱۱۴)

حضرت عائشہ کی مرفوع حدیث میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تین راتیں تراویح کی نماز پڑھنے کا ذکر آیا ہے۔ اس کے بعد جماعت کی پابندی نہ فرمانے کے سلسلہ میں آپؐ کا یہ ارشاد مروی ہے:۔ لٰکِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تُفْرَضَ عَلَیْکُمْ فَتَعْجِزُوْا عَنْھَا (بخاری۔ مسلم) لیکن مجھے اندیشہ ہوا کہ تراویح کی جماعت تم پر فرض نہ کر دی جائے پھر تم اس سے عاجز ہو جاؤ گے۔

مرگی والی عورت جسکو حضورؐ نے جنت کی بشارت دی

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے روایت ہے کہ مجھے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ کیا میں تجھے جنتی عورت نہ دکھاؤں؟ تو میں نے عرض کیا کہ کیوں نہیں۔ فرمایا کہ یہ کالی عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ اِنِّی اُصْرَعُ وَاِنِّی اَتَکَشَّفُ فَادْعُ اللّٰہَ تَعَالٰی لِیْ ۔ مجھے مرگی کا دورہ ہوتا ہے اور میں برہنہ ہو جاتی ہوں (بعض اوقات اس مرض کے دورہ کے وقت بیہوشی میں ستر کھل جاتا ہے) تو آپ اللہ تعالیٰ سے میرے لئے دعا فرمادیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو صبر سے کام لے اور تیرے لئے جنت ہے (یعنی اس بیماری پر صبر کرو، اس کے بدلے میں تجھے جنت ملے گی) اور اگر چاہے تو میں اللہ تعالیٰ سے تیری خیریت اور عافیت کی دعا کردوں۔ پس اس نے کہا کہ میں صبر کروں گی۔ پھر کہنے لگی کہ آپ یہ دعا کریں کہ ستر نہ کھلے۔ پس آپ نے اسکی دعا فرمائی (بخاری ومسلم۔ ریاض الصالحین ج اصفحہ ۴۰)

سابقہ امتوں کے اہل ایمان پر مصائب کی انتہا

حضرت خباب بن ارتؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی اور آپ اُس وقت بیت اللہ شریف کے سائے میں چادر سرہانے کے نیچے رکھ کر آرام فرما تھے۔ تو ہم نے عرض کیا کہ اَلَا تَسْتَنْصِرُ لَنَا اَلَا تَدْعُوْلَنَا ؟ آپ ہمارے لئے (خدائے پاک سے) مدد کیوں نہیں مانگتے، ہمارے لئے دعا کیوں نہیں فرماتے۔ تو ارشاد فرمایا (تمہیں کیا معلوم) تم سے پہلے لوگوں کا یہ حال یہ تھا کہ ایک شخص پکڑ لیا جاتا پھر اُس کے لئے زمین میں گھڑا کھودا جاتا اور اُسے اس میں کھڑا کردیا جاتا، پھر آرہ منگوایا جاتا اور اُس آدمی کے سر پر رکھا جاتا اور سر کے دو ٹکڑے کر دئے جاتے۔ اور لوہے کی کنگھیوں سے اس کا گوشت اور ہڈیاں نوچ نوچ دی جاتیں۔ وَیُمْشَطُ بِاَمْشَاطِ الْحَدِیْدِ مَادُوْنَ لَحْمِہٖ وَعَظْمِہٖ یہ سب تکالیف اُسے اللہ کے دین سے روک نہ سکتی تھیں۔ مَایَصُدُّہٗ عَنْ دِیْنِہٖ خدا کی قسم اِس دین کو اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور حد کمال تک پہنچائیں گے حتی کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا اور اُسے اللہ کے سوا اور اپنی بکریوں پر بھیڑئے کے سوا اور کسی چیز کا خوف محسوس نہ ہوگا۔ وَلٰکِنَّکُمْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۔ لیکن تم جلد بازی سے کام لیتے ہو (بخاری شریف۔ ریاض الصالحین ج اصفحہ ۴۱)

غصے کا نبویؐ علاج (استعاذہ)

حضرت سلیمان بن صُردؓ سے روایت ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا

اور دو آدمی ایک دوسرے کو بُرا بھلا کہہ رہے تھے **و احدُهُما قد احمرَّ وجهُهٗ و انتفخت اوداجُهٗ** اور (غصہ کے مارے) اُن میں سے ایک کا چہرہ لال ہو گیا تھا اور اسکی گردن کی رگیں پھولی ہوئی تھیں۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں اگر یہ (شخص) کہہ دے تو اسکا وہ جوش جو محسوس کر رہا ہے سب جاتا رہے۔ اگر یہ کہے **اَعُوذُ باللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرجيم**۔ تو سارا غصہ جاتا رہے۔ تو لوگوں نے اُس (غصہ میں بھرے ہوئے) آدمی سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **تعوذ باللّٰه من الشيطان الرجيم**۔ تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لے (متفق علیہ) ("صفحہ ۴۵)

﴿کتے کو پانی پلانے پر بخشش﴾

☆ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! دریں اثناء کہ ایک آدمی ایک راستے پر چلا جا رہا تھا۔ اسے شدت کی پیاس لگی تو اس نے ایک کنواں پایا۔ پس کنویں میں اترا اور پانی پیا، پھر نکلا تو اچانک ایک کتا اپنی زبان نکالے پیاس کے مارے کیچڑ چاٹ رہا تھا پس آدمی نے (دل میں) کہا کہ یہ کتا پیاس کی وجہ سے اس حالت کو پہنچ گیا جو مجھے پہنچی تھی اس پر وہ شخص کنویں میں اترا اور اپنے موزے میں پانی بھرا پھر اس کو اپنے منہ سے تھاما حتیٰ کہ کنویں کے منڈیر پر چڑھ آیا۔ پس کتے کو پانی پلایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے عمل کی قدر فرمائی اور اسے بخش دیا۔ صحابہ عرض کرنے لگے (**قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰه اِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ اَجْرًا؟**) (ترجمہ) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! (کیا) ہمارے لئے چوپاؤں کی دیکھ بھال میں بھی اجر ہے؟ **فقال: فِي كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ.** متفق علیہ) اور بخاری مسلم کی ایک روایت میں ہے۔ دریں اثناء کہ ایک کتا ایک کنویں کے ارد گرد گھوم رہا تھا اور قریب تھا کہ پیاس اس کو ہلاک کر دے اچانک اسے بنی اسرائیل کی ایک فاحشہ عورت نے دیکھا (**اِذْ رَاَتْهُ بَغِيٌّ مِنْ بَغَايَا بَنِي اسرائيل فنزعتْ مُوقَهَا فاستقتْ لَهٗ بِه فَسَقَتْهُ فَغُفِرَ لَهَا بِهٖ**) اس نے اپنا موزہ اتارا اس کے لئے پانی کھینچا اور اسے پلا دیا تو اس کو اس عمل پر بخش دیا گیا۔ (**اَلْمُوْق: اَلْخُفّ. رياض الصالحين ٩**)

﴿لوگوں سے ہدیہ وصول کرنے والے عامل پر عتاب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم﴾

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "اُزد" قبیلے کے ایک آدمی کو جسے ابن لُتبیہ کہا جاتا تھا زکواۃ کے وصول کرنے پر عامل بنایا۔ جب یہ (وصولی سے فارغ ہو کر) واپس آیا تو کہنے لگا کہ (**هٰذَا لَكُمْ وَهٰذَا اُهْدِيَ اِلَيَّ**) یہ مال آپ کا ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور اللہ کی تعریف اور ثناء کرنے کے بعد فرمایا اما بعد! پس بیشک میں تم میں سے ایک آدمی کو (وصول

ل ہر تر جگر والے جاندار کے ساتھ بھلائی میں اجر ہے۔

زکواۃ کے) کام پر مقرر کرتا ہوں جس کا اللہ نے مجھے اختیار دیا ہے۔(علٰی عملٍ ممّا ولّانیَ اللّٰہ) پس ایک آدمی آتا ہے اور کہتا ہے یہ آپ لوگوں کے لئے ہے اور یہ میرے لے ہدیہ ہے یقول: ھٰذا لکُمْ وھٰذا ھَدیَّۃٌ اُھْدِیَتْ اِلَیَّ) وہ آدمی اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر میں کیوں نہ بیٹھ گیا تا کہ اس کے پاس اس کا ہدیہ آئے ،اگر وہ سچا ہے۔(اَفَلَا جَلَسَ فِیْ بَیْتِ اَبِیہِ اَوْ اُمِّہٖ حتّٰی تاتیہٗ ھَدِیَّتُہٗ اِنْ کَانَ صَادِقًا خدا کی قسم تم میں سے جوکوئی بھی بغیر حق کے کوئی چیز لے گا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس چیز کو اٹھائے ہوئے ملاقات کریگا۔ پس میں تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ دیکھوں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملے درآن حال یہ کہ ایک بلبلاتے اونٹ کو لادے ہوئے ہو۔ یا گائے کو جس کی آواز ہو، یا کسی ممیاتی بکری کو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی اور فرمایا اے اللہ کیا میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا؟ ثم رفعَ یدیہِ حتّٰی رُؤِیَ بیاضُ اِبطَیہِ فقَالَ اَللّٰھُمَّ ھَلْ بَلَّغتُ (متفق علیہ ریاض الصالحین ص۔۱۴۱۔۱۴۲)

حضرت عائشہؓ نے مسکین عورت کو تین کھجوریں دیں

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک مسکین عورت اپنی دو بیٹیوں کو اٹھائے ہوئے آئی تو میں نے اسے کھانے کو تین کھجوریں دیں، اس نے دونوں میں سے ہر ایک کو ایک کھجور دی اور ایک کھجور اپنے منہ کی طرف کھانے کے ارادے سے اٹھائی تو اس کی بیٹیوں نے وہ بھی اس سے مانگ لی پس اس نے وہ کھجور جو کہ کھانے کا ارادہ کر رہی تھی ان کے درمیان نصف نصف کر دی تو مجھے اس کی حالت عجیب لگی تو میں نے اس کا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذکر کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا بیشک اللہ نے اس کے عوض اس کے لئے جنت واجب کر دی یا (یوں فرمایا) کہ اس کو اس کے عوض جہنم سے آزاد کر دیا (مسلم شریف)(و فی روایۃ الصحیحین فاَخْبَرْتُہٗ فقال: مَنْ ابْتُلِیَ مِنْ ھٰذِہِ الْبَنَاتِ بِشَیءٍ فاَحْسَنَ الیھنَّ کُنَّ لَہٗ سترًا مِنَ النَّارِ (متفق علیہ)(ریاض الصالحین ص۔ ۱۶۸۔ ج۱)

عورتوں کو مارنے کی اجازت اور عورتوں کی شکایت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لَا تَضْرِبُوْ اِمَآءَ اللّٰہِ (اللہ کی بندیوں (بندگانیے) کو نہ مارو۔ کچھ عرصہ بعد حضرت عمرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ذَئِرْنَ النِّسَاءُ عَلٰی اَزْوَاجِھِنَّ فَرَخَّصَ فِی ضَرْبِھِنَّ (عورتیں اپنے شوہروں کے مقابلے میں دلیر ہوگئیں۔ تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مارنے کی اجازت دے دی۔ اس کے بعد بہت سی عورتیں ازواج مطہرات کے پاس ہجوم کرنے لگیں جو اپنے شوہروں (کی سختی) کی شکایت کر

رہی تھیں ۔تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لَقَدْ طَافَ بِآلِ بَيْتِ مُحَمَّدٍ نِسَاءٌ كَثِيرٌ يَشْكُونَ أَزْوَاجَهُنَّ لَيْسَ أُولَئِكَ بِخِيَارِكُمْ نبی کے گھر والوں کے پاس بہت سی عورتیں ہجوم کر رہی ہیں جو اپنے شوہروں کی شکایت کر رہی ہیں ۔ایسے لوگ تم میں بہتر نہیں ہیں (ابو داؤد ۔ریاض الصالحین ص۔۱۷۳۔۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں بچھو نے کاٹا

☆ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات نماز ادا فرما رہے تھے ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ زمین پر رکھا فَلَدَغَتْهُ عَقْرَبٌ تو بچھو نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کاٹ لیا ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا جوتا لیکر اسے مار دیا ۔جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہو گئے تو فرمایا ’’خدا بچھو پر لعنت کرے یہ نہ نمازی کو چھوڑتا ہے نہ غیر نمازی کو ۔یا فرمایا کہ یہ نہ نبی کو چھوڑتا ہے نہ غیر نبی کو ۔اس کے بعد نمک اور پانی منگوایا ۔اسے برتن میں ڈال کر ملایا ۔پھر اسے اپنی انگلی پر جہاں بچھو نے کاٹا تھا ڈالتے رہے اور معوذتین (فلق ، ناس) پڑھ کر انگلی پر ہاتھ پھیرتے رہے اور دَم کرتے رہے ۔(بیہقی فی شعب الایمان ۔بشریت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۰۲)

حضرت ابن عمرؓ کا اپنے والد کے دوست کے بیٹے کے ساتھ حسن سلوک

☆ ابن دینار حضرت ابن عمرؓ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ان کے پاس ایک گدھا تھا جب مکہ مکرمہ جاتے اور اونٹ کی سواری سے اکتا جاتے تو آرام لینے کے لئے اس گدھے پر سوار ہو جاتے تھے ۔اور ایک عمامہ تھا جو سر پر باندھ لیتے ۔اس دوران کہ آپ ایک دن اس گدھے پر سوار تھے آپ کے پاس ایک دیہاتی گزرا آپؓ نے ارشاد فرمایا کہ تو فلاں کا لڑکا فلاں نہیں ہے؟ کہنے لگا کیوں نہیں (وہی ہوں) پس آپ نے اسے گدھا عطا فرمایا اور کہا اس پر سوار ہو جاؤ اور اسے دستار عطا فرمائی اور فرمایا کہ اس سے اپنے سر کو باندھ لے ۔پس آپ کے بعض ساتھیوں نے عرض کیا کہ اللہ آپ کی مغفرت فرمائے آپ نے اس دیہاتی کو وہ گدھا بھی دیدیا جس پر آپ آرام کیلئے سوار ہوتے تھے اور وہ عمامہ بھی جو سر پر باندھا کرتے تھے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یقیناً بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کی وفات کے بعد اس کے دوستوں سے اچھا سلوک کرے ۔اور بیشک اس (دیہاتی) کا باپ (میرے والد) حضرت عمرؓ کا دوست تھا (مسلم شریف ۔ریاض الصالحین) ص ۲۰۰ ۔ج ۱)

اللہ تعالیٰ بندوں پر ماں سے زیادہ مہربان ہے

حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی لائے

گئے۔ تو قیدیوں میں سے ایک عورت کو دیکھا کہ دوڑتی پھرتی ہے۔ (اپنے بچے کی تلاش میں) جب اس نے قیدیوں میں بچے کو پالیا تو اس کو پکڑ کر اپنے سینے سے چمٹالیا اور اسے دودھ پلانے لگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہارا کیا خیال ہے یہ عورت اپنے لڑکے کو آگ میں ڈال دے گی؟ ہم نے عرض کیا نہیں خدا کی قسم (قُلنا لَا واللّٰہ) تو ارشاد فرمایا جتنی یہ عورت اپنے بچے پر مہربان ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے (کہیں) زیادہ مہربان ہے۔ (متفق علیہ۔ ریاض الصالحین ص ۲۴۱۔ ج ۱)

دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مردار سے زیادہ حقیر ہے

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بازار میں سے گزرے اور آپ کے دونوں طرف لوگ تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مری ہوئی چھوٹے کانوں والی بکری کے پاس سے گزر ہوا۔ پس آپ نے اسے کان سے پکڑا اور فرمایا تم میں سے کون ہے کہ جسے اس کا ایک درہم کے بدلے خریدلینا پسند ہو؟ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ ہم تو اسے کسی چیز کے بدلے لینا پسند نہیں کرتے اور ہم اسے لیکر کریں گے بھی کیا۔ (وما نَصْنَعُ بہٖ) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم اسے ایسے ہی مفت لینا پسند کرتے ہو؟ عرض کرنے لگے خدا کی قسم اگر یہ زندہ ہوتی تب بھی عیب دار تھی کیونکہ چھوٹے کانوں والی ہے، تو اس کے مردار ہونے کی حالت میں کوئی کیسے اسے لے گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خدا کی قسم یقیناً دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ حقیر ہے جتنا تمہاری نظر میں یہ مردار (مسلم۔ ریاض الصالحین ۲۶۵ ج ۱)

موت نہایت قریب ہے

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پر گزر ہوا اس حال میں کہ ہم ایک اپنے چھپر کی مرمت کر رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ چھپر کمزور ہو گیا ہے پس اس کی اصلاح کر رہے ہیں (د اسمؤو) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (مَا اَرَی الْاَمْرَ اِلَّا اَعْجَلَ مِنْ ذَالِكَ) میں تو موت کو اس سے بھی زیادہ قریب دیکھ رہا ہوں۔ (ابوداؤد، ترمذی، ریاض ص ۲۷۰، ۲۷۱)

محب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر فقر کی یلغار

حضرت عبداللہ بن مغفلؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! (واللّٰہِ اِنِّی لَاُحِبُّكَ) بخدا میں آپ سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اُنْظُرْ مَاذَا تَقُوْلُ: دیکھ لو (خیال او کرہ) کیا کہہ رہے ہو؟ کہنے لگا

خدا کی قسم میں آپ سے محبت رکھتا ہوں، اس نے تین مرتبہ ایسا کہا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا فَاِنْ کُنْتَ تُحِبُّنِی فَاَعِدَّ لِلْفَقْرِ تجفافاً اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو فقر کا ٹاٹ تیار کرو۔ فَاِنَّ الْفَقْرَ اَسْرَعُ اِلٰی مَنْ یُحِبُّنِی مِنَ السَّیْلِ اِلٰی منتهاهُ. کیونکہ فقر مجھ سے محبت کرنے والے کی طرف سیلاب سے بھی زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ اپنی انتہا تک جاتا ہے۔ (ترمذی شریف، ریاض ص ۲۷۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں مہینوں آگ نہیں جلتی تھی

☆ حضرت عروہ حضرت عائشہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتی تھیں کہ اے بھانجے! خدا کی قسم ہم چاند کو دیکھتے ایک چاند پھر دوسرا چاند پھر تیسرا چاند، تین چاند دو مہینے میں حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں آگ نہیں جلتی تھی۔ حضرت عروہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یَا خَالَۃُ فَمَا کَانَ یُعَیِّشُکُمْ؟ خالہ جان تو کون سی چیز پر آپ لوگوں کا گزارہ تھا؟ قَالَتِ الْاَسْوَدَانِ اَلتَّمْرُ وَالْمَاءُ ارشاد فرمایا کہ دو چیزوں پر کھجور اور پانی۔ ہاں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار ہمسایوں کے دودھ دینے والے جانور ہوتے تھے تو وہ ان کا دودھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہدیے کے طور پر بھیج دیا کرتے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں (بھی) پلا دیتے (بخاری ومسلم۔ ۲۷۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین رضی اللہ عنہما کا ایک انصاری کے ہاں کھانا کھانا

حضرت ابو ہریرہؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن یا رات (حضرت ابو ہریرہؓ کو شک ہے) گھر سے جو باہر نکلے تو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوگئی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں اس گھڑی (وقت) گھروں سے کس چیز نے نکلنے پر آمادہ کیا؟ دونوں فرمانے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بھوک نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے مجھے بھی اسی چیز نے نکالا جس نے تمہیں نکالا۔ پھر ارشاد فرمایا اٹھو، پس وہ دونوں آپ کے ساتھ چلنے لگے۔ پھر انصار میں سے ایک آدمی (ابوالہیثم) کے ہاں آئے تو وہ گھر میں نہیں تھا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی بیوی نے دیکھا تو وہ کہنے لگی (مَرْحَبًا وَاَهْلًا) (پخیر راغلئ، خپل کورته راغلئ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ اَیْنَ فُلَانٌ؟ فلاں کہاں ہے؟ کہنے لگیں کہ وہ ہمارے لئے میٹھا پانی لینے گئے ہیں۔ اتنے میں اس کے شوہر انصاری صحابی آ پہنچے تو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ دونوں ساتھیوں کی طرف دیکھا تو کہنے لگا الحمد للہ آج مجھ سے زیادہ باعزت مہمانوں والا کوئی نہیں) (څما نه زیات عزت مند میلمانه ذ چا نیشته) پس وہ گئے اور ایک کھجور کا خوشہ لے آئے جس میں گدری، خشک اور تر کھجوریں تھیں پھر کہنے لگے کھایئے۔ یہ کہہ کر چھری سنبھالی، تو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اِیَّاکَ

وَالْحَلُوْبَ دودھ والی بکری سے بچنا(د پیو و الہ چیلئ حلالہ نہ کرے) توانہوں نے ایک بکری ذبح کی۔ پھر ان حضرات نے بکری کا گوشت کھایا اور اس خوشے سے کھجوریں کھائیں اور پانی پیا۔ پس جب پیٹ بھر گیا(مـارہ شبول) اور پانی سے بھی سیراب ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر او حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تم سے قیامت کے دن ان نعمتوں کے متعلق ضرور سوال ہوگا۔ لَتُسْئَلُنَّ عَنْ هٰذَا النَّعِيْمِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تمہیں تمہارے گھروں سے بھوک نے نکالا پھر تم ابھی گھر واپس نہ پہنچے تھے کہ تمہیں یہ نعمتیں ملیں (مسلم) ۔۔۔والسئوالُ عَنْ هٰذا النَّعِيْمِ سُؤَالُ تَعْدِيْدِ النِّعَمِ لَا سُؤَالُ تَوْبِيْخٍ وَتَعْذِيْبٍ، واللہ اعلم. نووی) (ریاض الصالحین ص ۲۷۷)

حضرت ابو ہریرہؓ نے بھنی ہوئی بکری کے گوشت کھانے سے انکار کیا

☆ حضرت سعید مقبری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہؓ کے متعلق نقل کرتے ہیں کہ ان کا ایسے لوگوں کے پاس سے گزر ہوا جن کے سامنے بھنی ہوئی بکری تھی پس انہوں نے آپؓ کو دعوت دی، آپؓ نے کھانے سے انکار فرمایا اور فرمانے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اس دنیا سے اس حالت میں گئے کہ پیٹ بھر کر جو کی روٹی بھی نہ کھائی (بخاری شریف، ریاض الصالحین ص ۲۷۵۔ ج ۱)

حضرت ایوب علیہ السلام پر سونے کے (ٹڈی) پروانے گرنے لگے

حضرت ابو ہریرہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں دریں اثناء کہ ایوب علیہ السلام کپڑے اتار کر (کسی پردے کی جگہ) غسل فرما رہے تھے تو ان پر (جراد مِنْ ذھب) سونے کے پروانے گرنے لگے۔ ایوب علیہ السلام اپنے کپڑے میں سمیٹنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا اے ایوب! کیا تجھے میں نے ان چیزوں سے بے نیاز نہیں کر دیا تھا جنہیں تو دیکھ رہا ہے (يَـا اَيُّوْبُ اَلَمْ اَكُنْ اَغْنَيْتُكَ عَمَّا تَرىٰ) فرمانے لگے۔ تیری عزت کی قسم کیوں نہیں۔ لیکن آپ کی برکت سے میں بے نیاز نہیں۔ (قَالَ بَلٰى وَعِزَّتِكَ وَلٰكِنْ لَا غِنىٰ لِيْ عَنْ بَرَكَتِكَ (رواہ البخاری، ریاض ص ۳۱۵)

ایک متکبر شخص جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا

☆ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھانے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ کہنے لگا میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (خدا کرے) تو طاقت نہ رکھے) راوی فرماتے ہیں کہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات قبول کرنے سے تکبر نے روکا تھا۔ پس وہ آدمی اس ہاتھ کو اپنے منہ کی طرف نہ اٹھا سکا۔ (مسلم" ص ۳۳۷)

ایک اعرابی نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پیشاب کیا

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کر دی پس لوگ اسے مارنے کو اٹھے۔ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسے چھوڑ دو۔ اور پیشاب پر پانی کا ایک ڈول بہا دو۔ کیونکہ تم آسانی کرنے کو بھیجے گئے ہو۔ تنگی کرنے کو نہیں بھیجے گئے (بخاری) فَاِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِيْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِيْنَ (ریاض الصالحین ۳۴۳)

ملاقات کا عام معمول مصافحہ کرنا

☆ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں کوئی آدمی جو اپنے بھائی یا دوست سے ملاقات کرے تو کیا اس کے سامنے جھک جائے؟ فرمایا نہیں کہا گیا اس کو لپٹ جائے اور اس کا بوسہ لے؟ فرمایا نہیں۔ عرض کیا کہ اس کا ہاتھ پکڑے اور مصافحہ کرے؟ فرمایا ہاں (ترمذی وقال حدیث حسن ص ۴۶۱ ب)

مدت بعد آنے والے قریبی تعلق دار کو گلے لگانا اور چومنا

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت زید بن حارثہؓ مدینے آئے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تھے۔ انہوں نے دروازہ پر آکر دستک دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کپڑے گھسیٹتے ہوئے ان کی طرف گئے اور ان کو گلے لگایا۔ اور ان کو چوما (ترمذی وقال حدیث حسن)

صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک کا بوسہ لیا

☆ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ایک واقعہ منقول ہے جس میں فرمایا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آئے اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کا بوسہ لیا (فدنونا من النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَبَّلْنَا يَدَهٗ. (رواہ ابوداؤد) (ریاض الصالحین ص ۴۶۰ ج)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسے کا بوسہ لیا

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن بن علیؓ کو بوسہ دیا تو حضرت اقرع بن حابسؓ نے عرض کیا کہ میرے دس لڑکے ہیں میں نے تو کسی کو بوسہ نہیں دیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَنْ لَّا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ. جو کسی پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا (متفق علیہ۔ ص ۴۶۰)

یہودی کا بیمار بیٹا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلقین سے مسلمان ہوا

حضرت انسؓ فرماتے ہیں ہیں کہ ایک یہودی لڑکا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا وہ بیمار ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بیمار پرسی کے لئے گئے (وہاں پہنچ کر) اس کے سر کے پاس بیٹھ کر فرمانے لگے اَسْلِمْ اسلام قبول کر لے۔ فَنَظَرَ اِلٰی اَبِیْهِ وَهُوَ عِنْدَهٗ لڑکے نے اپنے پاس موجود باپ کی طرف دیکھا۔ فَقَالَ اَطِعْ اَبَا الْقَاسِمِ باپ نے کہا ابوالقاسم کا کہا مان لے فَاَسْلَمَ پس وہ لڑکا ایمان لایا۔ فَخَرَجَ النبیُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ یَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْقَذَهٗ مِنَ النَّارِ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہوئے باہر آئے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں جس نے اسے جہنم کی آگ سے نجات دی۔ (بخاری شریف۔ ریاض ج ۲ ص ۴۶۳)

وفات کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موت کے وقت دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پانی کا پیالہ رکھا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ کو پیالے میں ڈالتے تھے، پھر اپنے چہرۂ انور پر پانی ملتے تھے۔ پھر فرماتے اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَسَكَرَاتِ الْمَوْتِ اے اللہ موت کی سختی اور موت کی بیہوشی میں میری مدد فرما (ترمذی ص ۴۶۸)

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَالْحِقْنِیْ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی (متفق علیہ)

جب مسلمان کا بیٹا فوت ہو جائے

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی بندے کا فرزند فوت ہو جاتا ہے (اِذَا مَاتَ وَلَدَا الْعَبْدِ) تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِیْ تم نے میرے بندے کے بیٹے کی روح قبض کر لی؟ وہ کہتے ہیں فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ) فَیَقُوْلُ قَبَضْتُمْ ثَمَرَةَ فُؤَادِهٖ. پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم نے اس کے دل کے پھل کو وصول کر لیا؟ فرشتے کہتے ہیں جی ہاں فَیَقُوْلُ فَمَا ذَا قَالَ عَبْدِیْ اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے تو میرے بندے نے (اس مصیبت پر) کیا کہا؟ فرشتے کہتے ہیں حَمِدَكَ وَاسْتَرْجَعَ آپ کی تعریف کی اور اِنَّا لِلّٰهِ الخ پڑھا۔ فَیَقُوْلُ اللہ تعالیٰ اِبْنُوْا لِعَبْدِیْ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ وَسَمُّوْهُ بَیْتَ الْحَمْدِ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میرے بندے کے لئے جنت میں بلڈنگ تیار کرو اور اس کا نام بیت الحمد رکھو (ترمذی ریاض

ج ۲ ص ۴۷۴)۔

حضرت عمرو بن العاصؓ نے اپنی قبر کے پاس کچھ دیر ٹھہرنے کی وصیت فرمائی تھی

حضرت عمرو بن العاصؓ کے متعلق روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا جب تم مجھے دفن کر چکو تو میری قبر کے پاس اتنی دیر تک کھڑے رہنا کہ ایک اونٹ ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جائے حَتّٰی اَسْتَأْنِسَ بِکُمْ وَاَعْلَمَ مَا ذَا اُرَاجِعُ بِهٖ رُسُلَ رَبِّیْ تا کہ میں تم سے اُنس حاصل کرلوں اور مجھے معلوم ہو جائے کہ میں اپنے پروردگار کے قاصدوں کو کیا جواب دیتا ہوں (مسلم) قال الشافِعِیُّ رحمة الله ویُسْتَحَبُّ اَنْ یُّقْرَأَ عِنْدَهٗ شَیْءٌ مِنَ الْقرآنِ وَاِنْ ختموا القرآنَ کُلَّهٗ کَانَ حَسَنًا (ریاض الصالحین ج ۲ ص ۴۸۹)

وَجَبَتْ تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو

☆ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اہل ایمان کی جماعت کا گزر ایک جنازے کے پاس سے ہوا تو انہوں نے اس کے بارے میں تعریفی کلمات کہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَجَبَتْ واجب ہو گئی (واجب شو) پھر ان کا کسی دوسرے جنازے سے گزر ہوا تو انہوں نے اس کی برائی بیان کی۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وَجَبَتْ" واجب ہوگئی۔ فَقَالَ عُمَرُ بنُ الخطَّابؓ مَا وَجَبَتْ! حضرت عمرؓ عرض کرنے لگے کیا چیز واجب ہوگئی! تو ارشاد فرمایا هٰذَا اَثْنَیْتُمْ عَلَیْهِ خَیْرًا فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وہ جنازہ جس کے متعلق تم نے تعریفی کلمات کہے اس کیلئے جنت واجب ہوگئی۔ وهٰذَا اَثْنَیْتُمْ عَلَیْهِ شَرًّا فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ اور یہ جنازہ جس کی تم نے برائی بیان کی اس کے لئے جہنم واجب ہوگئی۔ اَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِی الْاَرْضِ تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔ (متفق علیہ ریاض ج ۲ ص ۴۹۱)

آنکھوں سے معذور کو بھی گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ملی

حضرت عبداللہ بن قیسؓ جو حضرت ابن ام کلثوم (نابینا) کی کنیت سے معروف ہیں بیان کرتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بیشک مدینے میں بہت موذی جانور اور درندے ہیں (پس آپ مجھے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت عنایت فرمایئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تَسْمَعُ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ فَحَیَّهَلًا ثم حَیَّ عَلی الصَّلٰوةِ حَیَّ علی الفلاح سنتے ہو تو نماز کیلئے (مسجد میں) آؤ (ابوداؤد) ص ۵۴۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں سورت والتین پڑھی

و عن البَرَاءِؓ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم قرأ فی العِشَاءِ بِالتِّیْنِ

وَالزَّيْتُوْنِ فَمَا سَمِعْتُ اَحَدًا اَحْسَنَ صَوْتًا مِنْهُ (متفق علیہ۔ص ۵۲۱) میں نے آپ سے زیادہ خوبصورت آواز والا کوئی نہیں سنا۔

اگر کوئی جبراً کسی کا مال چھیننا چاہے

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَرَاَيْتَ اِنْ جَاءَ رَجُلٌ يُرِيْدُ اَخْذَ مَالِي ؟ اگر کوئی شخص میرا مال ہتھیانے کے ارادے سے آئے (تو کیا کروں) قَالَ لَا تُعْطِهِ فرمایا اسے اپنا مال مت دے۔ قَالَ اَرَاَيْتَ اِنْ قَاتَلَنِيْ ! عرض کی فرمایئے اگر وہ مجھ سے لڑے؟ ارشاد ہوا قَالَ قَاتِلْهُ تو بھی اس سے لڑ۔ قَالَ اَرَاَيْتَ اِنْ قَتَلَنِيْ ؟ عرض کی فرمایئے اگر وہ مجھے قتل کر دے؟ قَالَ فَاَنْتَ شَهِيْدٌ ارشاد فرمایا تو شہید ہے۔ قَالَ اَرَاَيْتَ اِنْ قَتَلْتُهُ ؟ عرض کی فرمایئے اگر میں اسے قتل کر دوں؟ قَالَ هُوَ فِي النَّارِ ارشاد فرمایا وہ دوزخ میں جائے گا (مسلم) ریاض الصالحین (ج ۲ ص ۶۶۶)

اللہ تعالیٰ کو محبوب کلام

☆وعن ابی ذرؓ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلَا اُخْبِرُكَ بِاَحَبِّ الْكَلَامِ اِلَى اللّٰهِ ؟ اِنَّ اَحَبَّ الْكَلَامِ اِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ (رواہ مسلم۔ص ۶۸۹)

حضرت جویریہ کو چار کلمات کی تلقین

☆ ام المومنین حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے صبح کے وقت نماز پڑھنے کے لئے تشریف لے گئے پھر چاشت کے بعد واپس آئے تو میں اپنی پہلی جگہ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ پس فرمایا تم برابر اسی حال پر بیٹھی رہی ہو جس پر میں تمہیں چھوڑ کر گیا تھا؟ فرمانے لگیں جی ہاں۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہارے پاس سے جانے کے بعد تین بار چار کلمات ایسے کہے کہ اگر ان کا وزن ان کلمات سے کیا جائے جو تم نے آج کہے ہیں تو وہ وزن میں تمہارے کلمات سے بڑھ جائینگے وہ یہ ہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضَا نَفْسِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ (مسلم ص ۶۹۵)

جنت کا خزانہ

وعن ابی موسیٰؓ قَالَ قَالَ لِيْ رسولُ اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم اَلَا اَدُلُّكَ

علیٰ کنزٍ من کنوز الجنۃ فقلتُ بلیٰ یا رسولُ اللّٰہ. قَالَ لَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ
(متفق علیہ ۶۹۸)

﴿بچھو سے حفاظت کا استعاذہ﴾

ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا، پس عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے گزشتہ رات بچھو کے کاٹنے سے جو تکلیف پہنچی (اسے میں ہی جانتا ہوں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر تو شام کے وقت اَعُوۡذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ پڑھ لیتا تو بچھو تجھے نقصان نہ دیتا (مسلم ص ۷۰۵)

﴿سونے کا مسنون طریقہ﴾

کَانَ علیہ الصلوۃ والسلام اذا اراد اَنۡ یَرۡقُدَ وَضَعَ یدہٗ الیُمنیٰ تَحۡتَ خدِّہٖ ثُمَّ یَقُولُ اَللّٰھُمَّ قِنِی عذَابَکَ یَوۡمَ تبعثُ عَبَادَکَ (رواہ الترمذی، و فی روایۃ کان یقول ثلاث مرات (ص ۷۹۰)

﴿دو صحابیوں کے ساتھ غیبی روشنی﴾

☆ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے دو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے بالکل اندھیری رات میں باہر نکلے۔ ان دونوں کے ساتھ آگے آگے مشعل جیسی کوئی چیز تھی۔ پس جب دونوں کا راستہ جدا ہوا تو ہر ایک کے ساتھ ایک ایک مشعل تھی۔ یہاں تک کہ اس کی روشنی میں اپنے گھر پہنچ گئے۔ اور بعض طرق میں ہے کہ یہ دو آدمی حضرت اسیر بن حضیرؓ اور عباد بن بشرؓ تھے (۷۲۶)

﴿حضرت عائشہؓ نے بی بی صفیہؓ پر طنز کی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار ناراضگی﴾

☆ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ صفیہؓ آپ کو کافی ہیں جو بس اتنی سی ہیں۔ حضرت صدیقہؓ کی مراد اس سے ان کا نسب قد ہونا بیان کرنا تھا (حَسۡبُکَ مِنۡ صَفِیَّۃَ کذا و کذا (قال بعض الرواۃِ تَفِي قصیرۃً) میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے ایسا کلمہ منہ سے نکالا ہے کہ اگر اسے سمندر کے پانی میں ملا دیا جائے تو اس کا ذائقہ بدل

ڈالے۔فرماتی ہیں میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی شخص کی نقل اتاری تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کسی کی نقل اتارنا (اورعیب بیان کرنا) پسند نہیں کرتا اگرچہ مجھے اس کے بدلہ اتنا اتنا مال ملے (ترمذی۔ص ۴۳۴)۔

غیبت اور بے عزتی کرنے والوں کی سزا

☆ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب مجھے معراج کرائی گئی تو میرا ایسے لوگوں پر سے گزر ہوا جن کے تانبے کے ناخن تھے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے۔اس پس میں نے دریافت کیا اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں۔ مَنْ هٰؤُلاءِ يا جبریل؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں (غیبت کرتے ہیں) اور ان کی آبروریزی کرتے ہیں۔ قَالَ هٰؤُلاءِ الذين يأكلونَ لحومَ النَّاسِ وَيَقَعُوْنَ فِيْ اَعْرَاضِهِمْ. (رواہ ابوداؤد ص ۷۳۵)

ایک عورت کا حضرت معاویہ اور ابوجہم کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ

☆ حضرت فاطمہ بنت قیسؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کی کہ ابوجہم اور معاویہ نے مجھے نکاح کا پیغام بھیجا ہے (آپ کی کیا رائے ہے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جہاں تک معاویہ کی بات ہے تو وہ غریب آدمی ہیں جن کے پاس مال پیسہ نہیں۔اور ابوجہم وہ لاٹھی اپنے کندھے سے نہیں اتارتا (امّا معاويه فصَعْلُوْكَ لا مال له وامّا اَبُوالْجَهْم فَلَا يَضعُ الْعَصَاعَنْ عاتقه متفق عليه وفي رواية المسلم وامّا ابو الْجَهم فَضَرابٌ للنساء. وهو تفسيرٌ لرواية لا يَضَعُ الْعَصا عن عاتقه. و قيل مضاه كثير الاسفار (کثرت سے سفر کرتے ہیں)۔(۷۴۰)

ہندہ نے ابوسفیان کی شکایت کی

☆ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ابوسفیانؓ کی بیوی ہندہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ ابوسفیان بخیل آدمی ہے (اِنَّ ابا سُفيان رجلٌ شَحِيْحٌ) وہ مجھے اتنا خرچ نہیں دیتے جو میرے اور میری اولاد کیلئے کافی ہو مگر وہی جو میں اس کی لاعلمی میں خود لے لوں۔ (کیا ایسا کرنا جائز ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو تیرے لئے اور تیری اولاد کیلئے کافی ہو جائے اتنا

مناسب طریقے سے لے لیا کرو (متفق علیہ ص ۴۰ے)

ایک لڑکی نے اونٹنی پر لعنت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے

حضرت فُضلہ بن عبیدؓ بیان کرتے ہیں دریں حال کہ ایک لڑکی اونٹنی پر سوار تھی جن پر لوگوں کا کچھ سامان لدا ہوا تھا تو اس لڑکی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور لوگوں پر پہاڑ کی وجہ سے راستہ تنگ ہو گیا اور اس نے اونٹنی کو حل کہا (فَقَالَتْ حَلْ اَللّٰهُمَّ الْعَنْهَا) اور بد دعا کی کہ اے اللہ اس اونٹنی پر لعنت کر تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہمارے ساتھ وہ اونٹنی نہ رہے جس پر لعنت ہو (مسلم ص ۶۵ے)

ایک عورت پر بلی کی وجہ سے عذاب

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک عورت کو بلی کے بارے میں عذاب دیا گیا جسے اس نے قید کر رکھا تھا یہاں تک کہ وہ مر گئی۔ پس وہ عورت بلی کے بارے میں جہنم میں داخل ہوئی۔ نہ تو اس نے اسے کھانے کو کچھ دیا نہ پینے کو اور نہ چھوڑا کہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھائے (بخاری و مسلم ص ۶ےے)

پرندے کو تختہ مشق بنانے والے قریشی جوان

حضرت ابن عمرؓ کے متعلق روایت ہے کہ ان کا قریش کے چند جوانوں کے پاس گزر ہوا جو ایک پرندے کو تختہ مشق بنا کر تیر مار رہے تھے اور انہوں نے پرندے کے مالک سے یہ طے کیا تھا کہ ہر چوک جانے والا تیر اس کا ہے۔ جب انہوں نے حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا تو منتشر ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا کس نے کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے جو ایسا کرم کرے۔ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر لعنت کی جو روح والی چیز کو نشانہ بنائے (بخاری مسلم ص ۶ےے)

لوگوں کو عذاب دینے والوں کو عذاب دیا جائے گا

حضرت ہشام بن حکیم بن حزامؓ ملک شام میں عجم کے کھیتی باڑی کرنے والے لوگوں پر گذر ہوا جنہیں دھوپ میں کھڑا کیا گیا تھا اور ان کے سروں پر گرم روغن زیتون بہایا گیا تھا۔ آپ نے دریافت کیا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ بتلایا گیا کہ خراج کے بارے مین انہیں سزا دی جا رہی ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جزیہ کی وصولی کے سلسلہ میں یہ قید کئے گئے ہیں۔ تو حضرت ہشام نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ: اِنَّ اللّٰهَ يُعَذِّبُ الَّذِيْنَ يُعَذِّبُوْنَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا. بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دیگا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں۔ آپ

ان کے گورنر کے پاس گئے اور انہیں یہ حدیث سنائی۔ یہیں اس نے ان کی بھائی رہائی کا حکم دیا تو وہ چھوڑ دیئے گئے (مسلم ص ۷۷۸)۔

﴿حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آگ میں جلانے کے حکم سے رجوع فرمایا﴾

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایک لشکر میں روانہ فرمایا تو ارشاد فرمایا کہ اگر تمہیں فلاں فلاں شخص (قریش کے دو آدمیوں کا نام لیکر فرمایا) مل جائیں تو ان دونوں کو آگ میں جلا دینا۔ اور پھر جب ہم کوچ کرنے لگے تو فرمایا کہ میں نے تم کو فلاں فلاں کے باروں میں حکم دیا تھا کہ انہیں جلا دینا اور آگ کا عذاب صرف اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے پس اگر تم انہیں پاؤ تو قتل کر دینا (جلانا نہیں) رواہ البخاری (۷۷۹)

﴿نابینا صحابی سے بیبیوں کا پردہ﴾

حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی اور آپ کے پاس حضرت میمونہؓ بھی بیٹھی ہوئی تھیں پس اتنے میں حضرت ابن ام کلثومؓ (جو نابینا صحابی ہیں) آئے اور یہ پردے کا حکم دیئے جانے کے بعد کی بات ہے۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم ان سے اوٹ میں ہو جاؤ۔ پس ہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا وہ نابینا نہیں ہیں اَلَیْسَ هُوَ اَعْمٰی لَا یُبْصِرُنَا وَلَا یَعْرِفُنَا جو نہ ہمیں دیکھتے ہیں اور نہ پہچانتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اَفَعَمْیَا وَانِ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهٖ کیا تم بھی نابینا ہو۔ کیا تم بھی اسے نہیں دیکھ رہیں۔ (ابوداؤد، ترمذی ص ۷۸۹)۔

﴿قزع سے ممانعت ایک بچے کے بعض بال مونڈھے ہوئے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکیر فرمائی﴾

عن ابن عمرؓ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الْقَزَعِ (متفق علیہ ۷۹۴)۔ ایضاً۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچے کو دیکھا کہ جس کے سر کے بعض بال مونڈ دیئے گئے اور کچھ یوں ہی چھوڑ دیئے گئے تھے تو آپ نے لوگوں کو اس سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یا تو پورا سر مونڈ دو یا سارا چھوڑ دو (ابوداؤد)۔

﴿آل جعفر کو تین دن تک اظہار غم کی اجازت﴾

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفرؓ کے گھر

والوں کو ان کی شہادت کے موقع پر تین دن (اظہار غم) کی مہلت دی۔ پھر ان کے ہاں آئے اور ارشاد فرمایا۔ آج کے بعد میرے بھائی پر نہ رونا (لَا تَبْکُوا عَلٰی اَخِی) پھر فرمایا میرے پاس میرے بھتیجوں کو بلاؤ (اُدْعُوا لِیْ بَنِیْ اَخِیْ) پس ہمیں آپ کے سامنے پیش کیا گیا گویا ہم چھوٹے چھوٹے چوزے تھے (کَاَنَّنَا اَفْرُخٌ) پھر فرمایا نائی کو بلاؤ۔ پس آپ نے حکم دیا تو اس نے ہمارے پورے سر کے بال اتار دیئے۔ (ابوداؤد" ۷۹۴)

﴿بال جڑوانے والی پر لعنت﴾

حضرت اسماءؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یارسول اللہ میری لڑکی کو بیماری لگی۔ پس اس کے بال جھڑ گئے ہیں اور میں نے اس کی شادی کر دی ہے تو کیا میں اس میں مصنوعی بال جوڑ سکتی ہوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بال جوڑنے والی اور بال جڑوانے والی پر لعنت فرمائی ہے (بخاری و مسلم" ص ۷۹۵)۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سخت بیمار ہوئے تو ان پر غشی طاری ہوئی۔ آپ کا سر ان کی کسی بیوی کی گود میں تھا، پس وہ چیخ چیخ کر رونے لگی۔ آپ غشی کی وجہ سے اس کو منع نہ کر سکے جب آپ کو افاقہ ہوا تو ارشاد فرمایا میں اس شخص سے بیزار ہوں جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیزار ہوں۔ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے بیزاری کا اظہار فرمایا جو نوحہ کرے، مصیبت کے وقت سر منڈائے اور گریبان چاک کرے۔ (بخاری و مسلم" ص ۸۰۰)

﴿تصویریں دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی﴾

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے تشریف لائے اور میں نے ایک طاقچے پر پردہ ڈالا ہوا تھا جس پر تصاویر تھیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو چہرہ انور بدل گیا اور فرمایا اے عائشہؓ! قیامت کے دن اللہ کے ہاں سب سے سخت عذاب والے وہ لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کی نقل اتارتے ہیں۔ فرماتی ہیں اس لئے ہم نے اس پردے کو کاٹ ڈالا اور اس کے دو تکئے بنا لئے (اور وہ تصویریں مٹا ڈالیں) (متفق علیہ" ص ۸۰۸)

﴿کتے کی وجہ سے حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ آئے﴾

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جبریل علیہ السلام نے وعدہ کیا کہ وہ فلاں گھڑی آپ کے پاس حاضر ہوں گے پس وہ گھڑی آ پہنچی اور حضرت جبریل علیہ السلام تشریف نہ لائے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک لکڑی کی لاٹھی تھی

آپ نے (شدت احساس سے) اپنے ہاتھ سے یہ کہتے ہوئے اسے پھینک دیا کہ نہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی کرتے ہیں اور نہ اس کے رسول۔ پھر آپ نے نظر دوڑائی (تو کیا دیکھتے ہیں) کہ آپ کی چارپائی کے نیچے کتے کا ایک پلا تھا۔ آپ نے دریافت کیا کہ یہ کب اندر داخل ہوا؟ پس میں نے عرض کی خدا کی قسم مجھے تو پتہ نہیں۔ پس آپ کے حکم پر اسے گھر سے نکال دیا گیا، پس بلا تاخیر آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا تو میں آپ کے انتظار میں بیٹھا رہا۔ مگر آپ نہ آئے۔ حضرت جبریل نے فرمایا میرے لئے وہ کتا رکاوٹ بن گیا تھا جو آپ کے گھر میں تھا۔ بیشک ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو یا کوئی تصویر ہو (مسلم" ص ۸۱۰)

مسجد میں بلند آواز سے بولنے والوں پر فاروق اعظمؓ کا عتاب

حضرت سائب بن یزیدؓ بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد (نبوی صلی اللہ علیہ وسلم) میں تھا پس مجھے کسی آدمی نے کنکری ماری۔ میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر بن خطابؓ تھے فرمانے لگے جاؤ ان دو آدمیوں کو میرے پاس لاؤ۔ پس میں انہیں آپ کے پاس بلا لایا۔ آپ نے فرمایا کہ تم کہاں کے ہو؟ (مِنْ اَیْنَ انتما) کہنے لگے طائف کے رہنے والے ہیں (فَقَالَا مِنْ اَهْلِ الطَّائِف) تو فرمایا اگر تم شہری ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا۔ کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اپنی آواز اونچی کر رہے ہو (بخاری) **فقال لو کنتما من اهل البلد لا وجعتکما ترفعانِ اصواتکما فی مسجد رسول الله صلی الله علیه وسلم** ("ص ۸۱۶)۔

بخار خطاؤں کو دور کر دیتا ہے

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سائب کے پاس تشریف لائے۔ پس دریافت کیا اے ام سائب تم کانپ رہی ہو (**تُزَفْزِفِیْن**) **قَالَتْ اَلْحُمّٰی لا بارك اللّٰهُ فیها**) عرض کرنے لگیں کہ اللہ اس میں برکت نہ دے بخار ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا بخار کو برا بھلا نہ کہو کیونکہ یہ آدمیوں کی خطاؤں کو ایسے دور کر دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے زنگ کو (مسلم" ۸۲۷)

شوہر کے علاوہ کسی اور شخص پر ۳ دن سے زیادہ سوگ منع ہے

حضرت زینب بنت ابو سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام حبیبہؓ کے پاس حاضر ہوئی جس وقت ان کے والد حضرت ابو سفیان بن حرب کی وفات ہوئی تھی۔ پس حضرت ام حبیبہ نے (تین روز کے بعد) زرد رنگ ملی ہوئی خوشبو منگائی۔ اس میں سے کچھ ایک لڑکی کو

لگائی پھر اس کے رخساروں پر ملی۔ پھر فرمایا مجھے خوشبو کی کوئی حاجت نہیں تھی سوائے اس کے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کسی عورت کے لئے جو خدا اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو حلال نہیں کہ میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے ہاں مگر شوہر کی وفات پر چار مہینے دس دن سوگ کرنے کی اجازت ہے۔ حضرت زینب فرماتی ہیں پھر میں ایک بار حضرت زینب بنت جحشؓ کے پاس جبکہ ان کے بھائی کا انتقال ہوا، حاضر ہوئی پس انہوں نے خوشبو منگوائی اور کچھ لگائی۔ پھر فرمایا خدا کی قسم مجھے خوشبو کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ ہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا کہ کسی عورت کے لئے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو حلال نہیں کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے ہاں مگر شوہر کی وفات پر چار مہینے اور دس دن سوگ کا حکم ہے (بخاری و مسلم" ص ۸۴۸)

﴿احوال قیامت﴾

یُنزِلُ اللّٰہ مَطَراً کانَّہُ الطَّلُّ فَتَنبُتُ مِنه اجساد النَاسُ ثم یُنفخ فیه اُخرٰی فاذا هم قیام ینظرون " ص ۸۷۱)

لا تقوم الساعة حتی یَحسِرَ الْفُرَاتُ عن جَبَلٍ من ذهبٍ یُقتَتَلُ عَلَیه ("۸۷۴)

﴿مصنوعی بال والوں پر حضرت معاویہؓ کی نکیر﴾

حضرت حمید بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت معاویہؓ کو اپنے حج کے سال منبر پر فرماتے ہوئے سنا (آپؓ نے بالوں کا ایک گچھا جوان کے پہریدار کے ہاتھ میں تھا اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا: اے شہر والو! تمہارے علماء کہاں ہیں (یَاَهلَ المدینةِ اَینَ عُلماءُ کُمْ (جو تمہیں غلط کام سے روکتے نہیں) میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی حرکت سے منع کرتے ہوئے سنا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ بنی اسرائیل تب ہی ہلاک ہوئے جب انکی عورتوں نے یہ وطیرہ اختیار کیا (یعنی مصنوعی بال لگانا) (بخاری و مسلم ریاض الصالحین ص ۷۹۶)

﴿ایک شخص نے خریدی ہوئی زمین میں سونا پایا﴾

حضرت ابو ہریرہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ارشاد فرمایا، ایک شخص نے دوسرے سے زمین کا سودا کیا۔ پس خریدار نے خرید کردہ زمین میں سونے کا ایک گھڑا پایا، تو فروخت کرنے والے شخص سے کہا کہ آپ اپنا یہ سونا لے لیں، میں نے آپ سے زمین خریدی تھی سونا تو نہیں خریدا تھا۔ اور زمین کے سابقہ مالک نے کہا کہ میں نے تمہارے ہاتھ زمین مع ان چیزوں کے بیچی تھی جو اس میں ہیں۔ پس وہ فیصلہ کرانے ایک آدمی کے پاس گئے۔ حکم نے دریافت کیا، کیا تم دونوں کی اولاد

ہے؟ پس ایک نے کہا کہ میرا ایک لڑکا ہے دوسرے نے کہا میری ایک لڑکی ہے تو حکم نے کہا کہ تم لڑکے کا لڑکی سے نکاح کردو اور یہ مال دونوں پر خرچ کرو، اور دیکھ بھال کرو (بخاری و مسلم" ص ۸۷۶)

دو عورتوں میں سے ایک کا بچہ بھیڑیا لے گیا

حضرت ابو ہریرہؓ ہی سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا کہ (پہلے زمانہ میں) دو عورتیں تھیں جن کے ساتھ ان کے بچے بھی تھے بھیڑیا آیا اور ان میں ایک کے لڑکے کو اٹھا کر لے گیا۔ اس عورت نے ساتھ والی عورت سے کہا کہ وہ تیرے بچے کو لے گیا اور دوسری نے کہا نہیں وہ تیری بچے کو لے گیا۔ پس دونوں عورتیں فیصلہ کرانے حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی کے لئے فیصلہ فرمایا۔ پھر وہ دونوں باہر حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس گئیں اور یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا چھری لاؤ میں اس کے ٹکڑے کر کے تمہارے درمیان تقسیم کر دوں۔ چھوٹی کہنے لگی ایسا نہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے وہ اس (دوسری عورت) کا ہے (فقالت الصغریٰ لا تفعَلْ رَحِمَكَ اللّٰه هُوَ اِبْنُها فقضیٰ بِهٖ لِلصَّغریٰ) (یہ سن کر) آپ نے فیصلہ چھوٹی کے لئے فرمایا (بخاری و مسلم) ("ص ۸۷۶)

اسطوانہ حنانہ کا رونا

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ کھجور کا ایک تنا تھا جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم (حالت خطبہ میں) سہارا لیکر کھڑے ہوتے تھے۔ جب آپ کے لئے لکڑی کا منبر بنایا گیا (اور آپ نے اس پر خطبہ ارشاد فرمایا) تو ہم نے دس مہینے کی حاملہ اونٹنی کی مانند اس کے بلبلانے اور رونے کی آواز سنی یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اتر پڑے اور اپنا دست مبارک اس پر رکھا تو کھجور کا تنا ساکن ہو گیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب جمعہ کا دن ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے تو کھجور کا تنا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے ایسے چیخ کے رونے لگا کہ قریب تھا اس میں شگاف پڑ جائے (حتّٰی کادتْ اَنْ تَنْشَقَّ و فی روایة فصاحت صیاحَ الصّبی) اور ایک روایت میں ہے کہ وہ بچے کی مانند رونے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اتر پڑے اور اسے پکڑا اور گلے سے لگایا تو بچے کی طرح روتے روتے اس کی ہچکی بندھ گئی۔ یہاں تک کہ چپ ہو گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ ذکر بند ہونے کی وجہ سے رویا جسے وہ سنا کرتا تھا (بخاری) قال بکَتْ علٰی ما کانت تسمعُ مِنَ الذِکر ("ص ۸۷۷)

اِتَّقُوْا مَوَاضِعَ التِّهَمْ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بی بی صفیہؓ سے بات چیت

حضرت ام المومنین صفیہ بنت حُیی رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

حالت اعتکاف میں تھے تو میں رات کو آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئی پس میں نے آپ سے بات چیت کی، پھر میں واپس لوٹنے کے ارادہ سے اٹھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی میرے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے تا کہ مجھے رخصت کریں۔ اتنے میں انصار میں سے دو صحابی گزرے، جب انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو تیز تیز قدم بڑھانے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (عَلٰی رِسْلِکُمَا اِنَّھَا صَفِیَّةُ بِنْتَ حُیَیٍّ) ذرا ٹھہر جاؤ (سنو! میرے پاس یہ (میری بیوی) صفیہ بنت حیی ہیں۔ ان دونوں نے (از راہ تعجب) کہا سبحان اللہ یا رسول اللہ (فقالا سبحان اللہ یا رسول اللہ) کہ کہاں آپ کی بلند و بالا و پاک ذات اور کہاں اس قسم کا شیطانی وسوسہ) آپ نے فرمایا اِنَّ الشَّیْطَانَ یَجْرِی مِنِ ابْنِ اٰدَمَ مَجْرَی الدَّمِ یقیناً شیطان بنی آدم (کی رگوں میں) خون کی طرح دوڑتا ہے۔ (وَاِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ یَقْذِفَ فِیْ قُلُوْبِکُمَا شَرًّا اَوْ قَالَ شَیْئًا اور مجھے خطرہ ہوا کہ کہیں وہ (میرے متعلق) تمہارے دلوں میں برائی نہ ڈال دے۔ یا فرمایا (کوئی چیز نہ ڈال دے اور تمہارا ایمان خطرہ میں پڑ جائے) (بخاری و مسلم" ص ۸۸۲)

زمین، پہاڑ، درخت وغیرہ کی تخلیق کے دن

حضرت ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو ہفتہ کے دن پیدا فرمایا اور اس میں پہاڑ اتوار کے دن بنائے اور درخت پیر کے دن پیدا کئے اور بری چیزیں منگل کے روز بنائیں (وَخَلَقَ المکروہَ یَوْمَ الثَّلَاثَاءِ) اور نور (روشنی) بدھ کے روز پیدا کیا اور زمین میں جانور جمعرات کے دن پھیلائے اور حضرت آدم علیہ السلام کو سب کی پیدائش کے آخر میں جمعہ کے دن کے آخری حصہ میں عصر اور عشاء کے درمیان پیدا فرمایا (مسلم" ص ۸۸۴)

چھپکلی کو مارنے کا حکم

حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چھپکلیوں کے مارنے کا حکم فرمایا اور وجہ بتائی کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر (نمرودی آگ میں) پھونکیں مارتی تھی (اس کی طبیعت میں خبث ہے) (بخاری و مسلم ریاض الصالحین ص ۸۸۸)

سانپ کا انتقام۔ زخمی سانپ نے جوان صحابی پر اچانک حملہ کر دیا

حضرت ابو سائب (تابعی کا بیان ہے کہ ہم حضرت ابو سعید خدریؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس اثناء میں کہ ہم بیٹھے ہوئے تھے اچانک ہم نے ان کے تخت کے نیچے کچھ حرکت کی آواز سنی ہم نے دیکھا تو سانپ نظر آیا۔ لہٰذا میں اس کو مارنے کے لئے کودا۔ حضرت ابو سعید خدریؓ نماز پڑھ رہے

تھے انہوں نے اشارے سے مجھے روک دیا اور بیٹھنے کو کہا۔ لہٰذا میں بیٹھ گیا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو حویلی کے اندر ایک گھر کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کیا تم اس گھر کو دیکھ رہے ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! فرمایا اس گھر میں ایک جوان آدمی تھا جو ہمارے ہی قبیلے سے تھا اس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ خندق کیلئے نکلے وہ جوان بھی ہمارے ساتھ تھا۔ جب آدھا دن گزر جاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیکر وہ جوان اپنے گھر آجاتا۔ ایک روز یہ واقعہ پیش آیا کہ جب اس نے گھر جانے کی اجازت چاہی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تم ہتھیار لیکر جاؤ کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ قبیلہ بنی قریظہ تمہاری جان نہ لے لے۔ یہ سن کر اس شخص نے اپنا ہتھیار لیا پھر گھر کی طرف واپس ہوا (وہاں پہنچ کر) اچانک کیا دیکھتا ہے کہ اُسکی بیوی (گھر سے باہر) دونوں کواڑوں کے درمیان کھڑی ہے اُسکو دیکھ کر (اسے سخت غصہ آیا اور) اسکی غیرت کا تقاضا ہوا کہ عورت کو نیزہ مار دے۔ چنانچہ بیوی کی طرف اس نے نیزہ بڑھایا۔ اس کی بیوی نے کہا کہ نیزے کو روکئے اور گھر میں داخل ہو کر دیکھئے کہ مجھے کس چیز نے باہر نکالا ہے۔ چنانچہ وہ شخص گھر (کے کمرے) میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ایک بڑا سانپ بستر پر لپٹا ہوا پڑا ہے اس کو دیکھتے ہی نیزہ بڑھایا اور سانپ کو نیزے میں پرو دیا۔ اور پھر کمرے سے نکل کر نیزے کو صحن میں گاڑ دیا۔ سانپ نے تڑپ کر اس شخص پر حملہ کر دیا اور سانپ کی اور اس شخص کی موت وہیں اسی وقت ہوگئی اور بیک وقت اس طرح دونوں کی جان گئی کہ معلوم نہ ہوسکا کہ پہلے کس کی موت واقع ہوگئی۔ حضرت ابوسعید خدریؓ نے (سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے) فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اس واقعہ کا ذکر کر کے عرض کیا کہ اللہ سے دعا کیجئے کہ اس کو زندہ فرما دیوے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (اس کی زندگی کی دعا کی ضرورت نہیں) تم لوگ اپنے آدمی کے لئے اللہ سے مغفرت کی دعا کرو۔ پھر فرمایا کہ ان گھروں میں (انسانوں کے علاوہ اور بھی) رہنے والی چیزیں ہیں (جن میں سانپ بھی ہیں اور سانپ کے روپ میں جنات بھی ہیں) لہٰذا جب تم ان (سانپوں) میں سے کسی کو دیکھو تو تین بار اس کے مار ڈالنے کا اعلان کر دو۔ اعلان سن کر چلا جائے تو بہتر ہے ورنہ قتل کرو کیونکہ وہ (یا تو سانپ ہے یا) کافر (جن) ہے (جو سانپ کے روپ میں آیا ہے۔ اس کے بعد) فرمایا کہ جاؤ اپنے آدمی کو دفن کرو۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ مدینہ میں کچھ جنّات مسلمان ہوگئے ہیں پس جب ان میں سے تم کسی کو (سانپ کے روپ میں) دیکھو تو تین روز تک اعلان کرو (یعنی اس کی موجودگی میں یوں کہو کہ ہم تجھے قتل کر دیں گے) اس کے بعد رائے ہو تو قتل کر دو کیونکہ جب وہ اعلان کرنے پر نہیں گیا تو لائقِ قتل ہے اس لئے کہ) وہ شیطان ہے (یعنی اگر جن ہے تو شیطان اور بدمعاش جن ہے اور سانپ ہے تب بھی بہر حال قتل کرنے کے قابل ہے۔ (مسلم شریف)

توضیح: اس قصے سے بہت سے فوائد معلوم ہوتے ہیں لیکن خصوصیت کے ساتھ جس وجہ سے ہم نے اس

واقعہ کو رسالہ ہٰذا کا جزو بنایا ہے وہ یہ ہے کہ وہ نوجوان صحابیؓ جب اپنے دروازے پر پہنچے اور اپنی بیوی کو گھر سے باہر کھڑا پایا تو ان کی غیرت نے اس بات کو گوارا نہ کیا کہ ایسی عورت کو زندہ رہنے دیں لہٰذا اپنی بیوی کو مارنے کیلئے نیزہ بڑھا دیا اگر ان کی بیوی باہر آنے کے سبب کا حوالہ نہ دیتی تو نیزے سے کم سے کم زخمی تو ہو ہی جاتی اور گہرا وار ہو جاتا تو شاید زندہ بھی نہ رہتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہؓ کے نزدیک کسی عورت کا باہر نکلنا بدترین جرم تھا (شرعی پردہ۔ از مولانا عاشق الٰہی بلند شہری ص ۳۵ تا ۵۷)

﴿حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے ایک درخت کے بارے میں سوال کیا﴾

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا درختوں میں ایک درخت ہے جس کے پتے نہیں جھڑتے اور مسلمان کی مثال وہی درخت ہے (اِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَۃً لَا یَسْقُطُ وَرَقُھَا وَاِنَّھَا مِثْلُ الْمُسْلِمِ فَحَدِّثُوْنِیْ مَاھِیَ فَوَقَعَ النَّاسُ فِی شَجَرِ الْبَوَادِیْ) تو مجھ سے بیان کرو وہ کونسا درخت ہے؟ یہ سن کر لوگوں کا خیال جنگل کے درختوں کی طرف دوڑا، عبداللہ نے کہا میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے مگر شرم سے کہہ نہ سکا۔ آخر صحابہؓ نے آنحضرتؐ سے پوچھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی بیان فرمائیے یا رسول اللہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ھِیَ النَّخْلَۃُ" وہ کھجور کا درخت ہے (بخاری ج ا حدیث ۴۶) قال عبداللہ فحدثت ابی بما وقع فی نفسی فقال لَاَن تکونَ قُلتَھا اَحبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ یکونَ لِی کذا و کذا حاشیہ ۱۳۱)

﴿دو قبر والوں پر عذاب﴾

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ یا مکہ کے کسی باغ پر سے گزرے (دوسری روایت میں بغیر شک کے مدینہ کا باغ مذکور ہے) وہاں دو آدمیوں کی آواز سنی جن کو قبر میں عذاب ہو رہا تھا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑے گناہ میں نہیں، پھر فرمایا البتہ بڑا گناہ ہے ان میں ایک تو اپنے پیشاب کی احتیاط نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل خوری کرتا پھرتا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (کھجور کی ایک ہری) ٹہنی منگوائی اس کے دو ٹکڑے کر کے ہر قبر پر ایک ٹکڑا رکھ دیا۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا فرمایا شاید جب تک وہ سوکھیں نہیں ان کا عذاب ہلکا ہو (ح ۲۱۴)

﴿اعرابی نے مسجد میں پیشاب کیا﴾

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک گنوار کھڑا ہو کر مسجد میں پیشاب کرنے لگا۔ لوگوں نے للکارا (فَتَنَاوَلَہُ النَّاسُ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دَعُوْہُ وَھَرِیْقُوْا عَلٰی بَوْلِہٖ سَجْلًا

مِنَ الماءِ) چھوڑ و جانے دو اور جہاں اس نے پیشاب کیا ہے وہاں ایک بھرا ہوا پانی کا ڈول بہادو۔ (فَاِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِيْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِيْنَ) کیونکہ تم لوگوں پر آسانی کرنے کو بھیجے گئے ہو اور سختی کرنے کو نہیں بھیجے گئے۔ (ح ۲۱۸) (وفی رِوَایَۃٍ فَزَجَرَہُ النَّاسُ ح ۲۱۹)

بعض صحابہؓ کا خلاف سنت مجاہدات کا ارادہ

ایک دفعہ چند صحابہؓ نے ازواج مطہرات کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کی دن رات کی عبادت وریاضت کا حال دریافت کیا۔ وہ سمجھتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دن رات سوا عبادت کے اور کوئی کام نہ ہوگا۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا حال سنا تو بولے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا نسبت؟ آپ تو معصوم ہیں۔ ان میں سے ایک صاحب نے اپنا ارادہ یہ ظاہر کیا کہ میں عمر بھر مجرد رہوں گا کبھی نکاح نہ کروں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی یہ گفتگو سن رہے تھے ان کو خطاب کر کے فرمایا ''خدا کی قسم میں تم سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں'' تاہم میں روزہ رکھتا ہوں۔ افطار بھی کرتا ہوں۔ اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ جو میرے طریقہ پر نہیں چلتا وہ میری جماعت میں نہیں (بخاری[1] کتاب النکاح)

ابو اسرائیل کی عجیب نذر

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے دیکھا کہ ایک شخص چلچلاتی ہوئی دھوپ میں ننگے سر کھڑا ہے۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے اور اس کی کیا حالت ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ اس کا نام ابو اسرائیل ہے۔ اس نے نذر مانی ہے کہ وہ کھڑا رہے گا بیٹھے گا نہیں۔ اور نہ سایہ میں آرام کرے گا اور نہ بات کرے گا اور ہمیشہ برابر روزے رکھے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اس سے کہو کہ باتیں کرے، بیٹھے، سایہ میں آرام کرے اور اپنا روزہ پورا کرے۔ صحیح بخاری، ابوداؤد۔ کتاب الایمان والنذور بحوالہ مذکور)

ناک میں نکیل ڈالنے کی نذر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج میں دیکھا کہ ایک شخص اپنی ناک میں نکیل ڈالے ہوئے ہے اور دوسرا اس کو جانور کی طرح اس کی نکیل پکڑ کر کھینچ رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جا کر نکیل کاٹ دی اور فرمایا کہ ''اگر ضرورت ہو تو ہاتھ پکڑ کر اس کو طواف کراؤ (صحیح بخاری ایمان ونذور'' ص ۱۲۳)

---

[1] بحوالہ سلوک سلیمانی ج ۲ ص ۱۲۲)

شادی نہ کرنے اور گوشت نہ کھانے کا ارادہ

قدامہ ابن مظعون اور ان کے ایک رفیق نے دربار رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے ایک نے عمر بھر مجرد رہنے اور شادی نہ کرنے کا اور دوسرے نے گوشت نہ کھانے کا ارادہ کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تو دونوں باتیں کرتا ہوں''۔ یہ سن کر دونوں صاحب اپنے ارادے سے باز رہے (صحیح بخاری، کتاب الصوم، سلوک سلیمانی جلد۲ ص ۱۲۱)

ایک صحابی کا ایک غار میں گوشہ نشینی کا ارادہ

ایک دفعہ کسی غزوہ میں ایک صحابی کا گزر ایک ایسے مقام پر ہوا جس میں موقع سے ایک غار تھا، قریب ہی پانی کا چشمہ بھی تھا اس پاس کچھ جنگل کی بوٹیاں بھی تھیں ان کو اپنی عزلت نشینی کے لئے یہ جگہ بہت پسند آئی۔ خدمت بابرکت میں آ کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایک غار ہاتھ آ گیا ہے جہاں ضرورت کی سب چیزیں ہیں۔ جی چاہتا ہے کہ وہاں گوشہ گیر ہو کر ترک دنیا کرلوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں یہودیت اور عیسائیت لیکر دنیا میں نہیں آیا ہوں۔ میں آسان اور سہل اور روشن ابراہیمی مذہب لیکر آیا ہوں۔ سیرت النبی ج ۵ بحوالہ سلوک سلیمانی ج ۲ ص ۱۲۶)۔

قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تین قیام گاہیں

حضرت انسؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے دن سفارش کرنے کیلئے درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں انشاء اللہ سفارش کروں گا۔ حضرت انسؓ نے کہا یا رسول اللہ! میں آپ کو میدان محشر میں کہاں تلاش کروں گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اَوَّلُ مَا تَطْلُبُنِیْ عَلَی الصِّرَاطِ قُلْتُ فَاِنْ لَمْ اَلْقَكَ عَلَی الصِّرَاطِ قَالَ فَاطْلُبْنِیْ عِنْدَ الْمِیْزَانِ) سب سے پہلے مجھے پل صراط کے پاس تلاش کرلے، پھر میں نے عرض کیا کہ اگر میں پل صراط کے پاس ملاقات نہ کرسکوں! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر مجھے ترازو کے پاس تلاش کرنا) (قُلْتُ فَاِنْ لَمْ اَلْقَكَ عِنْدَ الْمِیْزَانِ قَالَ فَاطْلُبْنِیْ عِنْدَ الْحَوْضِ فَاِنِّیْ لَا اُخْطِیءُ هٰذِهِ الْمَوَاطِنَ الثَّلَاثَةَ (ترمذی) میں نے عرض کیا اگر ترازو کے پاس میں آپ سے نہ مل سکوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مجھے حوض کوثر کے پاس تلاش کرنا کیونکہ ان تینوں جگہوں پر میں کہیں نہ کہیں ضرور مل جاؤں گا (ترمذی اسلامی خطبات ج ۲ ص ۸۵۴)

اَلْعُرْوَةُ الْوُثْقٰی۔ حضرت عبداللہ بن سلام کا خواب

مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت قیس بن عبادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میں

مسجد نبوی میں تھا ایک شخص آیا جس کا چہرہ ترس تھا دو ہلکی رکعتیں اس نے ادا کیں۔ لوگ انہیں دیکھ کر کہنے لگے یہ جنتی ہیں۔ جب وہ باہر نکلے تو میں بھی اُن کے پیچھے گیا۔ باتیں کرنے لگے۔ جب وہ متوجہ ہوئے تو میں نے کہا جب آپ تشریف لائے تھے تو لوگوں نے آپ کی نسبت یوں کہا تھا۔ کہا سبحان اللہ! کسی کو وہ نہ کہنا چاہئے جس کا اسے علم نہ ہو۔ ہاں البتہ اتنی بات تو ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک خواب دیکھا تھا گویا میں ایک لہلہاتے ہوئے گلشن میں ہوں۔ اس کے درمیان ایک لوہے کا ستون ہے جو زمین سے آسمان تک چلا گیا ہے اس کی چوٹی پر ایک کڑا ہے۔ مجھ سے کہا گیا کہ اس پر چڑھ جاؤ۔ میں نے کہا میں نہیں چڑھ سکتا۔ بالآخر ایک شخص نے مجھے تھاما اور میں آسانی سے چڑھ گیا۔ اور اس کڑے کو تھام لیا اس نے کہا دیکھو اسے مضبوط پکڑے رہنا۔ بس اس حالت میں میری آنکھ کھل گئی کہ وہ کڑا میرے ہاتھ میں تھا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا یہ خواب بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ گلشن باغ اسلام ہے اور ستون ستون دین ہے اور کڑا **اُعروۃ الوثقٰی** ہے۔ تُو مرتے دم تک اسلام پر قائم رہے گا۔ یہ شخصیت حضرت عبداللہ بن سلامؓ تھے۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ نے فرمایا۔ امید تو یہی ہے کہ خدا مجھے جنت میں لے جائیگا۔ (اسلامی خطبات جلد۲ ص ۸۲۸، ۸۲۹)

﴿نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے سورج مشرق کی طرف لوٹ آیا﴾

حضرت اسماءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام صَہبا میں ظہر کی نماز پڑھی اور نماز عصر سے فارغ ہو کر حضرت علیؓ کو بلایا (انہوں نے ابھی تک عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی) جب وہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی گود میں اپنا سر مبارک رکھا (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ لگ گئی) حضرت علیؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار کرنا پسند نہیں کیا۔ یہاں تک کہ آفتاب قریب الغروب ہو گیا۔ (اور عصر کی نماز کا وقت نکل گیا) جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھلی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ حضرت علیؓ کی نماز عصر کا وقت جاتا رہا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ خدایا تیرا بندہ علیؓ تیرے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں تھا (اور اس کی نماز عصر جاتی رہی) تو آفتاب کو پھر مشرق کی جانب لوٹا دے۔ حضرت اسماءؓ بیان کرتی ہیں کہ آفتاب اتنا لوٹ آیا کہ اس کی دھوپ پہاڑوں پر پھر پڑنے لگی۔ اس کے بعد حضرت علیؓ اٹھے اور وضو فرما کر عصر کی نماز ادا فرمائی اس کے بعد آفتاب غروب ہوا۔ (حوالہ ترجمان السنۃ جلد۴ ص ۱۵۳ حدیث ۱۳۳۸) بحوالہ شریعت یا جہالت ص ۴۵۶)

﴿ایک بچے پر عظمتِ خداوندی کا غلبہ﴾

کتاب التفکر والاعتبار میں امام ابوبکر بن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث لائے ہیں اور

ترس: چوڑا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عموماً اس حدیث کو بیان فرمایا کرتے تھے کہ: زمانہ جاہلیت میں ایک عورت پہاڑ کی چوٹی پر اپنی بکریاں چرایا کرتی تھی اس کے ساتھ اس کا لڑکا تھا ایک مرتبہ اس نے اپنی ماں سے دریافت کیا کہ اے اماں جان! تمہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے۔ کہا میرے والد کو کس نے پیدا کیا ہے؟ کہا اللہ تعالیٰ نے۔ پوچھا مجھے کس نے پیدا کیا ہے؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے۔ بچے نے پوچھا ان آسمانوں کو؟ اس نے جواب دیا اللہ تعالیٰ نے۔ پوچھا اور زمین کو؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے۔ پوچھا اور ان پہاڑوں کو اماں کس نے بنایا ہے؟ ماں نے جواب دیا ان کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ بچے نے پھر سوال کیا اور ہماری ان بکریوں کا خالق کون ہے؟ کہا اللہ ہی ہے۔ اس نے کہا سبحان اللہ! خدا کی اتنی بڑی شان ہے۔ بس اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اس قدر سمائی کہ وہ تھرتھر کانپنے لگا اور پہاڑ سے گرا اور خدا کو پیارا ہو گیا۔ (اسلامی خطبات ج ۲ ص ۸۱۴)

حضرت ابو ہریرہؓ کی والدہ کیلئے دعاء نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابو ہریرہؓ کی ماں مشرکہ تھی۔ اپنی ماں کو آپ جس قدر اسلام کی تبلیغ کرتے تھی وہ انکار کرتی۔ ایک دن انہوں نے اسلام کی دعوت دی تو ان کی ماں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی۔ حضرت ابو ہریرہؓ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ رونے لگے اور اسی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور واقعہ عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ الٰہی! ابو ہریرہؓ کی ماں کو ہدایت نصیب فرما۔ وہ خوش خوش گھر واپس آیا تو دیکھا کہ کواڑ بند ہیں اور ماں نہا رہی ہے۔ غسل سے فارغ ہو کر کواڑ کھولے اور کلمہ پڑھا (صحیح مسلم۔ اسلامی خطبات ج ۲ ص ۱۱۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن تک ایک شخص کا انتظار فرمایا

نبوت سے پہلے کا واقعہ ہے کہ عبداللہ بن ابی العمساء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ معاملہ کیا اور آپ کو بٹھا کر چلے گئے کہ آ کر حساب کر دیتا ہوں۔ اتفاق سے ان کو خیال نہ آیا۔ تین دن کے بعد آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ تشریف فرما تھے۔ ان کو دیکھ کر فرمایا میں تین دن سے یہاں تمہارے انتظار میں بیٹھا ہوں (ابوداؤد کتاب الادب ص ۱۱۱)

ایک کوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا موزہ لے اڑا

طبرانی میں حضرت ابن عباسؓ سے یہ واقعہ منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جنگل میں ایک موزہ پہنا۔ دوسرا موزہ پہننے کا ارادہ فرما رہے تھے کہ ایک کوا آ کے دوسرا موزہ لے کر اڑ گیا۔ اوپر لے جا کر گرا دیا۔ اس موزے میں سانپ گھسا ہوا تھا موزے کے گرنے سے سانپ نکل کر

بھاگ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر خدا کا شکر ادا فرمایا اور فرمایا کہ موزہ پہنتے وقت موزہ جھاڑ کر پہنا کرو (طبرانی ص ۲۷)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم غلہ منڈی تشریف لے گئے

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بازار میں تشریف لے گئے۔ غلہ کی منڈی میں دیکھا کہ غلہ فروخت ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ اس غلے کے اندر ہاتھ ڈال کر دیکھئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ ڈال کر دیکھا تو نیچے کا غلہ گیلا تھا اور اوپر کا سوکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَا هٰذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ (مسلم) غلے والے کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا بارش سے یہ غلہ بھیگ گیا تھا اوپر سے یہ خشک ڈال دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گیلا اوپر رکھ دیتا اور سوکھا نیچے رکھتا تاکہ سب لوگ دیکھ لیتے۔ ایسا کرنا دھوکہ ہے۔ اور جو دھوکہ دے گا وہ کامل مسلمان نہیں ہے۔ مسلمان دھوکہ نہیں دیتا۔ (اسلامی خطبات ج ۲ ص ۱۶۸)

قرآن کی برکت سے صحابیؓ کی شادی ہوئی

حضرت سہل بن سعدؓ نے روایت کی ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کرنے لگی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اپنے آپ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دیا ہے۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے متعلق فیصلہ فرمائیں گے مجھے منظور ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھ کر سر نیچے جھکا لیا۔ وہ عورت وہیں بیٹھ گئی۔ ایک صحابیؓ نے عرض کیا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرورت نہیں ہے تو میرا ہی اس سے نکاح کرا دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے پاس مہر دینے کیلئے کچھ ہے۔ اس نے کہا خدا کی قسم میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اپنے عزیزوں کے پاس جا کر کچھ لے آ۔ وہ گیا اور واپس آکر کہنے لگا: وَاللّٰهِ مَا وَجَدْتُ شَيْئًا خدا کی قسم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی چیز نہیں ملی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پھر دیکھ۔ وَلَوْ خَاتَمًا مِّنْ حَدِيْدٍ اگرچہ لوہے کی ایک انگوٹھی ہی سہی وہی لے آ۔ وہ پھر لوٹ کر آیا۔ کہنے لگا خدا کی قسم لوہے کی ایک انگوٹھی بھی نہیں ہے۔ البتہ یہ میری لنگی حاضر ہے، چادر نہیں تھی، آدھی لنگی اس کو دیدوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھلا اس لنگی سے کیا ہو سکتا ہے اگر تو اس کو پہنے تو عورت پر کچھ نہیں رہے گا وہ ننگی رہے گی۔ اور اگر عورت پہنے تو تیرے پاس کچھ نہیں رہتا ہے۔ یہ سن کر وہ مایوس ہو کر بیٹھ گیا۔ بہت دیر تک بیٹھا رہا۔ دیر کے بعد اٹھ کر چلا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ لیا کہ وہ پیٹھ موڑ کر چل دیا تو فرمایا۔ اس کو بلالو۔ وہ بلایا گیا، جب وہ حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَاذَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ تجھے قرآن کی کون کونسی سورتیں یاد ہیں۔ کئی سورتیں اس نے گنوا دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قَدْ

زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ اس قرآن کے بدلے میں میں نے اس عورت کا نکاح تیرے ساتھ کر دیا، جا کر قرآن اس کو سکھا دے (بخاری) (اسلامی خطبات ج ۲ ص ۱۸۷، ۱۸۸)

حضرت فاطمہؓ کے نکاح کا واقعہ

حضرت فاطمہؓ کے نکاح کا واقعہ مواہب لدنیہ اور احمد، ابو حاتم میں یہ لکھا ہے: حضرت فاطمہؓ کے نکاح کے وقت حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی درخواست کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ بعد میں حضرت علیؓ خود ہی شرماتے ہوئے حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور شان کی وجہ سے کلام کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی دریافت فرمایا: لَعَلَّكَ جِئْتَ تَخْطُبُ فَاطِمَةَ شاید تم فاطمہؓ سے منگنی کرنا چاہتے ہو۔ حضرت علیؓ نے فرمایا نَعَمْ (ہاں جی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست منظور فرمائی۔ اس وقت حضرت فاطمہؓ کی عمر شریف ساڑھے پندرہ سال کی تھی اور حضرت علیؓ کی عمر اکیس برس کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انسؓ سے فرمایا تم جا کر ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ طلحہؓ، زبیرؓ اور دیگر انصار کی ایک جماعت کو بلا لاؤ۔ جب یہ لوگ آ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کے سامنے ایک بلیغ خطبہ دیا جو مواہب لدنیہ میں منقول ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِيْ اَنْ اُزَوِّجَ فَاطِمَةَ مِنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ فَاشْهَدُوْا اَنِّيْ قَدْ زَوَّجْتُهٗ عَلٰى اَرْبَعِ مِاَةِ مِثْقَالِ فِضَّةٍ اِنْ رَضِيَ بِهٖ عَلِيٌّ ۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح علی بن ابی طالب سے کروں۔ لہٰذا تم سب گواہ رہو کہ میں نے فاطمہؓ کا نکاح علی سے چار سو مثقال چاندی پر کر دیا ہے۔ اگر علی اس سے راضی ہو۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ قَدْ رَضِيْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اے اللہ کے رسول میں راضی ہوں۔ پھر آپ نے کھجوروں کا ایک طبقہ منگوا کر حاضرین میں تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو حضرت ام ایمنؓ کے ہمراہ حضرت علیؓ کے گھر رخصت کر دیا۔ اور جہیز میں ایک چادر ایک مشک اور ایک چمڑے کا تکیہ عنایت فرمایا۔ (ابو حاتم۔ احمد) (اسلامی خطبات ج ۲ ص ۱۹۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کے گھر تشریف لائے

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کے گھر تشریف لائے۔ حضرت فاطمہؓ سے فرمایا پانی لاؤ۔ وہ لکڑی کے پیالہ میں پانی لائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں کلی کر دی۔ اور حضرت فاطمہؓ سے فرمایا تم ادھر منہ کرو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پانی کو تبرکاً ان کے سینے پر تھوڑا سا چھڑک دیا اور یہ دعا فرمائی: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُعِيْذُهَا بِكَ وَ ذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ط پھر فرمایا ادھر پیٹھ کرو، پھر آپؐ نے اُس پانی کو اُن کے شانے کے درمیان چھڑک دیا اور وہی دعا فرمائی: پھر حضرت علیؓ سے پانی

منگایا اور یہی کام ان کے ساتھ بھی کیا اور اس کے بعد فرمایا: اُدْخُلْ بِاَهْلِكَ بِسْمِ اللّٰهِ وَالْبَرَكَةِ۔ بسم اللہ کی برکت کے ساتھ اپنے اہل کے پاس جاؤ (ابو حاتم۔ احمد ص ۱۹۳)

حضرت اُبی بن کعبؓ نے چور جنّ کو پکڑا

حضرت اُبی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ میرے گھر میں ایک کوٹھری تھی جس میں بورے میں بھری کھجوریں تھیں۔ میں نے دیکھا کہ روزانہ اس میں سے کھجوریں گھٹ رہی ہیں۔ ایک رات میں جاگتا رہا اور اس کی نگرانی کرتا رہا۔ تو میں نے دیکھا کہ ایک جانور جوان لڑکے کی طرح آیا۔ میں نے اُسے سلام کیا اس نے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تو انسان ہے یا جن۔ اس نے کہا میں جن ہوں۔ میں نے کہا ذرا اپنا ہاتھ تو دے۔ اس نے اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔ میں نے اپنے ہاتھ میں لے لیا تو کتے جیسا ہاتھ تھا اور اس پر کتے جیسے، بال بھی تھے میں نے کہا کیا تمام جنوں کی پیدائش اسی طرح ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں تمام جنوں کی پیدائش اسی طرح ہے اور یہ بھی کہا کہ تمام جنوں کو معلوم ہے کہ میں تمام جنوں سے زیادہ طاقتور ہوں۔ میں نے اس سے کہا کہ بھلا تو میری کھجوریں کیوں چرا چرا کر لے جاتا ہے؟ اور تجھے اس بات پر کس نے آمادہ کیا؟ اس نے کہا بَلَغَنِیْ اَنَّكَ تُحِبُّ الصَّدَقَةَ فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُصِيْبَ مِنْ طَعَامِكَ مجھے خبر پہنچی ہے کہ تم صدقہ کو پسند کرتے ہو تو میں نے اپنے جی میں کہا۔ میں اس سے کیوں محروم رہوں اور میں تمہارے صدقہ خوروں میں سے ہو جاؤں''۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تمہاری برائی سے کونسی چیز بچانے والی ہے؟ اس نے کہا جن و شیطان سے بچانے والی یہی آیت الکرسی ہے۔ میں نے اسے چھوڑ دیا اور صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر رات کا سارا واقعہ بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا۔ اس خبیث نہ یہ بات تو سچی کہی ہے (اسلامی خطبات ص ۸۲۰)

آیت الکرسی میں ۵۰ کلمے اور دس جملے ہیں

اس آیت میں اسم اعظم (الحی القیوم ہے اور پچاس کلمے ہیں اور ہر کلمہ میں پچاس برکتیں ہیں اس کے پڑھنے سے رنج و غم دور ہو جاتا ہے، روزی میں کشادگی ہوتی ہے (۱۸۲۱ اسلامی خطبات)

ام الفضلؓ کا خواب

حضرت عباسؓ کی زوجہ ام الفضلؓ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا یا رسول اللہ میں نے ایک بُرا خواب دیکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا وہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا گویا آپ کے بدن کا ایک ٹکڑا کاٹ ڈالا گیا اور میری گود میں رکھ دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم

نے اچھا خواب دیکھا ہے۔ فاطمہؓ کے لڑکا پیدا ہوگا وہ تمہاری گود میں آئے گا۔ چنانچہ اس کے بعد فاطمہؓ کے ہاں حسینؓ پیدا ہوئے۔ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مینڈھا ذبح کر کے ان کا عقیقہ کیا اور جب ان کے سر کے بال بنائے گئے تو ان کے بالوں کے ہم وزن چاندی خیرات کردی (نزہۃ المجالس ج ۲ص ۴۵۶)

ایک شخص نماز میں داڑھی سے کھیل رہا تھا

خشوع قلب کا عمل ہے۔ جب قلب میں خشوع کی صفت ہوگی تو جوارح پر اس کا اثر ضرور پڑے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہا تھا اور اپنی داڑھی سے کھیل رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس کے قلب میں خشوع ہوتا تو ایسا ہرگز نہ کرتا (حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ۔ تحفۃ العلماء ج ۱ص ۱۹۳)

نابینائی، جذام، فالج سے حفاظت

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ مجھ سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم صبح کی نماز پڑھ چکا کرو تو تین مرتبہ یہ پڑھ لیا کرو: سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ تو نابینائی اور جذام اور فالج سے عافیت میں رہوگی (اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے (نزہۃ المجالس ج ۱ص ۲۳۵)

ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زنا کی اجازت چاہی

ایک شخص نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے زنا کی اجازت دیجئے۔ لوگوں نے سن کر اس کو ڈانٹ بتلائی۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا بیٹھ۔ وہ بیٹھ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا کیا تو اپنی ماں کی نسبت زنا کو پسند کرتا ہے؟ اس نے کہا خدا کی قسم ہرگز نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو اپنی بہن کی نسبت پسند کرتا ہے؟ اس نے کہا خدا کی قسم ہرگز نہیں (لَا وَاللّٰہِ) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا تو اپنی پھوپھی کی نسبت پسند کرتا ہے؟ اس نے کہا ہرگز نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا اپنی خالہ کی نسبت پسند کرتا ہے؟ اس نے کہا خدا کی قسم ہرگز نہیں۔ اس کے بعد آپ نے اس کے اوپر اپنا داہنا ہاتھ رکھ کر فرمایا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَهٗ وَطَهِّرْ قَلْبَهٗ وَحَصِّنْ فَرْجَهٗ یعنی اے اللہ اس کے گناہ بخش دے اور اس کے دل کو پاک کردے اور اس کی شرمگاہ کو محفوظ رکھ۔ پھر اس کے بعد اس شخص کو کسی شئے کی طرف مطلق التفات باقی نہ رہا (نزہۃ المجالس جلد اول ص ۱۹۸)

قبلے کی طرف تھوکنے والے امام کی برطرفی

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ لوگوں کو نماز پڑھا رہا تھا۔ اس نے قبلہ کی طرف تھوک دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تم لوگوں کو نماز نہ پڑھایا کرے۔ اس کے بعد اس شخص نے نماز پڑھانے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے اس کو روکا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے آگاہ کیا۔ اس نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا[1]۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ راوی کا بیان ہے کہ مجھے خیال ہوتا ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ بے شک تو نے خدا اور رسول کو ایذا دی۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے (ص ۱۵۷)

اَنْتَ وَمَالُكَ لِاَبِيْكَ

ایک شخص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے باپ کی مال لے لینے کی شکایت کرتا ہوا آیا۔ باپ کہنے لگا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کمزور تھا اور میں غنی تھا میں اپنے ملک (مال) میں سے اسے کسی چیز سے منع نہ کرتا تھا۔ آج میں کمزور ہو گیا ہوں اور یہ قوی ہے۔ میں محتاج ہو گیا ہوں اور یہ غنی ہے اور مجھے اپنا مال دینے میں بخل کرتا ہے[2]۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی پتھر یا ڈھیلا بھی اسے سنے گا تو رونے لگے گا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکے سے کہا تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔ (نزہۃ المجالس ج ۲ ص ۲۵۱)

حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت داؤد علیہ السلام کو اپنی عمر کے چالیس سال دئے تھے

حاکم کی ابوہریرہؓ والی مرفوع روایت ہے کہ اللہ پاک نے آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا تو ان کی پشت سے تمام روحیں جو قیامت تک آنیوالی ہیں چیونٹیوں جیسی نکل آئیں پھر اللہ نے ان میں سے ہر ایک کی پیشانی پر نور کی چمک رکھی۔ پھر انہیں آدم علیہ السلام پر پیش کیا۔ آدم علیہ السلام نے پوچھا اے رب یہ کون ہیں؟ فرمایا یہ تمہاری اولاد ہے۔ پھر آدم ان میں سے ایک شخص کی پیشانی پر نور دیکھ کر متعجب ہو کر بولے اے رب یہ کون ہیں؟ فرمایا یہ تمہارے بیٹے داؤد ہیں جو آخری قوموں میں ہوں گے۔ پوچھا انکی عمر کیا ہے؟ فرمایا ساٹھ سال۔ بولے انہیں میری عمر میں سے چالیس

---

[1] کہ آپ نے ایسا فرمایا ہے؟

[2] اور اس بارے میں اپنے کچھ اشعار بھی سنائے ۱۲ عارف

سال اور دے دیجئے۔ فرمایا پھر تو لکھ کر مہر لگا دی جائے گی اور تبدیلی نہیں ہوگی۔ پھر جب حضرت آدم علیہ السلام کی عمر پوری ہوگئی تو ملک الموت ان کے پاس آئے۔ بولے ابھی تو میری عمر کے چالیس سال باقی ہیں۔ فرشتے نے کہا کیا وہ تم نے اپنے بیٹے داؤد کو نہیں دیئے تھے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے انکار کیا۔ لہٰذا ان کی اولاد میں بھی یہی عادت ہے۔ یعنی آپ بھول گئے اور آپ کی اولاد میں بھول جانے کی عادت ہے۔ اور آپ سے غلطی ہوگئی اس لئے آپ کی اولاد میں بھی غلطی کی عادت ہے (ترمذی حسن صحیح، کتاب الروح ص ۲۵۰)۔

ایک شخص نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر سجدہ کیا۔ روحیں خواب میں ملاقات کرتی ہیں

حضرت خزیمہؓ کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا جیسے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر میں سجدہ کر رہا ہوں۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب سنایا تو فرمایا کہ روح روح سے ملاقات کرتی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر (مبارک) اٹھا لیا اور میں نے آپ کی پیشانی پر اپنی پیشانی رکھ دی (نسائی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ روحیں خواب میں ملاقات کرتی ہیں۔ اوپر حضرت ابن عباسؓ کا قول گزر چکا ہے کہ خواب میں مُردوں اور زندوں کی روحیں ملاقات کر لیتی ہیں۔ اور آپس میں ایک دوسری سے پوچھ گچھ کر لیتی ہے۔ پھر اللہ مُردوں کی روحیں روک لیتا ہے ('' ۲۸۱)

عبداللہ بن عمرو بن حرامؓ کی قبر سے تلاوت کی آواز

حضرت طلحہؓ والی حدیث ہی ہے کہ ایک دفعہ میں غابہ میں اپنے کھیتوں پر گیا، رات ہوگئی۔ میں عبداللہ بن عمرو بن حرام کی قبر کے پاس ٹھہر گیا۔ میں نے قبر سے قرآن پاک کی بہترین قرأت اپنے کانوں سے سنی۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عبداللہ ہیں۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ نے ان کی روحیں قبض کر کے زبرجد یا یاقوت کی قندیلوں میں رکھ دیں۔ پھر انہیں جنت کے درمیان لٹکا دیا۔ رات کو ان کی روحیں لوٹا دی جاتی ہیں پھر صبح کو اسی جگہ چلی جاتی ہیں جہاں ٹھہری ہوئی ہیں۔ اس میں چار دلائل ہیں۔ روحیں قندیل میں ہیں۔ روحیں ایک جگہ سے دوسرے جگہ منتقل بھی ہوتی ہیں۔ روحیں قرآن بھی پڑھتی ہیں اور باتیں کرتی ہیں۔ اور روحیں ایک مکان میں رہتی ہیں ('' ص ۲۸۲)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جوان اور بوڑھے کو ایک سوال کے مختلف جواب

مشہور روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حلقۂ احباب میں تشریف فرما تھے اتنے میں ایک نو

عمر نوجوان آدمی آیا اور آکر اس نے یہ مسئلہ پوچھا کہ روزے کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ (کیا) آدمی لے سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ وہ سن کر چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک کہن سال معمر آدمی آئے اور بجنسہٖ (اسی طرح) سوال کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اس کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہاں! لے سکتا ہے۔ ایک ہی مجلس کے ایک ہی سوال کے قطعاً منفی و مثبت دو جواب جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیئے تو صحابہؓ ہی کا بیان ہے کہ: نَظَرَ بَعْضُنَا اِلٰی بَعْضٍ ہم میں ہر ایک دوسرے کو دیکھنے لگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد مجمع کو مخاطب کر کے فرمانا شروع کیا کہ: ''تم لوگ باہم ایکدوسرے کو جس وجہ سے دیکھ رہے ہو، میں اس کو سمجھ رہا ہوں۔ بات یہ ہے کہ بوڑھا آدمی اپنے آپکو قابو میں رکھ سکتا ہے'' (مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۵) مقصد مبارک یہ تھا کہ جوانوں کو اگر اجازت دی جائے گی تو ان کے لئے خطرہ ہے آگے بڑھ جانے کا اس لئے جوان کو تو میں نے اجازت نہیں دی اور بوڑھے بیچارے کے متعلق اس کا خطرہ نہ تھا اس لئے ان کو اجازت دیدی گئی (الازھار شرح کتاب الآثار ج ا ص ۸۶)

پورے سلام پر تیس نیکیاں

حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں تشریف فرما تھے: ایک صحابی تشریف لائے اور کہا ''السلام علیکم'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا ''دس'' اس کے بعد دوسرے صحابی آئے اور آکر سلام کیا ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا ''بیس''۔ اس کے بعد تیسرے صحابی آئے اور آکر سلام کیا ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا ''تیس''۔ آپ کا مطلب یہ تھا کہ السلام علیکم کہنے میں انسان کو دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنے میں بیس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہنے میں تیس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ اگرچہ سلام کی سنت صرف السلام علیکم کہنے سے ادا ہو جاتی ہے (ابوداؤد۔ کتاب الادب۔ باب کیف السلام حدیث ۵۱۹۵) اصلاحی خطبات ج ۶ ص ۱۸۶)

یہودیوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو السام علیکم کہنا

ایک مرتبہ یہودیوں کی ایک جماعت نے آکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح سلام کیا ''السام علیکم'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ الفاظ سنے تو ان کو غصہ آگیا اور جواب میں فرمایا: ''علیکم السام واللعنۃ'' یعنی تم پر ہلاکت اور لعنت ہو۔ دو لفظ بول دیئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ترکی بترکی جواب دیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا مَھْلًا یَا عَائشه اے عائشہ رک جاؤ اور نرمی سے کام لو۔ پھر فرمایا اِنَّ اللّٰه يُحبُّ الرِّفْقَ فِي الْاَمْرِ كُلِّهٖ اللہ تعالیٰ ہر معاملے میں نرمی کو پسند فرماتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ کیسے گستاخ ہیں کہ آپ سے خطاب کرتے ہوئے السام علیکم کہہ رہے ہیں اور ہلاکت کی بددعا کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! کیا تم نے نہیں سنا کہ میں نے ان کے جواب میں کیا کہا! جب انہوں نے السام علیکم کہا تو میں نے جواب میں کہا ''وعلیکم'' مطلب یہ ہے کہ جو بددعا تم ہمارے لئے کر رہے ہو اللہ تعالیٰ وہ تمہارے حق میں قبول کر لے۔ پھر آپ نے فرمایا ''یا عائشہ! مَا كَانَ الرِّفْقُ فِي شَيْءٍ اِلَّا زَانَهٗ وَ لَا نُزِعَ عَنْ شَيْءٍ اِلَّا شَانَهٗ اے عائشہ نرمی جس چیز میں بھی ہوگی اس کو زینت بخشے گی اور جس چیز سے نکال دی جائے گی اس کو عیب دار کر دے گی۔ اس لئے معاملہ حتی الامکان نرمی سے کرنا چاہئے۔ (''ص ۱۹۲)

الفاظ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں رد و بدل منع ہے

ایک صحابی کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعا سکھائی اور فرمایا کہ جب رات کو سونے کا ارادہ کرو تو سونے سے پہلے یہ دعا پڑھ لیا کرو، اس دعاء کے اندر یہ الفاظ بھی تھے: اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ وَبِنَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ ''یعنی میں ایمان لایا اس کتاب پر جو آپ نے نازل فرمائی اور اس نبی پر ایمان لایا جن کو آپ نے بھیجا''۔

چند روز بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی سے فرمایا کہ جو دعا میں نے تم کو سکھائی تھی وہ دعا مجھے سناؤ۔ کیسا پڑھتے ہو؟ ان صحابی نے دعا سناتے وقت ایک لفظ تھوڑا سا بدل دیا۔ اور دعا اس طرح سنائی کہ: اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ وَ بِرَسُوْلِكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ اس دعا میں لفظ ''نبی'' کی جگہ رسول کا لفظ پڑھ لیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہی لفظ کہو جو میں نے سکھایا تھا۔ اگرچہ نبی اور رسول کے لفظ میں کوئی خاص فرق نہیں ہے اصطلاحی فرق کے اعتبار سے بھی رسول کا درجہ نبی کے مقابلے میں بلند ہے۔ لیکن اس کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؟ کہ جو الفاظ میں نے سکھائے ہیں وہی الفاظ کہو۔ (''۲۱۸)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کتے والے گھر تشریف نہیں لے گئے

علامہ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک صحابیؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ ان کے پڑوسی نے شکایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے گئے اور ہمارے ہاں نہیں آئے؟ فرمایا تمہارے گھر میں کتا ہے۔ اس صحابیؓ نے کہا آپ جس گھر میں تشریف لے گئے تھے اس میں بلی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّمَا الْهِرَّةُ سَبُعٌ (بلی درندہ ہے)

(نصب الرایہ ص ۱۳۵ ج ا بحوالہ خزائن السنن ص ۱۹۴ ج ا۔شرح اردو کتاب الآثار ص ۳۳۰)

حضرت جعفر طیارؓ کی شہادت

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچازاد بھائی جعفر بن ابی طالبؓ کو جو جنگ موتہ میں شہید کر دیئے گئے کو دیکھ کر فرمایا: رَأَيْتُ جَعْفَرَ يَطِيْرُ بجناحيه فِي الجنة (ترمذی شریف) میں نے دیکھا کہ جعفر اپنے دونوں پروں کیساتھ اڑ رہا ہے۔اس کی تشریح میں قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: جعفر طیارؓ اپنے بدن کے ساتھ اڑ رہے تھے'' (کوکب دری ج ۲ ص ۳۱۵) اسی مشاہدۂ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے پوری تفصیل کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے یوں روایت فرمایا ہے۔'' ایک دن جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہی اسماء بنت عمیس بیٹھی تھیں کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَعَلَيْكُمُ السَّلَام پھر حضرت اسماء سے فرمایا کہ اگر چہ بظاہر کوئی سلام دینے والا تجھے نظر نہیں آتا مگر بات یہ ہے کہ ابھی حضرت جعفرؓ، جبریل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام کے ہمراہ یہاں سے گزرے اور ہم کو سلام کیا جس کا میں نے جواب دیا، جعفر نے مجھے سلام کرنے کے بعد اپنا سارا واقعہ سنایا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دونوں کٹے ہوئے ہاتھوں کے بدلے میں دو پر عطا فرمائے ہیں جن کے ساتھ میں جنت میں جہاں چاہتا ہوں جاتا ہوں اور جو چاہوں اس کے پھلوں سے کھاتا ہوں۔ اسماء نے کہا پھر تو جعفر کتنا خوش نصیب ہے۔مگر میں خیال کرتی ہوں کہ لوگ شاید اس بات کو نہ مانیں تو اگر آپ جلسہ عام میں فرمائیں تو بہتر رہے گا۔ چنانچہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور منبر پر رونق افروز ہو کر سارا واقعہ بیان فرمایا (شرح الصدور ص ۱۰۲۔بحوالہ رحمت کائنات ص ۵۶،۵۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے بچہ بولنے لگا

حجۃ الوداع میں ایک عورت اپنے بچے کو لیکر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی ''یارسول اللہ! میرا بچہ کوئی بات نہیں کرتا''۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگا کر ہاتھ دھویا اور کلی کی اور فرمایا کہ اس پانی میں سے کچھ اس بچے پر چھڑک دو اور کچھ اسے پلا دو۔دوسرے سال وہ عورت آئی تو اس نے بیان کیا کہ اس پانی کی برکت سے بچہ خوب باتیں کرنے لگا (سنن ابن ماجہ بحوالہ معجزات سرور کونین، مرتبہ طالب ہاشمی ص ۱۸۲)۔

حضرت عمر فاروقؓ کا منکر نکیر کو جواب دینے میں اظہار اعتماد

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) حضرت عمر فاروقؓ کو ارشاد فرمایا: عمر! تو اُس

وقت کیا جواب دے گا جب تیرے پاس قبر میں دو جوان (منکر نکیر) آئیں گے ان کے دانت اتنے لمبے ہوں گے کہ زمین کھود یں گے۔ لمبے لمبے بال ہونگے، آنکھوں میں بجلی کی چمک اور آواز میں رعد کی کڑک ہوگی، ان کے پاس اتنے بھاری ہتھوڑے ہوں گے کہ زمین کے سارے آدمی بھی مل کر ان کو اٹھا نہ سکیں گے۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا۔ وَاَنا علٰی ما انا علیه الیوم یعنی کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں اس وقت بھی اسی حالت میں ہوں گا جس میں آج ہوں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَانتَ علٰی مَا انتَ علیه الیَوم یعنی تو جس حال میں آج ہے اسی حالت میں اس وقت بھی ہوگا۔ تو پھر حضرت عمرؓ نے عرض کیا اِذاً اَکفِیهِمَا انشاء اللّٰه۔ یعنی پھر تو میں انشاء اللہ ان کے لئے کافی ہوں گا (رحمت کائنات ص ۱۱۹ بحوالہ مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۸۳) اور امام منذری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الترغیب والترغیب میں یوں روایت کیا ہے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا: اَتُرَدُّ عَلَیْنَا عُقولنا یا رسولَ اللّٰه یعنی کیا ہم پر ہمارے عقل پھر واپس لوٹا دیئے جائیں گے"۔ تو سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نَعَمْ کَهَیْئَتِكَ الْیَوم: ہاں جس حال اور جس شکل میں تو آج ہے ("ص ۱۲۰)

ایک اعرابی کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تلوار اٹھانا

اس آیت (والله یعصمك من الناس) کے نزول سے پہلے صحابہ کرامؓ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت فرمایا کرتے تھے۔ مگر اس کے نزول کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روک دیا۔ اور اس کا عملی مظہر یہ ہوا کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نجد کی طرف کے ایک غزوہ سے واپسی پر صحابہ کرام سے الگ ہو کر اس وقت کی بارش سے بھیگے ہوئے کرتہ مبارک کو اتار کر ایک پودے کے نیچے آرام فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی نے موقع پا کر آپ کی اس تلوار کو جو پودے کے ساتھ لٹکی ہوئی تھی ہاتھ میں لیکر کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) بتا اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پہلی دفعہ فرمایا "اللّٰه"، تو اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تلوار سونت کر اس سے فرمایا کہ اب تجھے کون بچائے گا؟ تو اس نے کہا مجھے اب کوئی نہیں بچا سکتا۔ اسی کے متعلق قسطلانی نے فرمایا ہے کہ مسلمان ہو کر اپنی قوم میں چلا گیا اور اس کی تبلیغ پر بہت سے لوگ مشرف بہ اسلام ہو گئے (آسان تفسیر سورۃ مائدہ ص ۱۳۸)

قبیلہ عُرینہ کے غداروں کو عبرتناک سزا

قبیلہ عرینہ کے کچھ لوگ مدینہ منورہ آئے۔ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بیمار ہونے پر انکو اونٹوں کے اصطبل میں بھیج دیا تا کہ وہاں جا کر دودھ وغیرہ استعمال کریں۔ انہوں نے اصطبل کے

محافظ کو قتل کر ڈالا اور اونٹ لیکر بھاگ گئے اور اسلام چھوڑ کر مرتد ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گرفتار کروا کر انکے ہاتھ پاؤں کاٹ کر ان کی آنکھوں میں لوہے کی سلائی گرم کر کے پھرا دی اور پھر ان کو گرم ریت پر پھینکوا دیا حتیٰ کہ وہ اسی طرح ہلاک ہو گئے۔'' اور یہ بات اسلام کی عظمت کے عین مطابق ہے جبکہ اسلام دین کامل ہے اور سب دینوں سے افضل ہے تو ایک آدمی اس کو قبول کر کے چھوڑ دے تو اس نے اسلام کے خلاف سازش کا ارتکاب کیا اس لئے وہ سنگین سزا کا مستحق ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھ لی جائے کہ ایک آدمی پاکستان کا باشندہ نہیں کسی اور ملک کا باشندہ ہے اس کو پاکستان کی شہریت قبول کرنے کیلئے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن جونہی اس نے پاکستان کی شہریت قبول کر لی۔ اب اس کے لئے پاکستانی قانون کا احترام اور اس پر عمل کرنا ضروری ہو جائیگا۔ اگر وہ ظاہراً خفیہ طور پر پاکستان کے خلاف سرگرم عمل ہوگا تو ان کو سزا دی جائے گی (آسان تفسیر سورۃ البقرہ ص ۲۹۱)

قرآن کریم میں جہاں ظلمات اور نور کا لفظ آیا ہے۔ اس سے مراد کفر اور ایمان ہے صرف سورہ الانعام میں جو فرمایا اس سے مراد رات اور دن ہے ("۲۹۲)

صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کی قرآن خوانی کی اصلاح

حدیث شریف میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی رات کے وقت مختلف صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حالات دیکھنے کے لئے نکلتے تھے کہ کون کیا کر رہا ہے۔ ایک مرتبہ تہجد کے وقت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے نکلے اور حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس سے گزرے آپ نے دیکھا کہ وہ عاجزی کے ساتھ نہایت آہستہ آواز سے تہجد کی نماز میں تلاوت کر رہے ہیں۔ آگے جا کر دیکھا کہ حضرت فاروق اعظمؓ تہجد پڑھ رہے ہیں اور اس میں بلند آواز سے قرآن کریم کی تلاوت کر رہے ہیں اور ان کی تلاوت کی آواز باہر تک سنائی دے رہی تھی۔ خیر آپ یہ دیکھتے ہوئے واپس تشریف لے آئے۔ بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظمؓ دونوں کو اپنے پاس بلایا، اور پہلے صدیق اکبرؓ سے فرمایا کہ میں رات کو تہجد کے وقت سے تمہارے پاس سے گزرا تو تم بہت آہستہ آواز سے تلاوت کر رہے تھے، آپ اتنی آہستہ آواز سے کیوں تلاوت کر رہے تھے؟ اس کے جواب میں حضرت صدیق اکبرؓ نے کیا خوبصورت جملہ ارشاد فرمایا کہ: اَسْمَعْتُ مَنْ نَاجَيْتُ یارسول اللہ! جس ذات سے میں مناجات کر رہا تھا، جس سے تعلق قائم کیا تھا، جس ذات کو میں سنانا چاہتا تھا اس کو تو سنا دیا، اب آواز بلند کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس لئے میں آہستہ تلاوت کر رہا تھا۔ پھر حضرت فاروق اعظمؓ سے پوچھا تم زور زور سے تلاوت کر رہے تھے اس کی کیا وجہ تھی؟ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ: اِنِّي اُوْقِظُ الْوَسْنَانَ وَاَطْرُدُ الشَّيْطَانَ میں زور سے اس لئے تلاوت کر رہا تھا کہ جو لوگ پڑے سو رہے تھے وہ بیدار ہو جائیں (اور تہجد میں مشغول ہو جائیں) اور شیطان بھاگ

جائے۔ اس لئے جتنی زور سے تلاوت کروں گا شیطان بھاگے گا، اس لئے میں زور سے تلاوت کررہا تھا۔

اب ذرا دیکھئے کہ دونوں کی باتیں اپنی اپنی جگہ درست ہیں، صدیق اکبرؓ کی بات بھی صحیح کہ میں تو اللہ تعالیٰ کو سنا رہا ہوں کسی دوسرے کو سنانے کی کیا ضرورت ہے؟ اور فاروق اعظمؓ کی بات بھی درست کہ میں سونے والوں کو جگا رہا تھا شیطان کو بھگا رہا تھا، لیکن اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے ابوبکر! تم نے اپنی سمجھ سے یہ راستہ اختیار کیا کہ بہت آہستہ تلاوت کرنی چاہئے۔ اور اے فاروق! تم نے اپنی سمجھ سے یہ راستہ اختیار کیا کہ زور سے تلاوت کرنی چاہئے۔ لیکن تم دونوں نے چونکہ اپنی اپنی سمجھ سے یہ راستہ اختیار کیا تھا، اس لئے یہ پسندیدہ نہیں ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ نہ زیادہ زور سے تلاوت کرو اور نہ زیادہ آہستہ تلاوت کرو بلکہ معتدل آواز سے تلاوت کرو، اسی میں زیادہ نور اور برکت ہے اور اسی میں زیادہ فائدہ ہے، اس کو اختیار کرو۔ (ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ۔ باب رفع الصوت بالقرآن فی صلوٰۃ۔۔۔۔ حدیث نمبر ۱۳۲۹)

معلوم ہوا کہ عبادت کے اندر اپنی طرف سے کوئی راستہ اختیار کرلینا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ نہیں۔ جتنا اللہ اور اللہ کے رسول کا بتایا ہوا راستہ پسندیدہ ہے۔ بس: جو راستہ ہم نے بتایا ہے وہ راستہ اختیار کرو، اس میں جو نور اور فائدہ ہے وہ کسی اور میں نہیں۔

دین کی ساری روح یہ ہے کہ اطاعت اور عبادت اللہ اور اللہ کے رسول کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق کرنی ہے، اپنی طرف سے کوئی طریقہ گھڑ لینا درست نہیں۔ (اصلاحی خطبات جلد اول ص ۲۱۱، ۲۱۲)

بعض لوگ جب قسم کھالیتے ہیں تو خدا اسے پورا کردیتا ہے

ایک عورت نے دوسری کا دانت توڑا

حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ دو عورتوں میں جھگڑا ہوگیا، اور جھگڑے میں ایک عورت نے دوسری عورت کا دانت توڑ دیا، اور اسلامی قانون یہ ہے کہ دانت کے بدلے دانت، جب یہ سزا سنائی گئی تو وہ عورت جس کا قصاص میں دانت توڑنے کا فیصلہ ہوا تھا، اس کے سرپرست نے کھڑے ہوکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ کہہ دیا: وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا تُكْسَرُ ثَنِیَّهَا۔ یارسول اللہ! میں قسم کھاتا ہوں کہ اس کا دانت نہیں ٹوٹے گا۔ اس کا مقصد معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر اعتراض کرنا نہیں تھا، اور نہ عناد تھا بلکہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرکے اس نے کہا کہ حالات ایسے پیدا ہوجائیں گے کہ انشاء اللہ اس کا دانت نہیں ٹوٹے گا چونکہ اس کا جذبہ معاندانہ نہیں تھا، اور نہ آپ کے فیصلے پر اعتراض مقصود تھا۔ اس لئے آپ نے اس کی بات کا برا نہیں مانا۔ جہاں اسلام میں یہ قاعدہ ہے

کہ دانت کے بدلے دانت، آنکھ کے بدلے آنکھ، وہاں اسلام نے یہ بھی رکھا ہے کہ اگر ورثاء معاف کر دیں، یا صاحبِ حق معاف کر دے تو پھر قصاص ساقط ہو جاتا ہے۔ اور پھر بدلہ لینے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ جس عورت کا دانت ٹوٹا تھا اس کے دل میں بات آ گئی اور اس نے کہا میں معاف کرتی ہوں، اور اس کا دانت نہیں تڑوانا چاہتی۔ چنانچہ اس کے معاف کرنے سے قصاص ختم ہو گیا۔ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ اللہ کے یہاں بڑے محبوب ہوتے ہیں۔ اور ظاہری حالت انکی یہ ہوتی ہے کہ ان کے بال پراگندہ، دیکھنے میں کمزور، اور اگر لوگوں کے دروازے پر جائیں تو لوگ دھکا دے کر نکال دیں لیکن اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کی ایسی عزت ہوتی ہے کہ اللہ پر اگر کوئی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا کر دیں۔ اور یہ شخص بھی ایسا شخص ہے کہ اس نے قسم کھائی تھی کہ اس کا دانت نہیں توڑا جائے گا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم پوری کر دی اور وارثوں نے خود ہی معاف کر دیا۔ (صحیح بخاری کتاب الصلح، باب الصلح فی الدیۃ حدیث نمبر ۲۷۰۳، بحوالہ اصلاحی خطبات ج ۲ ص ۱۹۶)

میدان اُحد میں حضرت ابو دجانہؓ کی جاں نثاری اور پاسِ ادب

میدان اُحد میں حضرت ابو دجانہؓ نے دیکھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تیر برسائے جا رہے ہیں، تیروں کی بارش ہو رہی ہے، حضرت ابو دجانہؓ یہ چاہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آڑ بن جائیں۔ لیکن اگر ان تیروں کی طرف سینہ کر کے آڑ بنتے ہیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پشت ہو جاتی ہے اور یہ گوارا نہیں کہ میدان جنگ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پشت ہو جائے۔ چنانچہ آپ نے اپنا سینہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور پشت کفار کے تیروں کی طرف کر دی اور اس طرح تیروں کو اپنی پشت پر لے رہے تھے تاکہ جنگ کے میدان میں بھی یہ بے ادبی نہ ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پشت ہو جائے (اصلاحی خطبات ج ۲ ص ۱۶۳)

حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کا سادہ نکاح

حضرت عبدالرحمان بن عوف جلیل القدر صحابی ہیں اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ آپؓ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ انکی قمیص کے اوپر زرد نشان اور رنگ لگا ہوا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تمہاری قمیص پر یہ زرد نشان کیسا لگا ہوا ہے؟ انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ایک خاتون سے نکاح کر لیا ہے۔ اور نکاح کے وقت ایک خوشبو لگائی تھی۔ اور یہ خوشبو کا نشان ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَعَلَيْكَ اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ اللہ تعالیٰ اس میں

تمہارے لئے برکت عطا فرمائیں، ولیمہ کرلو چاہے وہ ایک بکری سے کیوں نہ ہو (صحیح بخاری کتاب البیوع حدیث ۲۰۴۸) اس حدیث میں غور کرنے کی بات ہے کہ صحابی مذکور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے انتہائی قریبی صحابی ہیں لیکن نکاح کی تقریب میں صرف یہ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا نہیں بلکہ ذکر تک نہیں کیا، اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کی خبر سنی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شکایت نہیں کی تم اکیلے نکاح کر کے بیٹھ گئے۔ ہمیں بلایا تک نہیں۔ اس لئے کہ شریعت نے نکاح کی تقریب پر سرے سے کوئی شرط اور قید عائد نہیں کی۔

جب بندہ نماز میں خدا کی طرف متوجہ رہتا ہے

حضرت جابرؓ کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کوئی شخص نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو اللہ بھی اپنا رخ اس کی طرف کر لیتا ہے پھر جب آدمی رخ پھیر لیتا ہے تو اللہ فرماتا ہے اے ابن آدم کس کی طرف تو رخ پھیرتا ہے مجھ سے بہتر کون ہے؟ میری طرف رخ کر، جب آدمی دوبارہ روگردانی کرتا ہے تو اللہ وہی پہلی بات فرماتا ہے جب تیسری بار آدمی منہ پھیر لیتا ہے تو اللہ بھی اس کی طرف سے رخ پھیر لیتا ہے (رواہ البزار۔ تفسیر مظہری ج ۱۲ ص ۳۲۷)

منیٰ کے غار میں حضور کی مجلس پر سانپ کا حملہ

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ کے غار میں تھے اچانک سورت مرسلات نازل ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پڑھتے جاتے تھے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک منہ سے اس کو سنتا جاتا تھا، آپ کا دہن مبارک اس سورت کی حلاوت سے رطب (شاداب) ہو رہا تھا کہ اچانک ایک سانپ نے ہم پر حملہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم دیا، ہم اس کی طرف جھپٹے، وہ نکل بھاگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جس طرح تم اس کے شر سے محفوظ رہے وہ بھی تمہارے شر سے محفوظ ہو گیا (ابن کثیر) بحوالہ معارف القرآن ج ۸ ص ۶۴۴)

شیطان نے کھایا ہوا کھانا قے کر دیا

ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک آدمی بغیر بسم اللہ کے کھانا کھا رہا تھا حتی کہ ایک لقمہ باقی رہ گیا جب اس کو اپنے منہ کے قریب لے گیا تو بسم اللہ اولہ واخرہٗ پڑھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا پڑے اور فرمایا: شیطان اس کے ساتھ کھا رہا تھا پس جب اس نے بسم اللہ پڑھی تو (شیطان نے) سب کچھ قے کر دیا۔ رواہ ابوداؤد۔ مرقاۃ ج ۲ ص ۱۸۲)

اسرافیل علیہ السلام نے منہ میں صور لے رکھا ہے

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں کیسے خوشیوں والی زندگی گزاروں اور حال یہ ہے کہ صور میں پھونکنے والے نے منہ میں صور لے رکھا ہے اور کان لگائے رکھے ہیں اور اپنی پیشانی کو جھکا رکھا ہے اور اس انتظار میں ہے کہ کب صور میں پھونکنے کا حکم دیدیا جائے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ (اللہ ہمیں کافی ہے اور اچھا کارساز ہے) پڑھا کرو (رواہ الترمذی، تفسیر انوار البیان ج ۶ ص ۵۲۹)

ابراہیم علیہ السلام کے باپ کی شکل مسخ ہو کر دوزخ میں پھینکا جائے گا

حدیث میں ہے کہ محشر میں ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے کہ خداوند تیرا وعدہ ہے کہ مجھے رسوا نہ کرے گا۔ مگر اس سے زیادہ کیا رسوائی ہوگی کہ آج میرا باپ سب کے سامنے دوزخ میں پھینکا جائے۔ اسی وقت ان کے باپ کی صورت مسخ ہو کر ضَبُع[1] (کفتار۔ بجو) کی سی ہو جائے گی اور فرشتے گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیں گے۔ شاید یہ اس لئے ہو کہ لوگ اسے پہچان نہ سکیں کیونکہ رسوائی کا دارومدار شناخت پر ہے جب شناخت نہ رہے گی کہ کیا چیز دوزخ میں پھینکی گئی، پھر بیٹے کی رسوائی کا کچھ مطلب نہیں (تفسیر عثمانی ص ۲۷۲ سعودی چھاپ)

دوزخ کی گہرائی

حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہم موجود تھے کہ اچانک دھما کہ سنا۔ جناب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ فرمایا یہ ایک پتھر ہے جسے ستر سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا۔ اب وہ اس کی گہرائی تک پہنچا۔ (مکاشفۃ القلوب للامام الغزالی رحمتہ اللہ علیہ ص ۳۳۴)۔

مسجد نبوی میں میراثِ نبوی کی تقسیم

حضرت ابو ہریرہؓ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ بازار میں داخل ہوئے اور (لوگوں سے) فرمایا: میں تمہیں یہاں دیکھ رہا ہوں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث مسجد میں تقسیم ہو رہی ہے۔ لوگ مسجد میں گئے اور بازار کو چھوڑ دیا مگر (وہاں جا کر) کوئی میراث نہ دیکھی۔ انہوں نے حضرت

---

[1] پشتو میں کوگ کہتے ہیں۔ عارف

ابو ہریرہؓ سے دریافت کیا ہم نے مسجد میں کوئی میراث تقسیم ہوتے نہیں دیکھی۔ انہوں نے فرمایا: پھر تم نے کیا دیکھا؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک قوم کو دیکھا جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہی ہے اور قرآن مجید پڑھ رہی ہے۔ انہوں نے فرمایا: یہی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث ہے (''۴۰۴)

قیامت سے پہلے قرآن کے حروف اٹھا لئے جائیں گے

ابن ماجہ کی بعض روایات میں ہے کہ قرآن کے حروف اٹھا لئے جائیں گے مگر یہ بالکل آخر میں ہوگا جس وقت زمین و آسمان کو توڑنا مقصود ہوگا تو پہلے قرآن کے حروف اٹھا لئے جائیں گے۔ (درس بخاری للعلامہ عثمانی نور اللہ مرقدہٗ ج ا ص ۳۶۳)۔

عذاب قبر کا ایک کوڑا

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''مشکل الآثار'' میں ایک روایت بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک گنہگار آدمی کو مرنے کے بعد قبر میں دفن کیا گیا تو فرشتوں کو حکم ہوا کہ اس آدمی کو سو (۱۰۰) کوڑے لگاؤ۔ یہ سزا سن کر وہ شخص چلانے لگا کہ وہ اتنی سخت سزا کا کیسے متحمل ہو سکے گا۔ اس کی حالت دیکھ کر فرشتوں کو بھی ترس آ گیا اور انہوں نے بارگاہ رب العزت میں اتنی سخت سزا کی معافی کی درخواست کی۔ ادھر سے حکم ہوا کہ اچھا سو (۱۰۰) کی بجائے اس گنہگار کو صرف ایک کوڑا مار دو۔ جب فرشتوں نے حکم کی تعمیل میں اس مردے کو ایک ہی کوڑا لگایا تو یہ کوڑا اس قدر شدید تھا کہ پوری قبر میں آگ بھڑک اٹھی۔ جب اس مردے کی حالت کچھ سنبھلی تو اس نے فرشتوں سے دریافت کیا کہ مجھے یہ سزا کس جرم کی پاداش میں دی گئی ہے۔ تو فرشتوں نے بتایا کہ تمہیں یہ سزا دو وجوہات کی بناء پر دی گئی ہے۔ ایک وجہ یہ ہے کہ تو زندگی میں بغیر طہارت کے نماز ادا کرتا تھا، اور تمہارا دوسرا جرم یہ ہے کہ ایک دفعہ تم کسی راستے پر سے گزر رہے تھے تمہارے سامنے کسی مظلوم پر ظلم ہو رہا تھا مگر تم نے اس مظلوم کی مدد نہ کی (خطبات سواتی ج سوم ص ۲۰۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جماعت کھڑی چھوڑ کر غسل کرنے گھر تشریف لے گئے اور واپس آ کر نماز پڑھائی

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نماز کے لئے اقامت کہی گئی لوگوں نے صفیں برابر کر لیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آگے بڑھ گئے حالانکہ آپ اس وقت جنابت کی حالت میں تھے پھر جب آپ کو یاد آیا کہ مجھے غسل کی ضرورت ہے تو فرمایا اپنی اپنی جگہ پر رہو،

پھر واپس گھر میں گئے اور غسل فرمایا پھر اس حالت میں تشریف لائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا اور آپ نے نماز پڑھائی (انتخاب بخاری شریف ج ۱ ص ۴۶۱)

عنبر مچھلی کا واقعہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کو تین سو آدمیوں پر امیر مقرر کر کے سیف البحر یعنی ساحل بحر کی طرف قبیلہ جُہینہ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔ سفر خرچ کیلئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تھیلہ کھجوروں کا مرحمت فرمایا جب وہ کھجوریں ختم ہوگئیں تو کھجوروں کی گٹھلیاں چوس چوس کر اور پانی پی پی کر جہاد کیا، جب یہ بھی نہ رہا تو درختوں کے پتے جھاڑ کر پانی میں تر کر کے کھانے لگے، بالآخر ایک روز دریا کے کنارے پہنچے، بھوک شدت سے لگی ہوئی ہے۔ اچانک ایک غیبی عنایت کا کرشمہ ہوا، دریا نے اپنے اندر سے باہر ایک اتنی بڑی مچھلی پھینکی جس کو تین سو آدمی اٹھارہ دن کھاتے رہے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ اسے کھا کر ہمارے جسم توانا اور تندرست ہو گئے، اس مچھلی کا نام عنبر تھا، حضرت ابوعبیدہؓ نے اس مچھلی کی پسلیوں میں سے ایک ہڈی لی اور اسے کھڑا کیا، لشکر میں سب سے بڑا آدمی چن کر سب سے بڑے اونٹ پر بٹھایا اور حکم دیا کہ اس ہڈی کے نیچے سے گزرو، گزرے تو سوار کا سر بھی اس ہڈے سے نہ لگا۔ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ واپس آئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اللہ کی طرف سے رزق تھا جو اس نے تمہارے لیے بھیجا تھا، اگر اس میں کچھ باقی ہو تو لاؤ، چنانچہ اس کا کچھ بچا ہوا گوشت لایا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تناول فرمایا۔ (ارشاد الرشید ج ۲ ص ۱۳۴)

دعا میں حد سے بڑھ جانے کی ممانعت

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مغفل صحابیؓ نے اپنے بیٹے کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا کہ اے اللہ! مجھے جنت کے داہنی جانب سفید محل عنایت فرمایئے۔ تو حضرت عبداللہ بن مغفلؓ نے فرمایا کہ اے بیٹے اللہ سے جنت کا سوال کر اور دوزخ سے پناہ مانگ (اور یہ سفید محل اور داہنی طرف اس قسم کی قیدیں اپنی دعا میں مت لگاؤ کیونکہ یہ حد سے بڑھ جانا ہے) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ عنقریب اس امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو طہارت کے بارے میں اور دعا کے بارے میں حد سے آگے بڑھ جائیں گے (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۷، ۱ ص ۱۹)

جنگ بدر کے موقع پر یَا حَیُّ یَا قَیُّوم کا ورد

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ غزوہ بدر کے موقع پر میں نے دشمنوں سے کچھ دیر جنگ کی،

پھر جلدی واپس آیا کہ دیکھوں آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کس شغل میں ہیں، میں آیا تو دیکھا کہ آپ سجدہ میں ہیں اور یا حی یا قیوم یا حی یا قیوم کہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض معروض کررہے ہیں۔ ان الفاظ سے زائد کچھ نہیں فرمارہے ہیں (لایزید علیھا) اس کے بعد میں پھر جنگ کے لئے چلا (ثم رجعت الی القتال) پھر واپس آیا (ثم جئت) تو دیکھا کہ آپ (اسی طرح) سجدہ میں ہیں اور مذکورہ کلمات کے ذریعے بارگاہ خداوندی میں عرض معروض کررہے ہیں۔ اس کے بعد میں پھر جنگ کے لئے چلا گیا، پھر واپس آیا تو دیکھا کہ آپ وہی الفاظ ادا فرمارہے ہیں اس کے بعد اللہ نے آپ کو فتح یابی نصیب فرمائی۔ (مجمع الزوائد ص ۱۴۷ ج ۱۰) ("۵۲،۵۱")

ماں اور خالہ کے ساتھ حُسنِ سلوک گناہوں کو مٹاتا ہے

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ایک بڑا گناہ کرلیا ہے تو کیا میری توبہ (قبول ہونے کی کوئی صورت) ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تیری والدہ (زندہ) ہے؟ عرض کیا نہیں۔ فرمایا کیا تیری خالہ ہے؟ عرض کیا ہاں (خالہ ہے) فرمایا بس تو اس کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہو (رواہ الترمذی) معلوم ہوا کہ ماں اور خالہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کو گناہوں کے معاف کرانے میں خاص دخل ہے (فضائل دعا ص ۱۷۷)

ایک دیہاتی صحابی کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عجیب وغریب گفتگو

صحاح ستہ میں روایت ہے کہ ایک گاؤں والا (شخص) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوا کہ اے اللہ کے رسول! میں ہلاک ہوا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ کیا بات ہوئی؟ عرض کیا: رمضان کے مہینہ میں دن ہی میں بیوی سے ہمبستری کرلی۔ ارشاد ہوا ایک غلام آزاد کرلے۔ عرض کیا مجھے تو صرف اپنی گردن پر ملکیت ہے (یعنی اس کی استطاعت نہیں) ارشاد ہوا۔ ساٹھ مساکین کو کھانا کھلادے۔ عرض کیا کہ میرے پاس تو ایک وقت کا بھی کھانا نہیں (ساٹھ مساکین کو کس طرح کھلادوں) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ صاع کھجور کا ٹوکرا منگوا کر ارشاد فرمایا کہ مساکین پر بانٹ دے۔ وہ عرض گزار ہوا کہ واللہ مدینہ کے اس کنارے سے اُس کنارے تک مجھ سے اور میرے اہل وعیال سے بڑھ کر کوئی ضرورت مند نہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا: خیر (چلو) تو ہی کھالے۔ (اشرف النوری شرح اردو قدوری ص ۱۷۲ حصہ اول مطبوعہ قدیمی کراچی)

﴿بکری پر رحم﴾

ایک شخص ایک بکری کو کان پکڑ کر کھینچے لئے جا رہا تھا۔ اسے دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا کان چھوڑ دے اور گردن پکڑ کر کے لے جا (ابن ماجہ) بحوالہ شرح اربعین نودی رحمۃ اللہ علیہ ص ۸۵)

پشتو: ﴿يهودي د ولادت نبوي پته اولګوله﴾

يعقوب بن سفيان د حضرت عائشے نه روايت کوي چي يو يهودي مکے مکرمے کښے په غرض د تجارت اوسيدلو، په کومه شپه چه نبي کريم عليه السلام پيدا شونو په مجلس کښے ئے د قريشو تپوس اوکړو چه په دے شپه کښے کوم ماشوم پيدا شوے دے؟ قريشو ورته اويل چه مونږ ته معلومات نيشته۔ يهودي ورته اوئيل ښه ده تحقيق اوکړئ بيا راشئ۔ په دے شپه دد امت نبي پيدا شوے دے۔ د هغه په شا (مبارکه) کښے مهر نبوت دے چه دے به دوه شپے پئ نه څکي څکه چه دده په خله (مبارکه) يو جني (پيري) ګوته ايخودے ده۔ خلق سمدستي د مجلس نه پاسيدل او په تحقيق سره ئے معلومه کړه چه د عبد الله بن عبد المطلب ځوئے پيدا شوے دے۔ يهودي اوئيل چه ما هم ورته بوځئ چه وے وينم۔ يهودي چه هر کله مهر نبوت اوليدو نو بے هوشه پريوتو، کله چه په هوش کښے شو نو وے وئيل چه نبوت د بني اسرائيلو نه ختم شو۔ اے قريشو والله چه دے به په تاسو د اسے حمله اوکړي چه د هغے خبر به د مشرق نه تر مغربه پورے خور شي۔ (فتح الباري شرح بخاري بحواله يواقيت الاعمال ص ۲۱۸)

﴿غازیوں کے لشکر میں نکلنے کا اجر﴾

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو جہاد کے لئے ایک لشکر میں روانہ فرمایا۔ یہ روانگی حملہ کے دن تھی۔ چنانچہ لشکر روانہ ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے سوچا کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جمعہ کی نماز پڑھ کر اپنے لشکر سے جا ملوں گا۔ چنانچہ وہ رک گئے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز سے فارغ ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو ارشاد فرمایا کہ اگر تم زمین کے تمام خزانے خرچ کر ڈالو تب بھی

اپنے ساتھیوں کی ایک صبح کی فضیلت کونہیں پا سکتے (ترمذی" ص ۱۳۹)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی بددعا ایک کتے پر

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جمعہ کے دن سنا جب آپ نے لوگوں کو عصر کی نماز پڑھائی اور پہلی دو رکعتوں کے تشہد میں بیٹھے تھے کہ ایک کتا گزرا، کہ آپ پر آپ کی نماز کو خراب کرے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے گزرنے کی فکر لاحق ہوگئی تو حضرت سعد بن ابی وقاص نے کتے پر بددعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی قدرت سے مار ڈالا۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز سے فارغ ہوئے تو کتے کو دیکھا جو ہلاک ہو چکا تھا۔ فرمایا تم میں سے اس کتے پر کس نے بددعا کی ہے؟ تو کسی نے جواب نہ دیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ پوچھا تو حضرت سعدؓ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر میری ماں اور باپ قربان ہوں میں نے بددعا کی ہے، مجھے ڈر حق ہوا کہ وہ آپ کی نماز کو خراب کرے گا، اس لئے میں نے بددعا کی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اے سعد تمنے کس طرح سے اس پر بددعا کی ہے؟ تو حضرت سعد نے عرض کیا ان الفاظ کے ساتھ: اس کتے کو ہلاک کردے پہلے اس کے کہ یہ تیرے نبی کی نماز کو خراب کرے۔ تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے سعد تو نے ایسے دن میں اور ایسی گھڑی میں ایسے کلمات کے ساتھ دعا کی ہے کہ اگر تو آسمانوں اور زمین کی مخلوق پر بددعا کرتا تو تیری یہ دعا بھی قبول ہوتی۔ پس اے سعد خوش ہو جا۔ (مجمع الزوائد ۱۰/ ۱۵۷) (اسم اعظم تالیف مولانا امداداللہ انور ص ۵۵)

استقبال رمضان کا اخروی فائدہ

آج جنہوں نے رمضان کا استقبال کیا ہے روزہ ان کا قیامت کے دن استقبال کرے گا۔ حدیثوں میں آتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ایک انسان ہوگا جو اپنے گناہوں میں ڈوبا ہوا ہوگا، بڑا پریشان اور متفکر ہوگا، اس کے حساب وکتاب کا وقت قریب ہوگا۔ وہ دیکھے گا کہ ایک نوجوان خوبصورت آیا اور اس نے اللہ تعالیٰ کے حضو آ کر درخواست کی کہ اے رب العالمین! اس انسان کو معاف کردے، میں اس کے پاس مہمان بن کر گیا تھا اس نے میری بڑی تواضع کی، میری بڑی خدمت کی، میں اس سے بڑا خوش رہا۔ اے میرے اللہ! تو اس کو معاف کردے، بخش دے، رب العالمین حکم دیں گے کہ جا میں نے اس کو معاف کردیا۔ وہ نوجوان وہاں سے چلے گا تو یہ بھی پیچھے پیچھے ہوگا کہ بھائی بات تو بتا کہ تو کون ہے، تُو تو میرے پاس کبھی آیا نہیں، میں نے تجھے کبھی دیکھا نہیں۔ تو نے ایسے وقت میں مجھ پر مہربانی کی تو کون ہے؟ وہ کہے گا۔ جی آپ مجھ کو جانتے نہیں، میں تو ہر سال آپ کے پاس آیا کرتا تھا اور آپ مجھے بڑی عزت کے ساتھ اپنے پاس رکھتے تھے، میری آپ نے

بڑی خاطر مدارات کی'' او بھائی تو کون ہے؟ وہ کہے گا میں رمضان المبارک ہوں، اللہ تعالیٰ نے آج مجھے نو جوانوں کی شکل عطا فرمائی ہے کیونکہ تو مجھے نوجوان ہو کر ملا، تو نے بہادری کے ساتھ مجھے قبول کیا''۔ اعمال متشکل ہوں گے قیامت کے دن، نیکیوں کے بھی اور بدیوں کے بھی شکلیں ہوں گی، اعمال شکل کے لحاظ سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوں گے۔ اس مہینے کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے رحمتوں کا مہینہ فرمایا تھا لیکن افسوس آج بعض دوست ہیں جو اس کو اپنے لیے زحمت سمجھ رہے ہیں۔ (حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی صاحب رحمۃ اللہ علیہ درس قرآن مجید سال دوم صفحہ ۷۴ طبع اول ۲۶ دسمبر ۱۹۶۵ء)۔

﴿پڑوسی کے ظلم کا عجیب علاج﴾

حدیث کی کتاب ابو داؤد میں ہے کہ ایک شخص نے آ کر (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے) شکایت کی کہ: میرا پڑوسی مجھے بہت زیادہ ستاتا ہے، میں عاجز آ گیا ہوں، میں نے منتیں کیں، خوشامدیں کیں، ہاتھ جوڑے، مگر وہ باز نہیں آتا اور ہر طور پر مجھے ستاتا ہے۔ اب میں کیا کروں عاجز ہو گیا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' تدبیر میں بتلاتا ہوں اور وہ یہ کہ اپنے گھر کا سارا سامان نکال کر سڑک کے بیچ بس رکھ دے اور اس کے اوپر بیٹھ جاؤ اور جو آنے والا پوچھے کہ بھئی! تم نے گھر کے ہوتے ہوئے سامان کیوں باہر ڈالا؟ اسے کہنا کہ پڑوسی ستاتا ہے۔۔۔۔ چنانچہ اس نے جا کے سامان نکالا اور سڑک کے بیچ میں رکھ کر خود سامان کے اوپر بیٹھ گیا۔ اب جو آ رہا ہے پوچھتا ہے کہ بھئی! گھر تمہارا موجود ہے کیوں سڑک کے بیچ میں بیٹھے ہو؟ اس نے کہا صاحب! پڑوسی ستاتا ہے اللہ کے رسول نے فرمایا گھر چھوڑ دو سڑک پہ بیٹھ جاؤ، لوگوں نے کہا لعنت ہے اس شخص پر جو اپنے پڑوسی کو ستائے۔ اب جو آ رہا ہے وہ اس پر لعنت کر رہا ہے، صبح و شام ہزاروں لعنتیں اس پر برسیں، شام کو اس نے ہاتھ جوڑے، اللہ کے واسطے تُو اپنے گھر چل، اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ عمر بھر تجھے کبھی نہیں ستاؤں گا، خود جا کے اس کا سامان رکھا اور وعدہ کیا کہ عمر بھر خدمت کروں گا اور اللہ کے واسطے دیگر سامان رکھا۔ یہ بات وحی سے نہیں ارشاد فرمائی تھی بلکہ یہ دانش کا اثر تھا۔ (نبی کی عقل بھی اعلیٰ درجے کی ہوتی ہے) غرض انبیاء علیہم السلام جیسے اللہ کی طرف سے علم لے کر آتے ہیں ویسے ہی کمالِ دانش لے کر آتے ہیں (خطبات حکیم الاسلام ج ا ص ۶۴، ۶۵)

﴿بدر کے موقع پر فوج کفار کی تعداد معلوم کرنا﴾

جنگ بدر کے موقع پر جنگ سے پہلے مشرکین کا ایک شخص گرفتار کیا گیا تھا وہ مکی فوج کی تعداد بتانے سے گریز کر رہا تھا صرف یہ کہتا تھا وَاللّٰہِ لَکَثِیْرٌ خدا کی قسم بہت بڑا مجمع تھا مسلمانوں کو مرعوب کرنے کیلئے کہتا تھا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا تمہارے لشکر میں اونٹ کتنے ذبح

ہوتے ہیں؟ اس نے کہا دس اونٹ روزانہ ذبح ہوتے ہیں۔ فرمایا ایک ہزار آدمی معلوم ہوتے ہیں، کیونکہ ایک اونٹ کو سو آدمی کھا سکتے ہیں اور دس اونٹ روز ذبح کرنا بتلا رہا ہے یہ اس کی دلیل ہے کہ ایک ہزار آدمی ہے۔ غرض وہ بات جو سب مل کر حل نہ کر سکتے تھے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منٹ بھر میں حل کر دی یہ وحی سے نہیں بتلایا، عقل سے بتلایا، محض تدبر اور دانش سے بتلایا یہ ایک تجربہ اور اندازہ سے بتلایا (ایضاً ملخصا)